خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
aanchal.com.pk
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com

اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

بہنوں کی عدالت

سلسلہ وار ناول

پبلشر مشتاق احمد قریشی، پرنٹر طاہر قریشی، مطبوعہ نے افق پرنٹرز کھنڈو گوٹھ بلاک B نارتھ ناظم آباد کراچی
دفتر کا پتا 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: رابیل ...... آرائش: سالیک بیوٹی پارلا ہور ...... عکاسی: ایم کاشف
ڈریس: الماس کلیکشن لبرٹی لاہور ...... جیولری: مون جیولرز لبرٹی لاہور

نئی کونپلیں

افسانہ

مکمل ناول

ناولٹ

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 کے ای میل info@aanchal.com.pk

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اے سعد! اپنے کھانے میں حلال کا اہتمام کرو تمہاری دعائیں قبول ہونے لگیں گی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ ایک بندہ اپنے پیٹ میں کوئی حرام لقمہ ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس روز تک اس کا نیک عمل قبول نہیں کرتا اور جس بندے کا گوشت حرام سے اُگا ہو آگ اس کی زیادہ مستحق ہوتی ہے۔"
(طبرانی، ترغیب)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نومبر ۲۰۱۳ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

امید ہے کہ عید قرباں خوب چٹ پٹی مزیدار گزری ہوگی، مزے مزے کے پکوانوں سے دسترخوان سجے ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ بہنوں نے اپنی خوشیوں میں ضرورت مند اور حاجت مندوں کو بھی پوری طرح یاد رکھا ہوگا اور قربانی کے گوشت کی تقسیم کے احکامات الٰہی اور سنتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کی ہوگی اللہ تعالیٰ آپ کی قربانی کو قبول فرمائے اور ہم سب کو دین پر چلنے والا بنائے آمین۔ اطلاعات کے مطابق تو اس بار عید عظیم کے موقع پر قربانی کے جانوروں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کررہی تھیں متوسط طبقے کے افراد تو سوچتے ہی رہ گئے۔ ہاں یہ بھی درست ہے کہ قربانی تو صرف ان ہی لوگوں پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہوں، ہر کسی پر تو واجب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے وہ تو ہمارے حالات ہی نہیں ہماری نیتوں تک سے پوری طرح واقف ہے۔

وطن عزیز میں گزشتہ دنوں ہونے والے انتخابات میں ہر سیاسی پارٹی نے اپنے ووٹروں کو رجھانے، بہلانے کے لیے بڑے بڑے دعوے کیے تھے مہنگائی کا سدباب کرنے، بجلی مہیا کرنے کے اعلان ہی نہیں بڑے بڑے دعوے کیے گئے تھے جو کامیابی کے بعد ہوا میں اڑ چکے ہیں نہ صرف مہنگائی میں اضافہ ہوگیا اور بجلی کی نایابی یعنی لوڈشیڈنگ میں اضافہ ہی نہیں ہوا بلکہ اس نایاب شے کے داموں میں بھی بے پناہ اضافہ کردیا گیا ہے، مرے پر سو درے کے مصداق اہل سیاست اور حکومت نے یہ مہنگائی چاہے وہ پیٹرولیم مصنوعات کی ہو بجلی کی ہو یا دیگر ٹیکسوں کی مد میں ہو، یہ سب کچھ وطن عزیز کی بھلائی بہتری اور قرضوں سے نجات کے نام پر کیا جارہا ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ قرضے ادا کرنے کے لیے مزید قرضے لیے جارہے ہیں جبکہ الیکشن کی مہم میں قرضوں کا کشکول توڑنے کے نعرے لگاتے رہے تھے۔ یہ تو شاید وطن عزیز کی تاریخ ہے کہ ہر آنے والا پہلے سے موجودہ حکمرانوں پر طرح طرح کے الزامات لگاتا ہے اور جب خود اقتدار میں آجاتا ہے تو اپنا سفر وہیں سے بلکہ کچھ اور آگے سے شروع کرتا ہے جہاں سے اس کے پیش رو جاتے جاتے چھوڑ گئے تھے۔ ڈالر سابق حکمرانوں کے پانچ سالہ دور میں نوے پچانوے روپے کا ہوگیا تھا اب موجودہ حکمرانوں نے غریب مٹانے مہنگائی ختم کرنے کے نام پر ڈالر ایک سو سات اور ایک سو نو روپے تک پہنچادیا ہے اس طرح ملک میں جہاں مہنگائی بڑھتی ہے سو بڑھتی ہے وہیں ملکی قرضوں کی مالیت میں خود بخود اضافہ ہوجاتا ہے۔ اللہ وطن عزیز کی حفاظت فرمائے اور ہمیں جینے کا حوصلہ عطا فرمائے آمین۔

اس ماہ کے ستارے

"اقرارِ محبت" نادیہ فاطمہ رضوی اور "میرے رازداں" عنیقہ ملک کے شاہکار مکمل ناول۔

"مجھے ہے حکمِ اذاں" اُم مریم اور "صبح نو میں اور تو" سیدہ ضو باریہ کے بہترین ناولٹ۔

"بابِ جنت" رشک حبیبہ "دل زخم زخم لو" صفیہ ملک "مہکتے لمحات" مسز نگہت غفار اور "بت پرست" ہما یعقوب کے افسانے۔

"روبی بھابی" ثوبیہ رحمان اور "لمحہ فکریہ" اقرا آسیف کی نئی کوششیں۔

دعا گو قیصر آرا

حمد

میں اس قابل کہاں کہ حمدِ ربّ دو جہاں لکھوں
یہ تو احسان ہے مجھ پر کہ میں اُس کی ثناء لکھوں

بناؤں ہفت دریا روشنائی، ہر شجر کو قلم
نہ ہو پھر بھی ثناء کا حق ادا میں اور کیا لکھوں؟

سلاتا وہ نہیں بھوکا، کبھی بھی ہم سے عاصی کو
ہے کتنی پیاری مالک کی میرے ہر ایک ادا لکھوں

خدائے لم یزل لکھوں، غفور و مہرباں لکھوں
میرے مالک میرے خالق میں تجھ کو ضوفشاں لکھوں

تُو مالک ہے میں احقر ہوں تُو قادر ہے میں بے مایہ
کرم کر مجھ مہر پر بھی یہ اشکوں سے دعا لکھوں

مہر گل..... اورنگی، کراچی

نعت

ہو جو قسمت میں مدینے کی ہوا آٹھوں پہر
لب پہ ہو صلِ علیٰ صلِ علیٰ آٹھوں پہر

اتنی صدیوں سے ستاروں میں چمک یونہی نہیں
نور سے لیتے ہیں تیرے وہ ضیاء آٹھوں پہر

کس طرح شیر و شکر تُو نے قبائل کردیئے
دے کے پیغامِ اخوت جابہ جا آٹھوں پہر

تیری حکمت نے بدل ڈالا ہے دنیا کا نظام
بول بالا کردیا انسان کا آٹھوں پہر

نسلِ آدم پر بہت احسان ہے آقا تیرا
ہے غلاموں پر جو رحمت کی ردا آٹھوں پہر

کس طرح ممکن ہے مجھ سے کرسکوں مدحت تری
خود تری تعریف کرتا ہے خدا آٹھوں پہر

موجزن ہو جن کے دل میں الفت شاہِ زمن
یاد رکھتے ہیں مقامِ مصطفیٰ آٹھوں پہر

جب روانہ ہورہے ہوں قافلے حجاج کے
میری آنکھوں سے بہے سیلاب سا آٹھوں پہر

کاش مجھ کو بھی بلالیں سبز گنبد کے مکیں
اب یہی ہونٹوں پر رہتی ہے دعا آٹھوں پہر

مشعلِ رشد و ہدایت کیوں نہ ہو سیرت تیری
تو کہ ہے قرآنِ ناطق بر ملا آٹھوں پہر

نعت کہنے کا سلیقہ گرچہ شاکر کو نہیں
بس اسے مقصود ہے تیری ثناء آٹھوں پہر

شاکر نظامی..... سرگودھا

editor_aa@aanchal.com.pk

دراب آں

مدیرہ

رابعہ ساحر ...... جھانیاں

پیاری رابعہ! خوش رہو! آنچل کے لیے آپ کی دیوانگی پسند آئی' تعریف کا شکریہ' ہمارے لیے لکھے گئے آپ کے اشعار نے دل موہ لیا۔ نظم متعلقہ شعبہ میں بھیج دی گئی ہے معیاری ہوئی تو ضرور شائع ہوگی ورنہ معذرت' آپ کا خط پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

کوثر اعجاز ...... للیانی' ضلع قصور

اچھی گڑیا! سلامت رہو۔ چار سال کی طویل خاموشی کا قفل توڑ کے اب آپ نے قلم اٹھا ہی لیا ہے تو باقاعدگی سے حاضری لگواتی رہیے گا۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ شاعری کرتی ہیں آپ ضرور ہمیں اپنی نگارشات ارسال کریں اگر معیاری ہوئیں تو ہم ضرور آپ کی حوصلہ افزائی کریں گے۔

سائرہ حبیب ......

پیاری سائرہ! خوش باش رہو۔ محبتوں بھرا پہلا خط موصول ہوا ہم آپ کی رائے سے بالکل اتفاق کرتے ہیں اس لیے ہماری کوشش بھی یہی ہوتی ہے کہ اصلاحی پہلو پر لکھی گئی کہانیاں شائع کریں۔ آپ قلم اٹھانا چاہتی ہیں ضرور اٹھائیں' اس کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں' ہم آپ کی تحریر پڑھ کے ہی اندازہ کر پائیں گے کہ آپ میں لکھنے کی کتنی صلاحیت ہے' افسانہ کے 10 سے 15 صفحات ضروری ہیں جب کہ ناول ابھی نہ لکھیں' افسانہ پر طبع آزمائی کریں' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

فضہ شبیر ...... وہاڑی

اچھی گڑیا! جیتی رہو۔ آپ ہمیں جو بھی کہہ کر مخاطب کریں ہمیں تو آپ کا ہر انداز پسند آیا۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ' آپ بالکل ہر سلسلے میں شرکت کر سکتی ہیں۔ نعت کے لیے عرض ہے کہ متعلقہ شعبے میں بھیج دی گئی ہے' معیاری ہوئی تو ضرور شائع ہوگی۔

ثانیہ عبد الغفور ...... سرگودھا

اچھی گڑیا! خوش رہو۔ شکوہ نامہ موصول ہوا' جواب حاضر ہے۔ گڑیا! آپ ہماری بہت اچھی لکھنے والی قاری ہیں' اس لیے ہماری کوشش ہوتی ہے کہ جو آپ نے اپنی تحاریر کا معیار قاری بہنوں کے اذہان پر ثبت کیا ہے وہ برقرار ہے' آپ کی دونوں تحریریں ہمیں موضوع و انداز کے لحاظ سے پہلے کی نسبت کمزور لگیں' اس لیے معذرت اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ مایوس ہو جائیں ہمیں امید ہے کہ آپ بہت اچھا لکھ سکتی ہیں۔

رفعت نواز ...... سرگودھا

اچھی گڑیا! سلامت رہو۔ خط شامل اشاعت ہے اب تو شکوہ ختم نا؟ گڑیا! مایوسی اچھی بات نہیں آپ کی نگارشات موصول نہیں ہوئیں' پہلے تو شائع کیسے کرتے' اب یہ خط ملا ہے تو جواب دے رہے ہیں۔ آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔

نور سحر شاہ ...... مانسہرہ

پیاری نور! سدا ہنستی رہو اور اپنے اطراف علم و نور کے اجالے بکھیرتی رہو۔ گڑیا آپ کی نگارشات موصول ہوگئی ہیں' باری آنے پر شائع کردیں گے۔ ہمیں آپ کی مشکلات کا بخوبی اندازہ ہے آپ ہمیں اپنا دوست رہنما سمجھ کے جو دل چاہے شیئر کر سکتی ہیں آپ لکھنا چاہتی ہیں اچھی بات ہے لیکن اس کے لیے آپ کو اپنا مطالعہ وسیع کرنا ہوگا اور اصلاحی پہلوؤں پر غور کرنا ہوگا۔

انیسہ ناز ...... اٹک

پیاری انیسہ! جگ جگ جیو۔ آپ کا پہلا خط موصول ہوا خوش آمدید۔ آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔ افسانہ کے لیے عرض ہے کہ ابھی پڑھا نہیں باری آنے پر پڑھ کر بتا دیں گے۔

کومل رباب ...... شاہدرہ' لاہور

پیاری گڑیا! سدا خوش رہو' آپ کو اور آپ کے بھائی کو شادی کی بہت بہت مبارک باد قبول ہو۔ ہماری دعا ہے کہ آپ کا ازدواجی سفر اچھا گزرے' پیا دیس سدھار کے ہمیں بھول نہ جائیے گا' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

ماریہ ستار ......

اچھی گڑیا! خوش رہو سدا۔ خوش آمدید آپ کا پہلا محبتوں بھرا خط ہمیں آپ کا مشکور کر گیا۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ' آنچل کے لیے کی گئی آپ کی تعریف ہمیں پسند آئی۔ تعارف کے لیے عرض ہے کہ باری آنے کا انتظار کیجیے۔

چندا ...... چنیوٹ

پیاری چندا! سلامت رہو۔ آپ کا پہلا محبتوں بھرا تعریف نامہ موصول ہوا۔ آنچل کی پسندیدگی کا تہہ دل سے شکریہ' ہمیں امید ہے کہ آپ آئندہ بھی اسی طرح ہماری رہنمائی کرتی رہیں گی۔

حلیمہ بی بی ......

اچھی حلیمہ! ہنستی رہو۔ طویل عرصہ بعد آپ کی شرکت بھلی لگی' خوش آمدید۔ سمیرا شریف طور اور نازیہ کنول نازی کو آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں' آپ کی رائے سے ہم بالکل اتفاق کرتے ہیں۔ آپ کہانی بھیج دیجیے' اجازت کی ضرورت نہیں۔

لبنیٰ سید ...... مانسہرہ

اچھی گڑیا! سدا ہنستی رہو۔ آپ کا تعارف اور دیگر نگارشات موصول ہوگئی ہیں' تعارف کے لیے عرض ہے کہ باری آنے پر شائع کیا جائے گا۔ باقی نگارشات اگر معیاری ہوئیں تو ضرور شائع کی جائیں گی آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔

عائشہ نور ...... شادیوال' گجرات

پیاری عائشہ! سلامت رہو۔ یہ محکمہ ڈاک کی ہی مہربانی ہے کہ ہمیں آپ کی نگارشات موصول نہیں ہوئیں آپ ہمیں ای میل کر دیجیے' ہماری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ زندگی کے ہر میدان میں کامیاب رہیں۔

آنسہ شبیر ...... ڈوگہ گجرات

پیاری گڑیا! جگ جگ جیو' محبتوں بھرا شکوہ موصول ہوا۔ یہ آپ کی غلط فہمی ہے کہ ہم آپ کو نظر انداز کر رہے ہیں ہمارے لیے تو تمام قاری بہنیں برابر اہمیت کی حامل ہیں۔ سباس گل سے بات کرنے کے لیے آپ ہمیں ان کے نام خط لکھ دیجیے' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

اجالا...... فیصل آباد
اچھی گڑیا! سکھی رہو۔ آنچل کی محفل میں خوش آمدید' آپ کی کہانیاں موصول ہوگئی ہیں' ابھی پڑھی نہیں گئیں انتظار کریں۔

صائمہ عزیز...... میاں چنوں
اچھی بہن! سلامت رہو۔ آپ کا پہلا خط موصول ہوا خوش آمدید' آنچل کی پسندیدگی کا تہہ دل سے شکریہ۔ آپ کی تجویز نوٹ کرلی گئی ہے۔ گڑیا ازدواجی زندگی میں جو اہمیت آپ کے مجازی خدا یعنی شوہر کو حاصل ہے وہ دنیا کے کسی رشتے کو حاصل نہیں خواہ کتنی ہی مشکلات ہوں اگر آپ کے شوہر آپ کے ساتھ ہیں تو آپ کو اور کیا چاہیے' آپ اللہ کا شکر ادا کریں ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

پریشے گل...... راجن پور
اچھی گڑیا! سدا ہنستی رہو۔ پانچ سال کی اتنی طویل خاموشی کا قفل توڑ کے آپ کا ہمیں مخاطب کرنا اچھا لگا۔ گڑیا سمیرا شریف طور کی کتاب ''محبت' یقین' اعتماد'' منگوانے کے لیے آپ مکتبہ القریش' سرکلر روڈ' لاہور سے رابطہ کرسکتی ہیں۔

رملہ ایمل...... جہلم
اچھی گڑیا شکوہ نامہ موصول ہوا' جواب حاضر ہے۔ گڑیا ہم آپ کو بالکل نہیں بھولے' آنچل پر آپ کا مکمل حق ہے' گڑیا آپ کا کوئی خط ہمیں موصول ہی نہیں ہوا تو جواب کیسے دیتے' امید ہے آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔

سدرہ بنت نجمی...... فیصل آباد
اچھی گڑیا! سلامت رہو' کہانی موصول ہوگئی ہے ابھی پڑھی نہیں گئی ہے۔ باری آنے کا انتظار کیجیے جلد ہی رائے سے آگاہ کردیں گے۔

عذرا کنول......
اچھی گڑیا! سلامت رہو اتنی بدگمانی اچھی بات نہیں' ہم آپ کو بالکل نظر انداز نہیں کررہے' ہمیں آپ کا خط موصول ہی اب ہوا ہے تو جواب دے رہے ہیں۔ کہانی کے لیے عرض ہے کہ ابھی پڑھی نہیں گئی باری آنے پر پڑھ کے رائے سے آگاہ کردیں گے۔ بس ذرا انتظار کی زحمت اٹھالیں۔

روبی علی...... سیّد والا
اچھی گڑیا! محبت بھرا تعریف و شکریہ نامہ موصول ہوا۔ گڑیا شکریہ کی ضرورت نہیں' اچھی اور معیاری نگارشات کے لیے ہمارے پاس ہمیشہ جگہ رہتی ہے' ہمیں امید ہے آپ آئندہ بھی شرکت کرتی رہیں گی۔

چاہت...... ڈنگہ' گجرات
اچھی گڑیا! سلامت رہو۔ گڑیا یہ بہت غلط بات ہے کہ آپ اپنی فرینڈز کو چیلنج کردیں کہ میری نگارشات ضرور شائع ہوں گی اور ہمیں لکھ دیں کہ میرا بھرم رکھ لیجیے گا' گڑیا شائع ہونے کے لیے نگارشات کا معیاری ہونا بہت ضروری ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا کا مسئلہ بنالینا عقل مندی نہیں' ہمیں امید ہے آپ ہماری بات سمجھ گئی ہوں گی۔

حافظہ سمیرا...... 157 این بی
ڈیئر سمیرا! سکھی رہو' گڑیا آپ کی نگارشات وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں' جلد یا دیر سے ہم معیاری چیزیں ضرور شائع کرتے ہیں۔ آپ

سے کوئی خطا نہیں ہوئی یہ سب محکمہ ڈاک کی مہربانی ہے۔

فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف
پیاری عزیزی! تعریف نامہ ہمیں آپ کا مشکور کرگیا۔ نازیہ کنول نازی کو آپ کی پسندان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔ ٹائٹل کے حوالہ سے آپ کی تجویز نوٹ کرلی گئی ہے۔

مریم اقبال...... شرقپور شریف
اچھی گڑیا! خوش آمدید اب آئندہ بھی حاضری لگوائی رہیے گا' گڑیا انتخاب معیاری ہوا تو ضرور شائع کریں گے' ورنہ معذرت۔

نورین شفیع...... ملتان
اچھی گڑیا! سدا سلامت رہو' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ' یہ آپ کی دعائیں اور محبتیں ہی ہیں کہ آنچل دن بہ دن نکھرتا جارہا ہے' آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

فصیحہ آصف خان...... ملتان
اچھی بہن! سلامت رہو' محبتوں بھرا خط ملا ''کھلے صحرا میں گلاب'' کے لیے عرض ہے کہ مصروفیات کے باعث ابھی پڑھا نہیں گیا' انتظار کیجیے۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی
پیاری بہن' جیتی رہو۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کی ساس کو صحت کاملہ وشفاء کلی عطا فرمائے اور ان کا سایہ رحمت آپ سب کے سروں پر قائم و دائم رکھیے آمین۔ قارئین سے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

عائشہ سومرو...... حیدر آباد
گڑیا عائشہ۔ خوش رہو۔ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے آپ کی صحت کے لیے دعا گو کہ وہ رب کریم آپ کو صحت کلی عطا فرمائے آمین۔

ناقابل اشاعت کہانیاں:
عید کا چاند مجھے در گور مت کرنا' میرا ڈھولا' مکافات عمل' محبت ہے عید زندگی' کہانی کی کہانی' ابھی دیر نہیں ہوئی' جراتوں کے امین' مجھ کو ہے انتظار طلوع سحر' محبت ہوئی مہربان' محبت سرخرو ہوئی' تیرا حاصل ٹھہرے' فساد کی جڑ' پچھتاوں کے موسم' یقین حاصل زیست کا' راستے دشوار تھے بہت' دل کا دروازہ' سکون کی دولت' وحشت تنہائی' خوشبو کا پیکر' انداز محبت' برف کا گولا' آنسوؤں کی پلکوں پر' ہمارا بکرا گھر آیا' بقرہ عید اور خوشیاں' وہ بکرا ہائے اللہ۔

مصنفین سے گزارش
☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مالک یوم الدین

مولف: مشتاق احمد قریشی

یوم الدین کیا ہے؟

یوم الدین سے مراد مُفسّرین نے اُس دن سے لی ہے جب مالک کون ومکان' خالق کائنات ربّ العالمین اللہ ذوالجلال تمام اگلی پچھلی نسلوں کو اپنے سامنے جمع کرکے ان کی دنیا کی زندگی جو ایک آزمائشی و امتحانی وقفہ ہے کا حساب لے گا اور ہر انسان کو اس کے عمل کا پورا پورا صلہ جزا یا سزا کے بطور مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی مہربان اور پوری طرح بااختیار منصف ہے یوم الدین یعنی آخری فیصلے کے روز بھی وہی پورے اقتدار کا مالک ہوگا اس روز نہ اس کی سزا میں نہ ہی جزا میں کوئی کسی طرح سے مداخلت کرسکے گا۔ انسان اس کی ربوبیت اور رحمت کی بنا پر اس سے محبت ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے انصاف کی بنا پر اس سے ڈرتے بھی ہیں اور یہ یقین کامل رکھتے ہیں کہ ہمارے انجام کی بھلائی اور برائی سب اس کے اختیار میں ہے۔

یوم۔ دن' وقت' جمع ایام ہے انسانوں نے اپنے مشاغل کے تعین کے لئے اوقات کی جو تقسیم کی ہے اسے یوم (دن) کہتے ہیں جو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کی درمیانی مدت کا نام ہے' یہ مدت زمان ومکان کے اعتبار سے مختلف ہوتی رہتی ہے' دن' وقت کی پیمائش کی مکمل اکائی ہے۔ وہ عرصہ جس میں سورج نظر آتا رہتا ہے عام طور پر دن کہلاتا ہے اور جتنا عرصہ سورج غروب رہتا ہے وہ رات کہلاتا ہے لیکن جب دن کو بطور وقت کے پیمانے کے استعمال کیا جائے تو اس سے مراد ایک دن و رات ہوتی ہے۔ یہ تقریباً چوبیس گھنٹوں کے برابر ہوتا ہے۔ زمین جتنے عرصے میں اپنے محور کے گرد ایک چکر پورا کرلیتی ہے یہی دن کہلاتا ہے۔

قطب شمالی اسی ہماری دنیا کا حصہ ہے وہاں دن چھ مہینے رہتا ہے اور رات بھی چھ مہینے کی ہی ہوتی ہے ذرا سوچئے کہ جب دنیا کے مختلف حصوں میں دن کی مدت اس قدر مختلف ہے تو نظام شمسی سے ماورا نظام کے دن کو تو ہم دنیا کے دن پر قیاس کر ہی نہیں سکتے۔ اللہ ذوالجلال جس کے اشاروں پر یہ کرۂ ارض اور تمام اجرام سماویہ متحرک و رقص کناں ہیں اس ربّ جل شانہ کی بارگاہ میں اوقات کے تعین کی کیا صورت ہوگی۔ اس کا صحیح ادراک و فہم ہماری ناقص عقل کر ہی نہیں سکتی کیونکہ اتنا شعور انسان کو دیا ہی نہیں گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی رحیم و کریم ہے اپنے بندوں سے بڑی مہربانی شفقت و محبت کا رویہ رکھتا ہے اسے ہر چیز کھول کھول کر بتاتا سکھاتا رہتا ہے ہمارے سمجھانے کے لئے سورہ السجدہ ۵' سورہ الحج ۴۷' سورہ المعارج ۴ اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ:۔ ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار سے ایک ہزار سال ہے۔ (السجدہ۔۵)

ترجمہ:۔ ہاں البتہ آپ کے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے۔ (الحج۔۴۷)

ترجمہ:۔ جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں (وہ) ایک دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ (المعارج۔۴)

ان آیات کریمہ میں جو بات انسانی ذہن میں بٹھائی جارہی ہے وہ ہے کہ انسانی تاریخ میں اللہ جل شانہ کے فیصلے دنیا کے نظام الاوقات دنیا کی گھڑیوں جنتریوں کے لحاظ سے نہیں ہوتے۔ اللہ کے یہاں وقت کے ایک

حصے کو دن قرار دیا گیا ہے جو دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر پھیلاؤ رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کا پھیلاؤ بارگاہ الٰہی کی وسعتوں کے مطابق ہی ہے۔ لہٰذا وہاں کا ایک دن ان وسعتوں کے مطابق ہی ہوگا۔ سورۃ المعارج میں اللہ ذوالجلال نے دن کی مقدار ایک ہزار سال سے بڑھا کر پچاس ہزار سال بیان فرمائی ہے ممکن ہے کہ یہ اپنی ہولناکی کے باعث جو روز محشر ہوگی کافروں کے لئے پچاس سو گنا ہوجائے اور مومنوں کے لئے بے حد مختصر ہوجائے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ''اللہ کی قسم ایمان داروں کو وہ دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنا ایک فرض نماز ادا کرنے میں وقت لگتا ہے۔''

ابتدائے اسلام کے وقت بھی اور آج بھی بہت سے لوگ اور قوموں کا یہ موقف ہے کہ عذاب آنا ہوتا تو آچکا ہوتا سب کہنے اور ڈرانے کی باتیں ہیں ایسے لوگ جو اپنے حساب کے لئے جلدی کرتے ہیں انہیں بتایا جارہا ہے اہل ایمان کو سمجھایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حساب میں ایک دن ہزار سال کا ہے۔ اس اعتبار سے اگر اللہ تعالیٰ کسی کو صرف ایک دن یعنی چوبیس (۲۴) گھنٹے کی مہلت دے گا تو وہ بھی ہزار سال ہوگی۔ اور اگر نصف دن کی مہلت دے گا تو وہ پانچ سو سال کی مہلت ہوگی اور اگر چوتھائی دن یعنی چوبیس گھنٹے کا چوتھا حصہ چھ گھنٹے کی مہلت بھی ڈھائی سو سال کا عرصہ عذاب کے لئے درکار ہوگا اور اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف ایک گھنٹے کی ہی مہلت ملے تو وہ بھی کم و بیش چالیس سال کی ہوگی۔ (السیر التفاسیر)

اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ایک دن اور ہزار سال سب برابر ہیں وہ صاحب قدرت و قوت ہے جس کام کو جس طرح چاہے کرسکتا ہے وہ قادر مطلق ہے وہ تو ہر قانون ہر پابندی سے ماورا اور غالب و قابض ہے۔ اس لئے تقدیم و تاخیر سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا یہ جلدی مانگتے ہیں' وہ دیر کرتا ہے' تاہم یہ بات تو یقینی ہے کہ وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرکے رہے گا۔ بعض مفسرین نے اسے آخرت پر محمول کیا ہے اپنی شدت و ہولناکی کے باعث قیامت کا دن ہزار سال کا ہوگا بلکہ بعض اسے پچاس ہزار سال کا کہتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جو عرشِ عظیم کا مالک ہے وہ آسمان سے جہاں اللہ کا عرشِ عظیم اور لوح محفوظ ہے' وہاں سے زمین پر احکام نازل فرماتا ہے یعنی تدبیر کرتا ہے اور زمین پر ان کا نفاذ ہوجاتا ہے۔ جیسے موت و زندگی' صحت و بیماری' عطا و منع' غنا و فقر' جنگ و صلح عزت و ذلت' وغیرہ اللہ تعالیٰ عرشِ عظیم سے تقدیر الٰہی کے مطابق یہ تدبیریں اور تصرفات کرتا ہے۔

پھر یہ تصرفات یہ تدبیریں یا امر اس کی طرف واپس لوٹتا ہے ایک ہی دن میں فرشتے جسے لے کر جاتے ہیں اور صعود (چڑھنے) کا یا آنے جانے کا فاصلہ اتنا ہے کہ غیر فرشتے اس فاصلے کو ہزار سال میں طے کرے۔ یا اس سے قیامت کا دن مراد ہے کہ اس دن انسانوں کے سارے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔ اس ''یوم'' یعنی دن کے تعین اور تغیر میں مُفسّرین کے درمیان بہت اختلاف ہے۔ امام شوکانیؒ نے پندرہ سولہ اقوال اس سلسلے میں ذکر کئے ہیں۔ جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں توقف (خاموشی) کو پسند فرمایا ہے اور اس کی حقیقت کو اللہ کے سپرد کردیا ہے کہ وہی بہتر جاننے والا ہے۔

اس دن کے تعین میں علمائے تفسیر کا بہت اختلاف ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے چار اقوال نقل کئے ہیں۔ ان کا پہلا قول ہے کہ اس سے وہ مسافت مراد ہے جو عرشِ عظیم سے اسفل سافلین (زمین کے آخری اور ساتویں طبقے) تک ہے۔ یہ مسافت پچاس ہزار سال میں طے ہونے والی ہے۔ ان کا دوسرا قول ہے کہ یہ دنیا کی کل مدت ہے۔ ابتدائے آفرینش سے قیامت کے واقع ہونے تک اس میں سے کتنی مدت گزر چکی ہے اور کتنی باقی ہے' اسے

صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ تیسرا قول ان کا یہ ہے کہ یہ دنیا وآخرت کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ قیامت کے دن کی مقدار ہے۔ یعنی کافروں پر یہ یوم حساب پچاس ہزار سال کی طرح بھاری اور طویل ہوگا لیکن مومن کے لئے دنیا میں ایک فرض نماز پڑھنے سے بھی مختصر ہوگا۔ (مسند احمد) امام ابن کثیرؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے کیونکہ احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو قیامت والے دن جو عذاب دیا جائے گا اس کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہاں تک کہ اللہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا' ایسے دن' جس کی مدت تمہاری گنتی کے مطابق پچاس ہزار سال ہوگی۔" اس تفسیر کی رو سے "فی یوم" کا تعلق عذاب سے ہوگا۔ یعنی وہ واقع ہونے والا عذاب قیامت والے دن ہوگا جو کافروں پر پچاس ہزار سال کی طرح بھاری ہوگا۔

صاحب السیر التفاسیر کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں تین مقامات پر یہ مدت آئی ہے اور تینوں مقامات پر الگ الگ دن مراد ہے۔ سورۃ الحج آیت ۴۷ میں یوم کا لفظ اس زمانے اور مدت سے عبارت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہے اور معارج میں جہاں یوم کی مقدار پچاس ہزار سال بتلائی گئی ہے یوم حساب' مراد ہے اور سورۃ السجدہ میں یوم سے مراد دنیا کا آخری دن ہے۔ جب دنیا کے تمام معاملات فنا ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جائیں گے۔

یوم قیامت کو یوم التلاق بھی کہا گیا ہے یعنی ملاقات کا دن' جس دن بندے اپنے مالک وخالق کے حضور حاضر کئے جائیں گے۔ سورۃ المومن ۱۵ میں ذکر آیا ہے۔

یوم الفصل یعنی فیصلے کا دن یعنی قیامت' اُس دن تمام لوگوں کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔ سورۃ البقرۃ میں آیا ہے۔

یوم الدین کی اصطلاح یا لفظ سورۃ الفاتحہ کے ساتھ بارہ آیات ربانی میں آیا ہے۔ (۱) سورۃ فاتحہ آیت نمبر۳ (۲) سورۃ الشعراء آیت ۸۲ (۳) سورۃ الصفات آیت ۲۰ (۴) سورۃ ص آیت ۷۸ (۵) سورۃ الذریات آیت ۱۲ (۶) سورۃ المعارج آیت ۲۶ (۷) سورۃ المدثر آیت ۴۶ (۸) سورۃ الانفطار آیت ۹۔۱۵۔۱۷۔۱۸ (۹) المطففین آیت ۱۱۔ جبکہ اس کا مصدر ملک بیالیس آیات قرآنی میں آیا ہے اور لفظ الدین قرآن حکیم میں باسٹھ (۶۲) مقامات پر آیا ہے۔ اور لفظ الیوم تین سو اڑتالیس (۳۴۸) آیات میں استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ۔ اور وہی مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا۔ اور جس سے امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روز جزا میرے گناہوں کو بخش دے گا۔ (الشعراء۔ (۸۱۔۸۲)

آیات کریمہ میں ارشاد باری تعالیٰ سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ انسان کا معاملہ وتعلق اپنے رب سے صرف اس دنیا اور اس کی زندگی تک محدود نہیں ہے کہ پیدا ہونے سے شروع ہو اور موت کے ساتھ ختم ہو جائے۔ اس زندگی کی ختم ہونے کے بعد بھی تمام معاملات وانجام اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہیں وہی مالک وخالق جو اسے وجود میں لایا ہے وہی اسے واپس بھی بلا لیتا ہے۔ کوئی طاقت دنیا کی ایسی نہیں جو کسی بھی طرح کسی کی موت کسی کی واپسی کو روک سکے۔ نہ کوئی ڈاکٹر نہ کوئی حکیم وطبیب نہ کوئی سائنس دان ایسا ہے جو موت کو کسی طرح روک سکے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے کہ وہ اس کا فیصلہ فرمائے کہ کب کسے اس جہان فانی سے واپس طلب کرتا ہے' اور جس کی طلبی آجاتی ہے تو چار و ناچار اُسے جانا ہی پڑتا ہے۔ یہ فیصلہ بھی اللہ جل شانہ ہی فرمائے گا کہ کب تمام انسانوں کو جو دنیا میں پیدا ہوئے ہیں دوبارہ زندہ کرکے کھڑا کر دے' اور ان سے ان کی زندگی کا حساب کتاب

طلب کرے اس وقت بھی اس غالب قوت والے کے سامنے کوئی ایسی طاقت نہیں ہوگی جو کسی بھی طرح کسی کو دوبارہ زندہ ہونے سے روک سکے۔ وہ مالک وخالق پوری طرح صاحب اختیار واقتدار ہے۔

آیات مبارکہ میں یقین کے ساتھ یہ بات کہی جارہی ہے کہ وہ غالب قوت والا وہ مالک وخالق جس نے پہلی بار پیدا کیا اسی کو یہ اختیار بھی ہے کہ وہ سب کو مار ڈالے موت سے ہم کنار کر دے اور اسے ہی یہ قوت یہ اختیار حاصل ہے کہ مار کر دوبارہ زندہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی جانب سے اس کے ایمان کی پختگی ویقین کا اظہار کرتے ہوئے وہ لہجہ اختیار کیا ہے جو بڑا پُراعتماد اور پُریقین ہے اہلِ ایمان جو اللہ پر اس کی قوت وغلبہ واقتدار پر کہ اللہ تعالیٰ ایسا ضرور کرے گا اور ایک صاحب ایمان متقی پرہیزگار انسان اپنے پروردگار سے یہ امید بھی کرتا ہے کہ وہ اس سے سرزد ہونے والے گناہوں کو ضرور معاف کر دے گا کیونکہ وہ غفور ورؤف ورحیم ہے۔ وہ اس کی خطائیں ضرور بخش دے گا۔

جب انسان صراطِ مستقیم پر چلنے والا ہو اور اگر اسے کہیں ٹھوکر لگ بھی جائے تو وہ رہتا تو صراطِ مستقیم پر ہی ہے اسے فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی اپنی شرمندگی اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے وہ اپنے مالک وخالق سے معافی طلب کر لیتا ہے۔ یہی چیز اُسے روزِ جزا' روز محشر کے لئے پرامید کر رہی ہے کہ اللہ جل شانہ اس روزِ حساب بھی اس کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

ترجمہ:۔ اور جو انصاف کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے۔ (المعارج۔ ۲۶ تا ۲۸)

اہلِ ایمان جو اللہ تعالیٰ کی قوت واقتدار اس کی ملکیت پر یقین رکھتے ہیں اور دنیا کی زندگی اطاعتِ الٰہی اور قوانینِ الٰہی کے مطابق بسر کرتے ہیں اور ہر قسم کے دانستہ گناہوں سے جرائم سے ظلم وستم سے بچ کر رہتے ہیں اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ انہیں ایک دن اپنے مالک وخالق کے حضور پیش ہوکر اپنے تمام اعمال کا حساب دینا ہے وہ اپنے تمام تر نیک وصالح اعمال کے باوجود اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اپنے اعمال واخلاق میں نیک رویہ اختیار کرنے کے باوجود بھی ڈرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ آخرت میں اللہ کے روبرو پیش ہونا ہے کہیں روزِ محشر روزِ میزان عدالتِ الٰہی میں ہماری کوتاہیاں ہماری نیکیوں سے بڑھ کر نہ نکلیں اور کسی بھی طرح کسی غلطی کے باعث سزا کے مستحق قرار پا جائیں۔ اہلِ ایمان تمام تر اطاعت وبندگی اور اعمال صالحہ کے باوجود اللہ کی عظمت وجلالت کے پیش نظر اس کی گرفت سے ڈرتے رہتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمیں اپنے دامن میں نہیں ڈھانپ لے گی ہمارے اعمال نجات کے لئے کافی نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کسی کو بھی کبھی بھی بے خوف نہیں ہونا چاہئے' ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے' ہر قدم ہر عمل اپنے بچاؤ کی تدابیر کرتے ہوئے بڑھانا چاہئے۔

(جاری ہے)

ثوبیہ کوثر

ملیحہ احمد

تمام پیارے پیارے اور اچھے اچھے قارئین کو محبتوں چاہتوں اور خلوص بھرا اسلام۔ مابدولت کو ثوبیہ کوثر کہتے ہیں ارے ارے کہیں خوشی کے مارے اپنے گھر کی چھت پر جا کر چھلانگ ہی نہ لگا دیجیے گا کہ آج تو آنچل کی سب سے اچھی قاری یا صاحبہ تشریف لائی ہیں ویسے جب ہم چھوٹے سے تھے تو سب ثنی بلایا کرتے تھے (پیار سے) اب جب لمبو ہوگئے ہیں تو سب کے لیے ثوبی اور بیا ہوگئے ہیں' کیا آپ لوگ جانتے ہیں 17 اکتوبر 1996ء کو ہمارے گھر میں ہر سو اجالا ہو گیا تھا ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی پوچھے تو کیوں؟ آہم...... کیونکہ اس مبارک دن کو مابدولت تشریف لائی تھیں جسے دیکھ کر کچھ پل کے لیے ہی سہی مگر چاند بھی شرما گیا تھا۔ چلیں اب ہوجائے فیملی کا تعارف' ہم ماشاء اللہ سے آٹھ بہن بھائی ہیں' اللہ نظر بد سے بچائے آمین۔ سب سے بڑے ہیں سلیم بھائی جو پڑھائی کے بعد اب جاب کرتے ہیں' اس کے بعد ہیں کرن آپی جو بطور نرس جاب کرتی ہیں اور پاک آرمی کے لیے بھی اپلائی کر رکھا ہے پھر ہیں سونیا کوثر (موٹی) ہاہاہا...... پھر ہیں آہم مابدولت جنہیں نا صرف پورے گھر والے ہی بلکہ پورے خاندان میں ذہین فطین اور عقل مند ہونے کا شرف حاصل ہے (ماشاء اللہ)۔ ڈگری کالج شاہ رکن عالم میں فرسٹ ائیر کی ہونہار اور تابعدار طالبہ ہوں۔ اس کے بعد ہیں روبیہ ریاض 9th کی طالبہ اور آفت کی پرکار (ہی ہی ہی)۔ پھر آجاتے ہیں ریاض کی طرف 6th اسٹینڈرڈ میں پڑھتی ہیں' اس کے علاوہ وسیم ریاض اور دعا فاطمہ ون کلاس کے چٹے منے اسٹوڈنٹ یہ تو تھا ہمارا مختصر سا تعارف۔ اب ذرا آگے چلتے ہیں پسندیدہ چیزوں کی جانب' میرا پسندیدہ لباس ہے قمیص شلوار اور ساتھ میں دوپٹہ بھی جو کہ آج کل اکثریت کا ناپید ہوتا ہے۔ رنگوں میں بے بی پنک اور وائٹ کلر پسند ہیں۔ کھانے میں بریانی اور شامی کباب اچھے لگتے ہیں' ویسے جو بھی مل جائے کھا لیتی ہوں مگر خوب جی بھر کے یہ اور بات ہے کہ موٹی پھر بھی نہیں ہوتی' یہی تو فائدہ ہوتا ہے دُبلے ہونے کا کہ آپ جتنا مرضی نوش فرمالیں کسی کو پتا ہی نہیں چلتا۔ کھیلوں میں کرکٹ پسند ہے اور کرکٹرز میں شاہد آفریدی اس سے بھی زیادہ پسند ہے۔ سنگرز میں سونو نگم' عاطف اسلم' راحت فتح علی خان پسند ہیں۔ اداکاروں میں شاہ رخ اور اداکارہ میں دیا مرزا اچھی لگتی ہے۔ پسندیدہ ملک ملائیشیا ہے اور سعودی عرب جانے کا تو مجھے جنون کی حد تک شوق ہے' اس کے علاوہ گلگت' موریشس اور مانسہرہ بھی دیکھنے کا بے حد شوق ہے۔ میری خامی یہ ہے کہ جب غصہ آتا ہے تو برتن توڑتی ہوں' اس لیے اب جب بھی غصہ آتا ہے میری بہنیں برتن چھپانے میں لگ جاتی ہیں (ہاہاہا) اور خوبی یہ ہے کہ ہر کسی کو پہلی ملاقات میں ہی دوست بنا لیتی ہوں (صرف لڑکیوں کو)۔ اسی لیے میری دوستیں بہت ساری ہیں جن میں صائمہ رحمٰن' نازیہ' مائرہ' کرن' اقراء امیر' حمیرا امیر' آمنہ' میمونہ' اسماء ریاض' مدثرہ آپی (مدعو) عاصمہ (ان کی شادی ہوچکی ہے)۔ اوئے چڑیلوں تم سب کو میرا اسلام' ارے ارے ناراض کیوں ہو رہی ہو تمہارا نام بھی لے رہی ہوں' آمنہ ظفر میری بچپن کی سہیلی جو ابھی تک میرے ساتھ ہے خدا سے دعا ہے کہ اس کا اور میرا ساتھ ہمیشہ رہے' اس کے علاوہ عائشہ احسن' غزالہ جاوید' سمعیہ ابرار' اس کے علاوہ میں اپنے ابو جی کو بہت یاد کرتی ہوں جو گاؤں میں رہتے ہیں' اسی لیے ہمارے مہینے کے 25 دن ملتان اور 5 دن گاؤں میں گزرتے ہیں (جس جس نے میرا گاؤں دیکھنا ہے آجائے' یہ آفر محدود مدت کے لیے ہے)۔ ویسے میرا گاؤں بہت خوب صورت ہے خاص طور پر ہماری حویلی کی تو کیا ہی بات ہے آخر میرے دادا جی (مرحوم) کی ہے' اللہ ان کو جنت میں بہت اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ میری پسندیدہ رائٹرز بھی بہت ساری ہیں جن میں سرِ فہرست فرحت اشتیاق' نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' عشناء کوثر سردار' اقراء صغیر احمد' عمیرہ احمد' نمرہ احمد' رخسانہ نگار عدنان اور ماہا ملک' آپ سب بہت اچھا لکھتی ہیں' میری طرف سے آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ میری ان پیاری پیاری تمام بہنوں کو سلام جن کے میں نام لے رہی ہوں حمیرا عروش' ماریہ' بی بی شاہ زندگی' انیس انجم' سونی علی' زہرہ دلدار' مجم انجم' انا شہزاد' رومان ملک' سپاس گل' صائمہ طاہر سومرو' سوئٹ دلوں والی تمام فرینڈز' علماء' شمشاد' سحاریہ' آسیہ آنسہ سیال اور باقی آنچل کی تمام فرینڈز کو سلام امی کو بھی اور اللہ تعالیٰ آپ سب کو لمبی عمر دے آمین' اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین اور ہمارے پیارے ملک کو اپنے حفظ و امان میں رکھے' آپ سب کی دعاؤں اور آپ لوگوں کی رائے کی منتظر رہوں گی' اللہ حافظ۔

شہناز اقبال

خبردار...... باادب...... باملاحظہ...... ہوشیار...... ہم آنچل کے تعارف کی محفل میں تشریف کی ٹوکری لے کر آرہے ہیں' براہ کرم ہمیں تھوڑی سی جگہ دیجیے' ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی میرا نام ہے شہناز اقبال جو 25 دسمبر کی شام کو ٹھنڈی ہواؤں میں اس دنیا میں تشریف لے کر آئی (ارے ارے یہ کیا آپ پریشان مت ہوں' میں کوئی بھوت نہیں جو آپ ڈر جائیں خیر) میرے ابو کا نام محمد اقبال صابر بھٹی ہے جو کہ اسکول ٹیچر ہیں' میری امی کا نام نسیم کوثر ہے جو کہ ایک بہت ہی سادہ لوح اور گھریلو خاتون ہیں۔ ہم ملتان اور لودھراں کے قریب ایک چھوٹے سے شہر کہروڑ پکا میں رہتے ہیں' ہم تین بہن بھائی ہیں سب سے بڑی میں ہوں میرے بعد میری بہن شازیہ اقبال ہے جو نہم کلاس میں پڑھتی ہے اس سے چھوٹا میرا بھائی ہے جو کہ ششم کلاس میں ہے اوہ سوری جی! میں بتانا بھول گئی میں فرسٹ ائیر میں پڑھتی ہوں آئی سی ایس کر رہی ہوں۔ مجھے دوستی کرنا بہت پسند ہے' جس سے ایک بار ملتی ہوں سمجھ جاتی ہوں کہ وہ میری دوست ہے۔ مجھے مطلبی اور منافق اور جھوٹے لوگ سخت ناپسند ہیں' ویسے اللہ معاف کرے کبھی کبھی میں جھوٹ بول لیتی ہوں جس کے لیے بعد میں شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ اللہ کرے بُری عادتیں ختم ہوجائیں' آمین۔ ویسے تو مجھ میں بہت سی خامیاں ہیں وہ یہ کہ میں بہت روتی ہوں کسی کی بات برداشت نہیں ہوتی ابو یا امی تھوڑا سا غصہ ہوجائیں تو فوراً آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو نکل آتے ہیں تو ابو کہتے ہیں کہ "بارہ مہینے تمہارا رونا اور تمہارا سر درد کبھی ختم نہیں ہوگا" اور دوسری خامی یہ ہے کہ میں ہر کسی پر بہت جلد اعتبار کر لیتی ہوں سامنے والا جو بھی کہہ رہا ہو میں یہ سمجھتی ہوں کہ سامنے والا سچ بول رہا ہے' جس کی وجہ سے اکثر مار کھا جاتی ہوں اور میری خوبیاں میری سہیلیاں' استاد یا والدین ہی ٹھیک سے بتا سکتے ہیں ویسے بقول میری دوست شگفتہ کے کہ میں کسی کی بات کا بُرا نہیں مانتی' چاہے جو جیسی بھی باتیں کرے اور ہر وقت مدد کے لیے تیار رہتی ہوں اور جہاں تک مجھے لگتا ہے میں بہت نرم دل اور حساس ہوں کسی کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتی اور پانچوں ٹائم کی نماز پڑھتی ہوں۔ میرا پسندیدہ رنگ گلابی' جامنی اور سفید ہے۔ پھلوں میں مالٹے اور فالسے بہت پسند ہیں۔ پسندیدہ موسم سرما اور موسم بہار ہے' مجھے آلو بخارے بھی بہت پسند ہیں' مجھے سرسوں کا ساگ' آلو میتھی' آلو گوشت' کدو دال اور بریانی بہت پسند ہے۔ مجھے نمکین لیموں پانی' نمکین لسی بھی بہت پسند ہے' کھانا پکانا اچھا لگتا ہے۔ میری پسندیدہ شخصیت حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' میرا پسندیدہ مضمون اسلامیات ہے' مجھے پینٹنگ کرنا بہت پسند ہے اور کہانیاں پڑھنا' تسبیح چیکنگ کرنا اور پھر ان سب سے فارغ ہو کر پڑھائی کرنا پھر امی کی گھر کے کاموں میں مدد کرنا سب بہت اچھا لگتا ہے۔ میں بہت سادہ مزاج ہوں۔ یعنی کہ فیشن ایبل نہیں ہوں مجھے سادہ رہنا بہت اچھا لگتا ہے۔ شلوار قمیص اور ساڑھی بہت پسند ہے مجھے اپنا ملک پاکستان بہت اچھا لگتا ہے

لیکن افسوس کہ ہمارا ملک اس دوراہے پر کھڑا ہے کہ جہاں پر پتا نہیں کتنے ملک اسے نگلنے پر تیار بیٹھے ہیں "اے میرے رب پاکستان پر کرم فرما رحم فرما پاکستان کو دہشت گردی سے پاک کردے" آمین۔ میری پیاری بہنو! آپ سب بھی ہر نماز کے بعد درود شریف پڑھ کر پیارے ملک کی سلامتی کے لیے دعا مانگیں اور مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں میرا تعارف تو کچھ زیادہ لمبا ہوگیا پلیز آپ بور نہ ہوں اگر میری کوئی بات بُری لگی ہو تو معاف کردیجیے گا اگر آپ کو مجھ سے دوستی کرنا پسند ہے تو پلیز ضرور جواب دیجیے گا میں منتظر رہوں گی اللہ آپ سب کو خوش اور شاد و آباد رکھے آپ سب پر والدین کا سایہ ہمیشہ قائم رہے آپ کو کوئی دکھ پریشانی نہ آئے آپ سب ہر امتحان ہر مشکل گھڑی میں کامیاب ہوں اللہ تبارک و تعالیٰ ہر مسلمان پر اپنی رحمتوں کی چھاؤں بنائے رکھے اللہ ہر بیمار کو شفاء عطا فرمائے ہر بے روزگار کو روزی دے ہر بے اولاد کو اولاد عطا کرے ہمیں اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین ثم آمین۔ اپنی اس بہن کو اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

عرشہ تعبیر

تمام آنچل کی بہنوں اور وہ تمام لوگ جو دوسروں کے لیے پیار کا جذبہ رکھتے ہیں اور خاص طور پر ادارہ کے تمام ممبران کو ہمارا عاجزانہ سلام قبول ہو ماہدولت کو عروشہ تصور کہتے ہیں مگر دوستوں نے موجودہ نام عروشہ تعبیر رکھ دیا (ہاہاہا) اور ہم نے مان لیا اس دنیا کو روشن کرنے کے لیے ہم بہار کے خوب صورت موسم میں 16 مارچ کو ٹیکسلا میں پیدا ہوئے ہم دو بہن بھائی ہیں مجھ سے چھوٹا کام میں آگے ہے جی ہاں شاہ زیب صاحب! اس کے بعد ہماری ایک پیاری سی پریوں جیسی بہن تھی رافعہ تصور مگر خدا کو وہ بہت ہی پیاری لگی تب ہی پانچ سال کی عمر میں داغِ مفارقت دے گئی۔ خیر جی میں ابھی بی ایس سی کے پیپر دے کر فارغ ہوئی ہوں اور رزلٹ کا انتظار کررہی ہوں اور ماہدولت کے مستقبل کے پلانز تو بہت بڑے ہیں (اللہ تعالیٰ مجھے ہمت دے)۔ فیورٹ کلر بلیک ریڈ فیورٹ موسم بارش کا اور بہار کا اور مہینہ دسمبر کا بہت پسند ہے کھانے میں بریانی موسٹ فیورٹ ہے اور کوکنگ میں ایکسپرٹ ہی ہوں (ہاہاہا)۔ مجھے آج کل کا فیشن لانگ شرٹ اور ٹراؤزر بہت پسند ہے اور زیادہ اسی اسٹائل کے کپڑے پہننا پسند ہیں میری امی گھریلو خاتون ہیں اور میری ہم راز بھی۔ ان سے ہی لڑتی جھگڑتی بھی ہوں مگر ماں ہیں نا برداشت کرجاتی ہیں بہنوں کی کمی بہت محسوس ہوتی ہے دل چاہتا ہے کہ مجھ سے بڑے بہن بھائی ہوتے۔ یہ قلم اٹھانے کا کریڈٹ میری سویٹ سی کزن حمنہ کو جاتا ہے اس نے کہا ان دو ماہ میں کوئی تو کام کرو میں نے سوچا آنچل کی کب سے خاموش قاری ہوں اب تو کچھ نہ کچھ لکھنا چاہیے آرجے بننے کا بہت شوق ہے زندگی نے بہت کم عمر میں بہت بڑے بڑے سبق دیے ہیں مگر میری نادانیاں نہ گئیں۔ جب بھی دکھی ہوں تو اللہ تعالیٰ کے آگے جھک کر مانگنا بہت پُرسکون کردیتا ہے اپنا آئیڈیل جو اللہ تعالیٰ نے بھی بنایا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتی ہوں۔ صوفی کلام بہت پسند ہے بابا بلھے شاہ وارث شاہ کا بہت پسند ہے خاص طور پر عابدہ پروین کی آواز میں۔ میرے بابا آرمی ریٹائرڈ ہیں اب کراچی میں جاب کرتے ہیں انہوں نے زندگی کی ہر سہولت دی۔ اللہ تعالیٰ میرے بابا اور اماں کو ہمارے سر پر سلامت رکھے آمین۔ کیونکہ یہ ہم دونوں بہن بھائی کا سب کچھ ہیں۔ ٹی وی ڈراموں کی شوقین پہلے تھی مگر اب اتنی نہیں فنی موویز دیکھنا پسند ہے۔ دوستوں کے معاملے میں خدا نے ہمیشہ امیر رکھا بہت اچھے اچھے لوگ ملے اور اتنی دوستیں ہیں کہ سمیٹنے میں نہ آئیں۔ تعارف بہت لمبا ہوگیا اب اجازت چاہوں گی اس دعا اور امید کے ساتھ کہ جہاں رہیں خوش رہیں اور اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ حافظ۔

صاعمہ اقبال

السلام علیکم! ڈیئر قارئین تمام آنچل اسٹاف کو میرا خلوص بھرا اسلام۔ میرے نام صاعمہ اقبال ہے 22 فروری کو اس دنیا میں تشریف لائی۔ گھر میں میرا دوسرا نمبر ہے میرا بھائی محمد آصف اقبال آرمی میں ہوتے ہیں ایبٹ آباد میں جمناسٹک بھی کرتے ہیں اور استاد بھی ہیں۔ میرا بھائی ندیم بھی آرمی میں ہے ایک بھائی شاپ چلاتا ہے باقی ماشاء اللہ سے پڑھ رہے ہیں۔ امی جان ہاؤس وائف ابو آج کل فارغ ہیں اور ہم سب کو دیکھ کر مسکراتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرے والدین کو لمبی اور صحت والی زندگی عطا کرے آمین۔ ایک میرے بھائی کی شادی ہوچکی ہے یعنی کہ محمد آصف کی جو مجھ سے بڑے ہیں میری بھتیجی عیشال دو سال کی ہے بہت شرارتی ہے ہماری طرح اپنی توتلی زبان سے ایسی ایسی باتیں کرتی ہے کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے گھر بھر کی رونق ہے۔ اس کے علاوہ بھابی طیبہ آصف جاب کرتی ہیں ٹیچر ہیں۔ میں اپنے والدین سے بہن اور بھائیوں سے بہت محبت کرتی ہوں اپنی ذات سے بھی بڑھ کر مجھ سے جتنے رشتے منسلک ہیں ان کا خیال پوری ایمان داری سے کرتی ہوں کیوں کہ میرے نزدیک رشتوں کی بہت اہمیت ہے رشتوں کی قدر کرنی چاہیے یہی ہمارا کل اثاثہ ہے۔ اچھائی اور خامی سب میں ہوتی ہیں شاید مجھ میں بھی ہوں گی خوبیاں اور خامیاں اپنے گھر والوں سے پوچھا مگر کسی نے بتایا نہیں۔ اپنی دوست سے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ تم کسی سے فرینک نہیں ہوتی اگر ہو تو بہت زیادہ ہوجاتی ہو۔ دوسری یہ کہ دوسروں کو یک دم نظر انداز کردیتی ہو تیسری یہ کہ تم دل کی بہت اچھی ہو کسی کی تکلیف خود محسوس کرتی ہو ہر کسی کا خیال اچھے طریقے سے رکھتی ہو بے غرض ہوکر۔ نازیہ سے پوچھنے پر انہوں نے جو خامیاں بتائیں وہ تو اول درجہ مجھ میں ہیں ہر کسی پر جلد اعتبار کرلیتی ہوں چاہے کوئی اپنا دکھ جھوٹ میں ہی بتائے آنکھیں فوراً نم ہوجاتی ہیں۔ خوبیاں یہ ہے کہ مخلص ہوں اور سمجھ دار بھی یہ میرے ابو جانی کا کہنا ہے یہ تو ہوگئے دوستوں کے کمنٹس۔ اس کے علاوہ کچن میں کھانا پکانا اچھا لگتا ہے سردیوں کی ہر سبزی بہت شوق سے کھاتی ہوں۔ پھلوں میں صرف جاپانی پھل نہیں کھاتی پرندوں کو دانہ ڈالنا فارغ ٹائم میں پڑھنا پسند ہے آئیڈیل شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پسندیدہ کتاب قرآن پاک جو کوشش کرتی ہوں کہ روزانہ پڑھوں۔ لباس میں بڑا سا دوپٹہ لمبی قمیص ٹراؤزر پسند ہے۔ جیولری میں چوڑیاں کنگن وغیرہ اچھے لگتے ہیں۔ میں اپنے بھائی محمد آصف سے بہت محبت کرتی ہوں بہت اچھے بھائی ہیں ہم دونوں کی بہت لڑائی ہوتی تھی گیم کھیلنا کرکٹ کھیلنا کبھی کبھی تو ہم بنٹے بھی کھیلا کرتے تھے یعنی کانچ کی گولیاں۔ میرے بھائی میرے لیے سب کچھ ہیں۔ رائٹرز میں سب بہت اچھا لکھتی ہیں اس میں میری فیورٹ رائٹرز نازیہ کنول نازی سمیرا شریف طور فائزہ افتخار عمیرہ احمد اور بہت سی ہیں نئی میں سباس گل ام مریم ام ثمامہ نادیہ فاطمہ رضوی بیسٹ آف لک آپ سب کے لیے۔ مجھے اچھی خوشبو اچھے لوگ اور خوب صورتی اٹریکٹ کرتی ہے۔ اداکاروں میں صائمہ ریما خان اچھی لگتی ہیں۔ دوستوں کی لسٹ اتنی نہیں ہے مگر پھر بھی بتائے دیتی ہوں فرسٹ ٹائم جو میرے بچپن کی دوست تھی بلکہ کلاس فیلو بھی نازیہ جس کی شادی ہوچکی ہے اس کے علاوہ میرا تسنیم شاہد (میری کزن ہے بہت اچھی ہے) سائرہ میری بیسٹ فرینڈ ہے مجھے لگتا ہے اس کی سوچ بہت اچھی ہے۔ باتیں شاید کچھ زیادہ ہی ہوگئی ہیں مگر جاتے جاتے آپ سب سے ایک بات کہنا چاہوں گی مجھے امید ہے آپ برا نہیں مانیں گے۔ تعلیم انسان کو تمیز سکھاتی ہے شعور دلاتی ہے اچھے اور برے کا پتا چلتا ہے مگر بدقسمتی سے پتا نہیں کیوں آج کی نسل نہ تو والدین کی قدر کرتے ہیں نہ عزت کرتے ہیں اس فاسٹ دور نے ہمیں ایک دوسرے سے دور کردیا ہے۔ کہنا یہی ہورہی ہے پلیز وقت ضائع نہ کریں اپنے بڑوں کا اپنے والدین کا خیال رکھیں۔ اب اجازت چاہتی ہوں پلیز اپنی رائے سے ضرور آگاہ کیجیے گا کہ مجھ سے مل کے کیسا لگا اللہ حافظ۔

سمیرا کی عدالت

سمیرا شریف طور

ادارہ

زونیرہ نورین......گوجرانوالہ

س: سمیرا آپی! کوئی ایسا موضوع جس پر شدید خواہش کے باوجود ابھی تک نہیں لکھا مگر اس کے متعلق شدید خواہش ہے کہ کبھی زندگی میں قلم اٹھائیں؟

ج: زونیرہ تمہارا یہ سوال خاصا دلچسپ تھا جہاں باقی قارئین نے بہت سے ذاتی قسم کے سوال کیے وہیں تمہارا سوال ذہانت کے تھا۔ زونیرہ! میری بڑی شدید خواہش ہے کہ میں غیر فعال لوگوں کے متعلق کہانی لکھوں اور اس کہانی میں ان تمام حقائق کو شامل کروں جو ہماری ظاہری آنکھ سے پوشیدہ ہیں۔ ہمارے ہاں لوگوں کا ایک طبقہ بھی ہے جو غیر فعال شخص کو بڑی ہمدردی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے متعلق رحم آمیز رویہ رکھتے ہیں۔ زونیرہ! آپ کو میں بتاؤں کہ ایسے لوگ ہماری محبت توجہ اور خلوص کے حق دار رہے ہیں مگر ہمدردی کے نہیں۔ یہ غیر فعال لوگوں کی اندرونی زندگی کا اگر میں آپ کو ایک حقیقی عکس دکھا دوں تو شاید کوئی میری بات پر یقین نہ کرے۔ میرا اکثر ایسے اداروں میں جانا ہوا ہے جو ان چاروں غیر فعال کیٹیگریز پر مشتمل ہیں۔ جنہیں ہم سنٹرز بھی کہتے ہیں اور بعض اوقات اسکولز میں جانا ہوا اور میری نظر نے جو حقائق دیکھے میرا دل اس قدر دلبرداشتہ ہوا کہ اب کبھی بھی دل نہیں کرتا کہ میں دوبارہ اس فیلڈ میں جاؤں یا کام کروں؟ ہماری سوسائٹی کے والدین اول تو اپنے بچوں کو ایسے اداروں میں نہیں بھیجتے اگر بھیج بھی دیں تو پھر بھی ان بچوں کی سیکیورٹی کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں کیا گیا۔ گورنمنٹ لیول پر اگرچہ بہت سے اقدامات ہوتے ہیں مگر وہ اقدامات صرف ظاہری لیول کے ہوتے ہیں ان اقدامات میں بچوں کو ماہوار وظائف دے دیے یونیفارم اور بکس دیں مگر اندرونی طور پر ان بچوں کو کیسے استعمال کیا جاتا ہے ایسے حقائق احکام بالا کی نظروں سے پوشیدہ ہی رہتے ہیں اور اگر منظر عام پر آ بھی جائیں تو خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔ میری بڑی شدید خواہش ہے کہ میں ان تمام حقائق پر لکھوں مگر بہت سی مجبوریاں مجھے لکھنے نہیں دیں خصوصاً ایم آر سی (ذہنی معذور بچوں) کے متعلق لکھوں اور بتاؤں کہ جب والدین اپنے بچوں کو گھر سے باہر نکالتے ہیں تو ان معصوم اور بے چارے بچوں کو کس طرح مس یوز کیا جاتا ہے' اکثر والدین کی شکایات ملتی ہیں مگر ادارے کے سربراہ کی سختی کے باوجود ہر دوسرے دن ادارے میں کوئی نہ کوئی ایسا کیس توجہ طلب ہوتا ہے ایسے بچوں کی آخر کیا زندگی ہے؟ تعلیم نہیں دیں گے تو بھی نقصان اور اگر اداروں میں بھیج دیں تو بھی نقصان اور ایک اور بہت غور طلب ایشو ہے جو خصوصاً HIC (سماعت سے محروم) لوگوں کو درپیش ہوتا ہے اور یہ مسئلہ بوائیز کی طرف سے تو کم ہی اٹھتا ہے کیونکہ غلط عناصر ان بچوں کو ذہنی بچوں پر اپنے ساتھ ملا لیتا ہے مگر عموماً گرلز (HIC) کے والدین اکثر شکایات لے کر آتے ہیں اور یہ گرلز خود اس قدر خوف زدہ ہوتی ہیں کہ غلط لوگوں کو جاننے کے باوجود ان کی نشاندہی نہیں کرتیں بلکہ والدین اپنی عزت کے خوف سے اپنی بچیوں کو گھر بٹھا لیتے ہیں۔ میں ان لوگوں کی نشاندہی کروں بھی کیسے کہ یہ سیدھا ہمارے معاشرے پر زد پڑتی ہیں ان لوگوں کے چہرے بے نقاب ہونے ہیں جو سوسائٹی میں عزت دار کہلاتے ہیں۔ اس ٹاپک پر لکھنے کو جی چاہتا ہے مگر ابھی شاید اس قدر بے خوفی کا عالم نہیں برپا ہوا کہ بغیر کسی ڈر اور خوف کے ان حقائق کو سامنے رکھتے اس ٹاپک پر لکھوں۔ دوسری مجبوری یہ ہے کہ اگر میں لکھ بھی لوں تو بعد کے نتائج کیا ہوں گے؟ ان عوامل کو جان کر کیا والدین اپنے بچوں کو ان اداروں میں بھیجیں گے۔ میری بڑی خواہش ہے کہ اس ٹاپک پر تفصیلاً لکھوں مگر چونکہ یہ بہت حساس ٹاپک ہے تو اس پر لکھنے سے پہلے میں ان سب حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے آنے والے نتائج کو سوچ کر فی الحال اس سلسلے میں خاموش ہو جاتی ہوں۔ دیکھیے اس سلسلے میں کب سنجیدگی کے ساتھ لکھنے کا آغاز کرتی ہوں۔

س: ادبی لحاظ سے آپ کس کے رائٹنگ پیٹرن کو فالو کرتی ہیں اور کوشش کرتی ہیں کہ ان مصنفین کے لیول پر جا کر لکھوں؟

ج: دیکھیں زونیرہ! جب انسان لکھنے کا آغاز کرتا ہے تو اس کی کوشش ہوتی ہے کہ کہ وہ سب سے اچھا لکھے وہ لکھے جو اسے ادبی دنیا میں ایک بڑے اور اچھے نام سے متعارف کروا سکے۔ اب ادبی دنیا میں اتنے بڑے بڑے نام ہیں اور ان کے کام کی اگر بات کی جائے تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ بہت کم لوگ ان کے لیول پر جا کر لکھ رہے ہیں اور جو چند ایک لکھ رہے ہیں وہ اچھا کام کر رہے ہیں میری بھی یہ کوشش ہمیشہ سے رہی ہے کہ میں ٹائم پاس کرنے والا مواد مت لکھوں' بھلے میں کم لکھوں مگر وہ لکھوں جسے انسان کا ذہن قبول کر سکے جہاں تک رائٹنگ پیٹرن کا فالو کرنے والی بات ہے تو زونیرہ! میں نے جو بھی لکھا اپنے اندر کی سوچ کے مطابق لکھا' خصوصاً کسی کو فالو نہیں کیا' ہاں ادبی اصولوں کے تحت لکھنے کی کوشش ضرور کی' میں نے بھی بڑے بڑے ناموں کو پڑھا ان کو سمجھنے کی کوشش بھی کی' ان کے ادبی اسلوب کو جانچا پرکھا اور ان کی صفات اپنے ذہن میں بٹھا لیں۔ اس طرح ادبی نہج پر لکھنے کے لیے جو چند اصول مرتب تھے ان کو بھی پڑھا' سمجھا اور پھر اپنی سوچ کے مطابق لکھنے کا آغاز کر ڈالا۔ ہاں میری کوشش ضرور ہے کہ میں بھی ممتاز مفتی' قدرت اللہ شہاب' بانو قدسیہ' اشفاق احمد' عصمت چغتائی وغیرہ کی لسٹ میں آ جاؤں مگر اس کے لیے میں ان لوگوں کو پڑھتی ہوں ان کے اسٹائل کو سمجھتی ہوں مگر میں چاہ کر بھی ان کے اسلوب کو اپنا نہیں پاتی کہ ہر انسان ہر لکھنے والے انسان کے اپنے دماغ کی چند صلاحیتیں ایسی بھی ہیں جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں جدا کرتی ہیں اور اپنی صلاحیتوں ہی کی وجہ سے میں نے وہی لکھنے کا پیٹرن اپنایا جس کا رستہ میرے ذہن نے دکھایا۔ ہاں میں لکھنے کے عمل کو شوق اور مطالعے کی گہرائی سے ضرور تعبیر کرتی ہوں۔ میں نے ایک محدود زندگی گزاری ہے مگر یہ مطالعے کا شوق ہی ہے جو مجھے اردگرد اور دنیاداری کی باتوں سے باخبر رکھتا ہے۔

س: حقیقی زندگی کے معاملات میں آپ کا کردار کس نوعیت کا ہوتا ہے؟

ج: دیکھو زونیرہ! اب تک کی میری ساری زندگی بڑی بے فکر اور ذمہ داریوں سے پاک گزری ہے اگر کبھی ذمہ داری پڑی بھی تو انکار کر کے ایک طرف ہو گئے۔ بشریٰ کی شادی کے بعد گھر کے کاموں میں حصہ لینا شروع کیا مگر یہ شراکت بھی وقتی رہی۔ اصل ذمہ داری تو اب سال ہوا ہے کندھوں پر پڑی ہے وہ بھی خود سے لی ہے تو لی ہے ورنہ شاید ایسی ہی زندگی گزار دیتی۔ گھر میں بہنوں سے چھوٹی رہی ہوں تو خاصی لاڈلی بھی رہی ہوں ابو کے بعد بہت کچھ بدلا ایک خاصی جدوجہد والی لائف بھی گزری مگر اس کے باوجود میرا کردار ایک آزاد انسان والا ہی رہا۔ اب زندگی نے کچھ ذمہ داریاں دی ہیں تو سوچا اس کردار کو بھی نبھا چلیں بقول شیکسپیئر!

"دنیا ایک اسٹیج ہے اور انسان اداکار۔ وہ ایک طے شدہ وقت میں اس دنیا کے اسٹیج پر داخل ہوتا ہے اور اپنا کردار ادا کرنے کے بعد رخصت ہوتا ہے۔"

س: مسائل کی صورت آپ کس قسم کا رویہ اختیار کرتی ہیں؟

ج: یہ تو مسائل پر انحصار کرتا ہے بعض اوقات بہت جلد پریشان ہو جاتی ہوں بعض اوقات بہت جلد ہائپر ہو کر معاملہ بگاڑ لیتی ہوں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بالکل خاموشی اختیار کرتے حالات کا رخ دیکھتی ہوں اور اس کے مطابق کوئی حکمت عملی اختیار کرتی ہوں اور بعض معاملات میں اگر مسئلہ خود سے حل ہو جائے تو ٹھیک ورنہ گھر والوں سے ڈسکس کر لیتی ہوں۔ بہرحال کبھی معاملات میں آخری حد تک ہی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے مسائل خود حل کروں کسی سے مدد مت لوں کسی کو بھنک بھی مت پڑنے دوں مبادا کہ برے وقت میں سامنے والا انسان مجھے طعنہ بازی نہ کرنے لگے اور بہرحال میں اللہ کی ذات پر توکل رکھتے ہوئے اللہ کی بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق مسئلے کو اپنی ہی بنیادوں پر حل کرنے کی کوشش کرتی ہوں اینڈ ویٹس آل۔

س: سمیرا آپی! آپ کی اپنی کہانیوں کے متعلق اپنی ذاتی رائے کس قسم کی ہوتی؟

ج: لازمی بات ہے اپنی چیز تو ہر کسی کو اچھی لگتی ہے مگر میں ہر حال میں اپنی کہانیوں کو تنقیدی نقطہ نظر سے دیکھتی ہوں۔ قارئین کی رائے اسی لیے طلب کرتی ہوں کہ ان کے نقطہ نظر سے اپنی کہانیوں کی اصلاح کرتی رہوں اور ہر اس فرد کو اپنی پڑھنے کا کہتی ہوں کہ جس سے مجھے امید ہو کہ وہ مجھے اپنی آراء سے نوازتے مجھے کچھ اصلاحی پوائنٹس دے سکتا ہے۔ بہرحال اپنی کہانیوں کے سلسلے میں بہت زیادہ بہتری کی گنجائش محسوس کرتی ہوں اور محسوس کرتی ہوں کہ کوئی بھی قدم آخری نہیں ہوتا بلکہ اس سے بھی آگے ایک منزل منتظر ہے۔ ستاروں سے آگے آسمان اور بھی ہے۔ شاید اس لیے کہا گیا ہے۔

عائشہ ملک......وہاڑی

س: آپ کو کس قسم کی تفریحی سرگرمیاں پسند ہیں؟

ج: عائشہ! مجھے صرف وہی تفریحی سرگرمیاں پسند ہیں جو گھر اور چار دیواری کی حدود تک قابل عمل اور میسر ہیں' مجھے بلاوجہ گھومنے پھرنے والی عورتیں سخت ناپسند ہیں اور میں کوشش کرتی ہوں کہ بلاضرورت خواہ مخواہ بازاروں کے چکر مت لگاؤں' اسی طرح گھر کی حدود میں انٹرٹینمنٹ کرنے والی تمام سرگرمیاں جو ہماری فیملی کے نزدیک غلط نہیں ان کو پسند کرتی ہوں۔ نیٹ استعمال کرتی ہوں مگر سب کی موجودگی میں اور موبائل کو اب اس حد تک استعمال کرتی ہوں کہ اس کے ذریعے کسی ضروری کال کو سن لوں اور کسی کو کر لوں' اب تو مجھے یہ پتا نہیں ہوتا کہ میرا موبائل کس کے پاس ہے بعض اوقات سارا سارا دن میں موبائل کو ہاتھ نہیں لگاتی کوئی کال آ جائے تو ریسیو کر لوں یا پھر رات کو سب کاموں سے فارغ ہو کر بستر پر آ کر ہی موبائل کو ہاتھ لگاتی ہوں۔ میں خود ہی خود کو اس قدر محدود کرتی جا رہی ہوں کہ اب باہر کی دنیا سے سارا چارم ختم ہوتا چلا جا رہا ہے اور دل کرتا ہے سب کچھ چھوڑ کر صرف گھر میں ہی خود کو محدود کر لوں' مجھے ایک ماہ کے اندر کئی بار کئی جگہوں سے اچھی جابز کی آفر آ رہی ہیں مگر دل ہی نہیں مانتا کہ کہیں باہر نکلوں' عجیب آدم بے زار اور ڈل ہوتی جا رہی ہوں میں خود بھی۔

س: آپ کو سیاحت کا شوق ہے اگر کبھی موقع ملے تو کس جگہ جانا پسند کریں گی؟

ج: عائشہ! سیاحت کی خوب کہی آپ نے۔ مجھے واقعی سیاحت کا بہت شوق ہے اس سلسلے میں میں خاصی رومانٹک واقع ہوئی ہوں' مجھے قدرتی خوب صورتی بہت اٹریکٹ کرتی ہے' میں کئی جگہ اسکول و کالجز کے ٹرپ کے ساتھ جا چکی ہوں۔ اب ابو جی کے بعد بھی ایک دو بار ہی کسی ٹرپ کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ بھائی لوگ قدرے سخت ہیں تو میں اب خود ہی ان کے سامنے کسی چیز کا نام نہیں لیتی کہ جس کے متعلق اندازہ ہو کہ وہ اعتراض کر سکتے ہیں۔ مجھے بہت خواہش ہے کہ ہم سب مل کر ہر اس جگہ جائیں جہاں کے متعلق میں نے سفرناموں میں پڑھا ہے' شمالی علاقہ جات کی اتنی تعریفیں پڑھ چکی ہوں کہ حد نہیں اور شدید خواہش ہے کہ دنیا کی سیاحت سے پہلے اپنی فیملی کے ساتھ ان علاقوں کی خوب صورتی کو ایک بار ضرور اپنی آنکھوں میں جذب کر سکوں۔ کشمیر کی چند ایک قاری بہنوں سے دوستی ہے تو وہ بارہا کشمیر آنے کا کہہ چکی ہیں' اسی طرح میری ایک اسٹوڈنٹ بھی کشمیر کی رہنے والی ہے وہ اکثر کہتی ہے کہ آپی! ہمارے پاس آ جائیں یہاں آپ کو بہت اچھی جاب بھی دلوا دوں گی حتیٰ کہ اس بے چاری نے تو ایک دو بار یہ تک کہہ دیا کہ آپ لوگ کاسٹ سے باہر شادی نہیں کرتے ورنہ میرے کزنز بہت اچھے ہیں

اور بیچو کینڈ ہیں آپ کی فیملی ماں جائیں تو دیکھیے میں آپ کو کیسے کشمیر لے کر جاتی ہوں۔

س: زندگی میں ایسا کون سا انسان ہے جو بہت یاد آتا ہے؟

ج: اپنے ابو جی۔

س: آپی آپ ڈرامے کیوں نہیں لکھتیں؟ پلیز آپ ادھر بھی لکھیں نا؟ مجھے بڑا شوق ہے کہ میری پیاری پیا کا بھی کوئی ڈرامہ ہو جو میں دیکھوں اور سب کو بتاؤں کہ یہ میری پیاری دوست ہیں؟

ج: آپ کی فرمائش نوٹ کرلی ہیں اگر زندگی نے مہلت دی تو کبھی اس پر بھی غور کریں گے اس قدر محبت کے لیے شکریہ خوش رہو' اللہ حافظ۔

چندا مثال......قصور

س: سمیرا آپ کو میں "موٹو" کہتی ہوں برا تو نہیں لگتا؟

ج: کہہ لو مجھے بڑی حسرت ہے کہ میں بھی موٹی ہوتی۔ امی بتایا کرتی ہیں کہ میں بچپن میں خاصی صحت مند ہوتی تھی بے اپی تک تو مجھے خود بھی اندازہ تھا کہ میں صحت کے معاملے میں کمزور نہیں تھی مگر اس کے بعد کا دور ایسا رہا ہے کہ میں خاصی کمزور ہوتی چلی گئی ہوں۔ اب دل میں حسرتیں جاگتی ہیں کہ اللہ جی میں موٹی ہو جاؤں اور بالکل اپے دن فٹ فاٹ۔ لوگ پتلے ہونے کی دعائیں کرتے ہیں میں موٹی ہونے کی دعائیں مانگتی ہوں۔ اس لیے تمہارے لفظ "موٹو" سے ہی دل بہلا لیتی ہوں۔

س: سب قارئین آپ سے آپ کے ناولز کے بارے میں سوال کریں گے میں آپ سے اس "دکھ" کے بارے میں پوچھوں گی جس کا تعلق آپ کے دوبارہ نہ لکھنے کے فیصلے سے تھا؟

ج: وقت گیا بات گئی' چھوڑو اس سوال میں بھی بھلا کیا رکھا ہے کوئی اور بات کرتے ہیں۔

س: انسان کس وقت ناامید ہوتا ہے؟

ج: جب وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہٹ کر عام لوگوں سے امیدیں باندھ لیتا ہے۔

س: کیا آپ کی زندگی میں کوئی ایسا موقع آیا کہ آپ کو لگا کہ سب وہ ختم ہوگیا ہے؟

ج: وقت گزرنے کے لیے آتا ہے' گرد کھ ملے بھی تو وقت سے بڑا کوئی مرہم ساز نہیں۔ وقت یا تیرا ایوں بھر دی گا کہ اب سمت نہیں رہے گی مگر دیکھو لو آج تم سب کے سامنے ہوں۔ "بہنوں کی عدالت میں" سب کے سوالوں کے جواب دے رہی ہوں۔ چھوڑو کوئی اور بات کرو ویسے بھی راکھ میں چنگاری ڈھونڈنے کا کیا فائدہ۔

س: سمیرا آپی آپ نے محبت کی؟

ج: ہاں سبے آپ سے اپنی خواہشوں اور اپنے خوابوں سے اور سب سے بڑھ کر اپنے جذبات سے۔

س: شادی کے بارے میں کیا خیال ہے؟

ج: نیک خیال ہے سنت نبوی ﷺ ہے۔

س: جیون ساتھی کے بارے میں کیا خواہش رکھتی ہیں؟

ج: میں پاکستان کی %99 فیملیز کیوں میں سے ایک ہوں سو خواہش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' جو مل گیا مقدر ہوگا' اللہ اللہ خیر صلا۔

س: اگر چاند راتوں کی دلگیر روشنی میں میری یاد آئے تو؟

ج: تو امجد اسلام امجد کی کتاب "ساتواں در" الماری سے نکال کر پڑھ لوں گی۔

س: سمیرا جی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے؟

ج: کہ تمہارے ان اوٹ پٹانگ قسم کے سوالوں پر تمہیں کھینچ کر تھپڑ ماروں تمہیں نہیں تو تمہارے "میاں" کو تو ضرور تکلیف ہو اسے وہ تمہیں تمہاری حرکتوں سے باز رکھ سکیں۔

س: سمیرا جی آپ پر ترس آ گیا ہے اس لیے اللہ حافظ کہہ ہی دیتی ہوں۔

ج: شکریہ مجھے تو لگا ہے کہ "میاں جی" کا ڈرانا کام آ گیا ہے اور تمہاری زباں کو بھی بریک لگ گئی ہے اللہ حافظ۔

مہتاب ارم کراچی

س: السلام علیکم! سمیرا کیسی ہو؟ تمہاری دونوں بھانجیاں بھی تمہیں سلام کہہ رہی ہیں؟

ج: وعلیکم السلام' میں ٹھیک ہوں بھانجیوں کو بھی میری طرف سے پیار۔

س: میں سوچتی ہوں کہ وہ وقت بھی کیسا تھا جب ہم ساری ساری رات ایک دوسرے سے بات کرتے کرتے گزار دیتی تھیں مگر دل تھا کہ پھر بھی کال بند کرنے کو نہیں مانتا تھا؟

ج: ہائے مہتاب! کیا دن یاد دلا دیئے واقعی کتنی باتیں کرتی تھیں ہم اپنی گھر والوں کی' کہانیوں کی' نادیہ' حمیرا' سدرہ' فوزیہ سبھی کی' کتنا مزا آتا تھا نا؟

س: تم بہت اچھا لکھ رہی ہو درمیان میں گھریلو مصروفیت کی وجہ سے تم سے اور دیگر رسائل سے میرا ناطہ ٹوٹ گیا تھا مگر اب جب دوبارہ شروع کیا ہے تو میں پھر سے تمہاری سبھی کہانیاں پڑھ رہی ہوں یہ کہانی ٹوٹا ہوا تارا بھی بہت اچھی ہے۔

ج: درمیان میں تین چار سال کا عرصہ محیط ہے میں نے ہر موقع' ہر لمحے تمہاری کمی شدت سے محسوس کی۔ پتا ہے نا مہتاب! ہماری کیسی عادت تھی جیسے ہی تم کہانی پڑھتی تھیں پھر ہم دونوں اس کہانی کی ایک ایک لائن پر تبصرہ کرتی تھیں۔ تم سمعان احمد کے کردار پر روشنی ڈالتی تھیں تو میں زرش کے درمیان میں گھسیٹ لاتی تھی۔ تم نوریہ اور شارق کا تذکرہ کرتی تھیں تو میں ان تبصروں کا تنقیدی جائزہ لیتی تھی۔ تمہاری بعد میں نے نئی کہانیاں' پھر بھی کسی سے اس طرح ڈسکس نہیں کیں۔ تمہاری شادی کے بعد میں نے جو بھی لکھا بس قارئین کی نگاہ سے دیکھا اور ہر لمحے تمہاری کمی نے احساس دلایا کہ اس موضوع پر ہم مل کر اسے کہانی کی تانگ کھینچتی تھیں پاس کرتی تھیں یا فلاپ کرتی تھیں بہت یادگار دن تھے اور "ٹوٹا ہوا تارا" کی تعریف کے

لیے شکریہ

س: تمہارے بارے میں بھی کچھ کہہ سکتی ہوں بس تم سے یہ گزارش ہے کہ تم اس طرح اچھا اچھا اور ہمیشہ لکھنا؟

ج: شکریہ ان شاء اللہ جب تک ہمت اور قلم نے ساتھ دیا ضرور لکھوں گی اور جب ہمت جواب دے گئی تو مزید کچھ کہہ نہیں سکتی۔ عرصے بعد یاد کرنے کا شکریہ خوش رہو آباد رہو' بچیوں کو پیار' اللہ حافظ۔

ای میل کے ذریعے موصول ہونے والے سوالات

ای میل کے ذریعے بھی کئی بہنوں اور جاننے والی قارئین نے رابطہ کیا' کئی سوالات بھیجے ہیں' میں پہلے بھی ذکر کر چکی ہوں کہ میں کافی عرصے بعد لکھنے کا کام دوبارہ شروع کیا ہے تو یہ سوالات اس قدر زیادہ تھے اور دل میں یہ خیال بھی تھا کہ کہیں کسی کی دل شکنی نہ ہو جائے تو میں نے سب کو انفرادی جوابات سے نوازا۔ تقریباً سبھی بہنوں کی خواہش تھی کہ ان کے سوالات آنچل کی ضرور زینت بنیں۔ اس سلسلے میں بہنوں کی ایک طویل لسٹ بنتی چلی گئی۔ دن کے اوقات میں مجھ سے لکھنے کا کام نہیں ہوتا اور رات کے اوقات میں عموماً گیارہ بارہ بجے کے بعد لائٹ نہیں ہوتی تو آج کل میں چارجنگ لائٹ کی مدد سے بھی سوالات کا جائزہ لے کر جوابات لکھ رہی ہوں چونکہ کافی عرصے بعد لکھنے کا کام کیا ہے دوسرا اس قدر سردی کا عالم تھا کہ مسلسل رات گئے تک لکھنے کا عمل نے طبیعت پر اچھا خاصا اثر ڈالا ہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ میرے دائیں کندھے اور گردن کے قریب بیک سائیڈ مسلسل درد رہنے لگا ہے ایک دو دن تو میں سمجھی کہ شاید نارمل روٹین سے ہٹ کر لکھنے کا آغاز کیا ہے تو تھکن ہو گئی ہوگی مگر آج کل درد شدت اختیار کر گیا ہے کہ گردن جھکا کر لکھنے میں خاصی پرابلم ہو رہی ہے۔ جیسے تیسے کر کے ایس ایم ایس والے جوابات تو دے دیئے ہیں مگر ای میل والے جوابات سے قاصر ہوں' اس سلسلے میں میں صرف ایک ہی دوست کے سوالات کے جوابات دوں گی باقی سب کی طرف معذرت۔ ہاں ان باقی سب دوستوں کو میں انفرادی طور پر ای میل کر دوں گی۔ پلیز آپ سب سے میں بہنیں برا مت مانیں' پلیز اگر میری صحت اجازت دیتی اور گردن جھکانے پر شدید درد کی تکلیف نہ ہوتی تو میں جوابات ضرور لکھتی معذرت۔ امید ہے اس کوتاہی پر معاف کر دیں گی۔

سدرہ صدیق کراچی

س: آپ ہر رشتے میں اتنی شدت کیسے دکھاتی ہیں؟ اور شدت بھی جیسے انتہائی شدت؟ جیسے "محبت دھنک رنگ اوڑھ کر"

ج: سدرہ میں پہلے چند ایک جوابات میں لکھ چکی ہوں کہ میں خود بھی خاصی شدت پسند حساس اور جنونی واقع ہوئی ہوں' ہوسکتا ہے میری کمزوری یہ خامیاں "محبت دھنک رنگ اوڑھ کر" میں ہی نظر آ جاتی ہوں۔ جب یہ ناول لکھ تھا وہ خاصا شدت پسندی والا دور تھا۔ میں اس دور میں خود سوچ' سوچ کیسی ہوتی ہے' شروع شروع میں مجھے ایسے شدت پسند اور غالب کردار بہت اٹریکٹ کرتے تھے جس کی مثال شاہ زر اور مشعل وغیرہ ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ رشتوں میں شدتیں نہ ہوں میں ہر رشتے کو محبت کی نگاہ سے دیکھوں گی۔ میں کسی بھی چیز کو یک کم ہوں یا درمیانی لیول میں نہیں رکھ پاتی میں اس لیول کو ہائی لیول میں لے جاتی ہوں۔ یہ میری سب سے بڑی خامی ہے جس کو میں چاہ کر بھی ختم نہیں کر پا رہی۔ کوئی واقعہ کوئی بات دوسروں کے لیے میں عام اور معمولی نوعیت کی ہوں گی میرے لیے وہ واقعہ اتنا ہی اہم اور شدت لیے ہوگا۔ مجھے رویئے بہت متاثر کرتے ہیں' میری خواہش ہوتی ہے بس ہر طرف محبت ہو' خلوص ہو' پیار ہو۔ بہرحال جو بھی تھا یہ میرے ماضی کی ایک تحریر تھی جس میں میں خود بہت سی خامیاں محسوس کرتی ہوں آج اس ناول کو پڑھتے ہوئے میں جھجکتی ہوں اکثر غصہ بھی آتا ہے کہ میں نے یہ کیسا ناول لکھ ڈالا ہے' یہ کیسے کردار لکھ ڈالے؟ بعض واقعات کو پڑھتے ہوئے سوچتی ہوں کہ اگر اب میں اس ناول کو لکھتی تو اس کو کس طرح لکھتی؟ تمہارا تجزیہ اچھا ہے اس کے متعلق میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گی۔

س: آپ جب میل اور فی میل کے اصلی کردار لکھتی ہیں تو کون ذہن میں ہوتا ہے آپ کے؟

ج: سدرہ! خاصا مشکل سوال کر ڈالا ہے تم نے۔ سمعان احمد کا کردار میں ہرگز اصلی کردار نہیں کہوں گی۔ ہاں اپنے تمام ناولز کو یاد کروں تو کئی میل اصلی کردار سامنے آتے ہیں' عبید' ساری' شارق' رضا عبدالحمید' شاہ زر' موسیٰ' بازل خان' جنہیں اصلی کردار کہہ سکتی ہوں جب کہ سمعان احمد' سالک' داؤد' واسق' ولید اور مصطفیٰ یہ سبھی کردار اصلی نہیں ہیں۔ خواتین کرداروں میں رمشا' طاہرہ بیگم' اسوہ' ماریہ اور ماضیہ بھی کچھ حد تک اصلی کردار تھے جب کہ زرش اور نوریہ کے کردار نارمل کردار تھے۔ زرش ایک کم عمر ناتجربہ کار ضدی لڑکی تھی جب کہ نوریہ سلجھی ہوئی اور حالات کے تحت قدم اٹھانے والی لڑکی تھی یعنی حال ماڈل کے کردار کا تھا۔ جہاں تک سوال ہے کہ ان اصلی کرداروں کو لکھتے ہوئے کون ذہن میں ہوتا ہے تو سدرہ! بڑی صاف واضح بات ہے کہ یہ سبھی کردار ہمارے معاشرے کے چلتے پھرتے کردار ہیں۔ ہمارے معاشرے میں جو چل رہا ہے آج کل اور جس قسم کا رویہ گزشتہ صدی سے اس صدی کے موجود عشروں تک مرد اور عورت کے تعلق میں پایا جاتا ہے' جس طرح کا عکس ہمارے ٹی وی ڈراموں' فلموں وغیرہ میں دکھایا جا رہا ہے ان سبھی کا اگر کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ اصل حقیقت کیا ہے میں نہ عورت کی مظلومیت کا پرچار کر رہی ہوں اور نہ ہی مرد کی حاکمیت کو ثابت کرنے کا شوق رکھتی ہوں۔ میں بس معاشرے میں موجود کرداروں کی اصل نہیں تو کچھ حد تک چلتی پھرتی صورت دکھا دیتی ہوں اور یہ صورت میرے لفظوں اور میرے عکس سے اگر اصلی کرداروں کی شکل اختیار کر جاتی ہے تو اس معاشرے میں کون اصلی نہیں ہو رہا۔ کسی مرد عورت کے ہاتھوں کہیں عورت مرد کے ہاتھوں

چاہے وہ ثوبیہ ہو یا شارق یا چاہے وہ سمعان احمد ہو یا زرش شاہ زر ہو یا مشغال۔ میں "ٹوٹا ہوا تارا" کے کرداروں کو درمیان میں نہیں لا رہی کہ ابھی یہ کہانی آغاز میں ہے۔ جب یہ کہانی ختم ہو جائے گی تو اس کو بھی ڈسکس کروں گی۔ امید ہے سدرہ! جواب سے تسلی ہو گئی ہو گی۔ نہ ہوئی تو کسی دن چیٹ کر لیں گے خوش؟

س: محبت ہی پہ کیوں لکھتی ہیں آپ زیادہ تر؟ معاشرے کے دیگر مسائل پہ بھی قلم اٹھائیں آپ، مجھے یقین ہے آپ ان پہ بھی اچھا لکھیں گی؟

ج: سدرہ! میں محبت پہ لکھتی ہوں تو شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا محبت پر یقین بہت پختہ ہے۔ میں دنیا کے ہر رشتے کو محبت کی نگاہ سے دیکھتی ہوں۔ ماں باپ، بہن بھائی سبھی رشتے میرے نزدیک محبت ہیں، یہ دنیا محبت کے دم سے ہی قائم دائم ہے۔ جہاں تک معاشرے کے دیگر مسائل پہ لکھنے کی بات ہے تو سدرہ اس کا جواب یہ ہی لکھوں گی کہ سدرہ! اب تک میرا واسطہ بہت آزاد زندگی سے رہا ہے میں نے کبھی زندگی کو سنجیدگی سے لیا ہی نہیں تھا اب اگر لے رہی ہوں تو بہت سی حقیقتیں آشکار ہو رہی ہیں۔ میں نے ایک بہن زنیرہ نورین، گوجرانوالہ کے ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں غیر فعال پرنسز کے موضوع پر لکھوں اسی طرح ایک جگہ میں نے زنیرہ کے سوالوں کا ہی جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ میں اپنی تحریروں سے مطمئن نہیں میں اونلی ناول کا لکھنا چاہتی ہوں، میری سوچ جس مقام پر ہے اس کے متعلق ابھی میں نے ایک لفظ بھی نہیں لکھا، یہ چند کہانیاں میری منزل نہیں ہیں ابھی تو میرے تخیل میرے ارادوں کی اڑان بہت اونچی ہے۔ سدرہ! اگر تمہیں یقین ہے کہ میں ان مسائل پر بہت اچھا لکھ سکتی ہوں تو سدرہ! میں واقعی ان پر لکھنے کی کوشش کروں گی تاکہ مجھے یہ حسرت یہ ملال نہ رہے کہ میرے قلم نے صرف خیالاتی باتیں اور محبت کے پرفریب لفظوں کے جال بنے تھے، کوئی میرے قلم میرے نام پر یہ الزام مت رکھے کہ میرا نے صرف سستی اور جذباتی ناولز چھپے تھے۔ یہ واقعی میری منزل نہیں ہے اور جو میری منزل ہے یہ سب اس کی ابتداء ہے۔ مجھے نہیں پتا میں کتنا عرصہ لکھ پائی ہوں میں آئندہ سالوں میں لکھوں گی یا بھی نہیں؟ مگر مجھے یہ یقین ہے کہ میں وہ سب ضرور لکھوں گی جس کا تصور صرف میرے ذہن کے گوشوں میں ہے، وہ لفظ جو بہت اہم اور خاص ہوں گے جو امانت ہیں میرے پاس۔

س: آپ مزاجاً کیسی ہیں؟ آپ کی اپنی شخصیت اپنے کرداروں میں کس حد تک آتی ہیں؟

ج: میں مزاجاً بہت فرینڈلی ہوں، بہت جلدی اعتبار کرنے والی، گھل مل جانے والی۔ بہت سوشل ہوں، بڑی جلدی دوست بنا لیتی ہوں۔ لوگوں سے تعارف حاصل کرنے میں مجھے زیادہ وقت پیش نہیں آتی۔ خوش اخلاق ہوں، سبھی سے اچھے انداز اور آداب سے بات کرنے کی کوشش کرتی ہوں، میرے فرینڈز یا میرے جاننے اور خصوصاً میرے اسٹوڈنٹ کے لیے میں بہت اچھی استاد ہوں۔ فرینڈز کے لیے اچھی رائٹر اور جاننے والوں کے لیے خوش اخلاق لڑکی ہوں۔ میری اپنی شخصیت تقریباً ہر کردار میں کہیں نہ کہیں پائی جاتی ہے۔ کہیں جذباتی لحاظ سے تو کہیں اخلاقی لحاظ سے اور کہیں کرداری لحاظ سے۔ سدرہ! جب تم مکمل انٹرویو پڑھ لو گی تو تمہیں میری مکمل شخصیت صاف دکھائی دینے لگے گی پھر تم اندازہ لگانا کہ میں واقعی اپنے کرداروں میں موجود ہوں یا نہیں؟

س: آپ زندگی کو کس نظر سے دیکھتی ہیں؟ مطلب یہ کہ زندگی آپ کے لیے کیا ہے؟

ج: زندگی اللہ کا ایک خوب صورت تحفہ ہے اگر ہم اس تحفے کی قدر کرتے اس کو اللہ کے طے کردہ طریقوں کے مطابق گزار دیں گے تو ہم اس تحفے کا حق ادا کر دیں گے اگر ہم شیطانی ورغلاوے میں آ کر اپنی ہی نفسانی خواہشات کا شکار ہوتے اس کی ناقدری کریں گے تو درپردہ ہم نے اللہ کے تحفے کی توہین کی ہے۔ یہ خوب صورت تحفہ میرے لیے "آزمائش گاہ" ایک سرائے ہے جس کا زادِ راہ ہمارے نیک اعمال ہیں۔ میرا عقیدہ ہے کہ موت برحق ہے اگرچہ بہت خوف آتا ہے مگر موت کے بعد کی زندگی دائمی ہے۔ میرے لیے یہ خوب صورت تحفہ پانی کا ایک بلبلہ ہے جو اس لمحے ہے مگر اگلے ہی لمحے اس کی ہستی بے ثبات ہے۔

س: وہ لوگ جن پہ آپ کو خود سے زیادہ بھروسہ ہے؟

ج: میری ماں.... میری پی جان میں ان کو دنیا کے لالچ میں آ کر دھوکہ دے سکتی ہوں، اپنی نفسانی خواہشوں کی تکمیل کے لیے چھوڑ سکتی ہوں مگر میری امی، کبھی مجھے تنہا نہیں چھوڑیں گی۔ میں کھانا نہ کھاؤں تو میری ماں مجھے اس دفعہ کہتی ہیں کہ کھانا کھا لو ایسی ماں کب کسی کو دھوکہ دے سکتی ہے، ایسی ماں پر میں پھر کیسے بھروسہ نہ کروں۔ میرے لیے ساری دنیا ایک دھوکہ فراڈ ہو سکتی ہے مگر میری ماں نہیں۔ ہم اپنے رویوں سے انہیں انہیں تکلیف دے لیں مگر وہ معاف کر دیتی ہیں، ایسی ماں پر کوئی پھر کیوں یقین نہ کرے۔

سدرہ صدیق کے علاوہ اور بھی بہنوں کے سوالات تھے اور تقریباً سبھی سوالات اپنے تھے۔ جن کے جوابات میں گزشتہ سوالات میں دے چکی ہوں۔ سدرہ صدیق کے چند سوال ہٹ کے تھے تو ان کو جواب لازمی دینے تھے، باقی بہنوں سے معذرت۔ یہ میرا پہلا اور آخری انٹرویو سمجھ لیجیے، یہ بہت مشکل کام ہے اپنی ذات یوں دوسروں کے سامنے آشکار کرنا۔ امید ہے قارئین! کی تسلی دلجوئی ہو جائے گی۔ مجھے قارئین کی بے پناہ محبتوں نے اس قدر متاثر کیا ہے کہ میں بتا نہیں سکتی۔ بس یہی کہوں گی کہ رب کریم آپ کو ان محبتوں اور دعاؤں کا صلہ دے آمین۔ اگر کہیں کوئی کمی بیشی رہ گئی ہے تو معاف کر دیجیے گا۔ صحت و سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ اجازت دیجیے، زندہ محبت باقی۔ اللہ حافظ۔

تمہیں ہر وقت سوچوں میں، تمہیں ہر وقت چاہوں میں
کئی برسوں کی یہ عادت مری نس نس میں اب بھی ہے
وہ جس نے خاک کر ڈالے مرے ارمان و حسرت تک
کسی بے درد کی چاہت مری نس نس میں اب بھی ہے

"آ گئی میری بچی!" مما کی محبت سے بھرپور نرم و میٹھی سی آواز پر وہ مما کی والہانہ محبت بھری نگاہیں خود پر مرکوز پا کر ایک طمانیت محسوس کر کے مسکرا دی۔

"مما آج کالج میں سارا دن میری طبیعت کچھ بوجھل سی رہی۔ پڑھائی میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا اس لیے چھٹی لے کر ذرا جلدی آ گئی ورنہ آج یہ ایکسٹرا ٹائم کا پریکٹیکل تھا۔" کالج ڈریس سے بولی تو مما نے تشویش و فکر میں گھر کر اپنا ہاتھ سینے پر دھرا۔

"کیوں میری جان! میری رانی بیٹی کی طبیعت کیوں بوجھل تھی؟" تجالی بے قراری سے دونوں کی طرف بڑھیں اور اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر استفسار کرنے لگیں۔ آج اپنے لیے ماں کا پیار محسوس کر کے مسرور سی ہو گئی۔

"یا اللہ میں کتنی خوش نصیب ہوں کہ میری ماں مجھ سے اتنا پیار کرتی ہے۔ شاید ہی کوئی ماں اتنا پیار کرتی ہو حالانکہ!" اس نے دل میں سوچا۔

مما کے چہرے پر ہنوز تشویش و گھبراہٹ کے گہرے رنگ بکھرے تھے ان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے محبت سے لبریز لہجے میں بولی۔

"میری پیاری مما آپ کی بیٹی کو کچھ نہیں ہوا اور جب تک میری پیاری سی مما کا مشفق وجود میرے ساتھ ہے مجھے کچھ نہیں ہو سکتا۔ بس ذرا طبیعت بوجھل ہے۔"

"اچھا تو تم آرام کرو میں تمہارے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں فریش ہو جاؤ گی۔" مما تیزی سے بولیں اور پھر اس کے منع کرنے کے باوجود اسے زبردستی کمرے میں لٹا کر چائے بنانے کچن میں چلی گئیں۔

❁ ❁ ❁

"آنٹی لالہ جی کی طبیعت اب کیسی ہے وہ کہاں ہے؟ مجھے اس سے بھی ملنا ہے۔ جب سے آپ نے مجھے اس کی طبیعت کے بارے میں بتایا ہے میں بہت پریشان ہوں۔" لالہ جی شام کو سو کر اٹھی تو اس نے اپنی طبیعت کو کافی بہتر محسوس کیا وہ کمرے سے نکل کر لاؤنج کی جانب آ رہی تھی کہ نبیل کی آواز پر چند ثانیے کے لیے اس کے قدم رک گئے۔

"اوہ! آپ لوگ تو ایسے پریشان ہو رہے ہیں جیسے مجھے کوئی بڑی بیماری ہو گئی ہو۔" لالہ جی ان دونوں کے سامنے آ کر مسکراتے ہوئے بولی تو نبیل نے، تجالی بے تابانہ لہجے میں کہا۔

"خدا نہ کرے کہ تمہیں کچھ ہو بلکہ تمہاری ہر تکلیف مجھے مل جائے تو میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھوں گا۔" آج نبیل کی موجودگی کے خیال سے خفیف سی ہوئی۔ پھر ہولے سے کہنے لگی۔

"کیا ہو گیا ہے نبیل! میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔"

"اوہ! اللہ کا شکر ہے۔" نبیل ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔

"تم دونوں بیٹھو میں تمہارے لیے چائے لاتی ہوں۔" یہ کہہ کر مما دونوں کو تنہائی فراہم کر کے کچن کی جانب چل دیں۔

"نبیل تم پلیز مما کے سامنے ایسی باتیں مت کیا کرو مجھے اچھا نہیں لگتا۔" ان کے جانے کے بعد آج کچھ بے زار سے لہجے میں بولی۔

"اوہ آج میں کیا کروں تمہیں دیکھ کر خود پر اختیار

نہیں رہتا اور تم اتنی ظالم ہو کہ میری بے تابی تمہیں اچھی نہیں لگتی۔" نبیل مخمور لہجے میں بولا۔

"نبیل پلیز! تم کم از کم مما کا ہی لحاظ کرلیا کرو ہر وقت اس طرح کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔" لاج چڑ کر بولی۔

لاج کی بےزاری دیکھ کر نبیل کو غصہ آگیا۔

"لاج! تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ میں کوئی غیر نہیں جس سے تم اس قدر بھاگتی ہو۔ میں تمہارا منگیتر ہوں اور بہت جلد ہماری شادی ہونے والی ہے اور تم میرے ساتھ اس طرح کا رویہ کیوں رکھتی ہو؟" نبیل ناگواری سے بولا تو لاج کو بھی اپنی بیزاری کا احساس ہوا۔

"پلیز نبیل تم ناراض تو مت ہو، مجھے معلوم ہے کہ تم مجھ سے بہت محبت کرتے ہو اور جلد ہی ہماری شادی ہونے والی ہے۔ لیکن میں کیا کروں، مجھے تمہارے یہ بےباکانہ انداز اچھے نہیں لگتے۔" لاج بےبسی سے بولی۔

"تم کیسی لڑکی ہو لاج! تمہیں میری محبت بھری باتیں اچھی نہیں لگتیں میری چاہت کے والہانہ انداز تمہیں بےباکی لگتے ہیں، کیوں لاج؟ کیوں تم میرے ساتھ ایسا کرتی ہو، کیا میں تمہیں پسند نہیں؟" نبیل انتہائی مایوسی ودلگرفتگی سے استفسار کررہا تھا۔ جب کہ لاج بری طرح شرمندہ ہوگئی۔

"نہیں نبیل ایسی کوئی بات نہیں ہے، تم میری مما کی پسند ہو۔"

"اور تمہاری پسند ...؟" اس بات پر لاج یکدم گڑبڑا سی گئی۔

"ظاہر ہے میری بھی ہو۔" لاج دھیرے سے بولی۔

"اور محبت ...؟ کیا میں تمہاری محبت بھی ہوں؟"

نبیل اس کا صبیح چہرہ اپنے ہاتھ سے اٹھاتے ہوئے اس کی گہری جھیل کی مانند آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"نبیل! میں ..." لاج انتہائی جزبز ہوکر اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے فقط اتنا ہی بول سکی۔ نبیل نے ایک کٹیلی مگر شکوہ کناں نگاہ تذبذب کا شکار کھڑی لاج پر ڈالی اور پھر تیزی سے داخلی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

"نبیل! پلیز میری بات تو سنو۔" لاج نے اسے یوں جاتا دیکھ کر گھبرا کر آواز دی مگر وہ یہ جا وہ جا۔

"کیا ہوا لاج! نبیل کیوں چلا گیا؟" مما چائے کے ساتھ لوازمات سے بھری ٹرالی گھسکاتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئیں تو لاج کو دروازے کے پاس تنہا و پشیمان کھڑی پاکر پوچھنے لگیں۔

"مما! وہ نبیل مجھ سے خفا ہوکر چلا گیا ہے۔" لاج کا دل بالکل چڑیا کی مانند تھا۔ چھوٹا سا حساس مگر محبت وہمدردی سے لبریز۔ وہ کسی کو بھی دکھی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی نبیل کے یوں روٹھ کر چلے جانے سے اس کا حساس دل بےچین ہواٹھا تھا۔

"تو جانو! تم اسے کیوں ہر بار ناراض کردیتی ہو؟ پھر بعد میں پریشان بھی ہوتی ہو؟" مما اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے محبت سے بولیں۔

"مما! میں کیا کروں؟ میں ایسا جان بوجھ کر نہیں کرتی مگر ہر بار ایسا کچھ نہ کچھ ہوجاتا ہے کہ اسے کوئی بات بری لگ جاتی ہے۔" لاج لاچاری وشرمندگی کے احساسات میں گھر کر بولی۔

"چندا! نبیل تمہارا منگیتر ہے، کل تمہاری اس سے شادی ہونی ہے وہی تمہارا عمر بھر کا ساتھی ہوگا پھر تم کیوں اس کے ساتھ گھومنے پھرنے اور باتیں کرنے سے کتراتی ہو؟" مما اسے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"مگر مما وہ ..."

"بیٹا! نبیل میرا بھانجا ہے، میں اسے بہت اچھی طرح جانتی ہوں، مجھے تم دونوں پر پورا بھروسا ہے کہ تم لوگ کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھاؤ گے لیکن میری جان! نبیل تم سے جو چاہتا ہے وہ ایسا غلط بھی نہیں ہے۔ یہ ہماری سوسائٹی اور آج کے زمانے کا تقاضا ہے اس میں ایسی کوئی معیوب وقابل اعتراض بات نہیں ہے، حد میں رہ کر ملنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہی تو دن ہوتے ہیں ایک دوسرے کو جاننے کے، شادی کے بعد تو گھرداری اور بچوں میں عورت گھن چکر بن جاتی ہے۔" مما اسے تفصیلی انداز میں

سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"اب میں کیا کروں مما!" لاج انتہائی الجھ کر بولی۔

"بس تم وہی کرو جو میں تم سے کہتی ہوں، نبیل بہت اچھا لڑکا ہے اپنے والدین کا اکلوتا چشم وچراغ زندگی میں آگے بڑھنے اور کامیاب بزنس مین بننے کا جنون رکھتا ہے۔ تمہاری ان دقیانوسی باتوں سے کہیں وہ تم سے بدظن نہ ہوجائے۔" مما اسے تنبیہہ کرتے ہوئے بولیں تو لاج نے سر اثبات میں ہلا کر کہا۔

"میں پوری کوشش کروں گی کہ آئندہ نبیل کو مجھ سے شکایت کا موقع نہ ملے۔"

"شاباش میری گڑیا رانی!" مما اس کی کشادہ پیشانی پر پیار کرتے ہوئے بولی تھیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"روحا پلیز! کوئی ترکیب بتاؤ کہ میں نبیل کی ناراضگی دور کرسکوں؟" دوسرے دن کالج کے گارڈن میں لاج اپنی اکلوتی اور پیاری سی دوست روحا سے بولی جو اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں سے بخوبی آگاہ تھی۔ کل کی تمام کتھا اسے سنا کر جب لاج نے اس سے مشورہ مانگا تو وہ بری طرح تپ گئی۔

"میرے پاس ایسی کوئی ترکیب نہیں ہے اور ہاں آئندہ مجھے اس نبیل کے چھچھورے ڈائیلاگ مت سنانا۔" روحا اپنی کتابیں گھاس سے اٹھاتے ہوئے بولی اور بیگ اپنے دائیں کندھے پر لٹکا کر کھڑی ہوگئی۔

"اب تمہیں کیا ہوگیا؟ تم کیوں انگارے چبانے لگیں؟" لاج اسے اٹھتا دیکھ کر خود بھی جلدی سے اٹھی۔

"تم جیسی احمق، بےوقوف اور عقل سے پیدل لڑکی میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھی۔" روحا تلملا کر بولی۔

"روحا! ہوا کیا ہے؟" لاج نے لاچاری سے استفسار کیا تو روحا نے چڑ کر اس کی جانب دیکھا جہاں اسے صرف معصومیت وسادگی دکھائی دی۔ روحا ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"لاج! اتنی سادگی ولاعلمی اچھی نہیں ہوتی، کبھی کبھی ہماری یہی معصومیت ولاعلمی ہمیں کسی بڑے نقصان سے دوچار کردیتی ہے، جس کی تلافی کسی طور ممکن نہیں ہوتی۔ لاج! یہ دنیا ایسی نہیں ہے جیسی تمہیں نظر آرہی ہے، اس دنیا کے ہر فرد کے کئی چہرے ہیں اور ان چہروں پر سب نے دھوکا فریب اور مکاری ومنافقت کا نقاب ڈالا ہوا ہے اور جب اپنا مطلب پورا کرنے کا موقع ملتا ہے تو اتنی سرعت سے اپنے چہرے کا نقاب اٹھاتا ہے کہ ہم صرف حواس باختہ سے دیکھتے رہ جاتے ہیں اور اپنے بچاؤ کی بھی کوئی تدبیر نہیں کرپاتے۔" روحا گہری سنجیدگی سے بولی تو لاج نے اسے انتہائی ناسمجھی کے انداز میں دیکھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا روحا! پلیز تم مجھے کھل کر بتاؤ۔"

"میں تمہیں کیا بتاؤں لاج جو باتیں تمہاری مما کو تمہیں سمجھانی چاہیے تھیں وہ بتانا تو درکنار الٹا وہ تمہیں غلط باتیں سکھا رہی ہیں۔ مجھے حیرت ہے۔" روحا کے لفظوں کی چبھن اور لہجے کی تلخی سے لاج کے اندر کڑواہٹ گھل گئی وہ انتہائی ناگواری وسخت انداز میں بولی۔

"شٹ اپ روحا! تمہیں کوئی حق نہیں ہے کہ تم میری مما کے بارے میں ایک بھی لفظ غلط ادا کرو، تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری مما کو موردالزام ٹھہرانے کی ... وہ کبھی بھی غلط نہیں ہوسکتیں۔ سمجھیں تم ..." وہ پلٹی پھر رک کر بولی۔ تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھری تھیں۔ "تم نے مجھے بہت ہرٹ کیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ بیگ سنبھال کر وہاں سے تیزی سے نکلتی چلی گئی۔

"لاج! پلیز میری بات سنو۔" روحا نے اسے پیچھے سے پکارا لیکن وہ ان سنی کرگئی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

لاج نے نبیل سے اپنے رویے کی تہہ دل سے معافی مانگی تو وہ فوراً مان گیا جیسے اس کے منانے کے انتظار میں ہی تو بیٹھا تھا۔

"لاج تمہاری اس فون کال سے یوں سمجھو کہ میں دوبارہ جی اٹھا ہوں۔ آئی لو یو سو مچ مائی سویٹ بےبی!" نبیل کے اس جملے پر لاج کے گال تمتما اٹھے۔

"او کے نبیل! میں فون بند کررہی ہوں۔" وہ بمشکل بولی۔

"بات تو سنو! آج کا دن میرے لیے بہت لکی ثابت ہوا ہے کیونکہ آج ہماری کمپنی کو ایک اچھا کنٹریکٹ ملا ہے میں یہ خوشی تمہارے ساتھ منانا چاہتا ہوں۔" نبیل بہت مان سے بولا تو لاج کو انکار کرنے کی ہمت نہ پڑی۔

"او کے! تم شام کو گھر آ جانا' میں تیار رہوں گی۔"

"اوہ شکر ہے' یہ ہوئی نا بات۔" نبیل کھلکھلا کر بولا تو لاج نے مسکراتے ہوئے خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

❁ ❁ ❁

وہ مما کی مدد سے تیار ہو کر جب نبیل کی گاڑی کے ہارن پر باہر آئی تو نبیل اسے پرشوق نگاہوں سے تکتا چلا گیا۔

"ویری پریٹی! بیوٹی فل گرل! تم بہت حسین لگ رہی ہو۔" ڈارک پرپل کرتی پر جینز اور اسکارف کو سر کے بجائے گلے میں ڈالے وہ اسے بے حد جچی تھی لائٹ مگر نفاست سے کیے گئے میک اپ میں وہ بالکل گڑیا لگ رہی تھی۔ وہ جھینپ سی گئی تھی پھر تمام راستے نبیل اس کے حسن کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتا رہا۔

"پتا ہے لاج! میں بہت خوش قسمت ہوں جسے تم جیسی بیوی ملنے والی ہے جو خوب صورت و انتہائی پرکشش ہے۔" ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں کینڈل لائٹ ڈنر کرتے ہوئے نبیل ایک جذب سے بولا۔ لاج محض اسے ایک نظر دیکھ کر رہ گئی۔

"تم یقین کرو میرے سارے دوستوں میں کسی کی بھی بیوی اتنی حسین نہیں ہے تم میں کچھ ایسا جادو' ایسا نشہ ہے کہ کوئی بھی شخص بنا پیے ہی بہک جائے۔" نبیل بہکے بہکے انداز میں بولا تو نجانے کیوں لاج کے اندر گھٹن بڑھنے لگی۔ مارے الجھن کے اس کا دم گھٹنے لگا۔

"نبیل! مجھے یہاں گھبراہٹ ہورہی ہے پلیز گھر چلتے ہیں۔" وہ بمشکل اپنی اندرونی و نا سمجھ آنے والی کیفیت پر قابو پا کر بولی مبادا نبیل پھر سے ناراض نہ ہو جائے۔

"ٹھیک ہے' چلتے ہیں مگر گھر نہیں کچھ دیر تو بیٹھو' کہیں باہر چلتے ہیں۔" وہ دلنشیں انداز میں بولا۔ اور پھر اس کی نہ نہ کو خاطر میں لائے بغیر اسے دریائے راوی کے کنارے پر لے آیا۔ لاج نے آسمان کی جانب دیکھا تو کالے رنگ کی ردا اوڑھے آسمان پر آج ستارے بھی کہیں کہیں دکھائی دیے آج چاند نہیں تھا۔ "جانے آج فلک کیوں اداس ہے؟" لاج نے آسمان کو تکتے ہوئے سوچا۔

"محترمہ! اگر تارے گن لیے ہوں تو کچھ توجہ ہم غریبوں پر بھی کر دیجیے جو آپ کے قدموں پر اپنا دل رکھے آپ کی ایک نگاہ التفات کے منتظر ہیں۔" نبیل اس کے چہرے کو اپنی نگاہوں کی گرفت میں لیتے ہوئے بولا۔

"ہاں... کیا کہہ رہے تھے تم؟" لاج نے چونک کر استفسار کیا تو نبیل اسے کچھ پل دیکھتا رہ گیا پھر دھیرے سے آ کر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

"لاج! میں چاہتا ہوں کہ ہماری شادی جلد از جلد ہو جائے اب میں تم سے مزید دور نہیں رہ سکتا۔" نبیل کی بات پر لاج نے اسے چونک کر دیکھا پھر بری طرح گھبرا کر بولی۔

"نبیل! چھ ماہ پہلے ہماری منگنی ہوئی تھی تو تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے گریجویشن تک تم شادی کا کوئی تذکرہ نہیں کرو گے۔ ابھی تو میں تھرڈ ایئر کا امتحان دوں گی۔"

"تو کیا ہوا ڈیئر! تم شادی کے بعد بھی اپنی پڑھائی جاری رکھ سکتی ہو۔ میں منع تھوڑی کروں گا۔" نبیل بے پروائی سے بولا تو لاج نے اسے ناگواری سے دیکھا۔

"نہیں نبیل! گریجویشن سے پہلے میں ہرگز شادی نہیں کروں گی۔" وہ ضدی لہجے میں بولی تو نبیل نے اسے انتہائی والہانہ نگاہوں سے دیکھا۔ اور پھر اس کی جانب جھکتا چلا گیا' لاج گھبرا کر پیچھے ہٹی۔

"جان نبیل تمہاری ایک "ہاں" سے مجھے زندگی ضرور مل جائے گی۔" نبیل کے اس انداز پر لاج کو اپنے اوسان خطا ہوتے ہوئے محسوس ہوئے وہ سرعت سے اٹھی اور تیزی سے گاڑی کی جانب بھاگی۔ نبیل اس کے پیچھے آیا تو وہ گاڑی سے ٹیک لگائے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

"آؤ گھر چلتے ہیں۔" نبیل کی خفگی میں ڈھلی آواز ابھری تو لاج نے بنا اس کی جانب دیکھے فرنٹ ڈور کھولا اور

سیٹ پر براجمان ہو کر نگاہیں باہر کی جانب لگا دیں اس بار اسے نبیل کی ناراضگی کی مطلق پروا نہیں تھی بلکہ اب وہ خود اس سے خفا تھی۔

❁ ❁ ❁

"لاج پلیز' میری بات تو سنو...." لاج دو دن بعد کالج آئی تو بے چین سی روحا اسے دیکھتے ہی اس کی جانب دوڑی۔ اس کا سیل آف تھا تو اس نے لاج کے گھر پر بھی معذرت کرنے کے لیے فون کیا تھا مگر اس نے فون بھی اٹینڈ نہیں کیا۔ روحا کی بات سے اسے حقیقی دکھ پہنچا تھا۔ لاج کو تیز تیز قدموں سے کلاس کی طرف جاتا دیکھ کر روحا تقریباً دوڑی تھی۔ مجبوراً لاج کو رکنا پڑا۔

"آئی ایم سوری لاج! میرا مقصد تمہیں دکھی کرنا نہیں تھا۔ میں صرف تمہاری خیر خواہی چاہتی ہوں اچھی دوست' معاف کردو' دیکھو میں کان پکڑتی ہوں۔" روحا نے یہ کہہ کر اپنے ہاتھوں کو لاج کے کان پکڑنے کی غرض سے آگے بڑھایا تو جلدی سے لاج نے اپنے سر کو پیچھے کھسکایا۔

"میرے نہیں اپنے کان پکڑ کے کہو۔" لاج مصنوعی خفگی سے بولی تو روحا نے ہنستے ہوئے اسے گلے سے لگا لیا تو لاج نے بھی اسے بھینچ ڈالا۔ روحا اس کی واحد سہیلی تھی' وہ جانتی تھی کہ روحا اس سے کس قدر مخلص ہے مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ اپنی مما کے بارے میں ایک بھی منفی لفظ سننے کی روادار نہیں تھی۔

"روحا کی بچی! پتا ہے تجھے میں کتنی اداس رہی؟" لاج اس کی پیٹھ پر دھموکا جڑتے ہوئے بولی۔

"معلوم ہے مجھے! میں نے اپنے آدمی تمہاری جاسوسی کے لیے چھوڑ رکھے تھے۔" روحا ہنستے ہوئے بولی پھر وہ دونوں اپنی صلح کی خوشی میں کلاس لینے کے بجائے کینٹین کی جانب چلی آئیں اور اب گرم گرم چائے کے ہمراہ سموسوں کا مزا اڑا رہی تھیں۔ باتوں کے دوران لاج نے روحا کو رات کی تمام روداد سنا ڈالی' چند ثانیے کے لیے روحا چپ سی رہ گئی پھر ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بولی۔

"لاج! کیا یہ سب درست ہے' کیا ایسا ہونا چاہیے؟"

"نہیں روحا! مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا میں مانتی ہوں کہ وہ میرا منگیتر ہے کچھ عرصے بعد میں اس کی بیوی بننے والی ہوں مگر......" اتنا کہہ کر اس نے اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا پھر قدرے توقف کے بعد سر اٹھا کر بولی۔

"میرے اس طرح وہاں سے بھاگ کر چلے آنے سے وہ الٹا مجھ سے ناراض ہو گیا' ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے اتنی تیز گاڑی چلائی کہ میں دل ہی دل میں سہم گئی' ہم دونوں کے درمیان پھر کوئی بات نہیں ہوئی۔ مگر جب اس نے گھر کے گیٹ کے آگے اتارا تو انتہائی کٹیلے انداز میں بولا کہ یا تو تم اپنی یہ اسٹوپڈ شرم و حیا کو چھوڑ دو یا پھر مجھے!" لاج نے انتہائی افسردگی سے روحا کو بتایا۔

"تو پھر تم نے کیا سوچا؟" روحا اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

"روحا! نبیل مما کی پسند ہے' ان کا بھانجا ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ نبیل ہی ان کا داماد بنے۔"

"اور تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں کیا چاہتی ہوں؟" روحا کے استفسار پر لاج نے چونک کر خود سے کہا۔

"میں... روحا میں کیا چاہوں گی؟ مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا چاہتی ہوں میں تو خود سے بھی ناآشنا ہوں' میں جب بھی غور سے آئینہ دیکھتی ہوں تو اپنی پرچھائی سے سوال کرتی ہوں کہ لاج ابراہیم کون ہے؟ اس کے دل کی خوشی کیا ہے' اس کے روح کی طمانیت کیا ہے؟" لاج خود فراموشی کے عالم میں بولتی چلی گئی۔ روحا نے انتہائی دکھ بھری نگاہوں سے اپنی عزیز از جان سہیلی کو دیکھا۔

"اچھی لڑکی! تم تو خود سے ملنے سے پہلے ہی اپنا آپ کھو رہی ہو' اپنی شخصیت کو پامال کررہی ہو' ایسا مت کرو میری جان!" روحا روہانسے لہجے میں بولی تو لاج نے یوں چونک کر اسے دیکھا جیسے گہری نیند سے یکدم کسی نے انتہائی بے دردی سے جھنجوڑ کر بیدار کر دیا ہو۔

"پتا ہے لاج تم حد سے زیادہ سادہ ہو۔" روحا نے اسے پیار بھرے لہجے میں کہا تو لاج ایک تھکی تھکی سی سانس

بھر کر رہ گئی۔

❀ ... ❀ ... ❀

سردیوں نے اپنا بوریا بستر سمیٹنا شروع کردیا تھا۔ پتے پھول اور درخت جو سردیوں میں یاسیت وخاموشی کا بے رنگ لبادہ اوڑھے ہوئے تھے انہوں نے بہار کی آمد کی تیاریاں زور وشور سے شروع کردی تھیں' ہوا میں جاتی سردی کی میٹھی میٹھی سی ٹھنڈک گنگنا رہی تھی' باغوں میں کوئل کی چہکاریں شروع ہوچکی تھیں' مالی نے موسم بہار کی مناسبت سے باغ میں پھول لگادیے تھے۔ ہرا بھرا صاف ستھرا لان نگاہوں کو بہت بھلا محسوس ہورہا تھا۔ لاج کو کچھ کپڑوں کی خریداری کرنی تھی۔ نبیل آج کل بزنس کے سلسلے میں ایک ہفتے کے لیے لاہور گیا ہوا تھا ورنہ مما ضرور لاج کو نبیل کے ہمراہ بھیجتیں چونکہ دو دن بعد ہائی سوسائٹی کی خواتین کے لیے ایک فنکشن کی مانند تھا لہٰذا اس کی تیاریوں کے سلسلے میں مما بہت مصروف تھیں' لاج مما سے پوچھ کر روحا کے ہمراہ شاپنگ کی غرض سے بازار چلی آئی چونکہ لاج کو شاپنگ ہمیشہ مما یا نبیل نے کروائی تھی لہٰذا اس کام میں وہ بالکل زیرو تھی۔ اب بھی روحا ہی اس کے لیے کپڑے منتخب کررہی تھی۔ جبکہ لاج دکان میں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھی باہر آتے جاتے لوگوں کو وقت گزاری کی غرض سے دیکھ رہی تھی کہ اچانک اس کی نگاہ ایک پیاری سی لڑکی پر پڑی بلیو رنگ کے شلوار سوٹ میں خوبصورت سی کڑھائی والی چادر سر پر اوڑھے وہ بہت باوقار اور کیوٹ لگ رہی تھی جبکہ اس کے ساتھ نہایت ہی ہینڈسم اور اسمارٹ سا لڑکا اس سے کسی بات پر تکرار کررہا تھا شاید وہ اس لڑکی کا شوہر تھا۔ لاج کافی دلچسپی سے ان دونوں کو دیکھنے میں محو تھی' وہ لڑکی اس دکان میں آنا چاہتی تھی جہاں روحا اور لاج موجود تھے۔ بالآخر وہ اس دکان کی اندر آہی گئی اور ڈمی پر سجے ملبوسات کو دیکھنے لگی۔

"سحرش! تم تو اس طرح بی ہیو کررہی ہو جیسے کچھ بھی نہیں ہے تمہارے پاس۔ کان کھول کر سن لو! اب میں تمہیں ایک سوئی بھی نہیں دلواؤں گا۔ غضب خدا کا میرے پورے مہینے کی تنخواہ تمہاری شاپنگ کی نذر ہوگئی۔" وہ شخص جھنجلا کر اس پر برسا تھا۔

"پلیز! بس ایک اور سوٹ۔" وہ لڑکی لجاجت سے بولی تو وہ لڑکا جس کا پیمانہ صبر شاید اب لبریز ہوچکا تھا' بڑی سہولت سے اس کی کلائی تھام کر اسے دکان سے باہر لے جانے لگا۔ "اف آپ کتنے کنجوس ہیں۔" لڑکی کا آخری جملہ لاج کے کانوں میں پڑا تو وہ بے ساختہ مسکرا اٹھی۔

❀ ... ❀ ... ❀

"آپ لاج سے ملنے کیوں آئے ہیں؟" ملکہ بیگم انتہائی کڑے تیوروں سے زاہد رحمان سے استفسار کررہی تھیں جنہیں اپنے گھر زاہد رحمان کا آنا سخت ناگوار گزر رہا تھا۔

"لاج میرے مرحوم دوست کی بیٹی ہے' اس ناتے سے وہ میری بھتیجی ہے' میں اس حیثیت سے اس سے ملنے آیا ہوں۔" زاہد رحمان' ملکہ بیگم کے لہجے کے برعکس ٹھنڈے و ہموار انداز میں بولے۔

"ہونہہ! جب سگے رشتوں نے ایک بار بھی مڑ کر اس کی خبر نہیں لی تو آپ کو بھی یہ زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" ملکہ بیگم رعونت سے بولیں۔

"اب جب میں نے زحمت کرہی لی ہے تو ایک بار آپ مجھے لاج سے ملوا دیجیے۔ آخر آپ کیوں مجھے اس سے ملانے سے انکاری ہیں؟" اب کی بار زاہد رحمان کے لہجے میں بھی جھنجلاہٹ کے رنگ موجود تھے جنہیں محسوس کرکے ملکہ بیگم قدرے ڈھیلی پڑ گئیں۔

"بھائی صاحب! ایسی کوئی بات نہیں ہے' میں نے اسے اپنی ہتھیلی کا چھالا بنا کر پالا ہے' وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اس کے پاپا کے جانے کے بعد میں اس کے لیے بہت حساس ہوگئی ہوں' میں نہیں چاہتی کہ اسے کسی قسم کی تکلیف پہنچے یا پھر اسے یہ حقیقت معلوم ہو کہ اس کے ددھیال والوں نے اسے غیر سمجھ کر کتنی حقارت وتنفر سے دھتکار دیا تھا۔" ملکہ بیگم گلوگیر لہجے میں بولیں تو رحمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں بھابی! میں اسے کچھ نہیں بتاؤں گا۔ بس اپنے مرحوم دوست کی نشانی کو ایک بار دیکھنا چاہتا ہوں۔"

ملکہ بیگم اپنی نفیس سی ساڑی کے پلو سے آنکھیں خشک کرتے ہوئے بولیں۔

"لاج ذرا باہر گئی ہے' اس وقت گھر پر نہیں ہے۔"

"اوہ! مگر میں تو آج رات کی فلائٹ سے جا رہا ہوں' یہاں صرف دو دن کے لیے آیا تھا۔" زاہد رحمان افسوس سے بولے اور ملکہ بیگم سے پھر کبھی آنے کا کہہ کر باہر آئے تو ایک نوعمر پیاری سی لڑکی کو دور سے کچھ شاپنگ بیگز لادے آتے ہوئے دیکھا۔ وہ قریب آئی تو زاہد رحمان اپنی جگہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ لاج کی آنکھیں دیکھ کر بے ساختہ انہیں یاسمین کی آنکھیں یاد آگئیں اور ہونٹ بھی ہو بہو یاسمین جیسے تھے۔ لاج نے ایک اجنبی کو اپنے ہی گھر میں اسے بغور تکتا ہوا پایا تو انہیں استفہامیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہیں رک گئی۔

"بیٹا! تم ہی لاج ہو نا! ابراہیم اور یاسمین کی بیٹی؟" اس شخص نے مسرت و اشتیاق کی ملی جلی کیفیت میں کہا تو لفظ "یاسمین" بے ساختہ لاج کے ہونٹوں سے نکلا۔ آج کتنے عرصے بعد کسی کے منہ سے اس نے یہ نام سنا تھا۔ وہ الجھ کر اس اجنبی کو دیکھنے لگی زاہد رحمان نے لاج کی نگاہوں میں لکھی تحریر کو بخوبی پڑھ لیا تھا۔

"بیٹا! میں تمہارے پاپا کا دوست ہوں۔" انتہائی غیر متوقع جملہ سن کر لاج نے ان کی جانب دیکھا تھا۔

"آ... آپ پاپا کے دوست ہیں مگر آج سے پہلے تو آپ کبھی نہیں آئے۔"

"میں پچھلے اکیس سالوں سے امریکا میں مقیم تھا ابھی کچھ دن پہلے ہی پاکستان اپنے آبائی شہر آیا ہوں۔ تمہارے پاپا سے فون پر میری بات ہوتی تھی۔" لاج کے سوال پر زاہد رحمان نے اسے بتایا۔

"انکل! آپ پاپا کو کب سے جانتے تھے؟" لاج نے ان کے قریب آکر اشتیاق ومعصومیت سے پوچھا تو زاہد رحمان نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

"ہم دونوں امریکا ساتھ ہی گئے تھے۔"

"اچھا!" وہ حیرت کے عالم میں بولی۔ "تو پھر آپ میری ماں کو بھی...." یہ کہتے کہتے یکدم اس نے اپنی زبان دانتوں تلے دبالی مگر زاہد رحمان سن چکے تھے۔

"جانتا تھا... بہت اچھی طرح سے جانتا تھا بلکہ ہم تینوں کلاس فیلو بھی تھے۔" یہ کہتے کہتے وہ کھو سے گئے پھر تیزی سے بولے۔

"بیٹا! تم یہ میرا کارڈ اپنے پاس رکھو۔ تمہیں کوئی بھی کام ہو تو مجھ سے رابطہ کرنا۔" وہ اسے حیران چھوڑ کر مین گیٹ کی جانب چل دیے۔ لاج نے انہیں آواز دے کر روکنا چاہا مگر وہ روک نہ سکی۔ اس نے اپنے ہاتھ میں تھامے کارڈ کو غور سے دیکھا پھر سر جھٹک کر اندر چلی آئی مما لاؤنج میں موجود نہیں تھیں وہ پیکٹ کمرے میں رکھنے کی غرض سے سیڑھیاں چڑھ گئی۔

❀ ... ❀ ... ❀

اس بار نجانے کیا ہوا تھا کہ نبیل نے صلح کرنے میں خود پہل کی تھی۔ مما کے سمجھانے اور ان کی خواہش کے مطابق وہ پھر سے نبیل سے نارمل لہجے میں بات کرنے لگی تھی۔ البتہ نبیل اب کچھ محتاط ہوگیا تھا۔ آج مما کسی پارٹی میں نہیں گئی تھیں بلکہ اپنی لاڈلی بیٹی کا سر اپنی گود میں رکھے اس کے سر کو سہلا رہی تھیں۔ لاج بھی ادھر ادھر کی باتیں کررہی تھی کہ اچانک اسے کچھ یاد آیا۔

"مما! پاپا کا بزنس ٹھیک تو چل رہا ہے نا پچھلے ماہ آپ نے بتایا تھا کہ کمپنی بہت خسارے میں جارہی ہے۔"

"ہاں میری چندا تم فکر مت کرو' میں اور نبیل دیکھ رہے ہیں مگر بیٹا کمپنی بہت بری حالت میں آگئی ہے' ہوسکتا ہے کہ ہمیں اسے بیچنا پڑے ورنہ تو کچھ عرصے میں دیوالیہ بھی ہوسکتا ہے۔" مما کی بات پر لاج نے انتہائی متفکر ہوکر سر اٹھایا۔

"اوہ مما! پھر کیا ہوگا؟"

"میری جان! تم پریشان مت ہو فی الحال نبیل نے کمپنی کو سنبھالا ہوا ہے۔ ان شاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔" مما نے اس انداز سے اسے تسلی دی کہ وہ

قدرے مطمئن سی ہوگئی پھر ادھر ادھر کی باتیں کرتے
اچانک نبیل کی ذات موضوع بن گئی۔

"مما! نبیل کہتا ہے کہ میں انتہائی قدامت پرست اور پینڈو ٹائپ کی ہوں مجھے پہننے اوڑھنے کا سلیقہ نہیں، مجھ میں کوئی بوڑھی روح سمائی ہے جو میں گھومنے پھرنے اور پارٹیز میں نہیں جاتی۔" لاج منہ بنا کر بولی تو مما ہنس دیں۔

"بیٹا نبیل کی زندگی کا بہت عرصہ لندن میں گزرا ہے، وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور وسیع ذہن کا مرد ہے، وہ عورت کو سات پردوں میں چھپا کر اور اسے گھر کی چار دیواری میں مقید کر کے اس کی صلاحیتوں کو زنگ لگانے کا قائل نہیں ہے وہ آج کے دور کا ترقی پسند لڑکا ہے جہاں مرد و عورت برابر ہیں، جہاں عورت صرف بچے پیدا کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ شوہر کی ترقی میں اس کا بھی اہم کردار ہے جسے اسے نبھانا چاہیے اور یہی وقت کا تقاضا ہے، اور اگر ہم وقت کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر نہیں چلیں گے تو تیز چلنے والوں کے پیروں تلے کچل کر روند دیے جائیں گے۔" مما اس کے گھنگریالے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے بولیں۔

"مگر مما! پاپا تو کہتے تھے کہ عورت کا اصل حسن شرم و حیا ہے۔"

"میری جان! بالکل، عورت کا حسن شرم و حیا میں ہے مگر عورت پر یہ فرض بھی ہے کہ وہ اپنے شوہر کا کہا مانے، جو وہ اسے کھلائے وہ کھائے جو اسے پہنائے وہ پہنے، شرم و حیا اپنی جگہ مگر دور حاضر کے بھی تقاضے پورے کرنے ہیں نا، اور پھر شرم و حیا تو آؤٹ آف فیشن چیز ہے اب عورت کا اصل حسن یہ ہے کہ لوگ اس کے حسن و اخلاق کے گیت گائیں، اس کی ذہانت و بولڈنیس سے متاثر ہوں۔" ہائے بیگم یہ کیا سبق پڑھا رہی تھیں لاج کو، لاج کی سمجھ میں نہ آرہا تھا مگر لاج خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

❀ ❀ ❀

اس دن لاج بے حد اداس تھی۔ روحا اپنی نانو کی بیماری کی وجہ سے کچھ دنوں کے لیے گجرانوالہ چلی گئی تھی۔

"آنٹی میں یہی بات لاج کو ہزار بار سمجھانے کی کوشش کر چکا ہوں مگر لاج تو کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتی۔"

کالج سے واپسی پر لاج نے جونہی لاؤنج میں قدم رکھا نبیل کی جھنجلائی ہوئی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ لاج چند ثانیے کے لیے اپنی جگہ کھڑی سی رہ گئی۔ مما لاج کو اندر داخل ہوتا دیکھ چکی تھیں۔

"میری بچی بہت سادہ اور بھولی ہے اسے ایسی ایکٹیویٹیز کا شوق نہیں ہے مگر مجھے معلوم ہے میری بات وہ کبھی نہیں ٹالتی۔ کیوں لاج جانو! میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟" مما اس کی جانب مسکرا کر دیکھتی ہوئی تائید طلب انداز میں بولیں تو لاج یکدم سہم گئی۔

"اوکے آنٹی! میں آپ کی بات مان لیتا ہوں، کل رات میں اسے اپنی ایک ڈنر پارٹی میں لے جانا چاہتا ہوں، اس سے کہیے گا کہ تیار رہے۔" نبیل اسے یکسر نظر انداز کر کے مما سے بولا اور وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے جانے کے بعد لاج من من کے قدموں کو بمشکل اٹھاتی صوفے پر گرنے کے انداز میں ڈھے گئی۔ ایک عجیب سی بے چینی و بے قراری ہمہ وقت اسے اپنے حصار میں لیے رکھتی، وہ کیا چاہتی ہے اس کا دل کیا چاہتا ہے، مما کیا چاہتی ہیں اور پاپا... ! جنہوں نے اسے اس عمر میں وہ باتیں بتائی تھیں جو اس وقت تو اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں مگر اب کچھ کچھ ادراک ہو رہا تھا۔ حقائق واضح ہو رہے تھے۔

"میری بیٹی لاج، میری لاج ہے میرا فخر، میرا غرور ہے میری ناموس، بیٹا عورت کی شرم و حیا ہی اس کی روح ہے اگر اس نے شرم و حیا کو ترک کر دیا تو سمجھو اس کی روح نے اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا پھر وہ محض زندہ لاش بن گئی۔" پاپا کہتے تھے اور مما... اس نے اپنا سر اپنے ہاتھوں پر گرا لیا۔

"میری چندا! آخر کیوں تم خود کے ساتھ ساتھ نبیل کی زندگی میں بے سکونی کے رنگ بھر رہی ہو، وہ تمہارا مستقبل، تمہارا ہونے والا شوہر ہے، آخر تم کیوں نہیں اس کے رنگ میں رنگ جاتیں؟ جیسے وہ چاہتا ہے۔" مما اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے بولیں تو لاج محض خاموش نگاہوں سے ان کی جانب دیکھ کر رہ گئی اور پھر وہ فیصلہ کر کے اٹھی تاکہ اس اندر ہونے والی کشمکش کا خاتمہ ہو سکے۔

❀ ❀ ❀

وسیع و عریض لان میں تنگ، بو کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ بلند و بالا قہقہے اور گلاسوں کے ٹکرانے کا ردھم مل کر عجب سا شور فضا میں پھیلا کر ایک ترنم سا سماں پیش کر رہے تھے۔ لان کے کونے پر آرکسٹرا پر ایک شخص بڑی دلکش سی دھن بجا رہا تھا۔ لاج نے جونہی محفل میں قدم رکھا اسے ایک جھٹکا سا لگا وہ چند ثانیے آنکھیں پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتی رہی۔ یہ کیسی دنیا ہے یہ کیسی جگہ تھی یہ کیسے لوگ تھے کیا یہ اسی زمین کے لوگ ہیں؟

لاج اچھی خاصی پزل ہوگئی وہ پہلی بار اس قسم کی محفل میں آئی تھی جہاں مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہیں تھی جہاں تمام عورتیں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور مخالف جنس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے پستی میں گری ہوئی تھیں۔

"اوہ ہیلو نبیل ڈیئر! کیسے ہو ہنی؟" ایک انتہائی الٹرا ماڈرن لڑکی منی بلیک اسکرٹ پر پنک ٹاپ پہنے اٹھلاتی ہوئی نبیل کے پاس آکر بولی۔

"آئی ایم فائن بے بی! ان سے ملو یہ ہیں مائی فیانسی لاج ابراہیم۔" نبیل نے نہایت خوش دلی سے اس کا تعارف کروایا۔

"اوہ!" پنکی نے اپنے گلابی لبوں کو سیٹی کے انداز میں سکیڑتے ہوئے لاج کو اوپر سے نیچے تک بغور دیکھا۔ مما کے کہنے پر اس نے انتہائی چست پینٹ کے ساتھ بلیک ہی ٹراؤزر زیب تن کر رکھا تھا۔ پنکی اور اس جیسی دیگر لڑکیوں کو دیکھ کر اسے اپنا لباس بہت بہتر لگ رہا تھا۔

"نبیل تمہاری فیانسی تو بہت بیک ورڈ سی ہے پلیز تم مائنڈ مت کرنا تمہیں معلوم ہے ناں کہ میں اسٹریٹ فارورڈ لڑکی ہوں۔" پنکی اپنے سرخ بالوں کو ایک ادا سے جھٹکتی کندھے جھکا کر بولی۔

"ڈیئر نبیل فاروقی کے ساتھ رہے گی تو سب سیکھ جائے گی۔" نبیل کے اس جملے سے لاج کا چہرہ ذلت کے احساس سے سرخ ہوگیا پنکی نے ایک ادا سے کہا۔

"ہوپ سو" اور کسی دوسرے مرد کو دیکھ کر وہاں سے روانہ ہوگئی تو لاج نے نبیل کے کان میں سرگوشی کی۔

"نبیل پلیز! یہاں سے چلو مجھے بہت گھٹن ہو رہی ہے۔"

"شٹ اپ لاج! یہاں سب ایلیٹ کلاس کے لوگ ہیں، سب اس ملک کی وی آئی پی شخصیات ہیں، تم اپنے چہرے کا زاویہ درست کرو اور میرا موڈ خراب مت کرو سمجھیں۔" نبیل کے اس طرز تخاطب پر لاج ششدر سی اسے دیکھتی رہ گئی۔ پہلی بار اس نے لاج سے اتنے کھردرے انداز میں بات کی تھی ورنہ ہمہ وقت اس کا لہجہ شہد آگیں ہوتا تھا۔ نبیل اس کا سرد برف ہاتھ سختی سے پکڑ کر اندر کی جانب بڑھا۔

"ارے مسٹر نبیل کیسے ہیں آپ؟" ایک پکی عمر کا مرد ہاتھ میں مشروب کا گلاس اٹھائے دائیں کندھے سے ایک خاتون کو لگائے نبیل کے راستے میں آگیا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں مسٹر لاکھانی، آپ کا بزنس ماشاء اللہ بہت ترقی کر رہا ہے۔ مبارک ہو۔" نبیل اپنی باچھیں گالوں تک چیرتے ہوئے انتہائی خوشامدانہ انداز میں بولا۔ وہ مارے خوشی و جوش کے پھولے نہیں سما رہا تھا کہ مسٹر لاکھانی جیسا بڑا بزنس مین خود اس سے مخاطب ہوا ہے ورنہ تو وہ نبیل کے ہیلو کا جواب بھی طوعاً و کرہاً دیتے تھے۔

"بھئی یہ بات تو ہمارے لیے کوئی نئی نہیں ہے۔" مسٹر لاکھانی بے پروائی سے بولے پھر اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھیں لاج کے سراپے پر گاڑتے ہوئے بولے۔

"مسٹر نبیل یہ پریٹی گرل کون ہے؟"

"یہ میری فیانسی ہے لاج۔" نبیل جلدی سے بولا پھر وہ لاج کی جانب دیکھ کر گویا ہوا۔

"لاج یہ ہمارے بزنس کی دنیا کے بے تاج بادشاہ ہیں۔ ابھی حال ہی میں انہوں نے ایک موبائل لانچ کیا ہے۔" لاج کو اس تفصیل سے کوئی سروکار نہیں تھا وہ غائب دماغی سے وہاں کھڑی رہی۔

"نبیل! بھئی انہیں بھی ہماری پارٹی میں لاؤ۔" مسٹر لاکھانی نے انتہائی بے باکی سے اس کے سراپے کا جائزہ لیتے ہوئے گلاس میں تھامے ہاتھ سے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ضرور سر! میں ضرور ان کو آپ کی پارٹی میں لاؤں

گا۔" نبیل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مسٹر لاکھانی کی اس دعوت پر ان کے ہاتھوں کو چومنا شروع کر دیتا۔

"لاکھانی ڈیئر' وہ دیکھو تمہارا بزنس حریف سالک مرزا۔" مسٹر لاکھانی کے ساتھ کھڑی خاتون ایک شخص کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولیں۔

"اوکے نبیل پھر تم سے ملاقات ہوگی۔" یہ کہہ کر لاج پر ایک بھرپور نگاہ ڈال کر مسٹر لاکھانی سالک مرزا کی طرف مڑ گئے۔ جبکہ نبیل کو اس پل نجانے کون سی شخصیت نظر آ گئی وہ اسے یہیں رکنے کا کہہ کر نجانے کہاں چلا گیا اور وہ تنہا کھڑی رہ گئی پھر تھکے تھکے قدموں سے نسبتاً ایک کونے کی میز پر بیٹھ گئی ویٹر نے آ کر اسے ڈرنک سرو کرنا چاہی مگر گلاس میں عجیب رنگ و بو کے مشروب کو دیکھ کر اس نے ڈرنک لینے سے انکار کر دیا۔ ویٹر روبوٹ کی مانند وہاں سے چل دیا۔ اسی پل ماحول میں یک لخت بے چینی سی پھیل گئی۔ ہلکا سا شور اٹھا کہ "منسٹر صاحب آ گئے" ہر کوئی داخلی دروازے کی جانب بڑھا تھا۔ اس منظر نے لاج کو خاصا حیران کیا۔

"ایسی کون سی اہم شخصیت یہاں آ گئی جو اتنے بڑے بڑے لوگ یوں بھکاریوں کی مانند اس کی جانب لپکے ہیں۔" لاج خود سے بولی پھر اس نے وہاں جمگھٹا سا دیکھا پھر آہستہ آہستہ یہ جمگھٹ چھٹا تو لاج بھی تجسس کے عالم میں دیکھنے لگی کہ آخر یہ شخصیت ہے کون....؟ لوگوں کے درمیان راجا اندر کی مانند کروفر کے ساتھ آتا وہ شاندار شخص گرے تھری پیس سوٹ میں، تنی آن بان سے چل رہا تھا کہ اسے لگا وہ یہاں موجود ہر چیز کو تسخیر کر لے گا۔ لاج نے اس شخص کو بغور دیکھا جو ماتھے پر بل ڈالے آنکھوں میں فریم لیس چشمہ پہنے گھنی مونچھوں تلے عنابی ہونٹوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیے لوگوں کے سلام کا جواب محض سر ہلا کر دے رہا تھا۔ یکدم غور سے اسے دیکھتے دیکھتے لاج کے ذہن میں جھماکا ہوا۔

"میں نے اس شخص کو دیکھا ہے مگر کہاں دیکھا ہے۔" لاج نے الجھ کر خود سے استفسار کیا اور بڑی گہرائی سے سوچنے لگی کہ اس شخص کو کہاں دیکھا ہے؟ یکدم وہ منظر اس کے دماغ کی اسکرین پر روشن ہو گیا۔ اس دن جب وہ روحی کے ساتھ شاپنگ کرنے آئی تھی تو یہی بندہ ایک لڑکی کے ساتھ آیا تھا۔ یکدم لاج کی نگاہوں میں اس لڑکی کا معتبر چادر میں چھپا سراپا گھوم گیا۔

"او مائی گاڈ لاج! تم میرے لیے آج اتنی لکی ثابت ہوئی ہو کہ میں تمہیں کیسے بیان کروں۔ مسٹر لاکھانی نے مجھے آج خود اپنے بزنس کے شیئرز خریدنے کی آفر کی ہے۔ ارے مسٹر لاکھانی کے شیئر ہولڈر بننے کا مطلب بندہ کروڑ پتی بن گیا۔" وہ انتہائی جوش و مسرت کے جذبے میں گھر کر اس کے پاس آ کر بولا۔

"چلو تمہیں مبارک ہو۔" لاج پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"تم یہاں کونے میں کیوں بیٹھ گئیں' آؤ میں تمہیں اس تقریب کی جان سے ملواتا ہوں۔"

"نہیں نبیل! مجھے کسی سے نہیں ملنا' تم جا کر خود مل لو اور پلیز ذرا جلدی فارغ ہونے کی کوشش کرو' مجھے گھر جانا ہے۔" لاج بیزاری سے بولی۔

"گھر تو جانا ہی ہے' پہلے تم میرے ساتھ چلو تو سہی۔" نبیل نے اسے زبردستی کھڑا کیا پھر جس ہستی کے سامنے اس نے لا کھڑا کیا اس کے رعب و دبدبے کے سامنے لاج سے نگاہ اٹھانا مشکل ہو گیا۔

"سر یہ میری فیانسی لاج ہیں اور لاج یہ بزنس ٹائیکون مسٹر حشم گردیزی ہیں۔" نبیل نے تعارف کی رسم نبھائی تھی۔

"مسٹر نبیل! لگتا ہے حوروں نے جنت چھوڑ کر زمین پر پناہ لے لی ہے۔ آپ کی فیانسی کو دیکھ کر اس بات کا احساس ہو رہا ہے۔" کسی کونے سے ایک بھاری مردانہ آواز ابھری تو ایک بے ہنگم قہقہہ گونج اٹھا۔ لاج تو جیسے زمین میں گڑ گئی۔ اس نے بے ساختہ نبیل کی جانب دیکھا جو ان کی ہنسی کا ساتھ دے رہا تھا پھر اچانک اس کی نگاہ حشم گردیزی پر پڑی جو انتہائی گہری نگاہوں سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ نگاہوں کے تصادم پر لاج نے فوراً اپنی نظریں جھکا لیں۔

مقابل کی آنکھوں میں عجیب سی مقناطیسیت تھی جو مقابل کو اپنی جانب کھینچتی تھی۔ لاج اب مزید ایک منٹ بھی یہاں رکنے کی روادار نہیں تھی وہ جانے کو مڑی تھی۔
"ارے مس لاج آپ کہاں چلیں...!" مگر لاج ان سنی کر کے وہاں سے پلٹ گئی۔ نبیل لاج کے اس اقدام پر کچھ شرمندہ سا ہو گیا۔
"مم... میں ابھی آتا ہوں۔" نبیل یہ کہہ کر لاج کے پیچھے لپکا۔

❁ ❁ ❁

وہ خالی خالی نگاہوں سے آسمان کو تکنے لگی۔ پوری کائنات اس وقت تاریکی و خاموشی کی پرسکون ردا اوڑھے محو خواب تھی بس اس کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ اس کے لبوں کی طرح دل بھی چپ اور مہر بہ لب تھا کہ دور سے موذن کی دل سوز و دل گداز آواز نے فضا کی اداسی کو یک لخت پرنور چہکار میں بدل دیا۔ تھوڑی دیر پہلے دکھائی دینے والا سیاہ آسمان جیسے محبوب کی جھلک دیکھ کر پرمسرت ہو گیا' ستارے بھی صبح کاذب کی آمد پر اونگھنے لگے۔ کائنات کی ہر شے ایک نئی روشن اور قیمتی صبح کی آمد پر جھومنے لگی تھی۔ وہ آہستگی سے بینچ سے اٹھی اور پھولوں کے قریب آ گئی' پنک روز کی چٹکتی کلی پر گرے شبنم کے قطرے اسے مسکراتے ہوئے محسوس ہوئے اس نے ایک جائزانہ نگاہ اپنے اطراف میں ڈالی۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

اسکول کے زمانے میں پڑھے ہوئے شعر کا مصرع اس پل اس کے ذہن میں گونجا۔
"قدرت کی سب سے حسین تخلیق عورت ہے جس کے بنا کائنات کا ہر رنگ پھیکا ہے۔ عورت تو دنیا کی سب سے خوب صورت حسین اور نازک تخلیق ہے۔" لاج خود سے بڑبڑا کر بولی۔ یکدم اس کی سماعتوں پر مما کے الفاظ گونج اٹھے۔
"عورت قدرت کا حسین و منفرد شاہکار ہے جسے حسن و نزاکت کے سنگھار سے سجایا ہے تاکہ وہ اس قوی مرد کے دل میں اپنے رنگین وجود کی بدولت حکمرانی کر سکے۔ وہ مرد جو بڑی سے بڑی جنگ میں فاتح ہو مگر عورت کی ایک نگاہ التفات میں اس کی ساری طاقت ساری مردانگی سرنگوں ہو جائے اور اس کے قدموں کی دھول کو وہ اپنے لیے سعادت سمجھے وہ ہر روز اپنے حسن کے نت نئے جلوے دکھا کر اسے ہر بار مبہوت کر دے۔"
لاج نے سر اٹھا کر کائنات میں روشنیاں بکھیرتے سورج کو طلوع ہوتے دیکھا۔ میری مما بھی تو ایک عورت ہیں جنہوں نے مجھے اس وقت گلے لگایا جب میرے باپ کے خونی رشتوں نے مجھے دھتکار دیا تھا۔ وہ میری سگی ماں نہ ہونے کے باوجود اپنی ممتا کے آبشار سے مجھے ہمیشہ سیراب کرتی رہیں اب میری باری ہے کہ میں اپنی مما کو خوشی و سکون فراہم کروں۔" لاج خود سے کہتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

❁ ❁ ❁

لاج مما کی ہر بات پر سر تسلیم خم کرتی گئی۔ آئے دن نبیل کے ساتھ پارٹیاں اٹینڈ کر کے وہ خاصی خود اعتماد ہو گئی تھی۔ نبیل اور مما اس کی اس تبدیلی پر بے پناہ خوش تھے۔ نبیل کے کاروبار میں ترقی کی رفتار تیز ہوتی گئی اور اس کا سارا کریڈٹ لاج ابراہیم کو جاتا تھا۔ روحا بجائے ایک ہفتے کے پورا ایک مہینہ رہ کر گجرانوالہ سے آئی تھی۔ کیونکہ اس کی نانی کی وفات ہو گئی تھی۔ چالیسویں کے فوراً بعد اس نے اپنے شہر کی راہ لی مگر یہاں تو جیسے شہر کی فضا ہی بدل گئی تھی۔ وہ لاج کے اس روپ کو دیکھ کر ششدر تھی۔ انتہائی فٹنگ کے کاج یونیفارم میں لمبے بالوں کے بجائے اخروٹی رنگ کے کرلی بال شانوں پر پھیلائے قدرتی گلابی لبوں پر لپ اسٹک کا شیڈ دیے وہ خوبصورت دکھائی دینے کے باوجود اسے اچھی نہیں لگ رہی تھی۔
"لاج! یہ تمہیں کیا ہو گیا؟ تم اتنی کیسے بدل گئیں؟" روحا اپنی حیرت کو زبان پر لاتے ہوئے بولی۔
"کیوں مجھے کیا ہوا ہے؟" لاج کندھے اچکا کر بے پروا انداز میں بولی۔
"ارے میری جان! میں تو بالکل گنوار تھی پہلے زندگی

کے رنگوں اور روشنیوں سے خوامخواہ دور بھاگنے والی' مگر تھینکس ٹو مما جنہوں نے مجھے زندگی کے حقیقی رنگوں سے آشنا کروا دیا ورنہ تو میری زندگی بے رنگ ہی گزر جاتی۔" آخر میں وہ قہقہہ لگا کر بولی۔
"جنہیں تم زندگی کے حقیقی رنگ سمجھ رہی ہو اور ان رنگوں میں رنگنے کی کوشش کر رہی ہو' پگلی! مجھے ڈر ہے کہ یہ خوشنما نظر آنے والے رنگ تمہارے اندر کی شرم و حیا کے رنگوں کو بدنما اور بے رنگ نہ کر دیں' یہ پرفریب روشنیاں تمہارے کردار کی چمک اور روح کے نور کو ماند نہ کر دیں' یہ تم کس راستے پر چل نکلی ہو لاج..." روحا انتہائی دکھ و تاسف سے بولی۔
"روحا مت کیا کرو ایسی فضول باتیں۔" لاج تقریباً روحا پر برس پڑی۔
"شاید یہی فضول باتیں تمہارے پاپا بھی کرتے تھے۔" روحا استہزائیہ انداز میں اسے دیکھ کر بولی۔
یکدم لاج کے اندر بہت سے کانچ ٹوٹے تھے۔ وہ ایک اذیت محسوس کر کے رہ گئی لیکن خلاف توقع خاموش رہی پھر روحا کو اچانک کچھ یاد آیا تو استفسار کر بیٹھی۔
"تمہارے ددھیال والے کہاں ہیں' تم انہیں ڈھونڈنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں۔"
"نام مت لو ان لوگوں کا جنہوں نے صرف میری ماں سے پسند کی شادی کرنے پر میرے پاپا اور انہیں اپنی زندگی سے بے دخل کر دیا یہاں تک کہ مرتے وقت میرے پاپا سے ملنے تک نہیں آئے میں بھلا کس برتے پر انہیں تلاش کروں؟ وہ میری جدائی میں ہرگز نہیں پگھل رہے بلکہ انہیں تو یاد بھی نہیں ہوگا کہ ان کا ایک بیٹا تھا جس کی ایک بیٹی بھی تھی۔" لاج زہرخند لہجے میں بولی تو روحا کے پاس لاج کی بات کا کوئی جواب نہ تھا۔ سو خاموش رہی مگر تھوڑی دیر بعد وہ فقط اتنا ہی بول سکی۔
"تم ٹھیک نہیں کر رہیں۔ ایسی بند گلی کی جانب محو سفر ہو جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے تم کھو جاؤ گی لاج! پلیز' ایسا مت کرو۔ ورنہ خود کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے تم تھک جاؤ گی' آبلہ پائی سے تمہاری روح تک جھلس جائے گی مگر لاج تمہیں پھر کہیں نہیں ملے گی کیونکہ تم خود جیتے جی اسے دیوار میں چن رہی ہو۔" لاج وہاں سے خاموشی سے اٹھی پھر چند قدم پر رکی مگر پلٹ کر روحا کو نہیں دیکھا۔
"شاید یہی لاج ابراہیم کا نصیب ہے۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے تیزی سے نکل گئی۔

❁ ❁ ❁

لاج پوری محفل کی جان بنی ہوئی تھی' ہر کوئی چاہ رہا تھا کہ لاج اس سے صرف چند منٹ کے لیے ہی بات کر لے جبکہ پارٹی میں آئی دیگر خواتین لاج کی اس قدر پذیرائی و توجہ پر جل کر خاکستر ہو رہی تھیں' جسے دیکھ کر ہر مرد پروانے کی مانند اس پر نثار ہونے کو تیار تھا۔ مسٹر لاکھانی نے یہ پارٹی نبیل اور اپنی پارٹنرشپ کے اعزاز میں دی تھی۔ آج سے نبیل اور مسٹر لاکھانی ایک دوسرے کے بزنس پارٹنر تھے۔ سفید سچے موتیوں کے کام والی ساڑی میں چست سلیولیس بلاؤز میں ملبوس' ڈائمنڈ کا قیمتی و منفرد سیٹ پہنے لاج آسمان سے اتری اپسرا لگ رہی تھی یہ پارٹی مسٹر لاکھانی کے محل نما گھر کے خوبصورت لان میں ارینج کی گئی تھی۔ مسٹر لاکھانی نے اس کو اپنے ہمراہ لے جا کر اپنے گھر کا کونا کونا دکھایا تھا۔
"مسٹر لاکھانی! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کی چوائس بہت اعلیٰ اور منفرد ہے۔" لاج گھر کی سجاوٹ و بناوٹ کو دیکھ کر کھلے دل سے بولی۔
"واقعی میری چوائس بہت اعلیٰ اور منفرد ہے۔" مسٹر لاکھانی سامنے لگے قد آدم آئینے میں لاج کے عکس کو دیکھ کر ذومعنی لہجے میں بولے تھے۔ پارٹی کے اختتام پر مسٹر لاکھانی نے لاج کو پہلی بار اپنے گھر آنے کی اعزاز میں وائٹ گولڈ کا ڈائمنڈ سیٹ پیش کیا تو وہ متذبذب ہوئی۔ اس نے الجھ کر نبیل کی طرف دیکھا۔
"مسٹر لاکھانی جب اتنی محبت سے یہ گفٹ دے رہے ہیں تو تم انکار مت کرو۔" نبیل خوشامدانہ انداز میں بولا۔
"مگر لاکھانی صاحب! یہ تو بہت قیمتی ہے۔" لاج ہچکچا

کر بولی۔

"یہ ہرگز قیمتی نہیں ہے لاج ہاں اگر آپ اسے شرف قبولیت بخشیں گی تو یہ ضرور قیمتی ہو جائے گا۔" مسٹر لاکھانی لہک کر بولے تو ناچار لاج نے وہ سیٹ لے لیا۔

❀ ❀ .... ❀
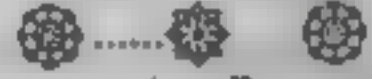
"ہیلو سر! میں نبیل فاروقی بات کر رہا ہوں' میزان اینڈ کو کا ایم ڈی۔" نبیل انتہائی خوش اخلاقی سے سیل فون پر اپنا تعارف کراتے ہوئے بولا۔

"سر! آپ ہمارے شہر آئے ہوئے ہیں پلیز ہمیں بھی اپنی مہمان نوازی کا شرف عطا کیجیے۔" سامنے والا شاید بڑی پارٹی تھا جب ہی نبیل خوشامد کر رہا تھا۔ لاج نے میگزین کی اوٹ سے ایک نظر نبیل کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے سر! کل رات میں آپ کا انتظار کروں گا' تھینک یو سر تھینک یو سو مچ۔" وہ انتہائی گھگھیا کر بولا پھر سیل آف کر کے بڑے جوش سے لاج کی جانب متوجہ ہوا۔

"ڈارلنگ! کل رات بہت زبردست پارٹی ہے' تم ایسا کرو پارلر جا کر کچھ فریش ہو جاؤ' کل تمہاری تیاری کچھ اسپیشل ہونی چاہیے۔ پتا ہے کل حشم گردیزی آ رہا ہے۔ بہت پاورفل شخصیت ہے۔" نبیل کی بات پر وہ بے پروائی سے سر اثبات میں ہلا گئی۔

"تعریف و تحسین تو عورت کا ازل کا حق ہے جو وہ اپنے ہوش ربا جلوے اور خوبصورتی و رعنائیاں دکھا کر ابن آدم سے اس کا خراج وصول کرتی ہے۔" سوفٹ ڈرنک کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتی لاج کے کانوں میں کسی خاتون کے الفاظ ٹکرائے تو ایک لمحے کے لیے اس کے ہاتھوں میں لرزش طاری ہو گئی۔

"ارے لاج! آپ یہاں کیوں تنہا بیٹھی ہیں۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ پارٹی کے رنگ کچھ پھیکے پھیکے سے لگ رہے ہیں' آپ کو دیکھا تو خیال آیا روشنی و رنگینی تو یہاں خلوت میں براجمان ہے۔" عاطف اقبال جو ایک معروف گارمنٹس فیکٹری کا مالک تھا۔ لاج کو وہاں بیٹھے دیکھ کر فوراً دوڑتا ہوا آیا۔

"روشنی و رنگینی!" وہ زیر لب بڑبڑائی۔

"لاج آر یو او کے! آپ ٹھیک تو ہیں نا۔" عاطف اقبال اسے یوں غائب دماغی سے بڑبڑاتا دیکھ کر قدرے تشویش سے بولا۔ اسی پل نبیل چہکتا ہوا آن پہنچا۔

"بھئی میں نے آپ دونوں کو ڈسٹرب تو نہیں کیا نا۔" نبیل شرارت سے بولا تو عاطف اقبال قہقہہ لگاتے ہوئے گویا ہوا۔

"یار ڈسٹرب بھی کرتے ہو اور پھر معصومیت سے پوچھتے ہو کہ ڈسٹرب تو نہیں کیا؟ ویسے تمہاری فیانسی کی طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔" اس بات پر نبیل نے چونک کر اسے دیکھا۔ سرخ رنگ کی ساڑی میں وہ ایسا شعلہ لگ رہی تھی کہ قریب آنے والے کو اپنی تپش سے جیسے جلا کر خاکستر کر دے۔

"کیا ہوا ڈیئر؟" نبیل نے استفسار کیا۔

"میرے سر میں کچھ درد ہے۔" لاج بمشکل تمام اپنے آپ کو سنبھال کر بولی۔

"تو کوئی ٹیبلٹ لے لو نا! دیکھو ابھی تھوڑی دیر میں حشم گردیزی آنے والے ہیں۔ ان کے سامنے تمہیں ایک دم فریش اور ایکٹو نظر آنا چاہیے آخر ہم اس پارٹی کے میزبان ہیں اتنا بجھا ہوا چہرہ تم حشم گردیزی کے سامنے لے کر جاؤ گی تو وہ کیا سوچیں گے؟" نبیل کو لاج کی طبیعت سے زیادہ حشم گردیزی پر امپریشن ڈالنے کی فکر تھی۔

"عاطف اقبال صاحب! مجھے یاد آیا کہ آپ کو مسز راحیل بڑی بے قراری سے ڈھونڈ رہی تھیں۔" نبیل اچانک چونک کر انتہائی معنی خیز لہجے میں ان سے بولا۔

"اوہ تو یار! تم جانتے ہو نا کہ وہ لیڈی کتنی" عاطف اقبال جملہ ادھورا چھوڑ کر یکدم مسکرانے لگا۔

"آپ کچھ بھی کہیے مگر ان میں ایک غیر معمولی کشش ہے جو مقابل کو ہوش میں زیادہ دیر رہنے نہیں دیتی اور آج تو وہ کچھ اور زیادہ پرکشش لگ رہی ہیں۔" نبیل انتہائی بے ہودگی سے بولا تو لاج کا سر درد کے مارے پھٹنے لگا۔

"اچھا ایسی بات ہے تو ہم ذرا ان سے مل کر آتے ہیں۔" عاطف اقبال مسکراتے ہوئے وہاں سے چل دیا تو

نبیل نے ایک نگاہ لاج کے ستے ہوئے چہرے پر ڈالی اس سے پہلے کہ وہ اسے کوئی تنبیہہ کرتا حشم گردیزی کی آمد کا شور اٹھا اور نبیل فی الحال اس سے کچھ بھی کہنے کا ارادہ ترک کر کے وہاں سے چلا گیا۔

"مسٹر نبیل! آئی ایم سوری میں آپ کو زیادہ وقت نہیں دے پاؤں گا مجھے اس وقت بہت اہم میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے۔" حشم گردیزی اپنی گمبھیر و دلکش آواز میں بولا تو نبیل نے جلدی سے کہا۔

"سر یقیناً آپ کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ مگر پلیز تھوڑی دیر کو رک جائیے۔" نبیل کی بات پر حشم گردیزی نے کندھے اچکا کر بے پروائی سے جونہی دوسری جانب نگاہ اٹھائی لاج کو ڈھیلے ڈھالے انداز میں بیٹھا دیکھ کر وہ نبیل سے گویا ہوا۔

"آج آپ کی فیانسی بہت ڈل لگ رہی ہیں کوئی پرابلم ہے؟" نبیل یہ سن کر بری طرح شرمندہ ہو گیا۔

"نو سر! کوئی پرابلم نہیں ہے۔ دراصل ان کے سر میں درد ہے۔" یہ کہہ کر اس نے وہیں سے لاج کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا اور سوئے اتفاق لاج نے بھی نگاہ اٹھا کر اسی جانب دیکھا تھا بادل نخواستہ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان دونوں کے قریب آئی اور انتہائی آہستگی سے حشم گردیزی کو "ہیلو" کہا۔

"آپ کا فارم ہاؤس کافی اچھا ہے۔" حشم گردیزی نے فارم پر طائرانہ نگاہ ڈال کر کہا۔

"سر آپ نے تو فارم ہاؤس اندر سے دیکھا ہی نہیں لاج! تم ذرا حشم صاحب کو فارم دکھاؤ میں جب تک ڈنر کے انتظامات دیکھتا ہوں۔" نبیل لاج کو حکم صادر کر کے یہ جا وہ جا۔ مجبوراً لاج حشم گردیزی کو فارم ہاؤس کے اندر لے آئی۔

"سر! یہ اس فارم کا وی آئی پی روم ہے۔" لاج حشم گردیزی کو ایک ایسے کمرے میں لے آئی جو اس زمین کا ہرگز نہیں لگ رہا تھا۔ صندل کی لکڑی کے دروازے کے بالکل سامنے چوڑی اور اونچی دیوار پر بڑے سے ایکیوریم میں خوب صورت مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ کمرے کے بیچوں بیچ مخملیں بستر پر نرم تکیے اور کشنز کی سیٹنگ کمال کی تھی۔ دبیز ایرانی قالین جس میں پیر دھنسے جا رہے تھے سائیڈ پر خوب صورت سا قد آور لیمپ اپنی روشنی سے اس کمرے کی دلکشی میں چار چاند لگا رہا تھا اسپلٹ کی ٹھنڈک اور مختلف انواع واقسام کے پھولوں کے گلدستوں سے پھوٹتی خوشبو کمرے کو نئی دلہن کا روپ بخش رہے تھے ایک سائیڈ پر انتہائی دلکش اور جدید صوفے سلیقے سے رکھے ہوئے تھے اور بلند کھڑکیوں پر مخملیں پردے اس کمرے کو فارم میں ہونے والی پارٹی سے بالکل الگ تھلگ بنا رہے تھے۔ حشم گردیزی کے لبوں پر اس کمرے میں قدم رکھتے ہی ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"آپ پلیز یہاں تشریف رکھیے نبیل بس ابھی آتا ہوگا۔" لاج نے اسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود نبیل کا انتظار کرنے کی غرض سے ادھر ادھر کمرے میں ٹہلنے لگی۔ لاج کی بس خوابناک طلسمی کمرے میں موجودگی کمرے کی آرائش کی طرح ایک اضافہ تھی۔

"میرا خیال ہے آپ بھی اب بیٹھ جائیے ورنہ ٹہلتے ٹہلتے آپ کی ٹانگیں درد کرنے لگیں گی۔" حشم گردیزی کے لہجے میں نجانے کیا تھا لاج سمجھ نہ سکی چونک کر حشم گردیزی کی جانب دیکھا۔

"نبیل سے کہیے گا ڈنر پھر کبھی سہی مجھے دیر ہو رہی ہے۔" یہ کہہ کر حشم گردیزی یکدم اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوکے میں نبیل سے کہہ دوں گی۔" لاج ہموار لہجے میں بولی تو حشم گردیزی اس پر ایک نگاہ ڈال کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد نبیل ایک ویٹر کے ہمراہ کمرے میں آیا تو حشم گردیزی کو نہ پا کر لاج سے استفسار کیا۔

"انہیں دیر ہو رہی تھی اس لیے وہ چلے گئے۔" لاج کی بات پر نبیل نے بے ساختہ اپنے ہاتھ کا مکا بنا کر اپنی ہتھیلی پر مارا۔

"اوہ شٹ!" لاج نے چونک کر اسے دیکھا پھر نبیل نے ویٹر کو ٹرے ٹیبل پر رکھ کر باہر جانے کا حکم دیا تو ویٹر ٹرے رکھ کر خاموشی سے باہر چلا گیا۔ نبیل کا موڈ کچھ آف لگ رہا تھا۔ وہ ٹیبل کے پاس آیا اور بلوریں گلاس میں سرخ رنگ کا مشروب انڈیلا اور اسے ایک ہی گھونٹ میں حلق سے اتار لیا پھر دوبارہ اس نے مشروب نکالا اور ایک ہی گھونٹ میں پی گیا لاج خاموشی سے نبیل کو دیکھ رہی تھی تیسری بار جب اس نے بوتل سے مشروب گلاس میں انڈیلا تو سرخ نگاہوں سے لاج کی طرف دیکھا پھر دھیرے سے اٹھا اور گنگناتے ہوئے لاج کے بالکل قریب آن کھڑا ہوا۔ لاج اسے اپنے اتنے پاس دیکھ کر گھبرا سی گئی۔

"لاج مائی لو مائی لائف یو لو می ناں؟" نبیل اس کے کان میں آ کر گنگنایا تو لاج اچانک پزل ہو گئی۔

"بولو مجھ سے پیار کرتی ہو ناں۔" نبیل اپنی انگلی سے اس کی تھوڑی اونچی کر کے بولا۔

"نبیل! تمہاری اور مما کی خاطر ہی تو میں نے اپنے آپ کو چینج کیا ہے۔ تمہاری پسند میں پوری طرح سے ڈھل گئی ہوں تمہیں اور کیا چاہیے؟" لاج سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"جان نبیل! آج تم میرے اتنے قریب ہو جیسے دل سے دھڑکن جیسے روح سے جسم۔" لاج نے اپنے چہرے پر سرسراتے نبیل کے ہاتھ کو جھٹکا۔

"نبیل! مجھے چھونا نہیں۔" وہ بمشکل اتنا ہی بولی تھی کہ اچانک دھڑ سے دروازہ کھلا۔ سامنے حشم گردیزی کو پا کر نبیل قدرے حیران ہوا۔

"سر آپ ......؟" وہ ہڑبڑا کر بولا۔ حشم گردیزی نے ایک نگاہ لاج پر ڈالی اور دوسری نگاہ نبیل پر۔

"میں اپنا سیل فون یہاں بھول گیا تھا۔" حشم گردیزی نے سائیڈ ٹیبل پر دھرے فون کی جانب اشارہ کیا۔

"اوہ شیور سر!" یہ کہہ کر نبیل سیل فون کی جانب بڑھا اس اثناء میں لاج نے اپنی تمام ہمتیں مجتمع کر کے خود کو کمپوز کیا۔ اس وقت حشم گردیزی فرشتہ بن کر نازل ہوا تھا۔

"نبیل! مجھے ابھی اور اسی وقت گھر جانا ہے۔" لاج انتہائی سخت لہجے میں بولی تو حشم گردیزی نے اسے بغور دیکھا۔ وہ اس لمحے بہت گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔

"چلیں گے لاج ابھی تھوڑی دیر ......!"

"نہیں! مجھے ابھی اور اسی وقت گھر جانا ہے۔" لاج نے تنک کر نبیل کی بات کاٹی تو وہ کچھ خفیف سا ہو گیا۔

"سر آپ پلیز مجھے گھر ڈراپ کر سکتے ہیں۔" نبیل نے اپنا ہو کے اس سے تھوڑی دیر پہلے جو سلوک کرنا چاہا تھا اس سے لاج ڈر گئی بہتر تھا کہ رات کی اس تنہائی میں وہ اس غیر شخص کی ساتھ روانہ ہو جاتی۔ نبیل کو ایسا لگا جیسے لاج نے اس کی بہت بڑی مشکل آسان کر دی۔

"ہاں ہاں لاج تم حشم گردیزی صاحب کے ساتھ چلی جاؤ مجھے کچھ دیر ہو جائے گی۔ اور تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔" نبیل انتہائی نرمی سے بولا۔

"اوکے آئیے میرے ساتھ ......" حشم گردیزی یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا تو لاج نبیل پر نگاہ ڈالے بنا حشم گردیزی کے پیچھے چل دی۔ حشم گردیزی کے ساتھ اسے جاتے دیکھ کر کچھ مہمانوں نے حسرت اور کچھ نے مسکرا کر دیکھا پھر اپنے مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ یہ منظر ان کے لیے نیا نہیں تھا۔

"تھینک یو گردیزی صاحب اب میں خود چلی جاؤں گی آپ کو خوامخواہ میں زحمت ہوگی۔" لاج سہولت سے بولی تو یکدم حشم گردیزی کو اس احمق لڑکی پر زبردست طیش آیا۔

"کیوں کسی اور ڈل اونر یا بزنس مین کے ساتھ جانے کا ارادہ ہے؟" حشم گردیزی کے زہر سے بھی زیادہ تلخ الفاظ پر لاج نے اسے اچنبھے سے دیکھا۔

"جی ......!" وہ فقط اتنا ہی بول پائی۔

"اوکے! شوق سے دوبارہ اندر جائیے اور کسی کو بھی ہم سفر منتخب کر لیجیے اور اگر اکیلے جانے کا ارادہ ہے تو راہ چلتے لٹیروں کی عید کرا دیجیے۔" حشم گردیزی کندھے اچکا کر انتہائی کٹیلے لہجے میں کہتا اپنی جیپ کی جانب بڑھا جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر باوردی ڈرائیور اور گن مین اس کے منتظر تھے بات جب تک لاج کی سمجھ میں آئی حشم گردیزی جیپ میں بیٹھ چکا تھا وہ تقریباً دوڑتی ہوئی اس تک پہنچی۔

"آپ پلیز مجھے گھر چھوڑ دیجیے۔" وہ جلدی جلدی بولی اور اس کا جواب سنے بنا ہی دروازہ کھول کر دروازے سے

چپک کر بیٹھ گئی۔ اگلے پل ایک جھٹکے سے جیپ چل دی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

لاج روحا کے گلے لگ کر اتنا پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ روحا کے بھی آنسو بہہ نکلے۔ وہ جان گئی تھی کہ اس کے باپ کی نیکی نے اسے بدی کی طرف جاتے جاتے روک لیا ہے۔ روحا نے اس کو جی بھر کر رونے دیا کافی دیر بعد جب لاج رو رو کر تھک گئی تو روحا نے اسے پانی پلایا۔ روحا شکر کر رہی تھی کہ کینٹین کی جانب بنے گراؤنڈ میں اکا دکا لڑکیوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا جو ان سے کافی فاصلے پر اپنے آپ میں مگن تھیں۔ پانی پی کر لاج خود ہی سب کچھ بتاتی چلی گئی۔

"لاج! حشم گردیزی تو واقعی فرشتہ ثابت ہوا ورنہ نبیل تمہاری بے بسی کا بھرپور فائدہ اٹھا سکتا تھا۔" روحا ہول کر فقط اتنا ہی بول پائی۔

"ہاں حشم گردیزی کا مجھ پر یہ بہت بڑا احسان ہے مگر اب میں نبیل جیسے گھٹیا انسان سے ہرگز شادی نہیں کروں گی۔"

"لاج! کاش میرا کوئی بھائی ہوتا تو میں اسی وقت تمہاری شادی اس سے کرا دیتی تاکہ اس کمینے نبیل سے تمہاری جان چھوٹ جاتی۔" روحا آخر میں دانت پیس کر بولی پھر یکدم کچھ یاد آنے پر وہ فکرمندی سے استفسار کرنے لگی۔ "لاج! تمہاری مما تو نبیل کو بہت پسند کرتی ہیں وہ ہرگز تمہارے اس فیصلے کو نہیں مانیں گی۔"

"مما کو میں نبیل کی اس بے ہودہ حرکت کے بارے میں بتاؤں گی تو ہوسکتا ہے کہ وہ میرا ساتھ دیں۔" لاج آہستگی سے بولی۔

"لاج! کیا تم اب بھی یہ سمجھتی ہو کہ تمہاری مما اس بات کو سمجھ جائیں گی؟" روحا تاسف سے بولی تو لاج نے سر نفی میں ہلایا۔

"شاید نہیں! پاپا کی بتائی ہوئی باتوں میں سے مما نے ایک بات پر بھی اتفاق نہیں کیا اور روحا! یہ شاید پاپا کی ان مبہم باتوں کا اثر تھا کہ میں غلاظت میں گرتے گرتے بچ گئی۔"

"جب تم نے صراط مستقیم پر چلنے کا راستہ اختیار کر ہی لیا ہے تو اپنے آپ کو مضبوط کرو اور اپنے اندر ہمت پیدا کرو ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ تمہاری نصرت فرمائے گا۔" روحا تیقن سے بولی تو لاج نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

حشم گردیزی انتہائی مصروف انداز میں موبائل پر بات کرتا اپنے روم میں داخل ہوا تو اس کا پی اے پیچھے پیچھے چلا آیا اور حشم گردیزی کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ سیل آف کر کے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"سر! آپ کی اپائنٹمنٹ میزان اینڈ کو کمپنی کے ایم ڈی نبیل فاروقی سے ہے وہ انتظار کر رہے ہیں ویٹنگ روم میں..... اگر آپ کی اجازت ہو تو میں انہیں اندر بھیج دوں؟" پی اے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں سہولت سے بولا۔ نبیل فاروقی کا نام سنتے ہی اس کے ذہن کی اسکرین میں لاج ابراہیم کی شبیہ لہرا گئی وہ چند ثانیے کے لیے سوچ میں پڑ گیا۔

"ہوں! انہیں اندر بھیج دو۔" پی اے کمرے سے باہر نکل گیا تھوڑی ہی دیر میں نبیل فاروقی چہرے پر خوشامدانہ مسکراہٹ سجائے نہایت پرتپاک انداز میں حشم گردیزی سے ملا۔

"جی نبیل صاحب! کیسے آنا ہوا؟" حشم گردیزی نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"سر! دراصل آپ سے ایک چھوٹا سا کام تھا۔" نبیل اپنی باچھیں چیرتے ہوئے کھسیا کر بولا۔

"کہیں وہ کام تو نہیں جو لاکھانی انٹر پرائزز اور افنان گروپس بھی کروانے کو بے چین ہیں۔" حشم گردیزی نبیل فاروقی کو بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"جی..... جی بالکل سر! وہی کام..... مگر میں چاہتا ہوں کہ یہ کنٹریکٹ آپ مجھے دلوا دیں۔ یہ کنٹریکٹ میرا خواب ہے اور اپنے اس خواب کو میں ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"مگر نبیل صاحب! نہ یہ کام چھوٹا ہے اور نہ اس

کانٹریکٹ کا حصول۔"

"آپ بالکل بجا فرما رہے ہیں یہ دونوں چیزیں چھوٹی اور آسان نہیں ہیں لیکن آپ تو بادشاہ ہیں آپ کے ایک دستخط سے یہ کام منٹوں میں ہوسکتا ہے۔" اس پل نبیل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کنٹریکٹ کے حصول کے لیے وہ حشم گردیزی کے پاؤں پڑ جاتا۔ نبیل کی بات پر حشم گردیزی ہنس کر بولا۔

"نبیل صاحب! ہم بھی معمولی بندے ہیں ہمارے ہاتھ بھی کھلے نہیں ہیں ہمیں بہت سے لوگوں کو جواب دینا پڑتا ہے۔"

"سر! آپ بے فکر رہیے میں آپ کو کوئی شکایت نہیں ہونے دوں گا۔" نبیل سے جو بات سمجھانا چاہ رہا تھا وہ اسے بخوبی سمجھ میں آ رہی تھی۔ اس کا واسطہ اکثر ایسے لوگوں سے پڑتا تھا جو اپنا کام نکلوانے کے لیے اسے بھاری رشوت کی آفر کیا کرتے تھے۔

"آپ شاید مجھے رشوت دینے کے موڈ میں ہیں۔" حشم گردیزی سپاٹ لہجے میں بولا۔

"رشوت بالکل نہیں سر میری کیا اوقات کہ میں آپ کو رشوت دوں میں ایک چھوٹا سا گفٹ آپ کی نذر کروں گا۔"

"گفٹ!" حشم گردیزی اس لفظ پر چونکا پھر بے ساختہ کہا۔ "اوکے نبیل صاحب! پھر بات ہوگی اس وقت مجھے ایک میٹنگ میں جانا ہے۔" حشم گردیزی نے گویا آج کی ملاقات کا اختتام کیا تو نبیل بھی وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

❁ ❁ ❁

"خدا کے لیے نبیل! مجھے کچھ بھی سمجھنے کی کوشش مت کرو۔ میں اس بات کو ماننے میں کوئی عار محسوس نہیں کر رہی کہ میں تمہارے معیار کی نہیں ہوں میں تمہاری سوسائٹی میں موو نہیں کر سکتی۔ تمہارے اور میرے مزاج کا کوئی میل نہیں ہے بہتر ہوگا کہ تم کسی اور لڑکی کو اپنا شریک سفر چن لو جو تمہارا بزنس بڑھانے کے لیے تمہاری معاون و مددگار ثابت ہو۔" آج نبیل کافی دن بعد لاج سے ملنے آیا تھا مگر مارمہ کے ذریعے جب اس نے نبیل سے ملنے سے انکار کیا تو وہ خود ہی لاج کے کمرے میں چلا آیا۔

"تم ہوش میں تو ہو؟ تم نے یہ سوچا بھی کیسے کہ میں اپنے دل میں تمہاری جگہ کسی اور کو دے دوں گا۔" نبیل جذبات بھرے لہجے میں بولا تو لاج جی بھر کے بدمزا ہوگئی۔

"نبیل تمہیں اپنے گھر کے لیے چراغ کی روشنی نہیں چاہیے جو تمہارے جیون کو پررونق اور مکان کو اپنے وجود سے منور کردے گھر بنادے۔ بلکہ تمہیں تو روشنی کے بجائے ایک ایسا جلتا شعلہ چاہیے جو اپنے وجود کو خاکستر کر کے ایسی چنگاری اپنے اندر بھر لے کہ جس سے سامنے والا سرتاپا پگھل کر اپنی سدھ بدھ کھا بیٹھے! ایسی بجلی چاہیے جو مردوں کے دلوں پر گر کر اپنے حسن کا خراج وصول کرے۔ تمہیں صندل کی خوشبو نہیں بلکہ رات کی رانی کی مہک چاہیے جس کا مقدر ہر سے باہر خوشبو پھیلانا ہے۔" لاج اسے سناتی چلی گئی تو نبیل کو لاج پر بے تحاشا طیش آیا مگر وہ موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اپنے اشتعال پر کنٹرول کر گیا۔

"لاج! تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ میں تمہارے بنا جینے کا تصور نہیں کر سکتا۔" نبیل دلگرفتگی سے بولا۔

"میں تمہیں بالکل صحیح سمجھ رہی ہوں نبیل! اور جو زندگی تم مجھے اپنے سنگ دینا چاہتے ہو اس کا تصور کر کے میرا دم گھٹ رہا ہے۔" لاج تلخ لہجے میں بولی۔

"لاج! تم کیوں میری محبت سے بدگمان ہو رہی ہو؟ شاید تم پارٹی والی رات سے متعلق ناراض ہو میں مانتا ہوں کہ اس رات میں کچھ بہک گیا تھا مگر تم میرے لیے غیر تو نہیں ہونا۔"

"اپنی ہوس کو محبت کا نام مت دو۔" لاج بے زاری سے بولی۔

"اگر میرے ارادے برے ہوتے تو اس رات تم میرے فارم کے کمرے سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکال سکتی تھیں اور آج جو تم اتنے غرور سے میرے سامنے کھڑی ہو مجھ سے جرح کر رہی ہو نا کمرے کے کونے میں منہ چھپائے پڑی ہوتیں یا میرے قدموں میں بیٹھی خود کو اپنانے

کی خفتیں کر رہی ہو تمہیں۔'' نبیل کا پیمانہ ضبط بری طرح سے
چھلکا تھا وہ انتہائی زہر خند لہجے میں بولا تو ایک پل کو لاج سہم
سی گئی پھر اپنے آپ کو مضبوط بنا کر سخت لہجے میں بولی۔

''نبیل! بہتر یہی ہوگا کہ تم مجھے بھول جاؤ' میرے دل
میں تمہارے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے' مجھے امید ہے کہ تم
میرے ساتھ زبردستی کا بندھن نہیں باندھو گے۔''

''ایک بات تم اپنے دماغ میں اچھی طرح سے بٹھالو
تمہاری شادی صرف اور صرف میرے ساتھ ہوگی۔ چاہے
تمہاری رضا مندی سے ہو یا پھر تم سے زبردستی کر کے۔''
نبیل نے خطرناک و سنگین تیوروں سمیت کہا اور پھر تیزی
سے اس کے کمرے سے باہر چلا گیا۔ لاج جو اتنی دیر سے
اپنی ہمتیں مجتمع کیے کھڑی تھی' اس کے جاتے ہی کمزور
و نحیف پودے کی مانند زمین پر ڈھے گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

ملکہ بیگم ایک ہفتے کے لیے اندرون ملک حقوق نسواں
کے سلسلے میں منعقدہ ایک سیمینار میں گئی ہوئی تھیں' اس
سارے معاملے کا انہیں کوئی علم نہیں تھا مگر جب وہ گھر
آئیں تو فوراً نبیل نے انہیں تمام تفصیلات سے آگاہ کیا۔

''لاج! جانو بیٹا میرے پیچھے تم نے نبیل کے خلاف اتنی
غلط فہمیاں کیسے پال لیں کہ تم اب اس سے شادی کرنے
سے انکاری ہو؟'' حلاوت آمیز لہجے میں وہ لاج سے گویا
ہوئیں تو وہ ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی' وہ پہلے ہی جانتی تھی
کہ نبیل مما کو اپنی مظلومیت کی دہائیاں ضرور دے گا۔

''مما! نبیل نے آپ کو اپنی کارستانی نہیں بتائی کہ اس
نے...'' لاج روہانسی ہو کر بولتے بولتے یکدم ہچکچا کر چپ ہوگئی۔

''بیٹا! آخر تم کیوں نبیل کی محبت سے چڑتی ہو' اس
کا والہانہ پن اور دیوانگی صرف تمہاری ذات سے منسلک
ہے۔ ٹھیک ہے بیٹا! اگر تمہیں شادی سے پہلے نبیل کی
قربت ڈسٹرب کرتی ہے تو بہت جلد میں تم دونوں کی شادی
کا بندوبست کرتی ہوں۔'' مما کی بات سن کر لاج
گھبرا گئی۔

''مما پلیز! آپ ایسا مت کیجیے گا' مجھے نبیل سے شادی
نہیں کرنی۔'' وہ قطعاً انکار کرتے ہوئے بولی تو ملکہ بیگم کو
غصہ آ گیا۔

''لاج! آخر تم چاہتی کیا ہو' کیوں اس عمر میں تم مجھے رسوا
کروانے پر تلی ہوئی ہو؟ تم جانتی ہو ناکہ تمہارے پاپا کی کمپنی
جب دیوالیہ کے قریب تھی تو وہ نبیل ہی تھا جس نے دن
ورات ایک کر کے اس کمپنی کو دوبارہ زندگی بخشی ورنہ آج جو
ہم عیش و آرام کی زندگی گزار رہے ہیں' اس کے بجائے ہم
دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہوتے' یہ گھر بھی تمہارے پاپا نے
گروی رکھوا دیا تھا' ہم سے چھت تک چھن جاتی لاج' اور وہ
وقت یاد کرو جب تمہارے پاپا ہمیں بیچ منجدھار میں چھوڑ کر
دوسرے دیس سدھار گئے تو وہ نبیل ہی تھا جس نے ہماری
پل پل کی خبر رکھی ورنہ آج تک تمہارے ددھیال والوں نے
بھی نہیں پوچھا کہ ابراہیم حسن کی اولاد زندہ بھی ہے
یا نہیں... اور میں تمہاری ماں! جس نے تمہیں جنم نہیں دیا
مگر تم سے ایک لمحے کی غفلت نہیں برتی' اپنی سگی اولاد سے
زیادہ چاہا' تم نبیل اور میری محبت کا یہ صلہ دے رہی ہو؟''
مما اسے سناتی چلی گئیں۔ وہ تو یہ بھول ہی گئی تھی کہ ملکہ بیگم
اس کی سگی ماں نہیں تھیں مگر انہوں نے پھر بھی سگی ماں سے
زیادہ پیار دیا' ہر طرح کا آرام و سکون دیا اور نبیل... لاج کی
آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں۔

''آئی ایم سوری مما! میں واقعی یہ سب فراموش کر گئی تھی
کہ آپ دونوں کے مجھ پر کتنے احسانات ہیں' آپ نے
مجھے اس وقت اپنی نرم گرم آغوش میں سمیٹا جب میری اپنی
ماں' دوسرے جہان سدھار گئی تھیں' مجھے یہ سب بالکل بھی
نہیں بھولنا چاہیے تھا۔'' لاج گلوگیر آواز میں بمشکل بولی۔

وہ یہ بات قطعاً فراموش کر گئی کہ وہ نبیل سے اپنی
ناموس وجان کی جنگ تو لڑ سکتی ہے مگر اپنی ماں کے
احسانوں کے سبب ان کے سامنے سر اٹھانے کی جرأت بھی
نہیں کر سکتی۔

''میری گڑیا! میں نے یہ کب کہا کہ تمہیں پیار دے
کر میں نے تم پر کوئی احسان کیا ہے' بھلا مائیں بھی اپنے
بچوں پر احسان کرتی ہیں؟ ہاں البتہ اولاد اپنے والدین کی

خوشی و عزت کی خاطر ان کے فیصلوں اور خواہشوں پر سر جھکا کر ایک فرمانبردار اولاد ہونے کا ثبوت دیتی ہے۔" ملکہ بیگم بڑی چاہت سے لاج کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے شہد آگیں لہجے میں بولیں تو لاج مما کے سینے سے لگ کر رو دی۔

❁ ❁ ❁

میرون رنگ کی لمبی قمیص پر میرون ٹراؤزر زیب تن کیے وہ فائیو اسٹار ہوٹل کی نسبتاً کونے کی میز پر نبیل کے ہمراہ بیٹھی تھی۔ مما کے آگے وہ ایک بار پھر بے بس ہو کر نبیل کے ساتھ ڈنر کے لیے چلی آئی تھی مگر مما نے نبیل کو بھی سمجھا دیا تھا اور اس نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ لاج کو اپنی پسند کی زندگی گزارنے کی پوری پوری آزادی دے گا اگر وہ پارٹیز میں جانا اور اس کے دوستوں سے ملنا پسند نہیں کرتی تو وہ اسے ایسا کرنے پر قطعاً مجبور نہیں کرے گا۔ نبیل اسے یہاں لا کر نجانے کس سے مسلسل سیل فون کے ذریعے کانٹیکٹ کرنے کی تگ و دو میں لگا ہوا تھا مگر شاید مقابل کا سیل سوئچ آف تھا جس کی بدولت نبیل کا رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا۔

"تم آرڈر کرو۔" ویٹر کے مینو کارڈ لانے پر نبیل نے کچھ الجھ کر لاج سے کہا تو وہ خاموشی سے ویٹر سے کارڈ تھام کر اسے دیکھنے لگی۔

"السلام علیکم سر! شکر ہے کہ آپ سے رابطہ ہو گیا' میں کافی دیر سے آپ کو ٹرائی کر رہا تھا میں سمجھا کہ شاید آپ ہم سے خفا ہو گئے۔" یکدم کانٹیکٹ ہو جانے پر نبیل کا لہجہ خوشگوار ہو گیا۔

"جی... جی سر! مجھے معلوم ہے کہ آپ اسی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ دراصل میں بھی یہاں موجود ہوں۔" اس طرف سے نہ جانے کیا کہا گیا کہ نبیل خوشی کے مارے اچھل پڑا۔

"رئیلی سر! میں فائل بھجوا دوں اوکے سر ... میں پانچ منٹ میں فائل بھجواتا ہوں۔ جی روم نمبر فائیو زیرو ٹو ... ٹھیک ہے سر۔" نبیل کا جوش و خوشی دیدنی تھی۔ جیسے اسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔ لاج ناسمجھی کے انداز میں اسے دیکھے گئی پھر نبیل نے ایک دوسرا نمبر ملایا۔

"ہاں سلیم تم پول سائیڈ پر ہو؟ اوکے میں ابھی آتا ہوں۔" نبیل عجلت میں موبائل آف کر کے ہونق بنی لاج کی طرف متوجہ ہوا۔

"لاج دراصل پول سائیڈ پر میرے دوست نے پارٹی دی ہے مجھے معلوم ہے کہ تم پارٹی میں جانا پسند نہیں کرو گی لہٰذا میں صرف دس منٹ بعد آتا ہوں۔" یہ کہتے ہی وہ لاج کو کچھ کہنے کا موقع دیے بنا اپنی سیٹ سے اٹھا پھر کچھ یاد آنے پر مڑ کر بولا۔

"پلیز تم یہ فائل حشم گردیزی کو دے آؤ' وہ روم نمبر فائیو زیرو ٹو میں اپنی بیگم کے ساتھ اسی ہوٹل میں ہیں۔"

"کیا ...؟ نبیل! میں اکیلی کیسے یہ فائل لے کر جاؤں گی؟ تم پلیز خود دے آؤ۔" لاج اچانک بدک کر بولی۔

"اوہ لاج! حشم گردیزی بہت مشکل سے سائن کرنے پر راضی ہوا ہے۔ اور وہاں سلیم مجھے ایک اہم وفد سے ملوانے کے لیے انتظار کر رہا ہے۔ پلیز میری کچھ مدد کر دو میں بس ابھی آیا۔" یہ کہہ کر نبیل یہ جا وہ جا ... لاج نے بیزاری سے سانس فضا میں خارج کیا اور پھر استقبالیہ سے روم کا پوچھ کر لفٹ کی جانب آ گئی۔ اپنے ہاتھوں میں نیلے رنگ کی فائل پکڑے وہ روم نمبر فائیو زیرو ٹو کے سامنے کھڑی تھی...... اس نے اپنی انگشت شہادت سے بیل بجائی۔

"کم ان" کی آواز پر وہ ادھ کھلے دروازے کو وا کرتی اندر چلی آئی۔ سامنے ہی حشم گردیزی سلیپنگ گاؤن پہنے رف سے حلیے میں اس کے سواگت کو کھڑا تھا۔

"آیئے لاج صاحبہ! خوش آمدید کہتا ہوں میں آپ کو اپنے روم میں ...." حشم گردیزی دلنشیں لہجے میں بولتا دھیرے دھیرے چلتے اس کے بالکل قریب آ کر رکا تھا۔

"وہ ... وہ آپ کی بیگم کہاں ہیں؟" لاج نے انتہائی ہونق پن سے استفسار کیا جواباً حشم گردیزی نے انتہائی مخمور نگاہوں سے اس کے سراپے کو دیکھا۔

"م ... میں یہ فائل دینے آئی تھی۔" لاج حشم گردیزی کی نگاہوں کی معنی خیزی سے ٹپٹا کر جلدی سے فائل اس کے آگے کرتے ہوئے بولی۔

"فائل بھی لے لیں گے ڈیئر! اتنی بھی کیا جلدی ہے' ابھی تو پوری رات باقی ہے۔" حشم گردیزی نے گنگنا کر بولتے ہوئے کھٹ کی آواز کے ساتھ کمرے کا دروازہ بند کیا تھا اور لاج پر اس پل ادراک کے بہت سے دروازے کھلتے چلے گئے مگر اب شاید دیر ہو چکی تھی۔ نبیل نے ایک بار پھر اسے زبردست دھوکا دیا تھا۔

"میری آج رات کی بیگم بہت خوبصورت ہے۔" حشم گردیزی کی خمار میں ڈوبی آواز ابھری مگر اس پل اس کے تمام اعصاب منجمد ہوتے چلے گئے' اس کے ساکت لبوں سے صرف ایک لفظ نکلا۔ "پاپا ...!"

لاج زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ اس کا دل چاہا کہ اپنے زندہ دفنائے جانے کے بعد مقبرہ کے سرہانے بیٹھ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔

"کیا ہوا ڈیئر! خوشی کے مارے پاؤں زمین پر ٹک نہیں رہے صرف ایک رات کے عوض اتنا بڑا کنٹریکٹ تمہارے سو کالڈ منگیتر مسٹر نبیل فاروقی کو مل رہا ہے؟" حشم گردیزی نے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھے دیکھ کر استہزائیہ انداز میں کہا۔ لاج کو اس پل یوں محسوس ہوا جیسے اس کا وجود برف ہو گیا ہو۔

"ہنی! اس طرح بیٹھ کر کیوں وقت ضائع کر رہی ہو؟ مجھے نبیل کے دیے ہوئے گفٹ سے لطف اندوز تو ہونے دو۔" حشم گردیزی زہر خند لہجے میں اس کی تھوڑی کو اپنی شہادت کی انگلی سے اٹھا کر بولا تو آنکھوں میں حقارت نفرت و تنفر کے رنگ لیے اس پل وہ لاج کو سہا گیا' اتنی کاٹ اتنی چبھن تھی ان نگاہوں میں کہ لاج بے ساختہ پیچھے کھسکتی چلی گئی۔

"ارے ارے تم یوں دور کیوں جا رہی ہو جیسے کوئی باحیا لڑکی ہو حالانکہ تم ... سوسائٹی کی تم پروردہ ہو وہاں تو تمہارے نبیل جیسے انسان کی منگیتر یا پھر بیویاں یونہی ایک فائل پر سائن کروانے کے عوض کسی منسٹر یا تاجر کے بیڈ روم کی زینت بنتی ہیں۔"

"م ... میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔" لاج ہکلا کر بمشکل بولی تھی۔

"اچھا! پھر کیسی لڑکی ہو صوم و صلوٰۃ کی پابند۔ پردہ دار بی بی!" حشم گردیزی طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے گویا ہوا۔

"آ ... آپ پلیز میرا یقین کریں' مجھے ہرگز نہیں معلوم تھا کہ نبیل اتنے کریہہ اور ناپاک ارادے کے ساتھ مجھے ہوٹل میں لایا ہے۔ آپ پلیز مجھے میرے گھر چھوڑ دیں' یہ آپ کا مجھ پر زندگی بھر کا احسان ہوگا۔" یہ کہہ کر لاج چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تو حشم گردیزی اسے چند ثانیے دیکھتا رہا۔

"اچھا! تمہیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ نبیل معیوب لباس زیب تن کروا کر تمہیں پارٹیز میں کیوں لے جاتا تھا؟ ہنہ!" خنجر سے بھی زیادہ نوک دار لہجے میں حشم گردیزی نے جگر چھلنی کرنے والے انداز میں کہا۔ "تم ایسے کانچ کے گلاس کی مانند ہو جو نجانے کتنے ہی ہاتھوں سے مس ہوتا ہے۔"

"خدا کے واسطے حشم گردیزی! پلیز' مجھے اپنے لفظوں سے زخمی مت کیجیے۔ مجھے میری نظروں میں اتنا مت گرایئے کہ زمین بھی مجھے بلندی پر دکھائی دے۔" وہ ایک اذیت کے عالم میں چلا کر بولی پھر انتہائی لجاجت سے اس کے سامنے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر گویا ہوئی۔ "آپ پلیز مجھے گھر پہنچا دیجیے' میں اچھی لڑکی نہ سہی مگر آپ ایک اچھے انسان ضرور ہیں۔"

"ہوں' تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں تم جیسی غلاظت کے ڈھیر کو ہاتھ لگاؤں گا؟" وہ انتہائی تحقیر آمیز لہجے میں بولا۔ "میں ایک شریف خاندان کا مہذب انسان ہوں اور تم جیسی عورتیں جو عورت کے نام پر معاشرے کا کلنک ہوتی ہیں جو نسلوں کے بگاڑ کا سبب بنتی ہیں جو چند روپوں کے عوض اپنے آپ کو پیش کر دیتی ہیں ایسی عورتوں پر میں ایک نگاہ بھی ڈالنا پسند نہیں کرتا۔"

"آ..... آپ مجھے....." توہین و ذلت کے احساس

سے اس کی آواز بند ہوگئی، جسم پر کپکپی طاری ہوگئی۔ "مم... میرا باپ ایک معتبر خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔" وہ فقط اتنا ہی بول پائی پھر اپنے بکھرے ہوئے اعصاب کو بمشکل سمیٹ کر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ڈولتے قدموں سے دروازے کی جانب آگئی اور چھپاک سے باہر نکل گئی۔ جبکہ حشم گردیزی دیر تک دروازے کو دیکھتا رہا جہاں سے وہ ابھی نکلی تھی۔

❁ ❁ ❁

"تم عورت کے نام پر کلنک ہو تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں تم جیسی غلاظت کے ڈھیر کو ہاتھ لگاؤں گا۔" وہ ڈگمگاتے قدموں اور ڈولتے ذہن کو لیے بے سمت چلی جارہی تھی اسے یہ بھی ہوش نہیں رہا تھا کہ اس کا دوپٹا کسی چیز سے الجھ کر وہیں رہ گیا ہے۔ چلتے چلتے نجانے کب اس کے نازک پیر جوتے کی قید سے آزاد ہوکر کسی چیز کے چبھنے سے زخمی ہوگئے تھے، اسے تو اپنے پندار پر پڑی چوٹ اور روح پر لگے شگاف کی تکلیف نے بے حال کردیا تھا جو حشم گردیزی نے اپنے لفظوں سے اسے پہنچائے تھے۔ وہ ایک نازک وحساس دل لڑکی تھی جو لفظوں کے اس وار کو سہہ نہیں پارہی تھی۔ چلتے چلتے اسے پل دکھائی دیا تو اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک اتر آئی۔

"پاپا! میں آپ کے پاس آرہی ہوں۔" یہ خیال آتے ہی اس کے مردہ پیروں میں بجلی سی آگئی، وہ دیوانہ وار بھاگتے ہوئے پل کی ریلنگ پر پہنچی اور سرعت سے اپنے دونوں پیروں کو ریلنگ پر جمایا، قریب تھا کہ وہ پل پر سے کود کر اپنی زندگی کا خاتمہ کرڈالتی کہ دو باوردی بازوؤں نے اسے دبوچا اپنے اقدام کی ناکامی پر پر اس نے پلٹ کر دیکھا پھر اچانک ایک زوردار چکر نے اس کے دماغ کو گھما ڈالا اور وہ بے ہوش ہوگئی۔

❁ ❁ ❁
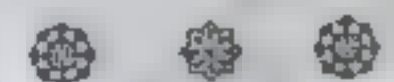
"دیکھو نبیل! میرا منافع ففٹی ففٹی ہوگا۔" ملکہ بیگم سرخ مشروب کا تلخ گھونٹ حلق میں انڈیلتے ہوئے بولیں۔

"ارے آنٹی! تمہیں ففٹی ففٹی پرسنٹ کی فکر ہے اس کانٹریکٹ کے بدلے میں اتنی دولت ملے گی کہ دونوں ہاتھوں سے بھی لٹاؤ گی تو کم نہیں ہوگی۔" نبیل مست انداز میں بہکتے ہوئے بولا۔

"بہت محنت کی ہے میں نے اس دن کے لیے۔ اپنی سوتن کی اولاد کو سینے پر پتھر رکھ کر پالا ہے۔ وہ تو لاج کی خوبصورتی وحسن نے مجھے خاموش رہنے پر مجبور کردیا ورنہ کسی یتیم خانے میں اسے پھینک آتی۔"

"بس اب تم دیکھتی جاؤ تمہارا سینچا گیا پودا تمہیں کس قدر پھل دیتا ہے۔ پورے بزنس سرکل میں لاج جیسا معصوم اور پرکشش حسن نہیں ہے۔ وہ لاکھانی تو لاج کے حسن کا پروانہ بن گیا ہے۔ لاکھانی کے پاس بھی بے تحاشا دولت ہے اور لاج کے لیے وہ سب کچھ لٹانے کو تیار ہے۔" نبیل سرمستی سے گویا ہوا۔

"اچھا یہ بتاؤ وہ رحیم حیات تمہیں اپنے بزنس کا شیئر ہولڈر بنانے پر راضی ہوا؟ ویسے وہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔" اچانک کچھ یاد آنے پر ملکہ بیگم نے استفسار کیا۔

"ہوں! وہ آج کل اپنی فیملی کے ساتھ چھٹیاں منانے آسٹریلیا گیا ہوا ہے مگر تم فکر مت کرو چاہے کتنی ہی ٹیڑھی کھیر کیوں نہ ہو وہ لاج کو دیکھ کر یوں پگھل جائے گا جیسے نمک کا ٹکڑا پانی پڑتے ہی بہہ جاتا ہے۔" نبیل تسلی آمیز انداز میں بولا تو ملکہ بیگم نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلادیا۔

❁ ❁ ❁

"سر آپ کا اندازہ بالکل ٹھیک تھا لڑکی اس وقت ذہنی طور پر بہت اپ سیٹ تھی، پل سے کودنے کی کوشش کررہی تھی، میں نے اسے بچالیا ہے مگر فی الحال بے ہوش ہے اب آگے حکم کریں کیا کرنا ہے۔" حشم گردیزی نے لاج کو جس انداز سے نکلتے دیکھا تھا اسے کسی گڑبڑ کا احساس ہوا تھا اپنے گارڈ کو فون کرکے اس نے خاص ہدایت دی کہ اس لڑکی پر نظر رکھے۔ سیل فون پر جب گارڈ نے صورتحال سے آگاہ کیا تو حشم گردیزی کچھ سوچ کر بولا۔

"تم ایسا کرو اسے ہاسپٹل لے جاؤ۔ وہاں میرا دوست

ڈاکٹر جنید ہوگا اسے میرا ریفرنس دینا میں بھی وہاں پہنچتا ہوں۔" یہ کہہ کر حشم گردیزی نے لائن کاٹ دی۔

تقریباً تین گھنٹے بعد ڈاکٹر جنید کی کوششوں سے لاج کو تھوڑی دیر کے لیے ہوش آیا مگر پھر انجکشن کے زیر اثر وہ نیند کی وادیوں میں دوبارہ اتر گئی۔ البتہ ڈاکٹر جنید کو اب اطمینان ہوگیا۔ حشم گردیزی نے ایک نگاہ لاج کو دیکھا جو ہاسپٹل کے بستر پر دنیا و مافیہا سے بے خبر پڑی تھی۔

"ذہنی صدمے اور دباؤ کی بدولت یہ بے ہوش ہوگئی تھیں مگر اب اللہ کا شکر ہے کہ یہ ٹھیک ہیں۔ کیا یہ تمہاری کوئی رشتے دار ہیں؟" ڈاکٹر جنید جو حشم گردیزی کا دوست بھی تھا تفصیل بتاتے بتاتے اچانک اس سے پوچھ بیٹھا جواباً حشم گردیزی ہوں ہاں کرکے رہ گیا پھر اپنا سیل فون نکال کر نبیل فاروقی کا نمبر ملانے لگا۔

❁ ... ❁ ... ❁

اس کے قدموں میں جیسے کسی نے بجلی سی بھردی تھی۔ وہ رکنے کی کوشش کے باوجود بھی بس دوڑے جارہی تھی تیز اور تیز... بس بھاگتی چلی جارہی تھی کہ اچانک اسے لگا جیسے اس کا جسم گہرے شفاف پانی میں اترتا جارہا تھا۔ اس نے حیران ہوکر ادھر ادھر دیکھنا چاہا مگر پانی کی دبیز لہروں کے سوا اسے کچھ دکھائی نہ دیا پھر تھک ہار کر اس نے مزاحمت کرنا ترک کردی اور اپنے ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ پانی کی چادروں میں لہراتے لہراتے اس کا وجود ایک عجیب وغریب جگہ پر آکر ٹھہر گیا بہت سے چہرے! مگر اجنبی نامانوس اور بے گانے... اس کے انتہائی قریب سے یوں گزر رہے تھے جیسے تیز رفتار ہوا۔ وہ بمشکل ان لوگوں سے خود کو بچا رہی تھی کہ کہیں وہ ان سے ٹکرا نہ جائے، عجیب منظر تھا۔ اس نے نہ آج سے پہلے دیکھا نہ سنا۔ وہ مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے رو دینے والی ہی تھی کہ ان اجنبی چہروں کے درمیان ایک انتہائی مانوس چہرہ نمودار ہوا جو اس کو حیران و بھونچکا دیکھ کر مخصوص انداز میں مسکرایا۔ وہ چند پل تو ساکت سی اس چہرے کو دیکھے گئی پھر بے آواز اس کے لبوں سے نکلا۔ "پاپا!" وہ چاہتی تھی کہ دوڑ کر اس وجود کے پاس جائے اور اسے بے تحاشا چوم لے مگر جو قدم تھوڑی دیر پہلے دوڑ رہے تھے، اس پل اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بنا پیروں کے ہو، اس نے بہت کوشش کی کہ وہ پاپا کے پاس جائے مگر کسی نادیدہ رسی نے اس کے وجود کو ایسے جکڑا ہوا تھا جیسے سانپ اپنے شکاری سے لپٹ کر اسے مجبور و بے بس کردیتا ہے۔

"پاپا" اس نے پھر چلا کر آواز دینا چاہی مگر زبان بھی گنگ تھی۔ پاپا دیکھ چکے تھے کہ لاج بڑی بے تابی و بے قراری سے ان کے پاس آنے کو مچل رہی ہے، وہ دھیمے سے مسکرائے اور آہستگی سے گویا ہوئے۔ "لاج میری بچی! ابھی تم یہاں سے جاؤ۔" ان کے یہ کہتے ہی ایک زبردست جھکڑ چلا اور لاج کا بدن خزاں رسیدہ پتے کی مانند اڑتا ہوا پانی کی سطح پر آ گیا۔

اچانک لاج کی آنکھیں ایک جھٹکے کے ساتھ کھلیں۔ اس کا پورا جسم پسینے میں شرابور ہورہا تھا اور سانس اتنی تیز چل رہی تھی جیسے وہ گھنٹوں اپنی سانس کو روکے بیٹھی تھی اور اب جلدی جلدی سانس لے رہی ہے کہ مبادا پھر سے کوئی اس کی سانس بند نہ کردے، اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے اطراف میں دیکھا، ہاسپٹل کے مخصوص کمرے کو دیکھ کر اس کے اعصاب میں لغزش پیدا ہوئی پھر اپنا دکھتا سر ہاتھوں میں گرالیا۔

"یااللہ! کیا وہ خواب تھا یا حقیقت... پاپا میرے پاس آئے تھے؟" لاج نے خود سے استفسار کیا۔ ابھی وہ مزید کچھ سوچتی کہ دروازہ کھول کر مما اور نبیل اندر داخل ہوئے لاج کو جاگتا دیکھ کر نبیل نے اسے انتہائی خشمگیں نگاہوں سے گھورا یکدم لاج کو بھی سب کچھ یاد آتا چلا گیا اور یاد آنے پر اس کے لبوں سے بے ساختہ نکلا۔ "یااللہ! مجھے ہوش کی دنیا میں واپس کیوں بھیج دیا؟"

"کون سا تم پر دکھ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا جو تمہیں اتنا ذہنی صدمہ پہنچا کہ منزل پر پہنچنے سے صرف دو قدم پہلے ہمیں دھکا دے کر خود اس بستر پر آکر لیٹ گئیں؟" نبیل سانپ کی مانند پھنکارتے ہوئے بولا تو لاج نے مما کی جانب دیکھا۔

"ارے میں تو اس پتھر سے سر ٹکرا ٹکرا کر لہولہان ہوگئی ہوں اس کم بخت کو کتنا سمجھایا' اتنا بہلایا پھسلایا' اتنا پیار دیا مگر یہ ہر بار کمینی چکنا گھڑا ثابت ہوئی۔" مما کے لبوں سے ادا ہوتے جملے یقیناً اس نے غلط سنے تھے۔

"کیوں ری ایسا کیا ہوگیا تھا کہ بے ہوش ہوگئی! کیا تیری ماں مرگئی تھی یا تیرا باپ فوت ہوگیا تھا جو تو صدمے کی وجہ سے ہمارے خوابوں پر پانی پھیر کر آنکھیں بند کرکے یہاں لیٹ گئی؟" ملکہ بیگم نے انتہائی بے دردی سے اس کے ریشمی بالوں کو اپنی مٹھی میں دبوچا۔ ایک اذیت کی لہر اس کے وجود میں اٹھتی چلی گئی مگر یہ تکلیف بال نوچنے سے بڑھ کر ان لفظوں کی تھی جو مضبوط سے مضبوط دل ودماغ کے مالک انسان کو بغیر کسی آلۂ قتل کے مار ڈالتے ہیں... تو پھر بھی پھول کی مانند نازک سی لڑکی تھی۔ ملکہ بیگم کی اصلیت آج حقیقت کا روپ دھارے اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"مما آ... آپ ایسی باتیں کیوں...؟" وہ بس اتنا ہی بول سکی تھی کہ آنسوؤں کا ریلا بند توڑ کر بہہ نکلا۔

"ذلیل' احسان فراموش' منحوس' بدبخت چشم گردیزی کے پاس تجھے ایک سائن کرانے ہی تو بھیجا تھا تجھ سے وہ بھی نہ ہوسکا۔" ملکہ بیگم بازاری انداز میں بولیں۔

"مما! آپ کو معلوم ہے کہ نبیل نے اس سائن کے عوض مجھے چشم گردیزی کو سونپا تھا؟" لاج ابھی بھی آس وزاش کی کیفیت میں گھر کر بولی کہ شاید مما پہلے والی مما بن جائیں گی اور اسے میری چندا کہہ کر گلے سے لگا کر اسے پیار کریں گی حالانکہ اب تک جو کچھ اس کے ساتھ ہوچکا تھا اسے مما سے نفرت ہوجانی چاہیے تھی۔

"ارے بے وقوف دیا ہے اگر دو چار ڈنگے لے لیے جو میں ہوتا یا میری کمی نہیں آجاتی۔" ملکہ بیگم نخوت سے بولیں تو لاج بستر پر ڈھے سی گئی اور انتہائی ٹوٹے لفظوں میں بولی۔

"یہ... آپ نے کیا کہہ دیا' میری تو دنیا لٹ گئی!" اس پل اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے مما کے انداز اور جملوں سے اس پر پوری کائنات اٹ گئی ہو' مما کے تیز ابی لفظ اس کی سماعتوں میں گر کر اسے جھلسا گئے تھے۔

"بند کر یہ ڈرامہ بازی بہت شرافت محبت کا کھیل ہوگیا' اب تجھے وہی کرنا پڑے گا جیسا ہم کہیں گے۔"

❁ ❁ ❁

اسے ہوش آیا تو خود کو اپنے کمرے میں پایا' تھوڑی دیر خالی الذہن چھت کو گھورتے رہنے کے بعد اسے خود پر بیت جانے والی قیامت پوری جزئیات سمیت یاد آئی تو وہ پوری شدت کے ساتھ رودی۔

"مما نے مجھ سے محبت وشفقت کا کتنا گھناؤنا کھیل کھیلا۔ درحقیقت وہ نبیل کے ساتھ مل کر مجھ سے کتنا کریہہ کام کروانا چاہتی تھیں اف! اتنا بڑا فریب' اتنا بڑا دھوکا میرے ساتھ ہوا مگر میرا ذہن یہ قبول ہی نہیں کررہا۔" وہ سسک کر خود سے بولی پھر اچانک اسے اپنی مخلص سہیلی روحا یاد آگئی۔

"روحا تم بالکل ٹھیک کہتی تھیں تم انجان ہوکر بھی مما کی اصلیت کو پہچان گئی تھیں مگر میں ... غلطی میں ماری گئی بلکہ کچھ کچھ جانتے ہوئے بھی خود کو دھوکہ دیتی رہی۔ مجھے روحا کو فون کرنا چاہیے۔ اس سے مدد مانگنی چاہیے۔" خود سے کہہ کر وہ دروازے کی جانب لپکی' مگر اگلے پل اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ باہر سے دروازے کو مقفل کردیا گیا تھا۔ لاج نے وحشت زدہ ہوکر دروازہ دونوں ہاتھوں سے بری طرح پیٹ ڈالا مگر جواب ندارد تھا۔

اسے کمرے میں بند ہوئے دو دن گزر گئے تھے۔ مگر صدمہ جوں کا توں تھا۔ لاج ابھی تک بے یقینی و بے یقینی کی کیفیت میں تھی کہ اس کی زندگی کی ناؤ اب بیچ بھنور میں جا پھنسی ہے۔ وہ مدد مانگے بھی تو بھلا کس سے... نبیل اور ملکہ بیگم نے اس کے گرد اس قدر خوب صورتی وخاموشی کے ساتھ جال بچھایا تھا کہ جب اسے معلوم ہوا تو اپنے آپ کو بے بس مقید پایا کہ وہ بمشکل ہی اپنے تنفس کو بحال رکھ پا رہی تھی۔ ملکہ بیگم ملازمہ کے ہمراہ صرف کھانے کے وقت آتیں اور فوراً چلی جاتیں۔ جبکہ لاج ان کے پیر پکڑ پکڑ

کررہ جاتی مگر چٹان کے سینے میں بھلا دل جیسی نازک چیز کا کوئی کام ہوسکتا ہے۔ جس عورت کے نزدیک پیسہ ہی انسانیت اور دین وایمان ہو وہاں کسی مظلوم کی آہ وبکا محض ایک دلچسپ تماشا معلوم ہوتی ہے جو اس کی رعونت اور سفاکی کو مزید تقویت بخشتی ہے۔ اسے اپنی لاعلمی اور کوتاہ اندیشی پر بے تحاشا صدمہ ہورہا تھا۔

"کاش میں پاپا کے گھر والوں کے بارے میں مما سے کچھ تو جاننے کی کوشش کرتی' کوئی تو راستہ کوئی دریچہ یہاں سے نکلنے کا ہوتا کوئی تو چابی میرے ہاتھ آتی۔" لاج خود کو کوستے ہوئے بولی کہ اچانک ذہن میں ایک خیال در آنے پر وہ زور سے اچھل پڑی' وہ بجلی کی تیزی سے کرسی سے اٹھی اور اپنے وارڈ روب کی درازوں میں پاگلوں کی طرح کوئی چیز تلاش کرنے لگی یک لخت اس کی مطلوبہ چیز اس کے ہاتھ آئی تو چند ثانیے وہ بے یقینی کے عالم میں اپنی رہائی کے پروانے کو اچنبھے سے دیکھتی رہی پھر بے ساختہ اس نے اسے چوم ڈالا جس میں جلی حرف میں لکھا تھا۔

"زاہد رحمان۔"

"مما! میں نبیل اور آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں مگر پلیز آپ مجھے اپنی شفقت سے محروم مت کیجیے' مجھ سے اپنی محبت مت چھینیں ورنہ میں مرجاؤں گی۔" لاج ملکہ بیگم کا ہاتھ پکڑ کر روتے ہوئے بولی تو ملکہ بیگم نے حیرت آمیز خوشی سے لاج کو دیکھا۔

"تم واقعی ہمارے کہنے پر چلوگی؟" ملکہ بیگم حیرت ومسرت کے جذبات میں گھر کر بولیں۔

"جی مما! میرا آپ دونوں کے سوا اور ہے ہی کون؟ آپ لوگوں سے بچھڑ کر تو میں کہیں کی نہیں رہوں گی۔" لاج اپنے آنسو پونچھتی ہوئی نگاہیں چرا کر بولی۔

"ٹھیک ہے پھر سولہ تاریخ کو تمہارا نبیل کے ساتھ نکاح کردیتے ہیں' وہ تین دن کے لیے شہر سے باہر گیا ہوا ہے۔" ملکہ بیگم نے پرسوچ انداز میں کہا تو نکاح کا نام سن کر لاج کی رگوں میں گردش کرتا خون جیسے جم گیا۔

"نکاح لیکن سولہ تاریخ تو چار دن بعد ہے' اتنی جلدی.....؟" لاج منمنا کر بولی۔

"تو ہمیں کون سی تیاری کرنی ہے' بس سادگی سے نکاح ہوجائے گا۔" یہ کہہ کر ملکہ بیگم نے اپنے سیل فون پر نبیل فاروقی کا نمبر ملایا اور اسے آئندہ کے پروگرام کے بارے میں بتانے لگیں تو لاج بستر پر ڈھے گئی۔

"اب مجھے جو بھی کرنا ہے وہ ان تین دنوں میں ہی کرنا ہے۔" اس کا دماغ اس پل تیزی سے کام کررہا تھا۔

"مما! میں روحا کو اپنے نکاح میں انوائیٹ کرلوں وہ میری اچھی سہیلی ہے' میں اسے نہیں بلاؤں گی تو وہ برا مان جائے گی۔"

"یہ چونچلے تم ایک طرف رکھو' بھاڑ میں گئی تمہاری دوست کی ناراضی . کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔" نبیل اور ملکہ بیگم کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے بعد ملکہ بیگم نے اسے کمرے سے نکلنے کی آزادی تو دے دی تھی مگر وہ گھر سے باہر نہیں جاسکتی تھی اور فون بھی استعمال نہیں کرسکتی تھی۔ سیل فون تو نبیل نے بہانے سے اسی دن ہوٹل میں لے لیا تھا جب اسے حشم گردیزی کے کمرے میں بھیجا تھا۔ اپنی بات رد ہوتے دیکھ کر وہ تلملا کررہ گئی' بڑی دقتوں سے مسکرا کر گویا ہوئی۔

"اوکے مما! جیسے آپ کی مرضی۔" وہ مایوسی سے ان کے کمرے سے پلٹی۔ "اب کیا ہوگا.....؟ اس زندان سے میں کیسے نکلوں؟"

❁ ❁ ❁

آج وہ لاج ابراہیم سے لاج نبیل بننے والی تھی وہ نبیل جو غیرت وحمیت سے نابلد ایسا بے کردار انسان تھا جو شاید دولت کی خاطر اپنے خونی رشتوں کی بھی بولی لگادیتا۔ اور ایسے شخص کی بیوی بننے سے بہتر تھا کہ وہ خود کو ختم کرڈالتی مگر پاپا کا خواب اسے ایسا کرنے سے باز رکھے ہوئے تھا۔

ملکہ بیگم نے دو ملازماؤں کے ہمراہ لاج کو پارلر بھیجا' لاج نے پہلے سے تیار کردہ چھوٹا سا پرس جس میں زاہد رحمٰن کا وزیٹنگ کارڈ' کچھ نقدی اور اپنی ماں کا زیور اپنی چادر میں چھپایا اور نبیل کے ہمراہ روانہ ہوگئی۔

"اف خدایا! میری مدد کر۔" وہ انتہائی پریشان ہوکر دل میں گویا ہوئی۔ کل رات سے ہی اچانک بادل آسمان پر آگئے تھے اور اب اچھی خاصی بوندا باندی ہورہی تھی۔

"اب یہ اداسی اپنے چہرے سے ہمیشہ کے لیے دور کرلو تم دیکھنا ہم اس دنیا میں نہ سہی مگر پورے ملک میں سب سے زیادہ امیر کہلائیں گے۔" اسے مضمحل سا بیٹھے دیکھ کر ڈرائیو کرتے نبیل نے ترنگ سے کہا تو لاج پھیکی سی ہنسی ہنس دی کہ یک لخت بوندا باندی نے موسلا دھار بارش کی صورت اختیار کرلی۔

"اوہ نو! یہ بارش اتنی تیز کیسے ہوگئی؟" نبیل کو ڈرائیو کرتے ہوئے دقت پیش آرہی تھی۔ وہ بڑی آہستگی سے ڈرائیو کررہا تھا۔ اسے بارش میں ڈرائیو کرنے کی مہارت بالکل نہیں تھی اس لیے وہ خاصا پریشان دکھائی دے رہا تھا' لاج نے اپنے دماغ کو پوری طرح مستعد کیا قدرت ابر رحمت کے ساتھ واقعی اس پر مہربان ہورہی تھی۔

"نبیل! ایسا کرو تم واپس گھر چلے جاؤ' ابھی ہم گھر سے اتنا دور نہیں آئے ہیں' میں رشیدہ اور ممتاز کو لے کر ٹیکسی میں پارلر چلی جاتی ہوں۔" لاج بڑے ہموار انداز میں بولی پھر اس کا جواب سنے بنا ہی گاڑی کا شیشہ نیچے گرا کر کونے پر کھڑی ٹیکسی کو ہاتھ کے اشارے سے اپنی جانب متوجہ کیا۔

"مگر تم اکیلی.....؟"

"افوہ یہ دونوں ہیں نا میرے ساتھ۔" لاج نے اس کی گومگو کیفیت پر قطعیت سے کہہ کر تیزی سے فرنٹ ڈور کھولا اور جلدی سے ٹیکسی کی جانب بڑھی' پیچھے پیچھے وہ دونوں بھی لپکیں۔

"اف اب میں اپنے ان دونوں سے کیسے جان چھڑاؤں۔" لاج نے فکرمندی سے سوچا پھر ٹیکسی ڈرائیور کو معروف بیوٹی پارلر کا نام بتا کر وہاں چلنے کو کہا' اب لاج پوری طرح سے مطمئن ہوگئی تھی۔ قدرت نے واقعی اس بار اس کے دست ناتواں کو تھام لیا تھا۔ پارلر پہنچ کر وہ بارش کی بوچھاڑ سے بچتی بچاتی اندر آئی۔

"تم لوگ یہیں بیٹھو میں اندر جارہی ہوں تقریباً مجھے تین گھنٹے لگیں گے تیار ہونے میں۔ لاؤ یہ ڈریس مجھے دے دو۔ یہ لڑکیاں دلہن کے ہمراہ کسی کو اندر کمرے میں جانے نہیں دیتیں۔" یہ کہہ کر لاج نے ان سے سامان لیا اور اندر کی جانب بڑھی اور دائیں ہاتھ پر مڑتے ہی وہ دوسرے داخلی دروازے سے باہر نکل آئی۔ البتہ جاتے ہوئے اس نے برائیڈل ڈریس انتہائی حقارت سے بڑے سے ڈسٹ بن کی نذر کیا تھا۔

❁ ❁ ❁

مسلسل بجتی سیل فون کی آواز نے اسے گہری نیند سے جاگنے پر مجبور کردیا۔

"اف! کیا مصیبت ہے۔ پورے دو دن بعد مجھے سونا نصیب ہوا ہے' آخر یہ کون فون کررہا ہے؟" حشم گردیزی نے کمبل اپنے منہ سے ہٹاتے ہوئے سوچا۔ بیل بجنا بند ہوگئی تو اس نے سوچا کہ اسے سائلنٹ پر کرکے دوبارہ سوجانا چاہیے مگر موبائل اسکرین پر جب گھر کا نمبر دیکھا تو فوراً کال ریسیو کی وہ آج کل بزنس کے سلسلے میں دوسرے شہر آیا ہوا تھا۔ گھر والے اسے صرف ایمرجنسی کے وقت ہی فون کیا کرتے تھے۔ اس نے پریشان ہوکر کال بیک کی تو فون سحرش نے اٹھایا۔

"کہاں تھے آپ' میں کتنی دیر سے ٹرائی کررہی تھی۔" سحرش کی شکوہ آمیز آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی مگر وہ اس کے سوال کو نظر انداز کرکے بولا۔

"سب خیریت تو ہے گھر پر....؟"

"نہیں . دادو کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" سحرش تھوڑا اٹک کر بولی۔

"کچھ ٹھیک نہیں ہے کیا مطلب ہے؟ صحیح صحیح بتاؤ انہیں کیا ہوا ہے؟" حشم گردیزی کو اپنی دادو اس دنیا میں سب سے عزیز تھیں وہ پریشان ہوکر بولا۔

"ان کی شوگر بہت لو ہوگئی ہے اور بی پی بھی نارمل نہیں ہے' ہم نے انہیں ہاسپٹل میں ایڈمٹ کردیا ہے' وہ غشی میں بس آپ کو پکار رہی ہیں۔"

"میں بس ابھی نکل رہا ہوں۔" سحرش کی باتیں سن کر

وہ فقط اتنا ہی بولا اور اپنا سیل آف کرکے سرعت سے کمبل ایک طرف پھینک کر بستر سے اٹھا۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

رکشے والے نے اسے بس اسٹینڈ پر اتارا تو لاج کرایہ ادا کرکے چند ثانیے وہاں کھڑی بسوں کی قطاروں کو دیکھتی رہی پھر کچھ سوچ کر اسلام آباد جانے والی بس میں بیٹھ گئی پہلے ایک p.c.o کی طرف گئی اور پھر کچھ سوچ کر وہ ایک بس کی جانب دوڑی اور جھپاک سے اس میں سوار ہوکر پیچھے کی جانب کونے کی سیٹ پر چادر کی بکل مار کر بیٹھ گئی۔ بارش کا زور ٹوٹ چکا تھا مگر موسم سرما کی اس برسات پر اسے بے تحاشا پیار آ رہا تھا اگر آج یہ بارش نہ ہوتی تو یقیناً نبیل اس کو اسی پارلر میں ملازماؤں کے ہمراہ چھوڑ کر آتا جہاں اس کی بکنگ تھی، وہاں اس کا نمبر آنے پر اس کا نام لے کر کال کیا جاتا اور جب رشیدہ اور ممتاز اسے پارلر سے غائب پاتیں تو فوراً نبیل یا ملکہ بیگم کو کال کردیتیں اور وہ سب حرکت میں آجاتے۔ لاج چاہتی تھی کہ جب انہیں اس کی گمشدگی کی اطلاع ملے تب تک وہ شہر سے باہر پہنچ چکی ہو۔ کوچ میں بیٹھنے سے پہلے اس نے اس پارلر میں پی سی او سے فون کرکے کہہ دیا تھا کہ کسی کے انتقال کے سبب اس کا نکاح کینسل ہوگیا ہے لہٰذا اس کی بکنگ کو ختم کردیا جائے تاکہ اس کو وہاں موجود نہ پاکر وہ لوگ گھر پر فون نہ کریں۔

"اف خدایا! یہ بس کب چلے گی؟" لاج انتہائی بے صبری سے بس چلنے کی منتظر تھی۔ شاید اس کوچ کی روانگی کا ٹائم نہیں ہوا تھا۔ وہ دل ہی دل میں بس چلنے کی دعائیں کررہی تھی کہ اسی دوران دو اوباش قسم کے مرد کسی بات پر قہقہہ لگاتے ہوئے بس میں داخل ہوئے اور پچھلی سیٹوں پر براجمان ہوگئے۔ لاج نے چادر کا کونا پوری طرح سے اپنے چہرے پر سرکا لیا۔ اسے ان لوگوں سے خوف محسوس ہوا اسی وقت ایک نوعمر لڑکا ایک چھوٹی تھالی میں ناریل سجائے اندر آیا تو ان میں سے ایک شخص انتہائی اونچی دھونڈی آواز میں اس سے مخاطب ہوکر بولا۔

"میڈم جی! ناریل کھائیں گی؟" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ چونک بیٹھی تھی کہ ان لوگوں کی نظر اس پر نہیں پڑی مگر وہ بہت گھاگ تھے، بس میں چڑھتے ہی انہوں نے لاج کو دیکھ یہ اندازہ لگایا تھا کہ لڑکی تنہا بھی ہے اور خوف زدہ بھی لاج کے علاوہ کوچ میں صرف دو تین مرد تھے یقیناً انہوں نے لاج کو ہی آواز لگائی تھی مگر وہ یکسر نظر انداز کیے سمٹی سے چپکی بیٹھی قرآنی آیات کا ورد کرتی رہی۔

"ارے جی ہم آپ سے کہہ رہے ہیں ناریل کھالیں اس موسم میں تو اس کو کھانے کا مزا ہی کچھ اور ہے۔ چھوٹے! بیگم صاحبہ کو ناریل دو۔" عقب سے ایک بار پھر آواز ابھری تو لاج جان سے لرز کر رہ گئی وہ لڑکا اس کی جانب چلا آیا۔

"ہم... مجھے نہیں چاہیے۔" لاج کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز برآمد ہوئی تھی۔

"اوخاناں اب تو زبردستی مت کر۔" دوسرا شخص بولا، پھر دونوں اپنی باتوں میں لگ گئے تو لاج نے کچھ سکون کا سانس لیا۔ کوچ میں تین دیہاتی قسم کی خواتین چھ بچوں اور چار مردوں سمیت وارد ہوئیں تو اسے یک گونہ اطمینان محسوس ہوا۔ بس آہستہ آہستہ بھر رہی تھی۔ مگر سب ہی اگلی سیٹوں کو ترجیح دے رہے تھے لاج نے سوچا کہ وہ بھی آگے جاکر بیٹھ جائے کہ اسی دم وہ دونوں مرد اس کے بالکل سامنے کی سیٹوں پر براجمان ہوگئے۔ لاج کا سانس اوپر کا اوپر رہ گیا۔

(باقی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ ماہ)

قسط نمبر 28

نہ دید ہے نہ سخن اب نہ حرف ہے نہ پیام
کوئی بھی حیلہ تسکین نہیں اور آس بہت ہے
امید یار نظر کا مزاج، درد کا رنگ
تم آج کچھ بھی نہ پوچھو کہ دل اداس بہت ہے

بھیگی پلکوں پر

طغرل کا مسلسل اظہارِ محبت جہاں پری کے دل کے بند دروازے پر دستک دیتا ہے وہیں ماں باپ کی ناکام محبت اسے طغرل پر اعتبار کرنے سے باز رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر بار طغرل کی محبت کو ٹھکرا دیتی ہے۔ گھر پہنچ کر وہ دادی کے کہنے پر عائزہ سے ملتی ہے اور اس کی اداسی کا سبب دریافت کرتی ہے جس پر عائزہ فخر کی لاتعلقی و بیگانگی کا ذکر انتہائی نم لہجے میں کرتی ہے یہ سب دیکھ کر پری بھی بوکھلا جاتی ہے اور اسے پیار سے سمجھاتی ہے اسی دوران عادلہ وہاں آتی ہے اور محبت کے اس انداز پر خاصی برہم ہوتی ہے۔

ماہ رخ اعوان کے الزامات اور بے رخی پر بے ہوش ہوجاتی ہے جس پر غفران احمر سب سے زیادہ متفکر نظر آتا ہے وہ ان کے تعلق سے انجان ہونے کے سبب اس کا خاص خیال بھی رکھتا ہے وہ آرام کا مشورہ دیتا ہے اس کی غیر موجودگی میں حجرہ اعوان کو ماہ رخ کی بے بسی اور ساحر کے دھوکے سے آگاہ کرتی ہے جس پر وہ دم بخود رہ جاتا ہے۔

طغرل اضطراب و اشتعال میں کافی وقت سڑکوں پر گزار کر گھر لوٹتا ہے اور ایک بار پھر اس کا سامنا پری سے ہوجاتا ہے۔ پری عائزہ اور فخر کی ناراضی کے معاملے کو لے کر اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ کہیں عائزہ نے راحیل کے متعلق کچھ بتا تو نہیں دیا اور عائزہ سے تصدیق کرنا چاہتی ہے اسی بوکھلاہٹ میں وہ طغرل سے ٹکرا جاتی ہے پری اس کی مضبوط گرفت سے گھبرا کر نکلنا چاہتی ہے جس پر وہ اسے بے حس اور سنگدل ہونے کا طعنہ دیتا ہے کہ وہ اپنی محرومی کا بدلہ اس سے لے رہی ہے اور اس کی محبت کو جان بوجھ کر ٹھکرا رہی ہے۔

عادلہ پری اور طغرل کو دیکھ کر گھر میں واویلا مچا دیتی ہے کہ کس طرح پری فیاض صاحب کی عزت مٹی میں ملا رہی ہے۔ صباحت بیگم بھی اس معاملے کو خوب ہوا دیتی ہیں اور مثنی کا ذکر لے بیٹھتی ہیں۔ پری فیاض صاحب کو اس معاملے سے دور رکھنے کی غرض سے ان کی ہر بات ماننے پر تیار ہوجاتی ہے جس پر وہ دونوں اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتی ہیں۔

عائزہ فخر کو شادی والی رات ہی راحیل کے متعلق بتا دیتی ہے جس پر فخر کا رویہ عائزہ کے ساتھ کافی بدل جاتا ہے اور وہ بغیر کچھ بتائے اسلام آباد چلا جاتا ہے۔

پری کو جب اس بات کا علم ہوتا ہے کہ طغرل گھر کے حالات بہتر بنانے میں مالی تعاون کررہا ہے تو وہ مثنی بیگم کی جانب سے دی گئی اپنی رقم اسے دینے کی غرض سے آتی ہے لیکن اس موضوع پر دونوں کے درمیان تلخ کلامی بڑھ جاتی ہے۔ پری یہ الزام لگاتی ہے کہ وہ اس گھر سے حصہ لینے کی خاطر یہ سب کررہا ہے جس پر وہ دم بخود رہ جاتا ہے اور مشتعل ہوکر اس کا ہاتھ پری پر اٹھ جاتا ہے۔

❁ ❁ ❁

"تم نے یہ سوچا بھی کیسے کہ میں اس گھر میں حصہ لینے کی آس لیے یہ سب کررہا ہوں، تم سمجھتی کیا ہو خود کو؟" اس کے خون کی تمام سرخی چہرے پر دوڑ آئی تھی وہ شرربار نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔

"ماریے اور ماریے رک کیوں گئے آپ؟" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مضبوط و پُراعتماد لہجے میں گویا ہوئی۔ "آپ کا یہ تھپڑ میرے ارادوں کو متزلزل نہیں کرسکتا، میں بچپن سے ایسی مار کھانے کی عادی ہوں، کبھی لہجوں کی مار، کبھی حق تلفی کی مار اور کبھی نفرتوں اور عداوتوں کی مار، کتنا مار سکتے ہیں آپ مجھے مار کر دیکھ لیں۔ میرے حوصلوں سے زیادہ آپ کی ہمت مضبوط ثابت نہیں ہوگی۔" اس کے مضبوط ہاتھ کا تھپڑ پری کے دائیں رخسار پر انگلیوں کے سرخ نشان ثبت کرچکا تھا اس کی جگہ کوئی دوسری لڑکی ہوتی تو یقیناً اس بے ساختہ و زوردار تھپڑ کی تاب نہ لا کر گر چکی ہوتی مگر اس نے کوئی آواز نکالے بنا اس کا تھپڑ برداشت کیا بلکہ بڑی ثابت قدمی سے اس کے سامنے ڈٹی رہی تھی۔

"میں مار برداشت کرسکتی ہوں، نفرت برداشت کرسکتی ہوں، ہر ظلم و جبر برداشت کرسکتی ہوں مگر کوئی مجھ پر ترس کھائے بھیک دے یہ میں برداشت نہیں کرسکتی۔ میں آپ کو ہم لوگوں پر ترس کھانے نہیں دوں گی آپ کو یہ چیک لینا ہوگا طغرل بھائی، پلیز۔ آپ خیرات مستحق لوگوں کو جا کردیں۔" سخت ہٹ دھرمی و ضدی پن تھا اس کے انداز میں۔ بے حد روکھا و بے گانگی بھرا انداز تھا گویا طغرل کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو۔

"میں تمہاری اس بکواس سے بالکل متاثر ہونے والا نہیں ہوں، تم سائیکی ہو اس پر مجھے یقین ہوگیا ہے۔ اب تم جاؤ یہاں سے میں اس وقت تم کو برداشت نہیں کر پا رہا ہوں۔" وہ سخت مہری سے کہتا ہوا مڑا اور وہ آگے بڑھ کر اس کے سامنے کھڑی ہوکر چیک اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"یہ چیک آپ کو لینا ہوگا طغرل بھائی!"

"میں نہیں لوں گا تم جاؤ یہاں سے۔" سخت کرختگی تھی لہجے میں۔

"آخر آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں؟ آپ کا حق نہیں بنتا ہم پر ہمارے گھر کے پرابلمز حل کرنے کا، ہمیں آپ کا پیسہ نہیں چاہیے۔"

"میرا پیسہ تم پر اس گھر پر حرام ہے؟" وہ غصے سے گویا ہوا۔

"اور اس عورت کا پیسہ جو سالوں قبل اس گھر کو اس گھر کے مکینوں کو چھوڑ کر جا چکی ہے حلال ہوگیا ہے۔ بولو؟"

"وہ عورت کوئی غیر نہیں میری ماں ہے میرا تعلق ہے ان سے۔"

"صرف تم سے ہے نا، یہاں ان کا کوئی نہیں ہے ان کی عنایتیں اپنی حد تک ہی محدود رکھو۔ میں اس گھر کا بیٹا ہوں، چچی جان کو میں نے ہمیشہ ڈیڈی کی طرح چاہا ہے اور یہ بیٹے کا فرض ہوتا ہے اگر باپ پر کوئی مشکل آن پڑے تو اس کا بازو بن جائے جو میں بن گیا ہوں اور یہی میں تم سے گائیڈ لائن لینا پسند نہیں کرتا یہ گھر میرا ہے یہاں بسنے والے لوگ میرے ہیں مجھے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ تم نہیں مانو گی لیکن مجھے کوئی پروا نہیں، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے تمہارے نہ ماننے سے۔" اس نے چیک کے پرزے پرزے کرکے اچھالتے ہوئے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

بارش کی شدت میں قدرے کمی ہوئی تھی مگر اس کے جذبات کے سمندر میں شدید طغیانی در آئی تھی وہ کمرے سے نکل کر سیدھا لان میں چلا آیا جہاں نیم اندھیرا تھا وہ جس تیز رفتار سے کمرے سے نکلا تھا گویا پری کی پرچھائی سے بھی دور بھاگ جانا چاہتا ہو لان کی پانی سے تربتر سبز گھاس پر قدم رکھتے ہی ایک ٹھنڈک کا احساس اس کے بھڑکتے احساس پر طمانیت بھرے جھونکے پھیلاتا چلا گیا تھا۔

اس کے قدم از خود ہی سست پڑ گئے تھے، وہ ڈھیلے قدموں سے چلتا ہوا وہاں آویزاں سنگی بنچ پر بیٹھ گیا۔ بارش کی قطرہ قطرہ بوچھاڑ جھونکوں میں اس کو بھگوتی گئی تھی، مگر اس کو بالکل پروا نہ تھی۔

اس کی سماعتوں میں ہنوز پری کی بیگانگی بھری باتیں گونج رہی تھیں۔

"کوئی ہم پر ترس کھائے، ہم کو بھیک دے، میں یہ برداشت نہیں کرسکتی۔" اس کی آواز میں بجلیوں کی کڑک تھی، شعلوں کی لپک تھی۔

"میں آپ کو ہم لوگوں پر ترس کھانے نہیں دوں گی، اپنی خیرات کا پیسہ مستحق لوگوں کو جا کردیں۔" اس نے کرب سے آنکھیں بند کرلیں۔

"او مائی گاڈ! وہ لڑکی مجھے پاگل کردے گی وہ۔ اتنی بے حس کیوں ہے؟ اس کو ہر وقت اپنی عزتِ نفس کی پروا رہتی ہے جبکہ بولتی ہے تو سامنے والے کی عزتِ نفس کی ذرا پروا نہیں ہوتی ہے۔ میں تو اس کی نگاہوں میں کوئی ویلیو ہی نہیں رکھتا وہ مجھ سے تعلق ماننے کو تیار نہیں ہے۔" اس نے بنچ کی بیک سے سر ٹکا لیا تھا۔

بارش کی بوندیں اس کے چہرے کو بھگونے لگی تھیں ہر سو بے زاریت و بیگانگی کی بوجھل دھند تھی در حقیقت چھپاتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ زبان جو بدن کا سب سے نازک عضو ہے جس میں کسی سختی اور کھردرے پن کا شائبہ تک نہیں ہے، بتیس دانتوں کے درمیان جس کو رکھا گیا ہے جب یہ نازک شے چلتی ہے تو خطرناک ہتھیار سے بھی زیادہ مہلک وار لگاتی ہے کہ سامنے والے کو لہولہان بھی کر ڈالے اور بے دم بھی کردے مگر اس کے زخم کسی کو دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ عجیب سحر ہے اس میں بڑی طاقت ہے چاہے تو زخموں پر پھول بنادے، گر مخالفت پر اتر آئے تو زندگی جہنم بنا ڈالے! جس طرح وہ انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔

❁ ❁ ❁

بانو بے حد مہارت سے ماہ رخ کے بالوں میں مساج کر رہی تھی وہ برآمدے کی اندرونی سیڑھیوں پر بیٹھی تھیں جو سرخ ایرانی قالینوں سے ڈھکی ہوئی تھیں اور برآمدے کا فرش بھی قالینوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ برآمدہ کیونکہ کوریڈور ۔۔۔ کو انڈور پلانٹس سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا جن کی ہریالی نگاہوں کو تراوٹ بخشتی تھی۔ احمر غفران وقت سے پہلے ہی واپس آ گیا تھا اور ماہ رخ کو اسی طرح افسردہ اداس دیکھ کر اس نے باجزہ کو حکم دیا تھا کہ اس کی اچھی طرح خدمت کرے ہر طرح سے اس کو آرام پہنچائے کہ اس میں کمی نہ رہے۔ وہ چند دنوں میں ماہ رخ سے نکاح کرنے کی خوشخبری سنا کر گیا تھا اس کے سامنے اس نے بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا اور اس کے جاتے ہی وہ گھبرا کر ماہ رخ سے گویا ہوئی تھی۔

"اس کو تمہاری خوش قسمتی سمجھوں ماہ رخ یا بدبختی؟ اعوان تم سے ملنے کو بے قرار ہیں، ساحر کی اصلیت جاننے کے بعد وہ تم سے کی جانے والی بدسلوکی پر شرمندہ ہیں۔ معافی مانگنے کے لیے یہاں رکے ہوئے ہیں تم ان سے ملنے کے لیے راضی نہیں ہو اور یہ آج رئیس نے بالکل ہی انہونی خواہش کا اظہار کیا ہے وہ تم کو بیوی بنانا چاہتے ہیں۔"

"تم جلدی سے مساج کر کے یہاں سے جاؤ مجھے اب کسی بات سے فرق نہیں پڑتا ہے اعوان سے میں نے کبھی محبت نہیں کی اس کی کوئی بات مجھ پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ احمر غفران کی خواہشوں سے بھی مجھے کوئی سروکار نہیں ہے میں نے خود کو تقدیر کے رحم و کرم کے سپرد کردیا ہے۔" اس کا لہجہ احساس و جذبات سے عاری تھا۔

باجزہ نے گہرا سانس لیا اس کے ہاتھ مستعدی سے چلنے لگے۔ سیڑھیوں کی دوسری طرف چھپ کر ان کی باتیں سنتی ہوئی دلربا کے جلتے ہوئے دل پر گویا ہلکے ہلکے پانی کے چھینٹے سے گرنے لگے تھے وہ پہلے دن سے ہی ماہ رخ کو اپنی دشمن سمجھنے لگی تھی پھر دن بدن احمر غفران کے بڑھتے ہوئے التفات نے اس کی یکطرفہ دشمنی کو مزید وسیع کردیا تھا اور آج احمر غفران کے اس اعلان نے کہ ماہ رخ عنقریب ان کی ملکہ بننے والی ہے حقیقتاً اس کو انگاروں پر لوٹا دیا تھا۔ خواب دیکھتے دیکھتے وہ بڑھاپے کی دہلیز عبور کر گئی تھی اور تعبیر کس کے حصے میں آ رہی تھی اس نے سوچ لیا تھا وہ ایسا ہونے نہیں دے گی۔

❁ ❁ ❁

ایک ہفتہ سرعت سے گزر گیا تھا۔

گزرتے دن بھی فاخرہ کے موڈ کو نہ بدل سکا وہ ان کی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا عائزہ کو چپ لگ گئی تھی۔ صباحت کا مارے غصے و جھنجلاہٹ کے برا حال تھا وہ فاخرہ بھابی کو غائبانہ بددعاؤں، گالیوں سے نوازتی تھیں تو کبھی فاخر کو برا بھلا کہنے بیٹھ جاتیں۔ زینب ان کو سمجھا سمجھا کر تھک چکی تھیں کہ فاخر کے اس سلوک کے پیچھے فاخرہ بھابی کا کوئی قصور نہیں ہے یہ سب عائزہ کی کرنی کا پھل ہے، ابھی بھی وہ اسی ٹاپک کو کھولے بیٹھی تھیں زینب ان کو خفگی سے دیکھ رہی تھی۔

"تم کچھ بھی کہو زینی! یہ ساری آگ بھابی بیگم کی ہی لگائی ہوئی ہے وہ چنگاری لگا کر چلتی بنیں جو بھڑکتے بھڑکتے شعلہ بن گئی ہے میں تو ان کی کال کا انتظار کر رہی ہوں پھر دیکھنا کیسی طبیعت صاف کرتی ہوں ان کی وہ سمجھتی ہیں مجھے اس طرح نیچا دکھائیں گی۔ ہونہہ! میں ان کا دماغ درست کردوں گی۔" وہ دانت پیستے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"ارے آپی! ایسا غضب مت کر دیجیے گا بھابی اور بھائی کو اس سارے قصے کی ہوا بھی نہیں لگنے دیجیے گا ورنہ بہت برا ہوگا۔" زینب ان سے عزیز تھی بھانپ کر تیزی سے بولی۔

"اب جو ہو رہا ہے اس سے برا کیا ہوگا بھلا؟ تم مجھے ڈراؤ مت۔" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"فاخر نے بھی ان تمام باتوں کو جو اس نے عائزہ سے کی ہیں اور اپنی ذات تک ہی محدود کر رکھی ہیں، بھائی وغیرہ کسی کو نہیں بتایا ہے۔"

"تم کس طرح کہہ سکتی ہو جبکہ اس دوران تمہاری اس نے کال ہی نہیں ریسیو کی پھر تم کو تو عائزہ نے وہ سب بتایا ہے فاخر نے نہیں۔" صباحت اس کی طرف دیکھ کر گومگو کیفیت میں پوچھ رہی تھیں۔

"میں فاخر کے مزاج کو بھی جانتی ہوں اور بھابی و بھائی جان کی عادت کو بھی اگر ایسا کچھ ہوتا تو بھابی چپ رہنے والی نہ تھیں وہ سب سے پہلے فیاض بھائی اور اماں جان کو ساری باتیں بتاتیں پھر وہ آپ کو بھی سکون سے رہنے نہیں دیتیں۔ اس کے علاوہ خاندان کے لوگوں کو علیحدہ فون کر کر کے سارے میں رسوائی و بدنامی کا ڈھنڈورا پیٹتیں۔"

"ہاں! کہہ تو تم بالکل ٹھیک رہی ہو وہ تو ایسی ہی عورت دوسروں کے عیب و کمزوریاں ہاتھ آنے پر لوگوں کے سامنے تماشہ بنانے میں بڑا مزا آتا ہے بھابی کو۔" وہ چونک کر گویا ہوئیں۔

"میری ایک بات مانیں گی آپی؟" اس نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"کون سی بات؟" انہوں نے بہن کو کھوجتی نگاہوں سے دیکھا۔

"میرا مشورہ ہے آپی! اماں جان سے ہمیں عمدہ رہنمائی مل سکتی ہے آپ تمام باتیں بتا کر ان سے مشورہ لیں تو۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو تم، ایسی باتیں بتانے سے بہتر ہے میں خودکشی کرلوں وہ تو ویسے ہی میرے خلاف رہتی ہیں! خدانخواستہ ان کو ان باتوں کی بھنک بھی پڑ گئی تو میرا حشر دھوبی کے کتے جیسا ہو جائے گا میں ہرگز ان کو بتانے والی نہیں ہوں۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر سراسیمہ انداز میں اس کی بات قطع کر کے بولیں۔

"آپی! یہ سب آپ کی غلط فہمی ہے ورنہ وہ بہت اچھی ہیں۔" زینب نے ان کے انداز پر شاکی لہجے میں جواب دیا تھا۔

"ہونہہ تم کیا جانو دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں میں ان کو سالوں سے بھگت رہی ہوں۔ خوب جانتی ہوں وہ کتنی اچھی ہیں۔" انہوں نے متنفرانہ انداز میں کہا اور اٹھ کر چلی گئیں۔

❁ ❁ ❁

شہریار آفس جانے کے لیے تیار ہو کر کمرے سے نکل کر ڈائننگ روم میں آیا ٹیبل پر اس کا ناشتا تیار رکھا تھا ملازم قریب کھڑا ہوا تھا مودبانہ انداز میں وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے گویا ہوا۔

"ممی! ڈیڈی نے آج جلدی ناشتا کرلیا ہے؟" وہ بوائل انڈے کانٹے کی مدد سے پلیٹ میں رکھتا ہوا بولا۔

"نہیں صاحب انہوں نے ناشتا ہی نہیں کیا۔"

"کیوں؟" وہ انڈے پر کالی مرچ چھڑکتے ہوئے حیرانی سے گویا ہوا۔

"صبح سویرے بیگم صاحبہ کی طبیعت خراب ہوگئی تھی صاحب ان کو اسپتال لے کر گئے ہوئے ہیں۔" وہ سادگی بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"ڈیم اٹ! ممی اسپتال میں ہیں اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کانٹا غصے سے اچھالتے ہوئے چیخ کر کہا تھا۔

"وہ وہ صاحب! میں نے سوچا آپ ناشتا کرلیں تو پھر بتاؤں گا۔" ملازم رجب اس کے بگڑے تیور دیکھ کر مارے خوف کے کانپتے ہوئے گویا ہوا اس اثناء میں وہ کرسی سے اٹھ چکا تھا۔

"یہ تم فیصلہ کرو گے کہ مجھے کب بتانا ہے اور کب نہیں؟ یہ سب ممی کی چھوٹ ہے جو تم جیسے دو ٹکے کے ملازم اس گھر کے فیصلے کررہے ہیں۔" اس نے پرطیش انداز میں زوردار تھپڑ اس عمر رسیدہ ملازم کے چہرے پر مارا تھا ملازم ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا۔

"بابا صاحب بابا صاحب! معاف کردیں غلطی ہوگئی آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں ہوگی۔" اس کی بوڑھی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

"یٹ لاسٹ۔ میں نے تمہیں یہاں دیکھا تو شوٹ کردوں گا۔" اسی لمحے باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی تھی وہ رجب کو گھورتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا ممی ڈیڈی اس کو کوریڈور میں مل گئے تھے۔

"ارے کیا ہوا بابا! آپ کا چہرہ اس قدر سرخ کیوں ہورہا ہے؟" مسز عابدی دھیرے دھیرے چلتی ہوئی آرہی تھیں بیٹے کے وجیہہ چہرے پر غصے کی لالی دیکھ کر ان کو کسی گڑبڑ کا احساس ہونے لگا تھا۔

"آپ نے نوکروں کو کچھ زیادہ ہی سر چڑھا دیا ہے اب ان کی اتنی جرأت ہوگئی ہے ہمارے فیصلے بھی یہ خود کرنے لگے ہیں۔" اس کا موڈ بری طرح آف تھا۔

"اپنی ممی کا ہاتھ پکڑ کر لے کر جائیں میں آتا ہوں ابھی۔" مسٹر عابدی کی نگاہ کچھ فاصلے پر کھڑے رجب پر پڑی تھی جو ابھی بھی کانپ رہا تھا اور خاصا خوف زدہ و پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

"آپ کو کیا ہوا ممی! آپ اسپتال بھی چلی گئیں مجھے خبر بھی نہیں کیا؟" وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کے روم میں لے آیا تھا اور بیڈ پر بیٹھنے میں مدد دیتے ہوئے شکایتی لہجے میں گویا ہوا تھا۔

"خفا نہ ہو میری جان! ایسی پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی معمولی سا بی پی شوٹ کرگیا تھا عابدی تو سدا کے جلد باز ہیں فوراً ہی وہ مجھے اسپتال لے گئے نامعلوم کیوں میری طرف سے اتنے فکرمند رہتے ہیں۔" وہ اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرا کر گویا ہوئی تھیں۔

"ڈیڈی کو آپ کی جیسی وائف اور مجھے آپ جیسی ممی کہاں مل سکتی ہیں آپ سے ہی یہ گھر روشن ہے ممی! اب کیسا فیل کررہی ہیں آپ؟" وہ دیکھ رہا تھا ان کے چہرے پر نقاہت تھی اپنی تکلیف کو وہ مسکراہٹ کے پردوں میں چھپانے کی سعی کررہی تھیں۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں کچھ نہیں ہوا مجھے ناشتا کیا آپ نے؟ میں بابا رجب کو تاکید کرکے گئی تھی وہ آپ کو ناشتا دیں اور میری طبیعت کے بارے میں کچھ نہ بتائیں۔" وہ مسکرائیں۔

"یہ اچھی بات نہیں ہے ممی! اس طرح نوکر سر چڑھنے لگتے ہیں اور خود فیصلے کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور یہ سب مجھے بالکل

پسند نہیں ہے۔" اس کے انداز میں ناخوش گواری نہ تھی۔

"میں نے رجب کو ملازمت سے نکال دیا ہے بہت سر اٹھانے لگا ہے وہ ان زمین کے کیڑوں کو زمین پر ہی"

"شیری! یہ کس انداز میں بات کر رہے ہیں آپ؟ رجب ہمارا پرانا ملازم ہے اس کی نمک حلالی اور وفاداری پر کسی قسم کا شک بھی نہیں کر سکتے اس کا خاندان پشتوں سے ہمارے خاندان کی خدمت کرتا آ رہا ہے میں اس کو اس گھر کا فرد ہی سمجھتی ہوں۔"

"میں آپ کے خیالات سے اگری نہیں کرتا ممی! میں نوکر کو نوکر ہی سمجھتا ہوں اور یہی ٹھیک ہے ہونا بھی ایسا ہی چاہیے۔"

"کس بات پر بحث ہو رہی ہے ماں بیٹے میں؟" عابدی صاحب مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوتے ہوئے گویا ہوئے۔

"یہ بابا نے رجب کو ملازمت سے نکال دیا ہے۔" مسز عابدی خاصے پریشان کن لہجے میں مسٹر عابدی سے بولیں۔

"ممی! آپ اس قدر ڈسٹرب کیوں ہو رہی ہیں؟ ملازموں کی کمی تو نہیں ہے یہاں پر ایک ڈھونڈو ہزاروں مل جائیں گے ایک ہی ملازم تو نہیں ہے اس شہر میں۔"

"درست کہہ رہے ہیں آپ بیٹا ملازموں کی کمی نہیں ہے یہاں پر۔"

"پھر ممی کیوں پریشان ہو رہی ہیں؟" وہ ان کی بات کاٹ کر کہہ رہا تھا۔

"ملازم اور وفادار ملازم میں بے حد فرق ہے شیری! جن پر ہم آنکھیں بند کر کے یقین کرتے ہیں اور انہوں نے کبھی بھی ہمارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی ہمارے گھر کی ہم سے زیادہ حفاظت کرتا ہے وہ اس کی وفاداری اور ایمان داری پر کسی طرح بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ملازم بہت مل جائیں گے مگر رجب جیسے نمک حلال نہیں ملیں گے اس کو گھر سے نکالنے کا خیال دل سے نکال دیں آپ۔" عابدی صاحب رجب سے ساری بات معلوم کر کے یہاں آئے تھے اور رسانیت سے اس کو سمجھا رہے تھے۔

"ڈیڈی! آپ بھی جذباتی ہو رہے ہیں ممی کی طرح یہی تو وہ کمزوری ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں نوکر صرف نوکر ہوتے ہیں۔ میں ان کو اپنے برابر اٹھانے کا قائل نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں اس فضول بحث میں پڑنا نہیں چاہتا آپ کی ممی کی طبیعت سے میں مطمئن نہیں ہوں آپ آفس چلے جائیں بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے آج آپ کو وہ فیاض کے ساتھ اٹینڈ کرنی ہے میں آج آفس نہیں آؤں گا۔" اس کے موڈ کو بری طرح بگڑتے ہوئے دیکھ کر انہوں نے موضوع بدل دیا تھا۔

"لیکن ڈیڈی! میں نہیں جانتا کس لیے میٹنگ ہے میں کیا ڈسکس کروں گا؟" وہ شانے اچکا کر حیرانی سے گویا ہوا۔

"میں فیاض کو بریف کر چکا ہوں وہ تمہاری مدد کریں گے۔"

"ڈیٹس رائٹ! انکل ہیں تو پھر مجھے فکر کی ضرورت نہیں ہے وہ بہت زیادہ کوآپریٹو پرسن ہیں۔" اس کے چہرے پر مسکان چھا گئی، وہ ماں کو پیار کر کے وہاں سے چلا گیا تو مسز عابدی غم زدہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"یہ ہمارا بیٹا کس راستے پر چل رہا ہے عابدی! آپ نے دیکھا شیری کے لہجے میں کس قدر تکبر اور بدلحاظی تھی۔"

"ڈونٹ وری! سب وقت کے ساتھ ساتھ ٹھیک ہو جائے گا آپ ٹینشن مت لیں ڈاکٹرز نے سختی سے تاکید کی ہے پریشانیوں سے دور رہنے کی۔"

❁ ❁ ❁

چاند بادلوں کی اوٹ سے جھانک رہا تھا موسم خوش گوار تھا مدھم چلتی ٹھنڈی ہواؤں میں صحرائی حدت موجود تھی احمر غفران کے خوب صورت محل میں نفیس رات کا پرسکون اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

احمر غفران اپنی شان دار خواب گاہ میں بیش قیمت ریشمی بستر پر محو خواب تھا کمرے کی نیلگوں روشنی میں اس کے چہرے پر میٹھی سی مسکان تھی جب سے ماہ رخ کو اپنانے کا خیال اس کے دل میں جاگزیں ہوا تھا اس کے مزاج میں خوش گوار تبدیلی در آئی تھی سخت مزاجی و بددماغی برف کی مانند بہہ گئی تھی۔ ماہ رخ سے ہونے والی شدید محبت نے اس کو بے سدھ کر ڈالا تھا بڑھاپے کی دہلیز عبور کرتے اس کے قدم بوڑھے عشق سے اس طرح ڈگمگائے تھے وہ چت گر پڑا تھا۔

دلربا نے کئی بار کوشش کی اس کو عوان اور ماہ رخ کے تعلقات بتانے کی مگر اس کائیاں عورت کی جہاندیدہ نظریں احمر غفران کی نگاہوں میں جتنی محبت کی قندیلیں روشن دیکھ کر ہر بار اپنے ارادے کو دل میں ہی محفوظ رکھتی رہی کہ وہ ہمت ہارنے والی عورت نہ تھی بس وہ یہ تہیہ کر چکی تھی کسی نہ کسی طرح احمر کو ماہ رخ اور عوان کی اصلیت ضرور بتائے گی ورنہ ماہ رخ کو اس کی بیوی نہیں بننے دے گی۔ اب بھی وہ چپکے چپکے احمر غفران کے بیڈ روم میں آئی تھی اور اس کو سوتے دیکھ کر کچھ لمحے اس کے چہرے کو جلتی نگاہوں سے دیکھتی رہی تھی لیکن احمر غفران کے جاگنے کے کوئی آثار نہیں تھے اور زیادہ دیر یہاں رکنا بھی خطرے سے خالی نہ تھا، کوئی ملازم دیکھ لیتا تو وہ یہاں آنے کا کیا جواز پیش کرتی کیونکہ ان دنوں احمر غفران تنہائی پسند ہو گیا تھا رنگینیوں سے منہ موڑا ہوا تھا۔

اس کی رسائی کا یہ عالم تھا کہ اس نے ایک ہفتے ماہ رخ سے بھی ملاقات نہ کی تھی اور اس سے کہا تھا نکاح کے دن ہی وہ ملیں گے یہ سب دلربا کی برداشت سے زیادہ تھا۔

معاً اس کو باہر کوئی آہٹیں محسوس ہوئی تھیں وہ چونک کر بلی کی سی چال چلتی ہوئی خواب گاہ سے باہر نکل آئی جہاں وسیع و عریض کوریڈور کی دیواروں میں بڑی بڑی کھڑکیاں نصب تھیں جو بھاری مخملی پردوں سے ڈھکی ہوئی تھیں اور وہاں کوئی نہ تھا۔ دلربا نے محتاط انداز میں سب طرف دیکھا دور دور تک اس کی نگاہیں کچھ فاصلے پر بنے گیسٹ روم کی طرف اٹھی تھیں اس طرف بھی سناٹا چھایا ہوا تھا ہر گیٹ بند تھا۔

"یہاں تو کوئی نہیں ہے پھر مجھے کیوں لگا اس طرف کوئی ہے؟" وہ سر پر ہاتھ رکھے سوچ رہی تھی۔ "وہمی ہو گئی ہوں میں غفران کو چھن جانے کے خوف نے پاگل بنا ڈالا ہے مجھے اور کیوں نہ پاگل ہوں میں ساری عمر اس نے میری برباد کر دی اور اب اس لڑکی کو شریک حیات بنا رہا ہے جو کل تک اس کے اور اس جیسوں کے لیے کھلونا تھی۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی خواہ مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی اپنے رہائشی حصے کی طرف چل دی۔

"بچ گئے۔" کچھ دیر بعد دو سائے پیچھے ایک ستون کی آڑ سے نکلے تھے چند ثانیے گہری گہری سانسیں لینے کے بعد ہاجرہ نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"کیوں ڈر رہی ہو تم ہاجرہ اس طرح تھوڑی ایک معمولی سی عورت سے تم اتنی خوف زدہ ہو کر مجھے حیران کر رہی ہو۔" عوان نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے تعجب سے کہا۔

"آپ نہیں جان سکتے عوان صاحب! وہ کوئی معمولی عورت نہیں ہے بہت پاور ہے اس کی یہاں رئیس اس کی بات پر حرف بہ حرف یقین رکھتے ہیں جو وہ کہتی ہے رئیس ویسا ہی کرتے ہیں۔"

"ڈیٹس امیزنگ! ایک کنیز پر اتنا یقین ہے غفران احمر کو؟"

"ایک بات بتاؤں آپ کو؟" وہ بے ساختہ گویا ہوئی۔

"ہاں ہاں ضرور بتاؤ؟" وہ نرمی سے بولا۔

"جو کنیزیں ہوتی ہیں وہ ایسے مردوں کو اپنی بیویوں سے زیادہ عزیز ہوتی ہیں وہ بیویوں کو جائیدادیں دیتے ہیں اور دل ہم جیسی کنیزوں کو وہ بیویوں کے بغیر رہ سکتے ہیں ہمارے بنا نہیں۔" اس کے لہجے میں شکست و فتح گڈمڈ تھی وہ چپ رہا۔

"جائیں آپ اپنے روم میں میں نے آپ سے کہا تھا وہ آپ سے نہیں ملیں گی آج تو آپ یہاں تک آ گئے ہیں آئندہ ایسی غلطی بھول کر بھی مت کیجیے گا۔" ہاجرہ کہہ کر رکی نہیں تھی۔

❁ ❁ ❁

بارش رات سے وقفے وقفے سے ہو رہی تھی صبح کے وقت موسلا دھار روپ اختیار کر گئی تو فیاض صاحب کے ساتھ طغرل کو بھی آفس سے چھٹی کرنی پڑی تھی وہ سب ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے طغرل کا انتظار ہو رہا تھا وہ خاصی دیر بعد آیا تھا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔

"السلام علیکم!" وہ سلام کر کے فیاض کے برابر والی چیئر پر بیٹھ گیا تھا۔ دادی اور فیاض نے اس کے سلام کا جواب دیا اس کے بیٹھتے ہی ناشتا شروع ہو گیا تھا صباحت ان کی پلیٹ میں فرائی انڈے رکھ رہی تھیں پری دادی کو کارن فلیکس دے رہی تھی

عادلہ اور عائزہ جوس لے رہی تھیں پری کے چہرے پر بھی عجیب سی خاموشی تھی۔

"جیتے رہیں بیٹا! طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ کی؟ آنکھیں بھی سرخ ہو رہی ہیں چہرے سے بھی تھکن ظاہر ہو رہی ہے۔" فیاض نے اس کا جائزہ لیتے ہوئے شفقت بھرے انداز میں کہا۔

"کچھ نہیں چچی جان! میں ٹھیک ہوں۔" اس کی بھاری آواز سنجیدہ تھی۔

"طغرل! کیا لیں گے آپ؟" صباحت نے انڈوں کی ڈش کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"ہاف کپ چائے آنٹی!"

"صرف آدھا کپ، یہ کیا ناشتا ہوا بھلا؟ ارے موئی اس ڈائٹنگ پھٹنگ کے چکر میں تو نہیں پڑ گئے ہو تم بیٹا!" دادی کو اس کی صحت کی فوراً ہی فکر لاحق ہونے لگی تھی۔

"دادی جان! طغرل بھائی تو پہلے ہی اسمارٹ اور ہینڈسم ہیں ان کو قطعی ڈائٹنگ کی ضرورت نہیں ہے۔" عادلہ نے حسب عادت بے تکلفی سے طغرل کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا جواباً انہوں نے ایک فہمائشی نگاہ اس پر ڈالی تھی اماں کو ایسی بے تکلم بے شرمی لگا کرتی تھی لیکن اسے پروانہ تھی۔

"ابھی کسی چیز کا موڈ نہیں ہے دادی جان!" اس نے صباحت کی طرف سے دیے جانے والا کپ پکڑتے ہوئے کہا۔

"نا معلوم یہ آج کل کے بچے کیوں موڈ کے غلام بن گئے ہیں؟ یہ پری بھی میری خاطر یہاں بیٹھی ہے یہ بھی یہی کہہ رہی تھی ابھی موڈ نہیں ہے اور یہاں تم بھی یہی راگ الاپ رہے ہو موڈ کا۔" دادی جان کے انداز پر وہ بُری طرح نروس ہوئی تھی اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا نہیں تھا لیکن صباحت بیگم کی چبھتی نگاہوں کی حدت اپنے چہرے پر اس نے شدت سے محسوس کی تھی۔

"دادی جان! یہ خاصی حیران کن بات نہیں ہے جب بھی طغرل بھائی کا موڈ کھانے کا نہیں ہوتا تو پری بھی کھانے سے انکار کر دیتی ہے۔" عادلہ کے ایک خاص انداز سے کہی گئی بات نے لمحے بھر کو ٹیبل پر حرکت کرتے ہاتھوں کو ساکت کر دیا تھا ان سب کی نظریں بے ساختہ طغرل اور پری کے چہرے پر اٹھی تھیں۔ طغرل تو نارمل انداز میں بیٹھا چائے پیتا رہا تھا جبکہ پری کو اپنے قدموں کے نیچے سے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ نظریں تو پہلے ہی جھکی ہوئی تھیں پھر گردن بھی جھک کر سینے سے جا لگی تھی۔ سب کے سامنے ایسی بات پر وہ پسینہ پسینہ ہو گئی تھی۔

"عادلہ! اس بات کا کیا مقصد ہے... بتاؤ مجھے؟" فیاض صاحب سخت لہجے میں عادلہ سے گویا ہوئے اور عادلہ جو حسب عادت طنز کے تیر پری پر چلانے سے باز نہ آئی تھی یہ بھول بیٹھی تھی کہ اس وقت اس کے ڈیڈی بھی وہاں براجمان ہیں ان کی سخت غصیلی آواز اس کو بُری طرح بدحواس کر گئی اس نے بوکھلا کر ماں کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھا تو انہوں نے زبردستی مسکراتے ہوئے بات سنبھالنے کی سعی کی۔

"ارے آپ اتنا مائنڈ کیوں کر رہے ہیں فیاض! یہ تو مذاق کی بات ہے پری اور عادلہ میں ایسا مذاق چلتا رہتا ہے جس کا کوئی مقصد نہیں ہوتا ہے آپ محسوس مت کریں ان کی نوک جھونک چلتی رہے گی۔"

"مذاق... نوک جھونک؟ یہ سب خواب کی باتیں ہیں صباحت بیگم! میں آنکھیں رکھتا ہوں اور بصارت بھی سلامت ہے میری ان کے تعلق کو میں بخوبی جانتا ہوں۔" ان کے غصے کا پارہ مزید بلند ہو چکا تھا۔

"آپ اتنے ہائپر مت ہوں چچا جان! یہ مذاق ہی ہے۔" ماحول میں کشیدگی پھیلتے دیکھ کر طغرل کو مداخلت کرنی پڑی تھی۔

"مذاق بھی ایک سینس میں ہوتا ہے برخوردار! مذاق مذاق میں کسی کی پگڑی نہیں اچھالی جاتی، کسی کی دل آزاری نہیں ہوتی ہے۔" وہ شدید طیش کے عالم میں عادلہ کو گھورتے ہوئے کہہ رہے تھے عادلہ ان کو اتنے طیش میں دیکھ کر رونے لگی۔

"اوہو! کیوں بات کا بتنگڑ بناتے ہو بیٹا! اب چھوڑو بھی ناشتا کرو یہ عادلہ کی باتوں پر کیا گرفت کرنی بھلا؟ یہ تو ایسی ہی بے تکی باتیں کرتی ہے بنا سوچے سمجھے جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتی ہے۔" اماں جان نرم لہجے میں اس کو سمجھانے لگی تھیں۔

"عادلہ! ہم کو اس طرح کی بات نہیں کرنی چاہیے تھی چلو فوراً پری سے معافی مانگو اور آئندہ ایسی کوئی حماقت مت کرنا۔"

"رہنے دو یہ سب تمہاری تربیت کا نتیجہ ہے۔ جو زہر پری کے خلاف تمہارے دل میں بھرا ہے وہ ہی زہر تم نے اپنی بیٹیوں کے

دوں میں بھی بھر دیا ہے‘ اسی کا اثر ہے یہ سب۔‘‘ وہ کہہ کر اٹھے اور تیزی سے وہاں سے نکل گئے سب کے سامنے خصوصاً طغرل کے سامنے فیاض صاحب کے طعنوں نے سخت سبکی کا احساس دلایا تھا صباحت کا چہرہ مارے شرمندگی کے لال بھبوکا ہو گیا۔

’’میں چچی جان کو دیکھتا ہوں انہوں نے ناشتہ بھی نہیں کیا ہے۔‘‘ طغرل کپ ٹیبل پر رکھ کر جاتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

’’سن لیا آپ نے اماں جان! کیا بول کر گئے ہیں فیاض! اسی بحث سے بچنے کے لیے میں نے آپ کو کتنا کہا تھا اس گھر میں آتے ہی کہ اس فساد کی جڑ کو بھی اس کی ماں کے پاس بھیج دیں یہ یہاں رہے گی تو ہماری زندگی سکون سے نہیں گزر سکے گی اور وہی ہو رہا ہے آج اس بچے کے سامنے بھی فیاض نے میری بے عزتی کر دی ہے۔‘‘ طغرل کے جاتے ہی وہ کسی غبارے کی مانند پھٹ پڑی تھیں۔

’’فیاض نے بالکل درست بات کی ہے یہ سب تمہارا ہی سکھایا ہوا ہے جو عادلہ ایسی گھٹیا بات کر گئی‘ باپ کے سامنے ذرا شرم نہ آئی اس لڑکی کو۔‘‘

’’دادی جان آپ کو کبھی ہماری سائیڈ لینی ہی نہیں ہے یہ ہم کو اچھی طرح معلوم ہے پھر میں نے ایسی کیا بڑی بات کر دی ہے؟‘‘ عادلہ آنسوؤں کے درمیان بولی تھی جبکہ پری بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔ اس کو نہ صباحت اور عادلہ کی چبھتی نگاہوں کا خیال تھا نہ ان کی ترش باتوں کا احساس وہ گردن جھکائے آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔

’’عادلہ! خاموش رہو‘ تم کو اس انداز میں دادی جان سے بات نہیں کرنی چاہیے‘ پہلے بات غلط کرتی ہو پھر اپنی غلطی بھی نہیں مانتی ہو۔‘‘

’’ہنہہ‘ چلو پری۔ جو خود ہدایت پانا نہیں چاہتے ان کو ہدایت ملتی بھی نہیں ہے‘ یہ ہمیشہ یاد رکھنا تم لوگ۔ جو چاند پر تھوکتا ہے وہ اپنا ہی چہرہ داغ دار کرتا ہے۔‘‘ انہوں نے کہتے ہوئے پری کا ہاتھ پکڑا اور چلی گئیں۔

❁ ❁ ❁

فاخر نے گیٹ وا کیا تھا‘ در سامنے کھڑی ہستی کو کئی لمحوں تک بے یقینی سے دیکھتا رہا تھا اس وقت وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس تھا اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ گہری نیند سے بیدار ہوا ہے۔

’’کب تک اس طرح دیکھتے رہو گے‘ اندر بلانے کا ارادہ نہیں ہے؟‘‘ زینب کی خفگی بھری آواز پر وہ حواسوں میں لوٹتے ہوئے مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے ان سے لپٹتے ہوئے گویا ہوا۔

’’السلام علیکم آنٹی! سوری آپ کو صبح ہی صبح یہاں دیکھ کر مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا‘ و آئیں پلیز۔‘‘ ان سے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا اور ان کا بیگ اٹھا کر آگے بڑھ گیا۔

’’ہوں..... گھر تو تمہارا بے حد خوب صورت ہے‘ ہر طرف سبزہ اور پھول ہی پھول کھلے ہیں۔‘‘ وہ طائرانہ نظروں سے دیکھتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں‘ وہ کچھ کہے بنا ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

’’یہ روم آپ استعمال کریں میں ذرا چینج کر کے آتا ہوں۔‘‘ وہ ان کو ایک سلیقے سے سنوارے گئے کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا تھا زینب سینڈل اتار کر بیڈ پر تکیوں کے سہارے نیم دراز ہو گئی تھی آنکھیں بند کر کے وہ سوچنے لگی کہ کس طرح ان دونوں کے درمیان رشتے‘ یقین و اعتماد کی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے کی سعی کرے؟ بڑی امیدیں اور خواہشیں لے کر وہ فاخر کے پاس آئی تھی۔

’’یہ لیں میں آپ کے لیے کافی بنا کر لایا ہوں گا بشیرا آتا ہو وہ آ کر ناشتہ تیار کرے گا آپ کیا لیں گی ناشتے میں؟‘‘ وہ دو مگ ہاتھ میں لے کر اندر داخل ہوا اور مگ ان کی طرف بڑھا کر دوسرا خود لے کر قریبی صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

’’صبح ہی صبح بلیک کافی پینے کی عادت ختم نہیں ہوئی تمہاری؟‘‘ وہ کافی کا سپ لیتی ہوئی خفگی بھرے انداز میں ہی گویا تھیں فاخر نے مگ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے گہری نگاہوں سے انہیں دیکھا ان کے چہرے کے ہر عضو سے شدید تر خفگی و شکایتیں ظاہر ہو رہی تھیں‘ در وہ ان کی وجہ بخوبی جانتا تھا ان کا غصہ‘ خفگی و اپنائیت بھری بے رخی کا سبب کیا ہے۔

’’میں چھوڑنا بھی چاہوں تو نہیں چھوڑ سکوں گا آنٹی‘ بلیک کافی مجھے فریش کر دیتی ہے ضرورت بن گئی ہے میری یہ۔‘‘ وہ

مسکرایا۔

’’تب ہی تمہارے اندر اس کی کڑواہٹ خون کے ساتھ دوڑنے لگی ہے رشتوں کی مٹھاس سے بھی محروم ہونے لگے ہو تم۔‘‘ وہ جواباً خاموش رہا دونوں اس خاموشی کے دوران کافی پیتے رہے شاید دونوں ہی بہت کچھ کہنا چاہتے تھے اور دونوں کو ہی لفظ نہیں مل رہے تھے۔

’’آنٹی! سب ٹھیک ہیں؟ آپ اس طرح بنا انفارم کیے آ گئی ہیں تو.....؟‘‘

’’ارے تم کو کسی کی خیریت سے کیا غرض ہے بھئی‘ جس طرح تم منہ اٹھائے کسی کو بتائے بغیر چلے آئے تو میں نے بھی سوچا یہ سب پرانی باتیں ہو گئی ہیں کسی کو انفارم کرنا سو میں بھی چلی آئی یہاں تمہارے گھر بنا بتائے۔ خوش قسمتی سے تم یہاں کا ایڈریس مجھے پہلے دے چکے تھے ورنہ تمہارے سیل فون کے رابطے کی طرح تمہارے گھر سے بھی محروم رہتے۔‘‘

’’اوہ مائی سوئیٹ آنٹی!‘‘ وہ ان کے قریب بیٹھ کر ان کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے کر محبت سے گویا ہوا۔

’’آپ تو بے حد ناراض ہیں؟‘‘

’’تم ناراضی کی بات کرتے ہو فاخر! تمہاری اسی غیر ذمہ دارانہ حرکت نے صباحت آپی اور مجھے ان کے سسرال والوں کے آگے نگاہیں اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا‘ تمہاری شادی ایک ہفتے کے مختصر وقت میں کرنے کا پروگرام اس لیے بنایا تھا کہ تمہارا ٹرانسفر اسلام آباد ہو گیا تھا بھائی جان اور بھابی لمبے ٹور پر ابروڈ جا رہے تھے اور تم ملازموں کے ساتھ ایڈجسٹ کرنا پسند نہیں کرتے گھر میں کوئی فیملی ممبر ضرور ہو اور اسی وجہ سے عائزہ کی تم سے شادی جھٹ پٹ کر دی گئی کہ تم اپنی بیوی کے ساتھ اپنے گھر میں خوش و خرم رہو اور تم نے کیا کیا؟‘‘ شدید غصے و جذباتی انداز میں ان کا سانس بری طرح پھول گیا تھا مگر ان کو پروا نہ تھی وہ کہے جا رہی تھیں۔

’’وہاں سے ایسے بھاگے ہو گویا کوئی جرم کر کے بھاگتا ہے اور پھر سیل فون آف کر کے بیٹھے ہو۔ شدید پریشان کر دیا ہے تم نے فاخر!‘‘ شدت جذبات سے ان کی آواز بھرا گئی‘ وہ چپ ہو گئیں۔

’’آپ پانی پئیں آنٹی! آپ جتنا غصہ کرنا چاہتی ہیں کریں اگر آپ مجھے ماریں گی بھی تو میں بھی آپ کے ہاتھ نہیں روکوں گا لیکن میری بات بھی سنیں آپ‘ عائزہ نے میرے ساتھ کیا کیا یہ میں آپ کو لنچ کے بعد بتاؤں گا‘ ابھی آپ فریش ہوں اور کچھ دیر ریسٹ کر لیں۔‘‘ وہ گلاس دے کر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

❁ ❁ ❁

پھولوں کی پنکھڑیاں چنتے چنتے
آئینہ در آئینہ خود کو کھوجتی یہ لڑکی
شہر کی اس سنسان گلی تک آ پہنچی ہے
کہ مڑ کر دیکھتی ہے تو پیچھے دور دور تک
کرچیاں بکھری ہوئی ہیں
ایسا نہیں کہ اس نے
اپنے عکس کو جوڑنے کی سعی نہیں کی
پر اس کھیل میں بھی تصویر دھندلا گئی
بس انگلیاں لہولہان ہو گئیں

’’ماہ رخ! میں کچھ کہہ رہی ہوں آپ سے کہاں گم ہیں آپ؟‘‘ ہاجرہ نے دھیرے سے اس کا شانہ ہلا کر کہا تو اس نے بے تاثر نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور اسی انداز میں بولی۔

’’کیا بات ہے..... تم ہر وقت پریشان رہنے لگی ہو؟‘‘

’’آپ نے خود پر عجیب سی مدہوشی مسلط کر لی ہے آپ کو اپنی خبر ہے نہ اپنے گرد ہونے والی سرگرمیوں کا احساس ہے۔‘‘ وہ

سرگوشیانہ انداز میں کہتی ہوئی اس کے قریب بیٹھ گئی تھی اور اس کے انداز پر ماہ رخ کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ در آئی تھی۔
''سرگوشیاں کیوں کررہی ہو اس بند کمرے میں کون بات سنے گا۔''
''شکر ہے پروردگار کا آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی کرن تو چمکی ورنہ جب سے یہ اعوان صاحب آئے ہیں میں آپ کی پیاری مسکان سے ہی محروم ہوگئی ہوں۔'' ہاجرہ اس کو مسکراتے دیکھ کر نہال ہوگئی تھی۔
''وہ گیا نہیں ابھی تک یہاں موجود ہے؟'' وہ چونک کر گویا ہوئی۔
''موجود ہے... کل رات تو اس نے ہماری حیات کے چراغ گل کرانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی اگر میں موقع پر نہ پہنچ جاتی تو...''
''کیا مقصد ہے کل رات کیا ہوا تھا؟''
''یہی تو آپ کو بتارہی ہوں لیکن آپ اپنی سوچوں میں گم تھیں۔''
''اچھا اب بتا بھی دو کیا ہوا رات کو؟'' وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔
''جب سے رئیس نے شادی کی تیاریاں شروع کرائی ہیں اس وقت سے دلربا کانٹوں پر لوٹ رہی ہے اس کی یہی خواہش ہے رئیس آپ سے شادی نہ کرسکیں اور اس نے کسی طرح سے آپ کے اور اعوان صاحب کے تعلقات کی سدھ بدھ حاصل کرلی ہے اور اس کی یہی کوشش ہے کسی طرح سے وہ ساری باتیں رئیس کو بتا کر ہم سے نجات حاصل کرے۔''
''یہ تو بہت خوف ناک بات ہے اگر احمر غفران کو وہ سب معلوم ہوگیا تو وہ تم کو ماردے گا مگر میرا انجام موت سے بھی زیادہ بھیانک ہوگا۔'' وہ یک دم ہی خوف زدہ ہوگئی تھی۔
''تم کو یہ سب کس نے بتایا... ہوسکتا ہے یہ سب جھوٹ ہو؟''
''جھوٹ نہیں ہے محلاتی سازشیں یہاں کے ماحول میں رچی بسی ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا یہاں کب کون کس کا دشمن بن جائے اور کب دوست ثابت ہو۔''
''تم کو یہ سب دلربا کی کسی دشمن نے بتایا ہے؟''
''جی وہ ہر ایک پر ناجائز حکم چلاتی ہے رعب دکھاتی ہے اس لیے کوئی بھی اس کو پسند نہیں کرتا ذاکرہ کا میں پہلے ہی سے حد خیال رکھتی تھی اب تو اس کو مٹھی میں کرنے کے لیے میں بہت زیادہ خیال رکھنے لگی ہوں۔ کل ذاکرہ نے ہی بتایا تھا دربار رئیس کی خواب گاہ میں گئی میں وہاں تک پہنچی بھی نہ تھی کہ سامنے سے تیز تیز قدموں سے اعوان صاحب وہاں سے آرہے تھے صرف لمحوں کی مہلت ملی تھی میں اعوان صاحب کا بازو پکڑ کر ستون کے پیچھے لے گئی تھی اور عین اسی لمحے حواس باختہ سی دربار رئیس کی خواب گاہ سے برآمد ہوئی تھی وہ یقیناً اعوان صاحب کے قدموں کی آواز سے باہر آئی تھی پھر خاصی دیر تک سب جگہ کا جائزہ لے کر چلی گئی تھی۔'' اس کے چہرے پر رات کا خوف ابھی تک موجود تھا اس کی بات سن کر ماہ رخ بھی سراسیمہ ہوئی تھی۔
اس کو مرنے کا ڈر نہیں تھا موت کی دعائیں مانگتے مانگتے اس کی آنکھیں خشک ہوچکی تھیں اصل خوف اس کو اس زندگی سے تھا جو احمر غفران جیسا درندہ صفت اس کی حقیقت جاننے کے بعد کردیتا۔
''ہاجرہ! تم کسی طرح بھی اعوان سے ملو اور اس سے کہو وہ یہاں پر بالکل نہ ٹھہرے فوراً چلا جائے۔'' وہ پریشان لہجے میں بولی۔
''میں ساری باتیں ان کو بتاچکی ہوں تمام خطرات سے بھی آگاہ کرتی رہی ہوں مگر ان کی ایک ہی ضد ہے ماہ رخ وہ آپ سے معافی مانگے بغیر نہیں جائیں گے۔ خواہ کچھ بھی ہوجائے میری مانیں تو آپ ایک بار ان سے مل لیں۔''

❁ ❁ ❁

بارش رک چکی تھی موسم بدل رہا تھا ہلکی ہلکی خنکی محسوس ہونے لگی تھی موسم تو بدل گیا تھا مگر اس کے اور طغرل کے درمیان موجود عزت نفس کی جنگ اب تک میں نہ بدل سکی تھی ہر بار وہ اپنی غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی اس سے معافی مانگ لیتا تھا اس کو منانے کی سعی میں مگن رہتا تھا لیکن اس بار وہ پری سے سخت بدظن ہوا پری نے اس کے خلوص و اپنائیت کی قیمت لگا کر اس کو گھائل کرڈالا تھا اور وہ اس وقت سے تکلیف میں مبتلا تھا مسکراتے لبوں پر چپ تھی بہت سنجیدہ رہنے لگا تھا۔

"صاحب جی! اماں جان بلا رہی ہیں آپ کو۔" خیرون نے آ کر اس کو اطلاع دی، وہ اسٹڈی کر رہا تھا، مصروف انداز میں بولا۔

"یہ کتاب شیلف میں رکھو جا رہا ہوں دادی کے پاس۔" وہ ہاتھ میں پکڑی کتاب ٹیبل پر رکھ کر خیرون سے گویا ہوا۔

"جی صاحب!" اس نے سعادت مندی سے بکھری کتابیں سمیٹنا شروع کردی تھیں، طغرل اماں کے روم کی طرف چلا آیا اور دستک دے کر اندر داخل ہوا تھا۔

"جی دادی جان! آپ نے یاد کیا ہے مجھے۔"

"ہاں میں نے یاد کیا ہے، تم کو تو اب میری یاد کہاں آتی ہے نامعلوم کن کاموں میں مصروف رہنے لگے ہو جو دادی کا بھی خیال نہیں رہا ہے تمہیں۔" وہ شکایتی لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے دادی جان! آپ کا خیال تو مجھے ہر وقت رہتا ہے بس ذرا آج کل گھر کی تعمیر و تزئین کی کنسٹرکشن آخری مراحل میں ہے اس میں زیادہ بزی رہتا ہوں اس لیے آپ کو ٹائم دے پا رہا ہوں مگر خوش ہو جائیں گھر تیار ہوتے ہی میں آپ کو یہاں سے لے جاؤں گا پھر میرا سارا ٹائم آپ کے لیے ہی ہوگا۔" اس نے محبت سے دیکھتے ہوئے ان کو کہا۔

"گھر تم کو بنانے کی اتنی جلدی کیوں پڑی بیٹا! ابھی صرف تم اپنی پڑھائی پر ہی توجہ دو گھر کی کیا ضرورت ہے تم کو؟" انہوں نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جہاں سے پری دو کپ چائے ٹرے میں رکھ کر لا رہی تھی۔

"بہت ضروری ہے گھر دادی جان! غلطی ہوئی پہلے گھر ہی بنوانا چاہیے تھا مجھے۔" وہ اس کی موجودگی محسوس کر کے بھی لاتعلق بنا بیٹھا تھا اس کے لہجے کی تلخی ان کو چونکا گئی تھی۔

"ارے خیر تو ہے بچے! تمہارے لہجے سے مجھے کسی گڑبڑ کا احساس ہو رہا ہے، کسی نے کچھ کہا ہے تمہارے یہاں رہنے پر؟ کس نے کہا ہے بتاؤ مجھے دیکھنا میں اس کا کیا حال کرتی ہوں۔" ان کی ازلی محبت نے ایک دم ہی جوش مارا تو آگ بگولا ہو گئیں۔

"چائے لے لیں دادی جان!" پری نے ان کے غصے سے بڑھتے سرخ و سپید چہرے کو دیکھتے ہوئے کپ ان کی طرف بڑھایا۔

"اصل بات کیا ہے، مجھ کو بتاؤ طغرل! میں دیکھ رہی ہوں دو تین دن سے تم نہ گھر میں ڈھنگ سے رہ رہے ہو نہ کھا رہے ہو آخر کس نے ایسا کیا کہہ دیا ہے جو تم مسکرانا تک بھول گئے ہو؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ پریشان مت ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا پری کی طرف اس نے نگاہ نہ اٹھائی تھی۔

"چائے لے لیں۔" دادی کے خیال سے پری کو پہل کرنی پڑی تھی۔

"دادی جان مجھے ایک کام سے جانا ہے آفس سے لیٹ ہو رہا ہوں، وہاں سے واپسی پر میں آپ کے پاس آتا ہوں۔" اس نے جھک کر ان کا گال چوما تھا اور ہاتھ ہلاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ پری اس بے عزتی پر کھڑی رہ گئی تھی۔

"دادی کی جہاندیدہ نگاہوں نے بھی ان کی خاموش چپقلش کو محسوس کیا تھا کہ طغرل نے پوری شدت سے پری کو نظر انداز کر کے گیا تھا۔

"بیٹھ جاؤ، اس نے تمہاری بات نہیں سنی تھی جلدی میں تھا وہ۔"

"آپ بلاوجہ ان کی حمایت نہ لیں دادی! وہ گھر سے جانا چاہتے ہیں اپنے تو ان کو جانے دیں ویسے بھی ہمارے اس بوسیدہ کھنڈر نما گھر میں ان کا دل کہاں لگتا ہوگا وہ اپنے اعلیٰ شان گھر میں رہنے کے عادی ہیں۔" وہ ان کے قریب بیٹھتے ہوئے بے اعتنائی بھرے لہجے میں بولی۔

"تم دونوں کے درمیان پھر کوئی بات ہوئی ہے میرا ماتھا تو پرسوں اسی وقت ٹھنکا تھا جب ناشتے کی ٹیبل پر تم دونوں ہی منہ بنائے بیٹھے تھے تب سے تم بھی اکھڑی اکھڑی پھر رہی ہو اور طغرل بھی اجنبی بن گیا ہے۔" وہ چائے پیتے ہوئے اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہی تھیں۔

"جھگڑا میں نہیں طغرل بھائی نے شروع کیا تھا، ورنہ میرا ارادہ ان کو خاموشی سے چیک دینے کا تھا اور بس۔"

"چیک... کون سا چیک اور تم کیوں دینے لگیں طغرل کو؟" وہ لبوں سے ہٹا کر حیرانی سے استفسار کرنے لگی تھیں۔

"آپ کیا سمجھتی ہیں دادی جان! میں ان کو اپنے گھر والوں پر احسان کرنے دوں گی، میں نہیں چاہتی کوئی میرے پاپا پر ترس کھائے، ہم کو بھیک دے، وہ دولت مند ہیں تو ہوا کریں ہم کو ان کی خیرات کے پیسے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" اس کے انداز میں اتنی نفرت، بدگمانی اور بے مروتی تھی کہ وہ حق دق اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئیں۔

"سب میں نے ان سے کہا تو ان کو برا لگ گیا، شرمندہ ہونے کی جگہ دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ گھر چھوڑ کر جانے کی تو ایک بار نہیں ہزار بار جائیں... یہاں کوئی ان کی پروا کرنے والا نہیں ہے، آپ بھی دادی جان اس معاملے میں دخل اندازی مت کیجیے گا۔" اس نے بھڑاس نکالی اور سرعت سے چلی گئی۔

❀ ❀ ❀

"ارے بھئی ابرو ہی منافقت بھرا دور چل رہا ہے آج کل رشتے تو در کنار اپنے سائے پر بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔" صباحت عائزہ کے قریب آ کر گویا ہوئی۔

"کیا ہوا ہے ممی! کس سے شکایت ہوگئی ہے آپ کو؟" اس نے ان کے خراب موڈ کو دیکھتے ہوئے چونک کر پوچھا۔

"زینب کو دیکھو یہاں پر کس طرح باتیں بنا کر گئی ہیں کہ جا کر فاخر کے کان کھینچوں گی ایسی بے نقط سناؤں گی کہ دوسرے دن ہی دوڑا دوڑا آئے گا تم کو لے جانے کے لیے اور آج کتنے دن ہو گئے ہیں اس کو گئے ہوئے جب بھی فون کرتی ہے کہتی ہے آپ فکر نہ کریں، میں اپنی سی پوری کوشش کر رہی ہوں فاخر کا دل صاف کرنے کی۔" ان کے لہجے میں سخت کبیدگی و زود رنجی پن تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آنٹی! یہ مسئلہ اتنی آسانی سے حل ہونے والا نہیں ہے ممی! آپ سوچا نہ کریں نامعلوم یہ معاملہ اب حل بھی ہوگا یا... مجھے اپنی نادانی کی سزا ساری زندگی بھگتنی پڑے گی۔"

"تم دیکھنا ساری زندگی سر پکڑ کر روئے گا وہ۔"

❀ ❀ ❀

وہ بستر پر دراز چھت کو گھور رہا تھا سائیڈ ٹیبل پر رکھا موبائل فون مسلسل بج رہا تھا، وقفے وقفے سے یہ سلسلہ جاری تھا دوسری طرف جو بھی تھا اس کے مزاج میں مستقل مزاجی و برداشت کا خمیر شاید وافر مقدار میں موجود تھا کہ ہر پانچ دس منٹ کے وقفے کے بعد اس کا شغل جاری تھا۔ ادھر شیری بھی اپنی سوچوں میں گم اس مسلسل آنے والی بیل کو سن رہا تھا ممی کی طبیعت سنبھلی تھی اور اس بار وہ اس سے شدید اصرار کر رہی تھیں کہ وہ شادی کے لیے ہامی بھرے اور اس بار ممی کے ساتھ دونوں بہنوں نے بھی اس کی ناک میں دم کر دیا تھا وہ کسی نہ کسی طرح اس کی شادی کرنا چاہتی تھیں ان کو عادلہ کو بھی بہو بنانے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔

وہ عادلہ کو اس نظر سے دیکھتا ہی نہ تھا اس کی تو نس نس میں ایک ہی سراپا لہو بن کر دوڑتا تھا جس کو بھلانے کی سعی میں وہ خود کو بھولنے لگا تھا مگر وہ ہوشربا چہرہ اس کے ذہن کی اسکرین پر ہر لمحہ ہر پل متحرک رہتا تھا۔

دل بھی عجیب تھا۔

اس کی چاہت میں گرفتار ہو گیا تھا جو اس کی پرچھائیں سے بھی نالاں تھی۔ بیل نے اس کو کال ریسیو کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"یس۔" کان سے فون لگا کر تکیے کے سہارے بیٹھتا وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"یہ کیسا بی ہیو ہے شیری! میں کتنے دنوں سے کال کر رہی ہوں اور تم کو ریسیو کرنے کی فرصت ہی نہیں ہے۔" اس کی آواز میں نمی تھی۔

"تم اتنی نان سینس ہو گی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" اس نے سائیڈ سے سگریٹ اور لائٹر اٹھاتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ چیخ اٹھی۔

"میرا مطلب ہے میں اتنے دنوں سے تمہاری کال ریسیو نہیں کر رہا تھا تو اس کا صاف مطلب ہے میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا، اٹس ویری سمپل۔"

"کیوں بات کرنا نہیں چاہتے؟ پلیز پلیز کیا خطا ہوئی مجھ سے بتاؤ نا؟"
"پلیز عادلہ! یہ رونے کا ڈرامہ بہت بور کرتا ہے' تم کیوں کررہی ہو ایسا؟ میں نے تمہیں بہت پہلے کہہ دیا تھا کہ میں نے تم سے صرف فرینڈ شپ کی ہے۔" وہ اپنے مخصوص اکھڑ انداز میں بات کررہا تھا۔
"لیکن... میں تم سے محبت کرتی ہوں شیری!" وہ روتے ہوئے بولی۔
"لیکن میں تم سے محبت نہیں کرتا۔" وہ سنگ دل بنا ہوا تھا۔
"میں مر جاؤں گی' ایسے مت کہو خدا کے واسطے' مجھ پر رحم کرو۔" اس کے سفاک رویئے نے عادلہ کو گڑگڑانے پر مجبور کردیا تھا۔
"رحم ہی تو کررہا ہوں' اب تم بھی خود پر رحم کھاؤ اور میرا پیچھا چھوڑ دو' میری دوستی کو تم نے غلط رنگ دیا ہے۔"
"تم جھوٹ کہہ رہے ہو وہ دوستی نہیں تھی' تم میری اتنی کیئر کرتے تھے' میرا خیال رکھتا تھا تم کو' تم تمام فاصلے مٹا کر میرے قریب آگئے تھے۔ یہ دوستی میں نہیں محبت میں ہوتا ہے پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو وہ دوستی تھی۔" وہ سسک رہی تھی جبکہ شیری کے چہرے کی بےزاریت لہجے سے بھی عیاں ہونے لگی۔
"میں بھی ایسی کوئی بات سننے کے موڈ میں نہیں ہوں' مجھے ڈسٹرب مت کرو۔"
"یہ میری زندگی کا سوال ہے اور تم مجھے نظر انداز نہیں کرسکتے شیری! اگر تم نے اپنے وعدے سے پھرنے کی کوشش بھی کرنی چاہی تو میں تم کو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گی۔" وہ زخمی ناگن کی طرح پھنکاری۔
"ہاہاہا... اچھا مذاق ہے' ذرا یہ کرکے تو دیکھو پھر بتاتا ہوں تم کو۔" اس نے لائن ڈسکنکٹ کردی اور آنکھوں میں اس کی ایک چمک سی لہرائی اس کو وہ سب یاد آیا جب ایک وقت میں وہ اور عادلہ بہت قریب آگئے تھے۔

❁ ❁ ❁

فاخر نے گھر میں قدم رکھا تو دیسی کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبوؤں نے اس کا بھرپور استقبال کیا تھا اس کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر رہا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے زینب کو سلام کیا بریف کیس ٹیبل پر رکھ کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے شوز اتارنے لگا اس اثناء میں زینب بھی قریب آ کر بیٹھ گئی تھیں۔
"آج میں نے تمہاری پسندیدہ ڈشز بنائی ہیں۔" پھر اس کو دیکھ کر بولیں۔
"کیا بات ہے تمہاری مسکراہٹ میں اتنی اداسی کیوں ہے فاخر؟"
"مما بھی اسی طرح کھانے بناتی ہیں آج کھانے کی خوشبو نے مما سے دوری کا احساس شدت سے دلایا ہے۔" وہ سادگی سے بولا۔
"بات تو یہی ہے بھابی جان نے بہت محبت دی ہے آپ کو خیر وہ بہت جلد آجائیں گی تم اداس مت ہو' فاف چینج کرکے آجاؤ میں اتنے میں کھانا لگاتی ہوں پھر کافی پئیں گے۔"
"آپ نے بشیر کو چھٹی دے دی ہے' خاصی مدد کرسکتا تھا وہ آپ کی۔" وہ کہتا ہوا اپنے روم کی طرف بڑھ گیا تھا زینب کھانا لگانے لگی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ کافی کے مگ اٹھائے ٹیرس پر آگئے تھے۔
ماحول میں خاصی ٹھنڈک اتر آئی تھی کراچی کی نسبت یہاں قدرے ٹھنڈ تھی۔
"میں دو دن بعد چلی جاؤں گی فاخر!" وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔
"اتنی جلدی کیوں جارہی ہیں آپ؟ ابھی آپ کو ہفتہ بھی نہیں ہوا یہاں آئے۔"
"میں یہاں یہ معلوم کرنے کے لیے آئی تھی کہ تمہارے ارادے کیا ہیں؟ عائزہ کو تم معاف کرنے کا ارادہ رکھتے ہو یا اس کو مزید سزا کی سولی پر لٹکائے رکھنے کا ارادہ ہے اور تم کچھ کہہ کر ہی نہیں دے رہے ہو' وہاں آپی سوچ رہی ہوں گی میں یہاں سیر سپاٹے کرتی پھر رہی ہوں ان کی پریشانی کا مجھے کوئی خیال نہیں ہے۔" وہ سنجیدہ لہجے میں کہہ رہی تھیں۔
"عائزہ نے میرے جذبوں کو بری طرح ہرٹ کیا ہے' میں نے پوری سچائی و محبت کے ساتھ اس سے بندھن باندھا تھا' میں نے کسی لڑکی سے معمولی فلرٹ بھی نہ کیا تھا' بہت حفاظت سے اپنی محبت و خواہشوں کو ان چھوئی کلیوں کی طرح پاکیزگی سے

رکھا تھا میں بے حد کھرا اور ایمان دار بندہ ہوں آنٹی! میں نے پوری دیانت داری سے اپنی وفا' پیار و جذبے اپنی شریک حیات کے لیے سیو کردیئے تھے اور مجھے بدلے میں کیا ملا؟" اس کے وجیہہ چہرے پر شدید کرب و اذیت بکھر گئی تھی اس نے کافی ادھوری چھوڑ دی تھی زینب سے بھی پھر وہ کافی پی نہ گئی جب اس نے فاخر جیسے لمبے چوڑے خوب صورت مرد کو بچوں کی طرح روتے ہوئے دیکھا۔
"شادی کی رات میرے کمرے میں قدم رکھتے ہی میری نئی نویلی دلہن مجھے دیکھتے ہی کہتی ہے پہلے وہ کچھ کہنا چاہتی ہے پھر وہ اپنا فیئر بتاتی ہے اس کے لفظ میرے خواہشوں کے تازہ چمن پر بم کی طرح بلاسٹ ہورہے تھے۔ میری سرتوں کا گلا گھٹ رہی تھی۔ میری محتاط اور پاکیزہ زندگی میرا منہ چڑا رہی تھی۔ وہ اپنی عاشقی کے قصے سنارہی تھی اور میرے اندر توڑ پھوڑ تھی۔ میں نے مرد ہوکر بھی کسی لڑکی کی پرچھائیں خود پر نہ پڑنے دی اور وہ لڑکی ہوکر بھی کسی کے گلے کا ہار بن گئی۔ شرم آتی ہے اپنی تقدیر پر مجھے کس قسم کی لڑکی میرے سے منسوب ہوگئی ہے۔ گھن آتی ہے اس کے نام سے بھی مجھے۔" اس کے لہجے میں نفرت کے علاوہ کراہت کا شدید احساس تھا۔ بہت سرعت سے اس نے اپنے آنسو رومال سے صاف کیے تھے۔
"میں مانتی ہوں عائزہ کی بچکانہ حرکت نے تم کو ناقابل برداشت تکلیف پہنچائی ہے تم کو دکھ دیا ہے وہ بے حد شرمندہ ہے اور...؟"
"آنٹی پلیز۔" میں اس ٹاپک پر کوئی بات کرنا نہیں چاہتا۔" وہ کہہ کر چلا گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

"کس سے باتیں کررہی تھیں تم؟" عائزہ نے روم میں آتے ہوئے اسے موبائل رکھتے دیکھ کر پوچھا پھر اس کی آنسو بھری آنکھیں دیکھ کر گھبرا کر بولی۔
"بتاؤ نا کس کا فون تھا؟ کیا ہوا ہے تم رو کیوں رہی ہو؟"
"شیری کا فون تھا جھگڑا ہوا ہے میرا اس سے۔" اس نے آنسو پونچھتے ہوئے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے انداز میں خستگی نمایاں تھی۔
"کیوں ہوا جھگڑا؟ میں تو کافی ٹائم سے ان کو یہاں آتے ہوئے نہیں دیکھ رہی' تم بھی اپنے روم میں بند پڑی رہتی ہو۔"
"کیا کروں میری سمجھ نہیں آرہا ہے شیری اس طرح دھوکہ دے گا میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی تب تو وہ میری محبت میں مرا جارہا تھا اور اب کہتا ہے اس کو مجھ سے محبت ہی نہیں ہے۔" اس کی حالت پانی سے باہر گری مچھلی کی طرح ہورہی تھی۔ عائزہ اس کو دیکھے گئی خوب طمطراق اور کسی کو خاطر میں نہ لانے والی عادلہ کی کیفیت کسی زخمی پرندے جیسی تھی۔ اس میں عائزہ کو اپنا عکس نظر آنے لگا۔ راحیل کی بےوفائی و بدبختی نے اس کو بھی اس طرح بدل کر رکھ دیا تھا۔ محبت کے فریب میں وہ بھی بھربھری دیوار کی طرح ڈھے گئی تھی۔
"عادلہ! وہ تم پر کب سے مرنے لگا۔ پری پر وہ پہلی ملاقات میں ہی فریفتہ ہوچکا تھا یہ تم بھی جانتی ہو وہ اس کو پانے کے لیے پاگل ہورہا تھا کیا کچھ نہیں کیا انہوں نے پری کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے مگر پری نے کسی بھی لمحے ان کے جذبوں کی پذیرائی نہیں کی۔ ہمیشہ ایسا رویہ رکھا ان کی کبھی ہمت ہی نہ ہوئی کچھ کہنے کی۔"
"میں نے ہمیشہ پری کو نیچا دکھانے کی کوشش کی' کوئی ایسا موقع نہیں ضائع کیا جس میں اس کی تذلیل ہوتی ہو اور اسی چکر میں خود گرگئی ہوں۔" وہ عائزہ سے لپٹ کر رونے لگی۔
"یہ سب کرنے سے پہلے تم کو یہ بھی خیال نہیں آیا وہ پاپا کے بزنس پارٹنر کا بیٹا ہے۔ عابدی انکل کی فیملی سے ہمارے بہترین تعلقات ہیں؟ اگر وہ زبان کھول دے پاپا کے سامنے تو کیا ہوگا؟" عائزہ غصے سے اسے خود سے الگ کرتی ہوئی بولی۔
"وہ مجھے ابھی تک معاف نہیں کرسکے ہیں۔ اگر ان کو معلوم ہو تو قیامت آجائے گی گھر میں یہ جانتی ہو تم؟"
دروازے کے پیچھے سب باتیں سنتی صباحت پہلی بار سکتے میں آئی تھیں۔

❁ ❁ ❁

بہت مشکلوں سے ہاجرہ نے اعوان اور ماہ رخ کی ملاقات کا موقع نکال ہی لیا تھا۔ غفران احمر آج ایک دن کے لیے دوسرے شہر گیا تھا اور اس نے ذاکرہ کی مدد سے دلربا کے کھانے میں نیند کی دوا ملوا دی تھی۔ وہ اب بے خبر سو رہی تھی۔ پھر بھی احتیاطاً ذاکرہ اس کے کمرے کے ارد گرد تھی اور ہاجرہ گیسٹ روم کے باہر بیٹھی پہرہ دے رہی تھی۔

وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے ماہ رخ کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ اعوان بھی اضطرابی انداز میں دونوں ہاتھوں کو مسل کر بار بار ماہ رخ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر دکھ تکلیف و ندامت تھی۔ ماہ رخ پر گزری حقیقت جان کر وہ خود کو اس کا مجرم سمجھنے لگا تھا۔ ساحر اس کو اتنا شدید دھوکا دے گا وہ گمان نہیں کر سکتا تھا اس نے اس کی زندگی کانٹوں پر ڈال دی تھی۔

''ماہ رخ آئی ایم سوری' بلکہ سوری' بہت معمولی لفظ ہے مجھے سمجھ نہیں آ رہا میں تم سے کس طرح معافی مانگوں؟ میری وجہ سے تمہارے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہوئی ہے۔ انجانے میں میں' یک ایسے انسان سے دوستی کر بیٹھا جو سانپ کی فطرت رکھتا تھا جس نے موقع ملتے ہی تمہاری اور میری زندگیوں کو ڈس لیا۔'' وہ کرب زدہ لہجے میں گویا ہوا تھا۔

''جو گزر گیا سو گزر گیا اب ان باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا' میری خواہش ہے تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ اور پھر کبھی مڑ کر بھی اس طرف نہ آنا' اس ملاقات کو کسی بھیانک خواب کی مانند بھول جانا۔'' اس کا سپاٹ لہجہ ہر جذبے سے عاری تھا۔

''میں اپنی غلطیوں کا کفارہ ساری زندگی ادا کرتا رہوں گا۔ لیکن تم کو ماہ رخ' اس جہنم میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔'' وہ جذباتی لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''اب مدت ہوئی ماہ رخ نے خواب دیکھنے چھوڑ دیے ہیں اعوان صاحب' ان خوابوں اور معصوم خواہشوں کی بہت قیمت چکائی ہے میں نے وہ خواہشیں ناسور بن گئی ہیں اور زخموں سے اب جلد ہی زندگی کا رشتہ ٹوٹنے والا ہے۔ میں اب سبز باغ دیکھنا نہیں چاہتی۔ تم یہاں سے جاؤ' قبل اس کے کہ احمر غفران تمہیں زندہ زمین میں دفن کر دے۔'' وہ کہہ کر کمرے سے باہر آئی تو خوف سے لرز کر رہ گئی۔

❁ ......❁ ❁

''ہیلو ہاؤ آر یو؟'' اس نے شناسا سا انداز پر مڑ کر دیکھا قریب ہی چند قدموں کے فاصلے پر شیری کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''جی میں ٹھیک ہوں۔'' وہ پرس درست کرتی ہوئی عام انداز میں بولی۔

''آپ مسکراتی کیوں نہیں ہیں؟ مسکراتی رہا کریں یقین مانیے مسکرانے پر ابھی تک کوئی ٹیکس عائد نہیں کیا گیا ہے۔'' وہ اتنے بھولپن سے گویا ہوا تھا کہ پری بے ساختہ مسکرانے لگی تھی۔

''ڈیٹس گڈ یہ ہوئی نہ بات آپ خود کو کتنا بہتر فیل کر رہی ہوں گی۔ آپ شاپنگ تنہا کرنے کی عادی ہیں؟'' وہ اس کو ایک مال کے پارکنگ ایریا میں کھڑے دیکھ کر تعجب سے استفسار کرنے لگا۔

''جی نہیں' میرے ساتھ عائزہ آئی ہے وہ کسی شاپ پر اپنا سامان بھول آئی ہے وہی لینے گئی ہے میں اس کا ویٹ کر رہی ہوں۔''

''اوہ' دادی جان کیسی ہیں؟ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں' بہت دن ہو گئے ہیں ان سے ملے ہوئے ممی بھی بہت یاد کرتی ہیں دادی کو۔'' وہ خاصی شرافت' تہذیب کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

''دادی جان کی طبیعت آج کل ٹھیک نہیں ہے۔''

''کیا ہوا ان کو کب سے بیمار ہیں وہ؟''

''ڈاکٹر نے چیک اپ کیا ہے کمزوری ہے مذہ کوئی ایسی بیماری نہیں ہے جو پریشانی کی بات ہو' دادی جان نے کھانا وغیرہ کم کر دیا ہے۔'' عائزہ شاپر پکڑے وہاں آ گئی تھی۔ شیری کو دیکھ کر اس کے چہرے پر کئی رنگ آ گئے تھے۔ یہ وہ شخص تھا جس کی وجہ سے اس کی بہن آنسو بہا رہی تھی اور وہ مزے سے ہنستا مسکراتا پھر رہا تھا دل چاہ رہا اس چہرے سے شریف و خوبرو دکھائی دینے والے شخص کا گریبان پکڑ کر کہے کہ عادلہ کی زندگی برباد کر کے پھر تمہاری نگاہوں کا محور بدل رہا ہے۔

مگر صرف آہ بھر کر رہ گئی۔ مرد شروع سے حریص ہوتا ہے۔ عورت کی کشش بڑے بڑے پرہیزگاروں کو گنہگار بنا ڈالتی

ہے۔ مرد کا نفس ازل سے کمزور ہے اور اگر کوئی لڑکی پکے ہوئے پھل کی طرح اس کی از خود ہی اس کی جھولی میں گر جائے تو وہ چوری نہیں کہلاتی ہے۔ اس کو زبردستی نہیں کہتے ہیں کشش اس پھل میں ہوتی ہے جو پہنچ سے دور ہو، اور بڑی دقتوں کے بعد حاصل کیا جائے۔

"وہاں کیوں رک گئی ہو عائزہ؟" پری پر اس کی نگاہ پڑی تو وہ حیرانی سے گویا ہوئی۔

"کیسے ہیں شیری بھائی آپ تو گھر کا راستہ ہی بھول گئے ہیں ہمارے۔" دلی جذبات کو اس نے مسکراہٹ کے پردوں میں چھپالیا تھا۔

"فائن آپ یہاں ابھی تک موجود ہیں۔ میں تو سوچ رہا تھا آپ اسلام آباد فلائی کرچکی ہوں گی؟" اس کی حیرانی پر عائزہ کچھ کہہ نہ سکی۔

"دادی کی طبیعت کی وجہ سے ممی نے عائزہ کو جانے نہیں دیا تھا مگر بہت جلد فخر بھائی عائزہ کو لینے آئیں گے۔" پری نے اعتماد سے کہا اور عائزہ نے سکون کی سانس لی تھی۔

"کافی چلے گی نا؟ موسم بھی کچھ سرد ہے اور آپ تھک بھی گئی ہوں گی۔"

"نہیں بالکل ٹائم نہیں ہے پھر کبھی پیش کیجیے۔"

"تکلف مت کریں یہاں قریب ہی ہے کافی شاپ۔"

"عائزہ ٹھیک کہہ رہی ہے ہم پہلے ہی بے حد لیٹ ہوگئے ہیں۔" پری نے ایک ہاتھ سے شاپر دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے جان چھڑانے والے انداز میں کہا اور ہاتھ ہلاتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔ شیری وہیں کھڑا تھا اس نے ہاتھ میں پکڑے مگ کو اسی طرح سیٹ کیے تھے کہ جاتی ہوئی پری کا عکس دور تک دکھائی دیتا رہا تھا۔

"تم نے شیری کو یہ کیوں کہا کہ فخر مجھے لینے آرہے ہیں۔ جبکہ تم کو معلوم ہے فخر نے زینی آنٹی کی بھی بات نہیں مانی ہے وہ جتنے مان و یقین سے ان کے پاس گئی تھیں اتنی ہی بددل اور شکستہ ہوکر واپس آئی ہیں۔" وہ کار میں محو سفر تھیں جب دھیمے سے عائزہ نے کہا۔

"ہر ایک کو ہم حقیقت نہیں بتاسکتے عائزہ۔"

"ہوں' کہہ تو تم ٹھیک ہی رہی ہوں لوگ تو پہلے ہی اتنی جلدی شادی ہونے پر متجسس ہو رہے تھے اور اب معلوم ہوا تو رہنا دشوار کردیں گے۔ ہزار قسم کے سوال الگ ہوں گے۔"

"تم اپنے اچھے فیوچر کے لیے دعا کرو سب ٹھیک ہوجائے گا۔" وہ اس کے چہرے پر اترتی یاسیت دیکھ کر سمجھانے لگی۔

"اب کچھ ٹھیک نہیں ہوگا پری' کچھ ٹھیک نہیں ہوگا مجھے اپنی خودسری و من مانی کی سزا بھگتنی ہوگی اسی طرح ذلیل و خوار ہو کر۔" وہ گھٹ گھٹ کر رونے لگی۔

"پلیز عائزہ' شوفر کا خیال کرو وہ کیا سوچے گا۔" عائزہ کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگتا ہی گیا تھا۔

❀ ❀ ❀

"اماں جان! طغرل آپ کی بات نہیں ٹالیں گے آپ راضی کریں اس کو۔" وہ کان سے فون لگائے دوسری طرف سے آنے والی مذنہ کی آواز سن رہی تھیں۔

"مذنہ بہو! مجھے ان باتوں سے دور ہی رکھو تو بہتر ہے۔"

"آپ کو کیسے دور رکھا جاسکتا ہے آپ ہماری سربراہ ہیں اماں جان۔" بڑے میٹھے لہجے میں ان کی سربراہی کا اعتراف کیا گیا۔

"جب اس سے قبل بیٹا بیٹی کی اپنی مرضی سے شادیاں کرتے وقت میں سربراہ نہیں تھی تمہاری۔" وہ طنزیہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"اوہو اماں آپ تو یہاں کے آزاد ماحول کو جانتی ہیں طلحہ اور فرحانہ نے خود ہی اپنے اپنے بر چن لیے تھے۔ اگر ان کی بات نہیں مانی جاتی تو وہ کورٹ میرج کرلیتے سو ان کی خوشیوں کے لیے شادیاں کرنی پڑیں۔ لیکن اب بھائی جان کی بیٹی وہ میری بہو بنے گی وہ بے حد حسین اور طرح دار لڑکی ہے طغرل کے ساتھ سوٹ کرے گی۔"

ماں

اگر چاہتے ہو سدا مسکرانا
کبھی اپنی ماں کا دل نہ دکھانا
اور سب کا ہر قدم پہ ساتھ نبھانا
اور کبھی اپنی ماں کا دل نہ دکھانا
ہم چھوڑ سکتے ہیں ماں کا ساتھ
ماں چھوڑ نہیں سکتی ہمارا ساتھ
وہ کرتی نہ ماں ہمارے ...
ہمارے بچپن کو سدا خوشیوں سے ...
اگر چاہتے ہو سدا مسکرانا
کبھی اپنی ماں کا دل نہ دکھانا
کبھی اپنی ماں کا دل نہ دکھانا

کومل ایاز رانا ... وسال سکھ

"ماشاء اللہ ایک سے ایک حسین و جمیل لڑکیاں صرف تمہارے خاندان میں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ چلو تم کہتی ہو تو کوشش کروں گی اس کو وانیہ کے ساتھ شادی کرنے کے لیے شاید منا بھی لوں۔"

"کوشش نہیں آپ کو یہ کام کرنا ہے۔ دراصل وہ پارس کو پسند کرنے لگا ہے۔ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ یہاں جب تک رہا مجھے فورس کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ میں پارس کو بہو بنانے پر راضی ہوجاؤں مگر آپ جانتی ہیں میں اس کو بہو بنانا نہیں چاہتیں۔" مذنہ اور بھی نامعلوم کیا کیا کہہ رہی تھیں۔ اماں جان کو اچانک ہی اپنا سانس سا گھٹتا ہوا محسوس ہوا اور درد کی تیز لہر تھی۔ جس نے ان کو یک دم ہی بے دم سا کردیا تھا۔ فون ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا تھا ماتھوں میں پسینوں میں نہا گئی تھیں۔

"پپ پپ پری۔" ان کی درد بھری آواز پر خیرون نے مڑ کر دیکھا اماں کو بے ترتیبی سے بیڈ پر گرے دیکھ کر اس نے ڈسٹر وہیں پھینکا تھا اور بدحواسی سے چیختی ہوئی کمرے سے نکلی تھی۔

"پری بی بی' پری بی بی۔" اس کی آواز پر لاؤنج میں داخل ہوتا طغرل تیز تیز قدموں سے ادھر بولا۔

"کیا ہوا ہے؟"

"وہ صاحب جی اماں جان کو معلوم نہیں کیا ہوگیا ہے وہ بے ہوش ہوکر گر گئی ہیں۔" خیرون کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی وہ بھاگ کر ان کے کمرے میں پہنچا اور دادی کی بے ہوشی دیکھ کر اس کے وجیہہ چہرے پر سخت پریشانی پھیل گئی۔

"دادی جان' دادی جان آنکھیں کھولیں۔" وہ وحشت زدہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ لیکن جواب ندارد۔

"کیا ہوا دادی جان۔" پری بھی بدحواسی سے وہاں آئی تھی۔

"شوفر کو کہو کار نکالے فوراً۔" اس نے خیرون سے کہا۔ وہ فاسٹ ڈرائیونگ کرتا ہوا اسپتال کے ایمرجنسی گیٹ پر پہنچ گیا تھا۔ پیچھے پری ان کا سر گود میں رکھے دعائیں پڑھ کر پھونک رہی تھی۔ اس نے دروازہ کھول کر بڑے آرام سے دادی کا بے ہوش وجود بازوؤں میں اٹھایا تھا اسی اثناء میں میل نرس اسٹریچر وہاں لاچکے تھے۔

ڈاکٹرز نے اس کے شک کی تصدیق کردی تھی دادی کو ہارٹ اٹیک آیا تھا ان کی حالت خطرے سے باہر نہ تھی۔ ان کو آئی سی یو میں شفٹ کردیا گیا تھا۔

❀ ❀ ❀

...تے ہوئے اس نے احمر غفران کو دیکھ تو مارے خوف کے اس کی سانس بند ہونے لگی تھی وہ آنکھیں پھاڑے ...

طرح دیکھ رہی تھی اعوان جو اس کے پیچھے آ رہا تھا۔
اس نے سرعت سے آگے بڑھ کر ماہ رخ کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا اندر۔ یہ تو وہ کسی بے جان مورتی کی مانند گھسٹتی چلی آئی تھی۔

"ابھی احمر دیکھ لیتا تو میرا سارا پلان خراب ہو جاتا اور تم مجھے تو بڑے مشورے دے رہی تھیں اور خود جا کر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔" وہ جھنجلاہٹ بھرے انداز میں مخاطب ہوا۔

"وہ واپس کیسے آ گیا اس کو کل آنا تھا اس کو کسی نے ہمارے مطابق بتا تو نہیں دیا؟" ماہ رخ خوف زدہ تھی۔

"کون بتائے گا بابر اس کو؟"

"میرا دل گھبرا رہا ہے کچھ ہونے والا ہے۔"

"وہم ہے تمہارا اور کچھ نہیں۔" اس نے اسے بھرپور انداز میں دلاسہ دیا تھا۔

"وہم نہیں اس کا اس طرح واپس آنا نیک شگون نہیں ہے۔" قبل اس کے وہ کچھ اور کہتا باہر سے احمر غفران کی آواز آئی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو ہاجرہ؟" بہت بلند و سخت لہجہ تھا۔

"رئیس میرا دل گھبرا رہا تھا میں تازہ ہونے کھانے یہاں آ بیٹھی۔" ہاجرہ کی کانپتی آواز ماہ رخ کی دل کی دھڑکنوں کو مزید بڑھا رہی تھی اس کو ہر طرف اپنی بربادی دکھائی دے رہی تھی۔

"بدبخت۔" احمر غفران نے ایک زوردار لات مارتے ہوئے چیخ کر کہا۔ "تجھے تاکید کی تھی ہماری رانی کے پاس سے لمحے کو بھی مت ہلنا اسے کسی بھی وقت کسی بھی شے کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور تو یہاں ہوا کھانے آن بیٹھی ہے تیری یہ جرأت۔" اس نے لاتوں کے ساتھ ساتھ ہاتھوں کا استعمال بھی شروع کر دیا تھا۔

"معاف کر دو رئیس مجھ سے بھول ہوئی۔" درد و تکلیف سے چیختے ہوئے ہاجرہ منت و سماجت کر رہی تھی۔

"میں مار دوں گا اسے وہ آدمی نہیں درندہ ہے۔" اعوان نے ہاجرہ کو مسلسل پٹتے دیکھ کر غصے سے بپھرتے ہوئے کہا اور ماہ رخ کے منع کرنے کے باوجود باہر نکل گیا۔

❁ ❁ ❁

ایک کے بعد ایک گھنٹہ گزر گیا تھا دوپہر سے رات کا اندھیرا اپھیل گیا تھا۔ دادی کی حالت ہنوز خطرناک تھی انہیں ہوش نہیں آ رہا تھا وہ دونوں آئی سی یو کے باہر صوفے پر بیٹھے تھے۔

پری کی گویا دنیا ہی اجڑ رہی تھی اس کے آنسو خشک نہیں ہو رہے تھے دعاؤں اور آیتوں کا ورد کرتے کرتے حلق میں کانٹے اگ آئے تھے۔ طغرل بھی ساری خفگی و غصہ بھلائے اس کے قریب صوفے پر بیٹھا تھا۔

اس کا چہرہ ستا ہوا تھا اور دل گویا وسوسوں سے بھر گیا وہ پری کی طرح گھٹ گھٹ کر رو تو نہیں سکتا تھا مگر شدت ضبط سے اس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں دادی کے ساتھ گزرے وقت کا ہر لمحہ اسے یاد تھا ان کی بے قراری نگاہیں آئی سی یو کے دروازے سے ٹکرا کر واپس آ رہی تھیں۔

"دادی ٹھیک ہو جائیں گی؟ دادی کو کچھ نہیں ہوگا نہ طغرل بھائی۔" اچانک اس نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر وحشت زدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں ہاں ان شاء اللہ دادی ہمارے ساتھ جائیں گی مسکراتی ہوئیں۔"

"پھر ڈاکٹر کیوں بار بار دعا کرنے کیوں کہہ رہے ہیں؟ مجھے ڈر لگ رہا ہے دادی کو کچھ ہوا تو میں مر جاؤں گی۔" وہ اس کے بازو سے چہرہ ٹکا کر رونے لگی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

صبح نو میں اور تو

سیدہ ضوباریہ

چمن میں جس گھڑی زلفیں ہوائیں رقص کرتی ہیں
تو دل پہ جانے کیوں غم کی گھٹائیں رقص کرتی ہیں
ہواؤں نے کیا ہے چاک دامن جب کسی گل کا
تو بوئے گل سے پھر پہروں فضائیں رقص کرتی ہیں

"... یہ لڑکی ہے یا طوفان میل۔" دادی اس کی رفتار... خیز... پر انگشت بدنداں ہی رہ گئیں۔

"... یاری سی کیوٹ سی دادی! دیکھئے میں آپ کے ... لائی ہوں۔" اس نے آنچل میں لائی ہوئی کوئی چیز ان کے ... سامنے ... کر دی کچے سرد و کچھ کر دادی کا خون ہی ... گیا۔

"... ان معصوموں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا کس جرم ... بے چاروں کو؟" دادی سروتا ایک طرف رکھ کر سیدھی ہو بیٹھیں۔

"دادی...... دادی آپ کیسی باتیں کرتی ہیں دیکھنا ابھی جب ان کو کاٹ کر خوب سارا نمک مرچ اور لیموں ڈال کر لائے آؤں گی تو آپ کیسے چٹخارے لے کر کھائیں گی۔" ان کے کندھے پہ جھولتے ہوئے اس نے جیسے تسلی دی۔

"نہ بی بی! مجھ سے یہ ظلم نہ ہوگا یہ چٹخارے تمہیں ہی مبارک ہوں اور اب میں کہے دے رہی ہوں دوبارہ سے لگائے درختوں کے اردگرد بھٹکنے کی کوشش نہ کرنا۔" دادی نے

ورنہ ٹپ دے دی۔

"یہ تو ناممکن ہے دادی!" اس نے خود کلامی کرتے ہوئے اپنی بکھری لٹوں کو کانوں کے پیچھے اڑسا اور کچن کی طرف چلی گئی۔

یہ ایک قدیم طرز پر بنی ہوئی حویلی ہے جس میں وسیع عریض صحن کے ایک طرف کافی بڑے قطعہ زمین پر پھل دار درخت لگے ہوئے ہیں سامنے طویل برآمدے میں بہت سے دروازے نظر آرہے ہیں جو کمروں کے اندر کھلتے ہیں ایک طرف بڑا سا کچن ہے۔ بنی کو ہمیشہ اعتراض ہی رہا کہ دادا انگریزوں کے زمانے کے تھے تو انہوں نے گھر کیوں وکٹورین طرز کا نہیں بنوایا، اٹیچ باتھ، لاؤنج، گیسٹ روم، لیونگ روم اس کے گھر میں کیوں نہیں تھے۔ اتنے بڑے بڑے کمرے کیوں تھے جنہیں صاف کرنے میں اس کی جان ہلکان ہو جاتی تھی۔ مگر نرجس دادی کو تو اس گھر کی ایک ایک اینٹ سے محبت تھی۔ اس عمر میں بھی خاصی چاق و چوبند تھیں نہ صرف کچن کے سب کام خود نمٹاتی تھیں بلکہ باغ کی دیکھ بھال کرنے میں بھی ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ پودوں کو پانی دینا، ان کی کانٹ چھانٹ کرنا، یہ سب اس قدر مہارت سے کرتیں کہ بنی بس دیکھ کر رہ جاتی۔ ہاں اسے خود بھی یہ باغ بہت پسند تھا دادی کے ہزار منع کرنے کے باوجود اسے جب موقع ملتا، درخت پر چڑھ کر کچے پھل اتار لیتی اور دادی کی ڈانٹ پھٹکار کے باوجود نمک مرچ لگا کر کھاتی۔

"دادی! آپ کی ڈانٹ لیموں پر لگے نمک کی طرح مزے کی ہوتی ہے، سچ میں مجھے برا نہیں لگتا۔" ڈھیٹ بن کر کہہ جاتی، دادی بس اسے دیکھ کر رہ جاتیں۔

دادا معظم خان کے ہاں تین بیٹوں اور دو بیٹیوں نے جنم لیا، یہ حویلی بچوں کی چہکاروں اور کھلکھلاہٹوں سے گونجتی رہی۔ معظم خان اور ان کی بیگم نرجس اپنے گھر اور بچوں کی پرورش میں ایک عرصہ مگن رہے دونوں بیٹیاں بڑی تھیں سو میٹرک کرتے ہی انہیں اگلے گھر رخصت کر دیا گیا۔ بڑے بیٹے حیدر خان نے بی اے کے بعد گاؤں کی آبائی زمین سنبھالنے کا فیصلہ کیا اور شادی کرتے ہی بیوی کو لے کر گاؤں چلے گئے۔ ان سے چھوٹے حسن خان کے من میں جانے کیا سمائی کہ انہوں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے ملک سے باہر جانے کی ضد شروع کر دی۔ معظم خان نے بچوں پر کبھی کوئی سختی یا پابندی روا نہ رکھی تھی سو انہوں نے خوش دلی سے انہیں جانے کی اجازت دے دی وہ انگلینڈ کیا گئے وہیں کے ہو رہے، آج بیس سال ہونے کو آئے انہوں نے صرف ایک بار چکر لگایا دوبارہ ان کی صورت نظر نہ آئی۔ اٹھارہ سال پہلے ایک شام کے دھندلکے میں انہوں نے اس حویلی کا دالان عبور کیا شدید سردی کا موسم تھا دھند کی گہری چادر میں سے جب ان کا عکس واضح ہوا تھا تو نرجس بیگم دل پر ہاتھ رکھ کر رہ گئی تھیں ان کے بازوؤں میں ہمکتا زندہ وجود ساری کہانی سنا رہا تھا انہوں نے وجود نرجس بیگم کے قریب تخت پر رکھ دیا اور حیران حیران سی ماں کے پاؤں چھوتے ہوئے بولے۔

"امی! ایک سال پہلے میں نے انگلینڈ میں شادی کر لی تھی سوچا تھا جب آؤں گا آپ سب کو منا لوں گا مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ سلویٰ اسے جنم دیتے ہی خدا کے پاس چلی گئی اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں تھا، آپ کے مہربان بازوؤں اور ہمدرد گود کی ضرورت ہے اسے۔" ان کی آنکھیں نم تھیں نرجس بیگم نے اس گورے سے نرم نرم گدرائے ہوئے وجود کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو چھلک پڑے، حسن خان دس پندرہ دن رہنے کے بعد دوبارہ انگلینڈ گئے تو پھر آج تک واپس نہیں لوٹے تھے۔ چھوٹے محسن خان جو سب بہن بھائیوں سے چھوٹے لاڈلے اور پیارے تھے ان دنوں پی ایچ ڈی انگلش لٹریچر کی تیاری میں مصروف تھے۔

یقیناً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اس گھر میں اب کتنے افراد رہتے ہیں جی ہاں بالکل صحیح فرمایا نرجس بیگم ان کے فرزند ارجمند محسن خان عرف بڑے آغا صاحب اور ان کی نٹ کھٹ پوتی بانیہ جسے اس کی دادی اور چاچو پیار سے بنی کہتے ہیں اور ہاں مس بنی کا لاڈلا بیلا بھی جو دن بھر ان کے پیچھے دم ہلاتا پھرتا ہے اور دادی کو اس کی حرکتیں بھی بنی کی طرح خلجان میں مبتلا کرتی رہتی ہیں۔

"ہائے بنی! پھر گھس گیا کچن میں تیرا است کتوا ہے نا۔"

ہے۔" دادی کی خوفزدہ آواز نے سارا مزا کرکرا کر دیا۔ کتنا پیارا سین تھا، تو نے بھی جھن جھن کا بازو پکڑا تھا "ہائے اللہ نہ دادی! آپ بھی نا بس، بے چارے کو بھوک لگی ہوگی تو کچن میں گیا ناں۔"

"اچھا یہ کچن کیا اس کے باپ کی جاگیر ہے جہاں دندناتا پھرے۔ برتنوں میں منہ ڈالتا ہے موا نامراد۔" دادی تخت پر بیٹھی تسبیح کرتے ہوئے اس کے پلے کی شان میں قصیدے کہہ گئیں۔

"دادی .... دادی ...." وہ پیر پٹختی کچن میں گئی، بیلا کو رکابی میں دودھ ڈالا اسے کچن سے نکال کر کچن کا دروازہ بند کیا اور اپنے کمرے میں آ گئی۔

"سین گزر گیا، اف ..." وہ دل مسوس کر بیٹھ گئی۔ "کیا ہے دادی! ایک ڈرامہ شوق سے دیکھتی ہوں آپ مجھے وہ بھی ڈھنگ سے نہیں دیکھنے دیتیں۔" وہ جیسے دل ہی دل میں دادی سے گلہ کر رہی تھی۔

"عجیب سا مزاج تھا اس کا لاابالی، بے پروا اور بے نیاز سا۔ ہر وقت اول جلول حرکتیں کرنے والی نٹ کھٹ شرارتی مگر اندر سے بہت حساس تھی۔ وہ جانتی تھی اس کی دادی اس سے، چاچو اس سے کس قدر محبت کرتے ہیں، وہ ان کی جان تھی۔ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ اس نے کوئی فرمائش کی ہو اور وہ پوری نہ ہوئی ہو لیکن پھر بھی اندر ایک خلا سا تھا، کچھ ایسا تھا جسے سوچتے ہی اس کے اندر دھواں سا بھرنے لگتا تھا۔ بچپن میں اس نے اپنے ماں باپ کے بارے میں سوال کیا تب دادی سے اسے پتا چلا تھا کہ اس کی ماں اسے جنم دیتے ہی اللہ کو پیاری ہوگئی تھی اور باپ وہ تو زندہ سلامت تھا پھر اس نے کبھی پلٹ کر کیوں نہ دیکھا کہ اس کے اپنے وجود کا ایک حصہ اس کی عدم توجہی کا شکار ہے۔ وہ کیوں واپس نہ لوٹا تھا کیا بیٹی کا وجود اتنا بے وقعت ہوتا ہے اتنا ارزاں، وہ سوچتی تھی اور نمکین آنسوؤں کے جرعے بہت خاموشی سے حلق سے نیچے اتارتی رہتی تھی کیونکہ جانتی تھی کہ اس کی بہت پیاری دادی اور جان چھڑکنے والے چاچو اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتے وہ اس کی خوشی کی خاطر سب کچھ کر گزرنے کو تیار رہتے تھے ایک پل اسے اداس نہ بیٹھنے دیتے تھے کجا کہ وہ آنسو بہاتی نظر آتی۔

❀ ❀ ❀

"دادی! میری اچھی دادی .... مان جائیں ناں۔" وہ پچھلے پندرہ منٹ سے نرجس بیگم کے گلے کا ہار بنی ہوئی تھی۔

"اے بی! کیوں زچ کیے دے رہی ہو چھالیہ کاٹنے دو گی کہ نہیں۔" دادی ہنوز سروتے سے نبرد آزما تھیں۔

"دادی پلیز میری ساری کالج فیلوز جارہی ہیں اور پھر یہ کوئی پکنک تو ہے نہیں، ایجوکیشنل وزٹ ہے پلیز دادی!" وہ ابھی تک ان کے گلے میں بازو ڈالے بیٹھی تھی یہ اور بات کہ اب بسورنے لگی تھی۔

"اے لڑکی! غضب خدا کا تین دن کے لیے گھر سے باہر رہنے کی اجازت کیسے دے دوں۔"

"دادی میں اکیلی تو نہیں، میری کلاس کی بیس لڑکیاں اور ہماری تین ٹیچرز بھی ساتھ جارہی ہیں، دادی اگر میں نہ گئی تو میری پڑھائی کا حرج ہوگا ناں۔"

"اے یہ کون سی پڑھائی ہے سیر سپاٹے والی، چھوڑو سکون سے گھر بیٹھو سر جھاڑ منہ پہاڑ لڑکیاں مجھے پسند نہیں ہیں۔" دادی کی بھی اپنی ہی رٹ تھی۔ اسی پل محسن خان کمرے میں داخل ہوئے۔

"چاچو! شکر آپ آ گئے۔" دادی کو چھوڑ کر وہ اب ان کے سر ہوگئی۔

"کیا ہوا بھئی ہماری بنی کیوں بسور رہی ہے؟" چاچو نے بہت پیار سے اس کی طرف دیکھا۔

"چاچو کالج کا سائنس گروپ ایجوکیشنل وزٹ پر اسلام آباد جا رہا ہے مگر دادی مجھے جانے نہیں دے رہی ہیں، صرف تین دن کی تو بات ہے نہ گئی تو بہت حرج ہوگا۔ دادی کو بتا رہی ہوں مگر یہ مان ہی نہیں رہیں۔"

"جانے دیں ناں اماں! ویسے بھی بنی جاتی کہاں ہے اسی بہانے تھوڑی آؤٹنگ ہو جائے گی اور ایسے وزٹ تعلیمی اعتبار سے بہت مفید ثابت ہوتے ہیں اور آپ کو ڈر کس بات کا ہے ماشاء اللہ ہماری بنی تو شیر ہے شیر۔" چاچو اس کی پیٹھ

ٹھونکتے ہوئے مصنوعی فخر سے بولے۔

"یہ شیر نہیں ہے بلی ہے' گھر سے باہر ساری ہوا نکلی ہوتی ہے اس کی۔ یہ جو یہاں وہاں کدکڑے لگاتی رہتی ہے' باہر جاکر یوں بغل میں دبک جاتی ہے جیسے سامنے کوئی جنگلی جانوروں کا باڑہ کھل گیا ہو۔" دادی کو چاچو کا اس کی سائیڈ لینا ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

"اوہو اماں! اس غریب کو دنیا کی تھوڑی ہوا لگنے دیں' کب تک بغل میں دبا کے رکھیں گی۔ اس کو خود بھی تو کچھ زندگی کو برتنے کا سلیقہ آئے۔" چاچو اسی کی سائیڈ لے رہے تھے۔

"دیکھ محسن! تو بے جا اس کی طرف داری مت کر' لڑکی ذات کس طرح یوں دوسروں کے حوالے کردوں کہ ہاں بھئی تین دن کے لیے میری بچی تمہارے حوالے نہ جان نہ پہچان۔ نہ بھئی میرا اتنا بڑا دل نہیں۔" نرجس بیگم سروتہ اور پاندان ایک طرف کرکے کھڑی ہوگئیں' یعنی وہ مزید اس موضوع پر بات کرنے کو تیار نہ تھیں' بنی نے کسمسا کر چاچو کی طرف دیکھا' چاچو نے آنکھ کا ہلکا سا اشارہ کرکے اسے تسلی دی اور وہ بھی خاموش ہوگئی۔

❀ ❀ ❀

پھر پتا نہیں چاچو نے کس طرح دادی کو منایا تھا بہرحال اگلے دن ڈھیروں ڈھیر ہدایات کے ہمراہ دادی کا اجازت نامہ جیسے خوشیوں کا پیغامبر ثابت ہوا۔ کوثی' نگہت اور صبا کو بھی اجازت مل گئی تھی۔ سو اب وہ سب زور و شور سے جانے کی تیاریوں میں مصروف تھیں مگر بھلا ہو دادی کا جو اس کی پیکنگ پر بھی کڑی نظر ڈالے ہوئے تھیں۔

"اے یہ چنری کا سوٹ کس لیے رکھا ہے بیگ میں' کیا شادی میں جارہی ہو اور یہ گولڈن بندے' بھلا ان کی کیا ضرورت۔" دادی ایک ایک کرکے اس کی رکھی اشیاء کو نکال رہی تھیں۔

"یہ ہائی ہیل کے جوتے' ارے لڑکی یہ تعلیمی وزٹ ہے کوئی فینسی ڈریس شو نہیں۔"

"اوہو دادی! سب نے ہی ایک آدھا اچھا سا سوٹ رکھا ہے کہ یونیورسٹی کے وزٹ کے بعد کہیں نہ کہیں گھومنے کا پروگرام بنالیں گے۔" شامت اعمال اس کے منہ سے نکل گیا۔

"دیکھا آ گیا نا اصل مقصد سامنے' یہ آج کل کی موئی لڑکیاں ساری ہیں ہی آوارہ۔ گھر سے ماں باپ کو کچھ کہہ کر نکلتی ہیں باہر جاکر کچھ کررہی ہوتی ہیں۔ دیکھ بنی تو نے اگر ایسا کیا تو ابھی سے کہہ دے رہی ہوں میں سخت ناراض ہوجاؤں گی۔" دادی کا لہجہ روہانسا ہوگیا۔

"او میری پیاری دادی! ایسا کچھ نہیں ہے اگر آپ کو مجھ پر یقین ہے تو اجازت دیں اگر نہیں تو یقین کیجیے آپ کا دل دکھا کر میں کہیں بھی جانا پسند نہیں کروں گی۔" بنیہ نے بہت سنجیدگی سے کہا تو دادی نے پیار سے اس کے بال سہلائے۔

"ارے بیٹا تم پر تو یقین ہے یہ دنیا بہت خراب ہے۔ بس ڈر لگتا ہے کہ میں نے دنیا کے ہر سرد و گرم سے بچا کر تمہیں پالا ہے تمہیں کوئی دکھ نہ ملے بس یہی دعا مانگتی ہوں اور یہی چاہتی ہوں میرے بچے۔" دادی یہ کہہ کر چلی گئیں۔

"میں جانتی ہوں دادی! مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے ایک بن ماں باپ کی بچی کو آپ نے کتنے دکھ جھیل کر پالا' سردی کی طویل راتوں میں اپنے سینے کی گرمی سے حدت پہنچائی' میں تو پالنے کی بجائے آپ کے بازوؤں میں جھول کر پلی ہوں دادی' کبھی بھی آپ کو دکھ دینے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔" اس کی آنکھوں میں نمی تیر گئی۔

❀ ❀ ❀

یونیورسٹی کا سائنس ڈپارٹمنٹ دیکھ کر تو اس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں' وہ ایف ایس سی کی اسٹوڈنٹ تھی اور یہاں تو عجائبات کا ایک عالم اس کی نگاہوں کے سامنے تھا' بہت سے نئے تجربات' بہت سے ماڈلز اور منی ایچرز ذہین اور ہونہار سائنس اسٹوڈنٹس کے بنائے گئے نادر لے آؤٹس وہ ایک ایک چیز کو بہت بھرپور توجہ سے دیکھ رہی تھی اور ذہن نشین بھی کرتی جارہی تھی آتے وقت چاچو نے دادی سے چھپ کر اسے ایک پیارا سا موبائل فون بھی تھمادیا تھا کہ ان تین دنوں میں گھر سے رابطہ میں رہنا' ساتھ ساتھ اپ ڈیٹ بھی کرتی رہنا سو وہ ساتھ ساتھ چاچو کو بتاتی جارہی تھی کہ اس نے کیا کچھ

دیکھا' سائنسی نمائش کے اگلے روز بہت قابل سائنس کے پروفیسرز کا سیمینار تھا' جس میں جدید دور میں کیے جانے والے تجربات و ایجادات پر ایک طویل ڈیبیٹ تھی' یہ ایک نہایت دلچسپ دورانیہ تھا جو سائنس اسٹوڈنٹس کے لیے بہت حد تک معلوماتی اور تعمیراتی تھا۔ آج کا دن بھی ان کے لیے بہت شاندار رہا تھا۔

لاسٹ ڈے آرٹس کونسل میں منصور خان کی تصویروں کی نمائش پر جانے کا فیصلہ کیا گیا لیکن اس سے پہلے تمام لڑکیوں کی فرمائش پر ٹیچرز انہیں دامن کوہ اور شکر پڑیاں لے کر گئیں پورے اسلام آباد کا خوب صورت ویو انہیں مبہوت کیے دے رہا تھا۔ سرسبز و شاداب شہر ایک چھوٹے سے نخلستان کا نظارہ پیش کررہا تھا جس میں شاہ فیصل مسجد کی پرشکوہ عمارت سینہ تانے کھڑی تھی۔ اس نے بہت سی تصویریں بنائیں' ساتھ ساتھ چاچو کو بھی بتاتی گئی کہ کتنے خوب صورت لمحات ہیں جو اس وقت اس کی آنکھوں کے ذریعے اس کے حافظے میں قید ہورہے ہیں' شاید وہ کبھی ان لمحات کو بھول نہیں پائے گی۔ چھ بجے کے قریب وہ سب آرٹس کونسل کے ایگزیبیشن ہال میں موجود تھیں۔

"یار کوثی! رنگوں کی زبان اتنی جاندار بھی ہوسکتی ہے کیا؟" صبا کے ہونٹ حیرت سے وا تھے' تصویریں کیا تھیں مغلیہ دور کو رنگ دے کر ایک بار پھر جیسے زندہ کردیا گیا تھا۔

درباروں کی تصاویر' بادشاہوں' ملکاؤں' شہزادیوں' شہزادوں کے پورٹریٹ' تاج محل کی مختلف پہلوؤں سے بنائی گئی تصاویر' مصور نے اپنے ہاتھ کی ساری کاری گری جیسے ان خاموش آرٹ پیپرز پر اتار کر انہیں زندہ کردیا تھا۔

"کتنی خوب صورت ہوتی تھیں یہ شہزادیاں! کتنے پیارے لباس' زیورات پہنتی تھیں۔" بنی بڑے اشتیاق سے ایک ایک تصویر دیکھتی جارہی تھی۔

"اور شہزادے بھی خاصے وجیہہ ہوا کرتے تھے آپ آگے کی تصاویر میں ملاحظہ کرسکتی ہیں۔"

"ہاں جی بالکل شہزادے بھی بہت [illegible] ہیں آ[illegible] آپ [illegible]" بات کرتے کرتے چونک گئی' جواب کوثی نے نہیں دیا تھا بلکہ خاصی بھاری آواز میں آیا تھا جو کم از کم نگہت اور صبا کی بھی نہیں ہوسکتی تھی' وہ گھبرا کر پلٹی۔

"اصل میں آپ بہت محویت سے تصاویر دیکھ رہی تھیں اور کوریڈور میں چلی آئی تھیں اس طرف آگے آفسز ہیں۔"

"اوہ سوری! مجھے پتا ہی نہیں چلا۔" وہ واپسی کے لیے پلٹی۔

"نو سوری' اٹس اوکے۔" وہ جو کوئی بھی تھا کافی ویل مینرڈ تھا' اپنی بات کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا تو وہ بھی ہال کی طرف پلٹی لیکن ہال میں آکر جیسے اس کی سٹی گم ہوگئی' ہال تقریباً خالی تھا۔ اکا دکا لوگ آجارہے تھے اس نے گھبرا کر کوثی کو فون کرنا چاہا تو اسے یاد آیا کہ اس نے تو ان میں سے کسی کا بھی نمبر سیل میں فیڈ ہی نہیں کیا تھا۔ اسلام آباد آتے ہوئے تو چاچو نے اسے سیل پکڑایا تھا' پھر اسے ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی ان میں سے کسی کا نمبر لینے کی اور اپنا نمبر بھی اسے پتا نہیں تھا سیل میں سوائے چاچو کے کسی کا نمبر نہیں تھا اور وہ اپنی ٹینشن ان کو بتا کر پریشانی کا شکار نہیں کرنا چاہتی تھی' نیم تاریک ہال میں ایک طرف کھڑی وہ اپنی محویت کو کوس رہی تھی جب اسے وہی شخص آتا نظر آیا جس نے شہزادوں کی طرف داری کی تھی۔

"سس... سنیے پلیز..." اس کی روہانسی آواز اور گھبرایا ہوا لہجہ اس تک پہنچ گیا وہ حیران سا پلٹا۔

"جی"

"وہ... وہ میرے کالج کی سب لڑکیاں مجھے یہاں چھوڑ گئی ہیں' شاید میں نے زیادہ دیر کردی تھی' اب میں کیا کروں' میں تو کسی کو جانتی بھی نہیں۔" اس کی بڑی بڑی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ معصوم لہجے میں کیے گئے سوال پر بمشکل اس نے ہنسی دبائی تھی۔

"آپ کے پاس کسی کا نمبر نہیں ہے؟" اس کے ہاتھ میں دبا سیل فون دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"نہیں' میں نے یہاں آتے ہوئے یہ سیل لیا تھا گھر والوں کو اپ ڈیٹ رکھنے کے لیے' اس لیے اس میں صرف چاچو کا نمبر ہے اور چاچو تو بہاولپور میں ہیں وہ یہاں میری مدد کو تھوڑی آسکتے ہیں۔"

"بے شک وہ یہاں نہیں آسکتے' اب کاشنڈلی مجھے بتادیجیے کہ آپ لوگ کہاں ٹھہرے ہیں تو میں آپ کو ڈراپ کرسکتا ہوں۔" وہ ہنوز سنجیدہ لہجے میں بول رہا تھا مگر ہونٹوں پر مسکراہٹ مچلنے کو بے چین تھی۔ گوپی گاں کی تشبیہ اسے اس لڑکی کے لیے بالکل سوٹ ایبل لگ رہی تھی۔

"ہم گرین لیگون میں ٹھہرے ہیں کمرہ نمبر 13' فلور نمبر 2 پر۔ کاؤنٹر سے بھی پتا چل جائے گا ناں' گرلز کالج بہاولپور سے آنے والی لڑکیاں کہاں ٹھہری ہیں۔" وہ تیز تیز بولی۔

"جی بالکل پتا چل جائے گا چلیے۔" وہ مسکراتا ہوا ہال کی طرف بڑھ گیا' مین ڈور سے باہر نکلتے ہی اس کی نظر بس پر پڑی۔

"ارے ہماری بس تو کھڑی ہے' بس ٹھیک ہے آپ جائیں یہ لوگ ابھی یہیں ہیں۔" اسے اپنی کچھ کلاس فیلوز نظر آگئیں تو وہ بے مروتی سے آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ وہ حیران وششدر اس لڑکی کو دیکھتے گیا پھر کندھے اچکا کر اپنی گاڑی کی طرف ہو لیا۔ جاتے جاتے اس نے بنی کو وہاں موجود لڑکیوں کو جوائن کرتے دیکھ لیا تھا۔

"تم لوگوں کو شرم تو نہیں آتی مجھے اس طرح کیلا چھوڑ کر یہاں باہر آگئیں۔" اپنی ساری کوفت کو الفاظ میں ڈھال کر وہ ان پر برستے ہوئے بولی۔

"ہیں' الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے' جب سب لڑکیوں نے اور ٹیچر نے ڈیسائیڈ کیا کہ یہاں قریب ہی آئس کریم پارلر چلتے ہیں اس وقت تم خود کہاں دفعان تھیں' پورا ہال چھان مارا مس ہانیہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب' بہرحال اب ایسا تو ہو نہیں سکتا تھا کہ تمہیں یہاں چھوڑ کر چلے جاتے' تمہاری دادی نے ہمیں بہاولپور سے نکال دینا تھا۔" گوشی نے اسے ڈرایا۔

"میں اتنی پریشان ہوگئی تھی کہ مجھے یہاں چھوڑ کر تم سب چلے گئے ہو۔" وہ ابھی تک جیسے اس پریشانی سے ہی نہ نکل پائی تھی۔

"بس کرو یار' اب بسورنا بند کردو۔ ہم تمہیں لیے بغیر یہاں سے جانے والے نہیں تھے' اب بتاؤ کون سی آئس کریم منگواؤں تمہارے لیے تاکہ تمہارا موڈ درست ہو۔" صبا نے اس کا کندھا تھپکا۔

"ٹوٹی فروٹی۔" وہ بھی جیسے سب بھول گئی' آئس کریم کھاتے اور اپنی دوستوں سے ہنسی مذاق کرتے وہ کچھ دیر پہلے ہونے والی ساری کلفت ذہن سے جھٹک چکی تھی۔ ہوٹل آنے کے بعد سب لڑکیاں اپنے اپنے رومز میں چلی گئیں۔ چاروں کا ایک ہی روم تھا۔

"یار گوشی! میں بہت ڈر گئی تھی تم میں سے کسی ایک کا نمبر بھی میرے پاس نہیں تھا' نہ ہی میں نے تمہیں اپنا نمبر دیا ہوا تھا۔"

"اوہو بنی! تم بھی کمال کرتی ہو کیا ایسا ممکن ہے کہ تمہیں ہم چھوڑ کر آجاتے۔ ٹرپ کی ساری ذمہ داری ٹیچر پر ہے' وہ کس طرح بے دھیانی سے کام لے سکتی ہیں' ایسا کبھی نہیں ہوتا جب تک ہم تمہیں ڈھونڈ نہ لیتے ہم یہاں سے جانا نہیں تھا پاگل لڑکی!" نگہت کو اپنی یہ بھولی دوست بہت پیاری لگتی تھی۔

"بس بھئی اب اس ٹاپک کو کلوز کرو کچھ اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں' کل تو ویسے بھی چلے جانا ہے۔" گوشی نے جیسے انہیں یاد دلایا۔

"کیسے پلک جھپکتے میں تین دن گزر گئے۔" صبا نے بھی ٹھنڈی سانس بھری۔

"اُف پھر وہی کالج' وہی پڑھائی' وہی بور دن رات۔" نگہت نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

"نہیں بھئی کالج تو بہت اچھا ہے' پڑھائی کی مصروفیت غنیمت ہے ورنہ تو بے کار بیٹھ کر انسان پاگل ہو جائے۔" بنی کے کہنے پر تینوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"بے کار کیوں بھئی' گھر کے سب افراد کے ساتھ گپ شپ کرتے ٹائم کا پتا بھی نہیں چلتا' مجھے تو چھٹیاں گزرنے کا ذرا پتا نہیں چلتا' گھر کی چہل پہل میں۔" گوشی مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ہاں گھر میں کافی افراد ہوں تو واقعی پتا نہیں چلتا' مگر میری بات اور ہے چاچو اپنی پڑھائی میں بہت مصروف رہتے ہیں' دادی کچھ وقت کام میں کچھ وقت عبادت میں گزارتی ہیں' اگر کالج نہ ہو تو پتا نہیں میرا کیا حال ہو جائے۔" بنی کے لہجے میں خاموشی بکھری ہوئی تھی۔

"یہ تو ٹھیک ہے' بہرحال بنی یہ بات تو ہے تم بہت لکی ہو' تمہاری دادی' تمہارے چاچو تمہارا اتنا خیال رکھتے ہیں ورنہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ یہ رشتے بہت زیادہ کیئرنگ نہیں ہوتے۔ اب میرے چاچو کو ہی دیکھ لو شادی ہوتے ہی ساری فیملی سے الگ ہو گئے' کاروبار' جائیداد سب کچھ یوں الگ کرلیا جیسے ہماری بہن بھائیوں سے کبھی واسطہ ہی نہ رکھنا ہو حالانکہ یہ وہی چاچو ہیں جو کبھی ہماری سانسوں کے ساتھ سانس لیتے تھے اور دادی... تو یہ ساری دنیا کے لیے دادی کا روپ اتنا میٹھا ہے کہ سوچا ہی نہیں جاسکتا کہ کبھی وہ اونچا بھی بولتی ہوں گی لیکن کبھی ان کو میری ماں سے بات کرتے ہوئے دیکھو تو حیرت سے مرجانے کو جی چاہتا ہے کہ خدا جانے وہ اس قدر زہر کہاں سے لے آتی ہیں' امی سے گفتگو کرتے ہوئے اتنے طعنے' اتنی کڑوی کسیلی باتیں' میری ماں ایک بیٹا نہ جنم دے سکی جس کی سزا وہ آج تک بھگت رہی ہیں۔ ابو بس خرچ کے پیسے دے کر کان لپیٹ کر ایک طرف ہو جاتے ہیں اور میری امی ساری زندگی خوب پر تنہا لڑتی ہیں' اس پر ہم تینوں بہنوں کے سوا بھی کسی نے توجہ دینے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔" صبا کا دل بھرا ہوا تھا۔

"لیکن صبا... دیکھنا تمہاری امی کی یہ خاموشی یہ صبر ایک نہ ایک دن ضرور پھل لائے گا' وہ اولاد کا سکھ دیکھیں گی' یاد رکھنا۔" گوشی نے صبا کا کندھا تھپک کر اسے تسلی دی۔

"زکیو! رات کے 2 بج چکے ہیں اب بس کرو' سو جاؤ' صبح جلدی روانگی ہے اور پیکنگ تک نہیں کی ہم نے۔" نگہت کمبل اوڑھتے ہوئے بولی تو باقی سب نے بھی سو جانے میں ہی عافیت جانی کہ صبح کافی طویل سفر کرنا تھا مگر بنی اور صبا اپنی اپنی جگہ آنکھیں بند کیے کتنی دیر تک جاگتی رہی تھیں کہ ان کی آنکھوں میں کچی عمر کے خوابوں کے لیے گنجائش کم تھی۔ حقیقت کی کرچیاں پلکوں میں یوں چبھی ہوئی تھیں کہ خوابوں کے آنے کا راستہ بہت مسدود تھا۔

❁ ❁ ❁

ایف ایس سی کے ایگزامز کلیئر کرنے کے بعد گوشی فیصل آباد واپس چلی گئی۔ نگہت نے پری میڈیکل کے بیے پلائی کردیا جبکہ بنی اور صبا نے بی ایس سی میں ایڈمیشن لے لیا اس طرح ان کا گروپ ٹوٹ گیا لیکن پھر بھی موبائل کے ذریعے خاصا پُرجوش رابطہ رہتا تھا' گزرتے دنوں میں بنی نے صبا کو خاموش سے خاموش تر ہوتے ہوئے محسوس کیا تو ایک دن اس نے پوچھ ہی لیا۔

"صبا! کیا بات ہے تم دن بہ دن اتنی خاموش کیوں ہوتی جارہی ہو' کیا مجھے بھی نہیں بتاؤ گی؟"

"بنی! تمہیں پتا ہے ابو نے دوسری شادی کرلی ہے۔ انہیں بیٹا چاہیے وارث چاہیے' ہم تو کسی شمار میں ہی نہیں اور یہ سب انہوں نے اپنی بہن اور ماں کی رضامندی کے ساتھ کیا۔ ہمیں اور ہماری ماں کو اطلاع دینا بھی ضروری خیال نہیں کیا گیا' امی اس دن سے بالکل خاموش ہوگئی ہیں کچھ کہتی ہیں نہ بولتی ہیں۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے بنی! کچھ غیر معمولی نہ ہو جائے۔" صبا رو رہی تھی اور بنی سے اس کے آنسو برداشت نہیں ہو رہے تھے۔

"صبا! کچھ نہیں ہوگا تم حوصلہ رکھو' اپنی ہمت مت ٹوٹنے دو پلیز' تمہارا حوصلہ ہی تمہاری چھوٹی بہنوں اور تمہاری امی کو اس بحران سے نکال سکتا ہے اگر تم ہمت ہار گئیں تو ان سب کو کون سنبھالے گا بھلا۔" بنی اسے تسلی دے رہی تھی لیکن ساتھ ہی یہ بھی جانتی تھی کہ ایسے معاملات میں تسلی کے الفاظ بے معنی ہی ہوتے ہیں۔ یہ رشتے بہت عجیب ہوتے ہیں' انسان کٹ جاتا مرجاتا سہہ جاتا ہے مگر رشتوں کی دوری نہیں سہہ پاتا۔ کتنے عزیز رشتے کس قدر اذیت دیتے ہیں مگر پھر بھی ان کا سہاروں کا متمنی انسان ان رشتوں کے ساتھ جڑ کر رہنا چاہتا ہے درد سہہ کر بھی انہیں کھونا نہیں چاہتا۔ اسے اپنا خالی دامن بھی تو اکثر اذیت دیتا تھا۔ اپنی ماں کے وجود سے محرومی' بہن بھائیوں جیسے میٹھے اور پیارے رشتوں کی عدم موجودگی اور اپنے باپ کی بے توجہی دیکھ جاتا تو وہ بھی تو انتہائی قریبی رشتوں کے وجود سے ناآشنا اور محروم تھی۔

"دیکھو صبا! یہ رشتے جو ہوتے ہیں ناں ریشمی دھاگوں کا تحفہ ہوتے ہیں ان میں گرہیں پڑ جائیں تو سلجھتی نہیں مزید بگڑتی جاتی ہیں۔ اب تمہیں یہ درد برداشت کرنا پڑے گا ان ٹوٹے ہوئے دھاگوں کا دکھ سہنا ہوگا کہ انہوں نے ہمیشہ ایسے ہی رہنا ہے۔ تم خود کو سنبھالو اپنی امی اور اپنی بہنوں کا حوصلہ بنو کم سے کم یہ قیمتی رشتے تمہارے قریب تو ہیں ناں؛ تم انہیں دیکھ سکتی ہو ان کے ساتھ ہنس سکتی ہو رو سکتی ہو نہیں محسوس تو کرسکتی ہو ناں۔" بنی اسے جو سمجھانا چاہ رہی تھی وہ بہت اچھی طرح سمجھ گئی تھی لیکن قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔ ایک اور سانحہ اس کا منتظر تھا وہ خاموش مہربان وجود اپنے اندر کا ہر دکھ سمیٹے اس دنیا سے روٹھ گیا؛ صبا کی امی کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ انہوں نے کسی سے کوئی شکایت نہیں کی تھی بس خود ہی سب سے دور ہوگئی تھیں۔ صبا اور اس کی دونوں چھوٹی بہنوں کی تو جیسے دنیا ہی اندھیر ہوگئی وہ تینوں اس طرح گم صم ہوگئیں جیسے زندگی ان کے اندر مرگئی ہو؛ بنی کو بھی اس پیاری سی دوست کا غم کھائے جارہا تھا مگر وہ اس کے لیے کچھ بھی تو نہیں کرسکتی تھی۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

"ارے بنی! یہ کیا کچرا پھیلائے بیٹھی ہے؟" دادی نے عینک ناک پر سیٹ کرتے ہوئے اسے گھورا۔

"اللہ دادی آپ نے کیا کہہ دیا؛ ٹاپ ماڈلز کی تصاویر ہیں کچرا کہہ کر ناک کاٹ دی آپ نے ان بے چاریوں کی۔"

"بنی یہ ماڈل کیا ہوتی ہیں۔" دادی کو ٹھیک سے سمجھ نہ آئی۔

"دادی! وہ جو پیاری پیاری لڑکیاں خوب صورت کپڑے پہن کر اسٹیج پر چلتی ہیں ان کو ماڈلز کہتے ہیں۔"

"لے اللہ کی مار لڑکیاں کہاں پر کٹی کبوتریاں کہو اور وہ خوب صورت کپڑے کہاں ہوتے ہیں؛ چیتھڑے لٹکا کر مٹک مٹک کر چل رہی ہوتی ہیں اور تم ان کی تصویریں کاہے کو سنبھال سنبھال کے رکھ رہی ہو؟" ماڈلز کو لتاڑنے کے بعد دادی کی توپوں کا رخ اس کی طرف ہوگیا۔

"دادی کچھ اچھے اچھے سے ڈیزائن نکال رہی ہوں کپڑے سلوانے کے لیے۔"

"اے لو اب تم چیتھڑے لٹکاؤ گی، دیکھو بی میں کہہ رہی ہوں مجھے اس طرح کے کچھن ایک آنکھ نہیں بھاتے؛ بے شک قیمتی سے قیمتی کپڑا پہنو مگر شلوار قمیص، پشواز یا فراک؛ یہ کیا بھئی قمیص ٹخنوں سے بجتی پھر رہی ہے تو کبھی گھٹنوں سے اوپر ہوئی؛ پائنچے ہیں تو آدھی پنڈلیاں دکھائی پڑ رہی ہیں؛ دفع مارو ایسے فیشن کو۔" دادی تو اچھا خاصا تپی ہوئی تھیں۔

"ارے نہیں دادی! میں ایسا ہولی فیشن نہیں کرتی، آپ بے فکر رہیں۔" وہ اخباری کترنیں ایک جگہ اکٹھی کرتے ہوئے بولی۔

"دادی! آپ سے ایک بات کہوں آپ برا تو نہیں مانیں گی۔" وہ دادی سے جڑ کر بیٹھ گئی۔

"نہیں بنی! کہو۔" دادی اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"دادی زندگی کے بہت سے معاملات میں میں بہت کوری بلکہ سرے سے نابلد ہوں؛ مجھے ہر قدم پر آپ کی محبت بھری رہنمائی کی ضرورت ہے؛ کسی جگہ مجھ سے غلطی ہو جائے تو مجھے ٹوکیے، ڈانٹیے یہ مجھ پر آپ کا حق ہے؛ ابھی جو بات میں آپ سے کہنے جا رہی ہوں ہو سکتا ہے وہ بہت بڑی ہو آپ کو میرے منہ سے پسند نہ آئے لیکن میں نے بہت دن اس بات پر سوچا اس لیے اب آپ سے کہہ رہی ہوں۔"

"اے بنی! مجھے تو اختلاج سا ہونے لگا ہے تو کیا کہنے جارہی ہے۔" دادی نے دہل کر سینے پر ہاتھ دھر لیا۔

"دادی پچھلے بہت دنوں سے میں صبا کی حالت دیکھ کر کڑھ رہی ہوں وہ بہت پیاری ہے، بہت سلجھی ہوئی آج کل کی لڑکیوں سے یکسر مختلف بالکل ویسی ہی ہے جیسی لڑکیاں آپ کو اچھی لگتی ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اسے چاچو کی دلہن بنا کر یہاں اپنے گھر لے آؤں۔" آخر کار تھیلے سے بلی نکل ہی آئی تھی۔

"تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا بنی! کبھی تم اتنی سنجیدہ ہوئی نہیں سو میں تو ڈر ہی گئی کہ خدا جانے کیا شگوفہ پھوٹنے والا ہے تمہارے منہ سے۔" دادی نے اطمینان کا سانس لیا۔

"پلیز دادی! بتائیں ناں میرا خیال کس حد تک درست ہے؟ کیا یہ ہوسکتا ہے؟" بنی کا اشتیاق آخری حدوں پر تھا۔

"خیال تو کچھ ایسا غلط نہیں مگر آج کل کے لڑکوں کے دماغ... محسن نے کیا سوچ رکھا ہے مجھے تو کچھ پتا نہیں؛ بہرحال اس سے پوچھ کر دیکھتے ہیں مان گیا تو اس سے اچھی بات ہے کہ تمہاری چہیتی تمہاری دوست بھی ہو بلکہ بہت اچھا ہو وہ معصوم بچی کی تکلیفیں بھی کم ہو جائیں گی۔"

"او میری پیاری دادی! کم نہیں ختم ہو جائیں گی بس؛ جس کو میری دادی جیسی ساس مل جائے اسے اور کیا چاہیے دنیا میں جنت مل جائے گی اسے۔"

"بس کر بنی! شام میں مجھے یاد کرانا محسن سے بات کرتے ہیں؛ اللہ کرے مان جائے۔" دادی خلوص دل سے بولی تھیں۔

بنی کو دادی کی یہ بات بہت پسند تھی کہ وہ رحم دل انتہا کی تھیں کسی کا دکھ ان سے برداشت نہ ہو پاتا تھا اور بنی کو صبا کے دکھوں کا واحد یہی حل نظر آیا تھا کہ اسے اس گھر کے افراد کی رفاقت میسر آ جائے گی یقیناً وہ اپنے غم بھول جائے گی چاچو جیسے ڈیسنٹ بندے کی شریک سفر بن کر؛ معصوم سی رحم دل دادی کی بہو بن کر اس کے درد مٹ جائیں گے۔

چاچو سے پوچھنے کا مرحلہ بھی بخوبی طے پا گیا تھا محسن کو کوئی اعتراض نہیں تھا سوائے اس کے کہ صبا کی رضامندی شامل نہ ہو اس کا بنی نے ان کو یقین دلا دیا تھا کہ ایسا نہیں، بلکہ صبا کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ دادی کو اس بات کی خوشی تھی کہ عرصہ بعد گھر میں کوئی خوشی کا موقع آنے والا تھا؛ بنی یوں ہواؤں میں اڑ رہی تھی جیسے اس نے کوئی نیا محاذ فتح کر لیا ہو؛ اگلے دن شام کو ہی وہ دادی کے ہمراہ صبا کے گھر جا پہنچی۔ خوش قسمتی سے صبا کے ڈیڈ گھر پر ہی تھے؛ آج کل ان کا زیادہ تر وقت اپنی بچیوں کے ساتھ گزرنے لگا تھا۔ شاید ان کو ندامت تھی؛ وہ شام میں پہلے بچیوں کے پاس آتے تھے اور پھر دو تین گھنٹے گزار کر واپس چلے جاتے تھے۔ دادی نے بنا کسی لگی لپٹی اور تمہید کے سیدھے سیدھے مدعا بیان کر دیا؛ صبا کے ابو معظم خان اور جمیدر خان کو بہت اچھی طرح جانتے تھے ان کا مضبوط خاندانی پس منظر، مستحکم مالی پوزیشن اور شہر بھر میں حویلی والوں کی قدر و منزلت سے بخوبی واقف تھے۔ ان کے لیے تو یہ خوشی اور فخر کی بات تھی رسمی سی مہلت مانگ لی گئی اور ایک ہفتے بعد ہی جب دادی اور بنی دوبارہ صبا کے گھر گئے تو ہاں کر دی گئی۔

بنی کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے اور صبا بے چاری حیران پریشان ہتھیلی پر سرسوں جمتے دیکھ رہی تھی؛ محسن خان جیسے ایجوکیٹڈ اور آئیڈیل شخص کی ہمراہی کا تو اس نے تصور بھی نہ کیا تھا۔

"یاد ہے تم ایک دن چاچو اور دادی کے حوالے سے میری قسمت پر رشک کر رہی تھیں تو میں نے سوچا کیوں نہ تمہیں اپنے گھر ہی لے آؤں۔" بنی نے صبا کے گلے میں بازو ڈال کر دھیرے سے اس کے کان میں کہا؛ صبا جھینپ سی گئی۔

"اور ہاں جناب! ہم رسمی سی فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کریں گے بہت جلد آپ کو اپنے گھر لے جائیں گے۔" وہ شرارت سے مسکرائی۔

اور پھر واقعی بات طے ہونے کے ساتھ ہی شادی کی تاریخ بھی مقرر کر دی گئی۔ ڈیڑھ ماہ کا عرصہ بیچ میں رکھا گیا؛ جو کم از کم تیاری کے لیے بنی کو تو ناکافی ہی لگ رہا تھا لیکن دادی جب کچھ ٹھان لیتی تھیں تو پھر وہ کر کے ہی دم لیتی تھیں۔ بری میں کپڑوں سے لے کر جوتوں اور زیورات کی خریداری تک میں صبا کی رائے اور پسند کو اہمیت دی گئی تھی۔ چاچو نے بھی مہربانی کی تھی اپنی اسٹڈی کے قیمتی وقت میں سے تین چار دن ان لوگوں کو دیے تھے؛ دادی نے صبا کے ڈیڈ کو واشگاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ انہوں نے جہیز نہیں لینا؛ بس اب چاچو کے کمرے کی نئے سرے سے سیٹنگ ہونی تھی۔ پرانا فرنیچر دوسرے کمرے میں شفٹ کر دیا گیا تھا اور نیا وائٹ اور گولڈن امتزاج کا بیڈ روم سیٹ اپنے کمرے کے لیے پسند کیا تھا؛ گولڈن پردے، میچنگ کارپٹ اور بیڈ شیٹ کے ہمراہ کمرے کی شان ہی دوبالا ہوگئی تھی۔ صبا کو پارلر لے جانے کی ذمہ داری بنی کے سر تھی اور اس نے مہینہ پہلے ہی سے اسے لے کر پارلر کے چکر لگانے شروع کر دیے تھے۔ شادی سے پندرہ دن

پہلے دونوں پھوپیاں بمعہ اہل و عیال رہنے آ گئیں' حیدر تایا بھی پنی فیملی کے ساتھ آ گئے تو حویلی جیسے مسکرا ہی تو اٹھی۔ ایک طویل عرصے بعد سارا خاندان اکٹھا ہوا بنی تو اپنے ان کزنز کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی جو ماشاء اللہ تعداد میں اچھے خاصے تھے اور جن میں سے وہ بائی فیس صرف چند ہی کو جانتی تھی۔ کئی سال پہلے جن کو دیکھا تھا اب پہچان میں ہی نہیں آ رہے تھے۔ اتنی بڑی حویلی میں جس کے ہاتھ جو کمرہ لگا اس نے اسی پر قبضہ جمالیا۔ بے چارے چاچو کو بھی کمرہ بدر ہو کر اوپر شفٹ ہونا پڑا' کیونکہ بقول ان کے سب کی دھما چوکڑی میں میرے لیے پڑھائی مشکل ہے۔

"واہ چاچو! کتنے خشک اور بور انسان ہیں آپ' بھلا اپنی شادی کے دنوں میں بھی کوئی پڑھتا ہے۔" حیدر تایا کا چھوٹا بیٹا بقول بنی منہ پھٹ خان بولا تھا۔

"کیوں بھئی شادی کیا یہ کہتی ہے کہ پڑھو نہیں۔" محسن خان خاصی متانت سے بولے۔

"دیکھیں' ہم سب اپنی اپنی پڑھائیاں چھوڑ چھاڑ آپ کی شادی میں شرکت کے لیے آ گئے اور آپ ہیں کہ کتابوں کی دنیا سے نکلنا ہی گوارا نہیں۔"

"اور نہیں تو کیا' بھئی چاچو! آپ کو سوچنا چاہیے کہ کس قدر یادگار موقع ہے' کتابوں کی دنیا سے نکل کر اپنے حلیے کو بہتر بنانے کا سوچیں' اپنی شادی کے لیے کس طرح کے کپڑے بنانے ہیں جا کر خریداری کیجیے گر ہماری چچی کچھ عقل مند واقع ہوئی تو یقیناً زندگی میں آپ کو دوبارہ ایسا موقع نہیں ملنے والا۔" حیدر تایا کی بیٹی زرق نے کہا تو سب ہی کھلکھلا اٹھے۔

"وہ بھئی وہ سب کچھ ہو چکا' کپڑے سل کر آ چکے ہیں' میری کوئی تیاری باقی نہیں ہے۔" چاچو نے ان کی تسلی کروادی۔

"ماشاء اللہ پھر تو خاصے کوئیک ہیں ماموں' پارلر کا ایک چکر لگا آتے ہیں۔" عمار بولا۔

"پارلر کا...... او مجھے لڑکی سمجھا ہے کیا؟" محسن خان بھنا گئے۔

"ہائے میرے اچھے ماموں! اسی لیے کہتے ہیں کبھی کتابوں کی دنیا سے نکل بھی آیا کریں' تبھی تو پتا چلے گا دنیا میں ہو کیا رہا ہے' آج کل دلہا بھی پارلر جاتے ہیں' خوب صورت نظر آنا صرف لڑکیوں کا حق تو نہیں ہے ناں ماموں۔" عمار انتہائی فرینک ہو کر ان کے گلے میں بازو ڈال کر بولا تو محسن خان سچ میں کوفت زدہ ہو گئے۔

"نہیں بھئی مجھے یہ سب سخت ناپسند ہے اور تم میں سے کوئی بھی اس بات پر اصرار نہیں کرے گا سمجھے۔" انہوں نے حتمی انداز میں کہہ دیا۔

"سارے ارمان ملیامیٹ کر دیئے ماموں' آپ کے بہانے ہم بھی ذرا اسکن پالش فیشل کروا آتے۔ کچھ حسن دوبالا ہو جاتا پھر آپ کی شادی کے پرمسرت موقع پر بکھیر کر ہم بھی کسی حسینہ کے دل کو گرماتے مگر ہائے رے نصیب!" عمار سے چھوٹا فرقان بولا۔

"دیکھو دیکھو کیا دل جلوں کی پارٹی اکٹھی ہوئی بیٹھی ہے۔" بڑی پھپھو کی بیٹی ہادیہ نے ہانک لگائی۔

"تم نہ جلو تمہیں پتا ہے دو دن پہلے پارلر جا کر حسن کی نگہداشت کرلو گی اور کم سے کم ایک کلو میک اپ کر کے شادی کے دن پہچانی بھی نہ جاؤ گی' تمہیں کاہے کی فکر بھلا۔"

"او نہیں بھئی' جلیں ہمارے دشمن ہم کیوں جلیں۔" ہادیہ بھی مسکرا دی تھی۔

"یار بنی! تم نے اپنی تیاری کا تو بتایا ہی نہیں۔" نوشہ کو یاد آ گیا۔

"میں نے بنو لیے ہیں کپڑے' بس کچھ میچنگ جیولری وغیرہ باقی ہے' وہ ڈھولکی والے دن ہم سب بازار کا ایک چکر لگائیں گے جوتی' بیٹی سب وہ پوری ہو جائے گی۔"

"حاضرین محفل ایک بات پر یقیناً آپ میں سے کسی نے غور نہیں فرمایا' ہماری مس بانیہ عرف بنی خاصی سنجیدہ ہو گئیں۔" عمار نے سب کی توجہ بنی کی طرف مبذول کرواتے ہوئے شگوفہ چھوڑا۔

"کیا مطلب؟ یہ درختوں سے لٹکی تھیں یہ دیواروں پر بھاگتی تھیں۔" فرقان نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

"بالکل درخت ان سے پناہ مانگتے تھے' دیواریں بھی ڈر کر اور نہیں آتا دیکھ کر پرندے اپنے گھونسلوں میں دبک جاتے تھے۔"

"حد ہوتی ہے مبالغہ آرائی کی۔" بنی نے دانت پیسے۔ "جھوٹ کی پٹاری ہو تم عمار۔"

"ویسے بھئی بنی کا یہ خاص کارنامہ ہے قابل قدر سنہری حروف سے لکھنے والا' جو اس نے چاچو جیسے بور شخص کو شادی جیسے بندھن کے لیے راضی کر کے ہم سب کو یہاں اکٹھے ہونے کا موقع فراہم کر دیا ورنہ جیسی صورت حال تھی ہم لوگ کچھ عرصے بعد ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ پاتے' ابھی بھی کچھ نمونے ایسے ہیں جو پہچان میں ہی نہیں آ رہے تھے' بے چارے اپنا تعارف نہ کرواتے تو ہم تو انہیں محلے دار سمجھ کر سرے سے لفٹ ہی نہ کرواتے۔" فرقان نے کہا۔

"مزے کی بات یہ کہ بے چاری نانی نے چھوٹی خالہ کی سری اور میرب کو بھی نہیں پہچانا' وہ سمجھیں چھوٹی خالہ اپنی نند کی بیٹیوں کو ساتھ لائی ہیں۔" انوشہ ہنستے ہوئے بولی۔

"یہ تو بات بھی تو ٹھیک ہے آپ سب کتنے سالوں سے نہیں آئے' ہر کوئی اپنی اپنی مصروفیات میں دادی کو بالکل ہی بھول گیا' صرف فون پر رابطہ کر لینا تو کافی نہیں ہوتا ناں۔" بنی نے بھی شکوہ کیا۔

"یہ بات سچ ہے' ہم سب ہی خاصے نااہل ہیں' اپنے خاندان کی واحد بزرگ ہستی کو بھول کے اپنے کاموں میں مگن رہے' بس آئندہ سے خیال رہے' ہم نے دادی کو اکیلے نہیں چھوڑنا' سب نے آتے جاتے رہنا ہے۔" عمار نے بھی سنجیدگی سے کہا تو سب ہی تائید میں سر ہلانے لگے۔

❁ ❁ ❁

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں دادی!" بنی تو صدمے سے بے ہوش ہونے کو ہوئی۔

"تمہاری چھوٹی پھپھو نے اپنے بڑے بیٹے علی منصور کے لیے تمہارا رشتہ مانگا ہے' میں تو کہا ہے میں نے لڑکی کیا منتر پڑھ کے جو کچھ میں نہیں آیا۔"

"یہ سمجھ میں آ گیا' اگلی بات سمجھ میں نہیں آئی۔" بنی سٹپٹا گئی۔

"دیکھو صفیہ کہہ رہی تھی تمہارے پھوپا بہت مصروف ہوتے ہیں' بمشکل چار دن کے لیے آ پائیں گے اور علی کو بھی چھٹی ملنی مشکل ہے' اس لیے محسن کے ولیمے پر تمہارا نکاح رکھ گئی ہے' بس وہ کہہ رہی تھی بنی مجھے بہت پیاری ہے' میں سے کھونا نہیں چاہتی اور خاندان ہی کی تو بات ہے کیا سوچنا بیچارنا۔" دادی تو سارا پروگرام طے کیے بیٹھی تھیں۔

"مگر دادی اتنی جلدی۔" چاچو کی شادی میں بھنگڑے ڈالنا خواب ہی نظر آنے لگا۔

"کیوں محسن کے رشتے کا بھول گئی کیسے ہتھیلی پر سرسوں جمائی تھی۔"

"دادی۔ دادی میں چاچو کی شادی کیسے انجوائے کروں گی پلیز دادی۔"

"دیکھ بنی! تو میری سب سے پیاری اور چہیتی ہے' کوئی پوتا پوتی' نواسہ نواسی میری گود میں نہیں پلا سوائے تیرے' کیا تجھے یہ لگتا ہے کہ تیری دادی تیرے لیے کوئی غلط یا نامناسب فیصلہ کرے گی۔"

"نہیں دادی! ایسا تو میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی۔" بنی نے سر جھکا لیا۔

"تو نے اپنے چاچو کے لیے بہترین شریک سفر کا انتخاب کیا' تیری نیت میں سچائی ہے محبت ہے خلوص ہے تیرے اندر جو تو نے اپنی دوست کے دکھ درد کو سمجھا لیکن بچی یہ بال دھوپ میں سفید نہیں ہوئے' بہت سرد گرم دیکھے ہیں' رشتوں کی بگڑتی صورتیں دیکھی ہیں' جب سے محسن کا رشتہ طے ہوا ہے میرا دل تیری خاطر پریشان رہنے لگا ہے۔ تو اپنے گھر کی ہو جائے بس دن رات یہ سوچ دماغ میں گھومنے لگی تھی' خدا کا لاکھ احسان ہے کہ تیری پھوپھی نے خود چاہ سے تجھے مانگ لیا۔ میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا' اب چار دن زندگی کے سکون سے گزر جائیں گے اور مرنا بھی آسان ہو جائے گا۔" دادی اسے کندھے سے لگائے کہہ رہی تھیں وہ تڑپ اٹھی۔

"ایسا مت کہیں دادی' میں تو آپ کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔" بنی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"ارے پاگل! مجھ بوڑھی نے کب تک رہنا ہے تیرے

ساتھ خدا تیرے نصیب اچھے کرے بس یہی دعا ہے یہی آرزو ہے میرے بچے۔" دادی اسے تھپک کر اٹھ گئیں۔ اس نے بھیگی پلکوں سے انہیں کمرے سے جاتے ہوئے دیکھا۔

"میں جانتی ہوں دادی! میرے اندر زندگی کی حرارت اللہ کے بعد آپ کی دین ہے' آپ کی توجہ اور محنت نے مجھے کبھی کسی کمی کا احساس تک نہیں ہونے دیا مگر دادی اس دل کا کیا کروں' یہ بہت روتا ہے دادی! اپنی بے بسی پر' اپنے باپ کی بے حسی پر' کیا کوئی باپ اس طرح اولاد کو بھلا سکتا ہے۔ دادی لڑکی اپنے گھر سے رخصت ہوتی ہے تو اس کے سر پر باپ کا ہاتھ ہوتا ہے' والدین کی محبت بھری دعائیں ہمراہ لے کر وہ نئے گھر میں جاتی ہے اور میں میں تو بالکل خالی ہاتھ ہوں۔" آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلک آئے تھے پھر اس نے کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا تھا' سارے آنسو حلق سے نیچے اتار لیے تھے۔

ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ سجالی تھی' اس کی ہاں نے تو جیسے پھپھو صفیہ کے اندر بجلی سی بھر دی تھی' ان کے دو ہی بیٹے تھے احمد جواد جو امریکہ گیا ہوا تھا اسپیشلائزیشن کرنے کے لیے اور اس سے بڑا علی منصور جو ایروناٹیکل انجینئر تھا۔ ایک بیٹی کی کمی پوری ہونے جارہی تھی' وہ کیوں نہ خوش ہوتیں۔

بنی نے شادی کے لیے خاصے بھاری کامدار سوٹ لیے تھے لیکن پھپھو نے نکاح کے لیے بیش قیمت راجستھانی انگرکھا لے لیا تھا' پنک اور براؤن امتزاج کے سوٹ پر بھاری دبکے اور نگوں کے کام نے الگ ہی چھب بنادی تھی۔ پھپھو نے اپنا بری کا بھاری سیٹ بھی اس کے نام کردیا تھا' وہ بس ان کی محبتیں دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں دعا کررہی تھی کہ یہ محبتیں ہمیشہ اسی طرح رہیں' رشتوں کی بدلی ہوئی صورتیں ناقابل برداشت ہوا کرتی ہیں۔

شادی کے ہنگامے شروع ہوگئے' ابٹن' ڈھولکی اور مہندی کے فنکشنز میں اس نے خوب ہلا گلا کیا۔ دادی نے سرزنش کی تو پھپھو درمیان میں آگئیں۔

"کرنے دیں ناں اماں! اس کے چاچو کی شادی ہے کب اس بے چاری نے کوئی رونق میلہ دیکھا ہے۔" پھپھو کی طرف داری پر تو وہ بالکل ہی شیر ہوگئی۔

خوب بھنگڑے ڈالے' گانوں کے مقابلے کیے' چاچو برات والے دن پھوپا رضا خان بمعہ علی منصور پہنچ گئے تو بنی پر بھی پہرے لگا دیے گئے بقول دادی "اگر اس طرح سب کے سامنے پھرتی رہو گی تو دلہن بننے پر خاک روپ آئے گا چپ بیٹھی رہو۔" ساتھ ہی میک اپ پر بھی پابندی لگ گئی۔

ہاں اتنا احسان ضرور کردیا گیا کہ اسے چاچو کی برات کے ساتھ شادی ہال جانے کی اجازت مل گئی' یہ بھی بہت بڑا معرکہ تھا جو سب کزنز نے مل کر سر کیا تھا' اس نے برات کے لیے لیا ہوا ڈیپ سی گرین اور پرپل کنٹراسٹ کا کامدار [illegible] اور ٹراؤزر پہنا' لمبے بالوں کو کلپ کیا صرف پنک لپ اسٹک لگائی اور گرین پرپل چوڑیاں دونوں ہاتھوں میں خوب بھر بھر کر پہن لیں۔

ننھی سی ہیل والی سوور اور پرپل نازک سی سینڈل میں گلابی پاؤں قید کیے وہ آج عجیب سی چھب دکھا رہی تھی' اتنی سادگی میں بھی وہ غضب ڈھا رہی تھی' پھپھو صفیہ نے چپکے سے کتنی ہی بار اس کی نظر اتاری۔ شادی ہال پہنچنے کے بعد جب صبا کو اسٹیج پر لایا گیا تو بس پھر بنی تو صبا کو ہی پیاری ہوگئی اسے گردوپیش کا کوئی ہوش نہیں تھا آج اس کی بہت پیاری حساس اور ہمدرد سی دوست اس کی چچی بننے جارہی تھی۔ اس کے سب سے پیارے چاچو جو اس کے چاچو کم بھائی اور دوست زیادہ تھے اس کی اس چہیتی دوست کے زندگی بھر کے ساتھی تھے' کس قدر مکمل اور خوب صورت جوڑا تھا' یہ وہ دل ہی دل میں بے حد مسرور ہوئی جارہی تھی۔ فوٹو سیشن کے بعد رخصتی عمل میں آئی اور وہ سب بارہ بجے کے قریب بقعہ نور بنی حویلی آپہنچے۔

یہاں بھی رسموں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا' ان رسموں کے اختتام پر بنی کی مہندی کی رسم بھی تھی کیونکہ اگلے دن چاچو کے ولیمے کے ساتھ ہی بنی کا نکاح اور رخصتی تھی۔ جب دادی نے اسے کپڑے بدل کر مہندی کا جوڑا پہننے کو کہا تو وہ جو سب کچھ بھول بیٹھی تھی' دادی کے کہنے پر جیسے حقیقت کی دنیا میں آگئی اس گھر میں اس کا قیام بس اب ایک آدھ دن کا ہی باقی رہ گیا تھا۔ اس نے پلکیں جھپک جھپک کر آنسو حلق

[illegible] اور خاموشی سے اٹھ گئی۔ پھر بہت سی شوخیوں [illegible] میں مہندی کی رسم ہوئی مگر دادی نے اس [illegible] ڈالی گئی تھی وہ سب کزنز کی شرارتوں پر مسکرا بھی نہ پارہی تھی۔ رات کافی بھیگ چلی تھی سب ہی آرام کرنے چلے گئے کہ اگلے دن دو دو تقریبات کی تیاری کرنا تھی' نوشابہ اور ہادیہ نے اس کے ہاتھوں پیروں پر بے انتہا خوب صورت مہندی کے ڈیزائن بنائے تھے وہ کچھ دیر کو کمر سیدھی کرنے لیٹی' آج جانے کیوں آنسو تھے کہ مسلسل بہے ہی چلے جارہے تھے اور اس نے ان آنسوؤں کو بہنے دیا کوئی بھی تو نہیں تھا جو ان آنسوؤں کو دیکھتا' اسی پل دروازے پر کھٹکا ہوا تھا اس نے جلدی سے آنکھیں صاف کیں اور اس طرف دیکھا توقع کے عین مطابق دروازے پر دادی تھیں مگر دادی کے ساتھ کوئی اور بھی تھا' اس نے جلدی سے دوپٹہ ٹھیک کیا اور سیدھی ہو بیٹھی۔ کمرے میں وہ اکیلی ہی تھی نوشابہ ہادیہ کب چلی گئیں اسے پتا بھی نہیں چلا تھا۔ دادی اس اجنبی کے ساتھ آگے بڑھ آئی تھیں۔

"بنی... بنی دیکھ... دیکھ کون آیا ہے؟" دادی کی آواز ناقابل یقین مسرت سے چھلک رہی تھی اس نے سوالیہ نظروں سے دادی کو دیکھا۔

"حسن... حسن آیا ہے' بنی تیرا باپ آگیا۔ دیکھ بنی اٹھارہ سال بعد تیرا باپ آگیا۔" دادی نے اس اجنبی کا ہاتھ تھام کر اس کے قریب کیا اور بنی وہ تو جیسے پتھر کے بت میں ڈھل گئی تھی' یوں جیسے حیرت کا طلسم پھونک کر کسی نے اسے ساکت کردیا تھا۔

"اماں... اماں میری بنی اتنی بڑی ہوگئی...... میری بانیہ بیٹا مجھے معاف کردے گی نا اماں! میری کوتاہیاں بہت زیادہ ہیں مگر میں پیار کروں گا' میں ان سارے دکھوں کو سمیٹ لوں گا جو میری بچی نے سہے۔" حسن خان نے آگے بڑھ کر بنی کو گلے لگا لیا تھا۔ بنی کے آنسو بہت خاموشی سے بہتے رہے اور ان کی قمیص کو بھگوتے رہے۔

"کچھ کہو ناں بیٹا! کوئی شکوہ... کوئی شکایت' کچھ تو کہو بیٹے۔" حسن خان کا ہاتھ اس کے سر پر تھا۔

"مجھے کوئی شکایت نہیں۔" وہ بمشکل کہہ پائی۔

"میں نے کہا تھا نا حسن! میری بچی بہت صبر والی ہے بہت ہمت ہے اس میں۔" دادی کے لہجے میں ممتا کی ساری مٹھاس گھل گئی۔

"اماں یہ سب آپ کی تربیت ہے' میں آپ کا حق نہیں ادا کرسکتا جو کچھ آپ نے مجھ ناخلف کے لیے کیا۔" انہوں نے دوسرے بازو میں دادی کے نحیف وجود کو سمیٹ لیا' تصویر مکمل ہوگئی تھی تشنگی مٹ گئی تھی شاید صبح نو قریب تھی۔

"تیری امانت تھی یہ حسن! میں تو جان دے کر بھی اس امانت کو سنبھالتی اور آج دیکھ لے صفیہ کی بہو بننے جارہی ہے تیری بنی! خدائے بزرگ و برتر نے مجھے تیرے سامنے سرخرو کردیا' اس پاک ذات کی دی ہوئی ہمت اور توفیق سے آج میں نے تیری امانت کو عزت کے ساتھ اگلے گھر کی طرف روانہ کرنے کی تیاری کرلی ہے حسن! تو کیسے پیارے موقع پر آیا ہے' کل تیری بیٹی باپ کی دعاؤں کے سائے میں رخصت ہوگی ان شاء اللہ۔" دادی نے حسن خان کا ماتھا چوم لیا اور حسن خان اپنی جگہ ساکت بیٹھے بس خدائے بزرگ و اعلیٰ کی مہربانیوں کا انعام دیکھ رہے تھے جس نے بے تحاشا کوتاہیوں کو معاف کرکے آج انہیں معتبر کردیا تھا' کوئی بھی ان سے ناراض اور خفا نہیں تھا یہاں تک کہ ان کا جگر گوشہ بھی جسے اٹھارہ سال پہلے اپنی ماں کی گود میں ڈال کر وہ بالکل ہی بے فکر اور بے نیاز ہوگئے تھے وہ بھی آج ان کی بانہوں میں تھی تو بنا کسی شکوے اور شکایت کے بس باپ کے وجود کو محسوس کرکے ہی شانت ہوگئی تھی تو یہ رب پاک کی مہربانیوں کی انتہا ہی تو تھی ان پر۔

فجر کی اذانیں سنائی دینے لگی تھیں' بنی نے اٹھ کر وضو کیا فجر کی نماز ادا کی' آج اس کے ایک ایک عمل سے سکون ظاہر ہورہا تھا' دل پر کوئی بوجھ نہیں تھا اس نے اپنے ہاتھوں پر مہندی کے نقش و نگار دیکھے' گلابی ہاتھوں پر مہندی کے گہرے سرخ رنگ کے گل بوٹے بے انتہا خوب صورت لگ رہے تھے جس کے نام کی مہندی آج اس کے ہاتھ کی زینت بنی تھی وہ اسے نہیں جانتی تھی' سوائے اس کے نام کے' اس کی ذات سے کسی

پہلو سے اسے کوئی واقفیت نہیں تھی مگر اب اسے ان سب باتوں کی کوئی پروا نہیں رہی تھی کیونکہ آج اس کے سر پر سائبان تن گیا تھا۔

وہ رشتہ جو کسی بھی لڑکی کے لیے سب سے بڑھی ڈھارس ہوتا ہے اس نے آج پالیا تھا پھر صبح کے ناشتے سے لے کر شام تک وہ حسن خان کے بازو سے ہی چپکی رہی، خوب باتیں کیں، ان سے بہت سی باتیں شیئر کیں۔ دادی بھی دونوں باپ بیٹی کو دیکھ دیکھ کر جی رہی تھیں ایک عرصہ تک یہ حویلی خاموشیوں کی آماجگاہ بنی تھی اور اب ایک دم ہی کتنی بہت ساری خوشیاں مہربان ہوگئی تھیں دادی دل ہی دل میں دعا مانگ رہی تھیں ان خوشیوں کے دائمی ہوجانے کی۔ بنی کے چہرے کی لوہی چمک نے آج اس کے حسن میں بے پناہ اضافہ کردیا تھا۔ شام کا دھندلکا پھیلنے لگا تو دادی نے بنی اور صبا دونوں کو پارلر روانہ کردیا۔ صبا کے چہرے پر پھیلی خوب صورت آسودہ مسکراہٹ نے بنی کے دل کو پُرسکون کردیا تھا اس کی اداس آنکھوں والی دوست کی آنکھوں میں آج محبت کے جگنو چمک رہے تھے۔

بیوٹیشن نے اپنی ساری مہارت گویا آج ان دونوں پر آزمادی۔ شادی ہال پہنچ کر جب انہیں اسٹیج پر بٹھایا گیا تو بے ساختہ کئی نظروں نے ماشاء اللہ کہا۔ ہمیشہ کی سادہ ڈول بالی سی بنی دلہن کے روپ میں اپسرا لگ رہی تھی، نکاح ہوچکا تو دولہوں کو اسٹیج پر بلایا گیا۔

محسن خان شاداں و فرحاں صبا کے پہلو میں آبیٹھے۔ بنی کے قریب سے یک مسحور کن خوشبو کا جھونکا گزرا اور وہ بھی اس کے پہلو میں آن بیٹھا جسے بنی نے دیکھا تک نہ تھا اس کے ہاتھوں پاؤں سن سے ہونے لگے دل کی دھڑکن ایسے بے تاب ہوئی کہ دل اچھل کر حلق میں آجائے گا اس نے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر دیکھنا چاہا مگر یہ کیا نظریں واپس پلٹنا ہی بھول گئیں آنکھیں معمول سے کہیں زیادہ کھل گئیں اور ہونٹ بھی نیم وا ہوگئے۔ مسکراتے ہوئے علی منصور کی نگاہ بنی کے چہرے پر پڑی تو وہ ہلکے سے سرگوشیانہ انداز میں بولا۔

"کاٹنڈلی منہ بند کرلیجیے سب ادھر ہی دیکھ رہے ہیں۔" لہجہ مسکراتا ہوا تھا۔

"آپ...... آ...... آپ وہی" وہ بھول بھال گئی "ایکسپیکٹیشن کیا ہے۔"

"جی جی میں وہی۔ اب پلیز خود کو نارمل رکھیں، یکٹ مت کریں جیسے آپ نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہے۔"

"وہ وہ ساری تصویریں آ آپ نے بھی بنی تھی اپنے نام کی ایک۔"

"جی وہ ساری تصویریں اس خاکسار کی تخلیق ہیں باقی سوالات رخصتی کے بعد" وہ کھل کر مسکرایا۔

"کیوں میاں نوشہ یہ کیا چپکے چپکے چکر چل رہا ہے یہاں۔" عمار نے علی منصور کے کندھے پر ہاتھ دھرتے ہوئے خاصے بے تکلفانہ انداز میں پوچھا۔

"کچھ نہیں بھئی میں کہہ رہا تھا بنیہ آج بہت اچھی لگ رہی ہیں۔" علی منصور شرارتاً مسکرایا۔

"ہم ہمیں چکر مت دو میاں، ہم نے بھی یہ بال دھوپ میں کالے نہیں کیے۔" فرقان کیوں پیچھے رہتا۔

"ہاں جی کارنر کلر پکچرز کا کمال ہے یہ۔" زرقا نے بھی ہاتھ بٹایا۔

"میں نہیں جانتا تھا کہ وہ لڑکی جو صرف ایک بار مجھ سے مل کر پھر دنیا کی بھیڑ میں کھوگئی تھی وہ یوں اچانک آکر ایک ان مٹ لکیر کی طرح میرے ہاتھ پر سج جائے گی، ان مغلیہ شہزادیوں سے کہیں زیادہ معصوم خوب صورت اور سج دھج کر آئے گی اور میری زندگی کے کینوس پر رنگ ہی رنگ بکھیر دے گی۔ تمہیں پاکر آج مجھے ایسا ہی لگ رہا ہے جیسے قدیم دور کی کوئی شہزادی بھٹک کر ہماری دنیا میں آگئی ہو۔"

مدھم مدھم لہجے میں اس کی طرف جھکا وہ اس کے کانوں میں کتنے ہی خوب صورت الفاظ بول رہا تھا۔ چاروں طرف رنگ تھے شوخیاں تھیں کھلکھلاہٹیں تھیں وہاں سب سے بے نیاز وہ بیٹھی اس میٹھے لہجے کو اپنی سماعت میں اتار رہی تھی۔ تصویر کا ہر رنگ مکمل ہوگیا تھا، صبح ہوگئی تھی اور باد نسیم کے معطر جھونکے اسے محبت کی نوید سنا رہے تھے۔

باب جنت

[illegible] حبیبہ

محبت تو ازل سے ہے محبت تا ابد ہوں
اسے میں عہدِ حاضر کا عقیدہ کہہ نہیں سکتا
کتابِ زندگی میں ہے رقم بابِ محبت بھی
مگر کتنی ہیں سطریں خطِ کشیدہ کہہ نہیں سکتا

میں عبدالجبار رات کی آغوش میں سر دیے محوِ خواب تھا۔ نجانے محوِ خواب تھا یا محوِ تلاش؟

سفید بادلوں کی دھند، دھواں، مسحور کن معطر فضا اور ایک مدھر ہنسی۔ خلاء بے سمت خلاء میں معلق میرا وجود اس بے ساختہ کھنکتی ہنسی کے تعاقب میں ہو جیسے۔ وہ سو فیصد اسی کی ہنسی تھی اور متجسس، بے چین، بے کل میرا وجود۔

دو چار مرتبہ تکیے پہ سر ادھر سے اُدھر پٹخنے کے بعد مجھے اٹھ کر بیٹھنا پڑا، میں ان بے معنی خوابوں سے بے حد پریشان تھا۔ سفید ململ کا کرتا پسینے سے نم ہو کر بدن سے چپک سا گیا تھا۔

سانسوں کا اتار چڑھاؤ بپھری ہوئی ندی کی مانند پرشور تھا۔ سینے کا حبس جیسے کسی نے سلنڈر میں گیس بھر کر اچھی طرح مضبوطی سے باہر نکلنے کے تمام راستے مسدود کر رکھے ہوں۔

ہزار ہا کوششوں اور گہری گہری سانسوں کے باوجود میری دگرگوں ہوتی حالت میں کوئی فرق نہ آتے دیکھ کر میں بستر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

کھڑکی کے پٹ کھولتے ہوئے داہنے ہاتھ سے سینہ مسلتے ہوئے اور سیاہ گھور رات کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے۔ وہ مجھے بہت یاد آئی۔ وہی جس کی وجہ سے میں پہلی اور آخری بار اپنی ماں کی نافرمانی کا مرتکب ہوا تھا۔

بس وہی اوّل و آخر کوتاہی تھی میری جس نے میری راتوں سے سکون چھین لیا میرے دن کا اطمینان غارت کردیا میری زندگی کا توازن غرق کردیا۔

"اللہ ربّ العزت ہر گناہ بخش دے چاہیں تو سارے گناہ بخش دیں مگر والدین کی نافرمانی معاف نہیں فرماتے اور اس کی سزا مرنے سے پہلے دنیا میں بھی ملتی ہے۔"

"شاید یہ میری دنیاوی سزا ہے۔" بے کلی حد سے سوا تھی اور مجھے یہ ہی باور کروا رہی تھی۔ سیاہ آسمان سے

جھلمل ستاروں نے بڑے تعجب سے میرے کرب انگیز تاثرات ملاحظہ کیے۔

"کس بات کی سزا؟" میں نے چونک کر اوپر آسمان کی طرف دیکھا۔

"ماں تو تمہیں معاف کرچکی ہے دستِ شفقت تمہارے سر پر پھیر چکی ہے۔ گناہ معاف ہوجائے تو سزا نہیں ملتی پھر یہ کس بات کی سزا ہے؟" ٹمٹماتے ستاروں میں سے کسی نے سوال کیا تھا۔ میں لاجواب ہوگیا۔

"واقعی وہ تو مجھے معاف کرچکی ہیں۔"

"پھر یہ بے چینی بے خوابی بے سکونی کیوں؟" اس کیوں کا جواب مجھے بغلیں جھانکنے پر مجبور کررہا تھا۔

❁ ❁ ❁

بے ہوش کمزور اور لاوارث وجود کی صورت "غزالہ" مجھے سڑک پر زخمی حالت میں ملی تھی۔

میں اپنی ہمدرد نرم فطرت سے مجبور یوں ہی گزرتے ہوئے اس مجمع میں از راہ مروت جاگھسا۔

"دیکھوں تو ہوا کیا ہے۔ میرے لائق کوئی نیکی ہو تو بسم اللہ خود کلامی کرتے کرتے میرے لب ساکت ہوگئے۔ وہ ایک نوجوان لڑکی تھی اور بلاشبہ خوب صورت بھی اس کی سیاہ چادر سے اس کا دودھیا چہرہ جھانک رہا تھا۔ لانبی گھنیری پلکوں والی آنکھیں بند تھیں۔

دو چار عورتیں اسے ہلاتی جلاتی ہوش میں لانے کی کوشش کررہی تھیں۔ کسی ایک نے اس کی پیشانی پر اپنا نیلا دوپٹا رکھ کر ہاتھ سے دبایا ہوا تھا' غالباً وہاں سے خون بہہ رہا تھا۔ کسی اچھوتے احساس کے تحت میں نے ٹیکسی رکوائی وردو خواتین کے ہمراہ اسے اسپتال لے آیا۔

جس طرح سانس بدن میں کب داخل ہوتی ہے اور کب رگ رگ میں سرائیت کرجاتی ہے' احساس نہیں ہوتا۔ ٹھیک اسی طرح' غیر محسوس طریقے سے میں غزالہ کا اسیر ہوگیا' میری رگوں میں اس کی محبت دوڑنے لگی۔

میں گم صم اس راستے پر چل پڑا جو ابھی تک میرے لیے انجان تھا' میں اب تک صرف اپنی ضعیف اور بیوہ ماں کا لاڈلا بیٹا تھا۔

میرے من مندر میں میری ماں کی مورتی تھی وہ میری دنیا تھی' میری جنت تھی مگر اب کے بعد میرا من بدلنے لگا من کی حالت بدلنے لگی میں بے بس تھا اس کیفیت کے آگے۔

غزالہ حالات کی ستائی ہوئی کمزور بے بس اور یتیم لڑکی تھی۔ اس کی بھابی نے اپنے شرابی' جواری بھائی سے شادی کرنے سے انکار پر مار پیٹ کے بعد اسے گھر سے نکال دیا تھا اور وہ نادانی میں جان دینے چلی تھی۔

میں نے اپنی نرم ہمدرد فطرت سے دل کے ہاتھوں زیادہ مجبور ہوتے ہوئے اسے سہارا دیا اپنی ذات کا اعتماد بخشا اور اس کی بھابی کے پاس اسے امانتاً رکھوا کر آیا گو کہ اس کی بھابی کو زبانی عہد کے ساتھ ساتھ کئی نوٹ بھی تھمانے پڑے مگر میں مطمئن تھا۔

"میں تمہیں باوقار طریقے سے لینے آؤں گا مجھ پر یقین رکھنا اور پھر کوئی حماقت کرنے سے پہلے ایک بار سوچ لینا کہ پھر میں کیا کروں گا' کیسے جیوں گا۔" اتنی سی بات پر وہ گلابی ہوگئی اور میں مسکراتے ہوئے عازم سفر ہوا۔

مگر میرے اس عمل کے ردعمل کے طور پر دوسرا ایک محاذ کھل گیا۔ ماں نے چار دن تک مجھ سے بات نہ کی اور میں جل بن مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔

بیوگی کے بعد ماں نے جوانی کی عمر بھی میری پرورش میں تیاگ دی تھی۔ اپنی خوشیاں میری تربیت پر وار دی تھیں اور اب میرے دل کی خواہش نے اس کے ممتا بھرے ارمانوں کو بے طرح ٹھیس پہنچائی تھی گو کہ ماں کی ناراضی کی پروا مجھے اپنی جان سے زیادہ تھی مگر غزالہ سے دستبرداری بھی اب میرے بس سے باہر تھی۔

"وہ نہیں تو کوئی نہیں۔" کا مصمم ارادہ دل کے گوشے گزار کر کے میں پیچھے ہٹ گیا۔ دل الگ بے کل تھا۔ غزالہ کی صورت نگاہوں میں گھومتی' اس کی سسکیاں فضاؤں میں گونجتی' میری حالت عجیب تھی۔ ماں نے ضمیروں والا رکیک ڈھونڈ لیا ہمانے حد درجہ سمجھایا مگر میں پکی دھن کا پکا تھا یا شاید دل کی ضد پکی تھی۔

"ماں کو اف بھی نہ کہنے کا حکم ہے اور تو اس سے ضد کر بیٹھا ہے جھلا!" ماما نے پیار سے بھی سمجھایا۔

"ماں تیری جنت ہے اور جنت کو ناراض کرنا بے وقوفی۔ جہنم خریدنا چاہتا ہے کیا؟" ماما روز شام ڈھلے مجھے سمجھانے بیٹھ جاتا۔

"ماں کی نافرمانی کرنے والا دنیا میں بھی خوش نہیں رہتا اور آخرت تو ہوتی ہی خراب ہے۔ اللہ بھی معاف نہ کرے ماں کو دکھی کرنے والے کو۔" میں اس کی ہر دلیل کا قائل ہوتے ہوئے بھی اپنی ضد سے دستبردار نہ ہوا۔

"آخر اس میں خرابی کیا ہے؟" میں عاجز آچکا تھا۔

"وہ مجھے نہیں پسند' یہی خرابی ہے۔" اماں کی بھی ضد تھی۔

"اماں وہ مظلوم ہے' بے سہارا ہے' میں اس سے وعدہ کرکے آیا ہوں' وعدہ خلافی نہیں کرنا چاہتا' میں نے اسے حرام موت مرنے سے بچایا ہے۔ مجھے اس کارخیر سے مت روکو۔" میں بہت ریسان سے کہتا اس کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ چپ چاپ تھی' جیسے اب کبھی نہ بولے گی۔

"اب تک تیری ہی مانتا آیا ہوں' تیری ہی مانتا رہوں گا تیری قسم' بس پہلی اور آخری بار' ایک میری یہ خواہش مقدم رکھ لے۔ اللہ کو گواہ بنا کر وعدہ کرتا ہوں اس کے بعد کبھی تیرے آگے نہ بولوں گا' زبان نہ کھولوں گا' بس ایک بار۔"

میں نے بہت لجاجت سے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ میرے لیے درشید اس بار وہ میری منت سماجت سے راضی ہوگئی تھی۔ جب ہی میرے ہاتھ تھپتھپا کر اٹھ گئی۔

پھر اس نے میری ایک ضد نما خواہش مان لی اور ماں! میں نے بھی اللہ کو گواہ بنا کر کیا گیا وعدہ خوب نبھایا اور واقعتاً کبھی اس کے آگے زبان نہیں کھولی۔ اس وقت بھی نہیں جب وہ غزالہ پر بے جا روک ٹوک سختی اور غیر ضروری ڈانٹ ڈپٹ کرکے اس کا ضبط آزماتی۔ اس وقت بھی نہیں جب وہ غزالہ کی طرف سے جھوٹی سچی بات لگا کر مجھے بدظن کرتی۔ اس وقت بھی نہیں جب اس نے حمل کی حالت میں غزالہ کو بُری طرح مارا پیٹا اور اس کا حمل ضائع کردیا۔ اس وقت بھی نہیں جب اس نے غزالہ پر تہمت باندھی۔

میری آنکھوں پر ماں کی فرماں برداری کی پٹی تھی۔ ایسی پٹی جس سے دکھائی تو سب دیتا مگر میری اطاعت گزاری مجھے کچھ دیکھنے نہ دیتی تھی۔ ماما کی ناقص دینوی معلومات کے مطابق میں اندھا دھند اپنی جنت کی طرف بھاگ رہا تھا۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم یہی تو ہے۔

"والدین کی فرماں برداری اور اطاعت کرنے والے کے لیے جنت میں دو دروازے کھل جاتے ہیں اگر ان (والدین) میں سے ایک حیات ہو تو ایک دروازہ۔"

میں بھی جنت کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کسی اور طرف دیکھنے کے قابل نہ رہا تھا۔ غزالہ کی طرف بھی نہیں جس سے شاید مجھے بے تحاشا محبت تھی۔ ایسی محبت جس کی وجہ سے میں ماں کی نافرمانی کا مرتکب ہوا تھا مگر اب؟ ماما نے کہا تھا۔

"اللہ کا حکم ہے اگر ماں باپ کہہ دیں تو بغیر کسی پس وپیش کے اپنی بیوی کو چھوڑ دو وہ چاہیں تو اولاد کو مار ڈالیں ان سے سوال نہیں۔"

"اتنا اعلیٰ درجہ ہے والدین کے حکم کا' والدین کا۔ جس نے والدین کو راضی رکھا اس سے رب راضی رہتا ہے اور جس سے اللہ راضی اس کی تو دنیا بھی جنت' آخرت بھی جنت۔ تُو تو سیدھا جنتی ہوگیا عبدالجبار! تیری ماں تجھ سے بڑی خوش ہے' راضی ہے پرسوں آئی تھی میرے پاس' تیری بڑی تعریفیں کررہی تھی۔ کہتی تھی اللہ ہر ایک کو عبدالجبار جیسی اولاد دے۔"

ماما میرے گن گا رہا تھا اور میں ہواؤں میں محو پرواز

تھا' دنیا میں جنت کی بشارت مل گئی تھی۔ ہواؤں میں نہ اڑتا تو ور کیا کرتا۔

''اس کو طلاق دے کر اسے گھر چھوڑ آ۔'' اماں نے حکم صادر کیا اور میں نے آناً فاناً عمل کیا۔

''ایک ساتھ تین طلاقیں نہ دینا' رب کے گھر بڑا قبیح فعل ہے۔ ایک ایک کر کے تین مہینے میں تین طلاقیں دینا۔'' ماما نے اپنی علمیت جھاڑی۔

''چل جلدی کر پہنچا کر آ' اسے۔'' ماں نے نخوت سے کہا اور میں نے کمزور زرد' لرزتی تھرتھر کانپتی غزالہ پر نگاہِ غلط ڈالے بنا اسے ایک طلاق دی اور گھر چھوڑ آیا۔

نجانے پیچھے اس پر کیا بیتی مگر میں واپس گھر آیا تو اماں میرے واری صدقے جا رہی تھی۔ جیسے میں نے پہلی بار اس کی فرماں برداری کا مظاہرہ کیا ہو' آج جیسے اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ ٹھکانہ تو میری بے چینی کا بھی نہیں تھا۔ پتا نہیں کیسی بے کلی حواسوں سے چمٹ کر بیٹھی تھی۔ مہینہ بیت گیا مگر میری بے سکونی کم ہونے کے بجائے بڑھتی جا رہی تھی' میں نے پلٹ کر غزالہ کی کوئی خبر نہ لی۔

''عدت کی مدت میں نان و نفقہ شوہر یا سسرال والوں کے ذمہ ہے۔ عدت کی مدت عورت کو سسرال میں ہی گزارنا چاہیے۔''

یہ اور اس طرح کی دوسری معلومات ماما کے علم میں نہ تھیں سو میں بھی لاعلم تھا اور ماما کو تو شاید صرف والدین کے حقوق و اطاعت کے حوالے سے آیات و احادیث اور احکامات ازبر تھے یا پھر سارے حقوق و فرائض صرف والدین پر اور اولاد پر لاگو ہیں یا پھر دیگر رشتہ داروں کے حقوق و فرائض کی کچھ خاص اہمیت نہ تھی۔

بہرکیف میں نے غزالہ سے مکمل طور پر قطع تعلق کر لیا لیکن اب یہ دوسرا مہینہ سر پہ تھا' مجھے اسے دوسری طلاق کے کاغذات پہنچانے تھے۔ اماں نہیں چاہتی تھی کہ میں غزالہ سے ملوں' ملنا تو میں بھی نہیں چاہتا تھا شرمساری کے باعث۔ کیا ہی اچھا ہوتا جو میں اس روز

اسے مرنے کے لیے چھوڑ دیتا' خوامخواہ اسے پناہ دیا۔ اپنی محبت دی' پناہ دی اور پھر ؟ پھر اس سے آگے صرف میری ماں تھی بلکہ میرے لیے سب سے آگے صرف میری ماں تھی۔

میں نے طلاق کے کاغذات رجسٹری کے ذریعے بھجوا دیئے۔ ماں میری دوسری شادی کے لیے لڑکی تلاش کر رہی تھی اور میں ''ماں مرید'' تھا اس کی بات' اس کے حکم سے انحراف کر کے مجھے جہنم کی آگ میں نہیں جلنا تھا۔ میں تو جنتی تھا' دنیا بھی جنت آخرت بھی جنت تھی میرے لیے۔ لیکن پھر مجھے سکون کی نیند کیوں نہیں آتی تھی؟ یہ کیسی بے چینی تھی جس کے نوکیلے ناخنوں نے میرے جگر کو کھرچنا شروع کر دیا تھا؟ کیا میں غزالہ کا گناہ گار تھا؟ کیا میں نے اسے طلاق دے کر غلطی کر دی تھی؟

کیا میں نے اس کے ساتھ ناانصافی کی تھی؟

''نہیں'' ہر سوال کا جواب نفی میں تھا۔

والدین کو تو ہر صورت' ہر حالت اور ہر فیصلے میں مقدم رکھنے کا حکم ہے' محترم رکھنے کا حکم ہے۔ میں نے بھی یہی کیا ہے پھر کیوں میرے ضمیر کی ضرب شدید میرے اعصاب کو شکستہ کر چھوڑا ہے؟ کیوں ایک طلاطم خیز سمندر بنا ہوا ہے؟

''قصص الانبیاء کے کئی باب میں نے پڑھ رکھے ہیں' کئی واقعات مجھے بھی یاد ہیں۔ کس طرح انبیاء نے اپنے والدین کی فرماں برداری کی' ان کے اولیت دی' ان کے کہنے پر بیوی کو طلاق دے دی' کی پرواہ نہ کی۔ ''اُف'' نہ کی' سوال نہ کیا۔ میں نے ان کی پیروی کی ہے پھر قرار کیوں نہیں ملتا مجھے سارے سوالات' مفروضے اور خدشات مجھے ان کچوکے لگاتے اور میں ادھ موا ہوا اس جنت دروازے کو دیکھ کر خود کو طفل تسلی دیتا کہ میری دروازہ میرے پاس ہے مجھے اور کیا چاہیے میری راضی' میرا رب راضی اور میں ان طفل تسلیوں سے رہتا اگر جو مجھ پہ آگہی کا در وانہ ہو جاتا۔

❀ ❀ ❀

آتشیں تھال نے ساری سنہری کرنیں دھرتی پر انڈیل دی تھیں' جبھی تو ہر شے تر و تازہ اور ہشاش بشاش چاق و چوبند معلوم ہو رہی تھی۔ میں نے پبلک بس کی کھڑکی سے سر ٹکائے ہوئے باہر کے پیچھے بھاگتے منظروں کو غائب دماغی سے دیکھا۔ مجھے ان کی بھاگ دوڑ سے کیا سروکار ہو سکتا ہے' مجھے ان چمکیلے مناظر سے بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

میری دلچسپی کا محور تو وہ تھی' جو اب تک میرے دیئے زخموں' میری بے اعتنائیوں اور میری ناانصافیوں کا عذاب سہہ رہی تھی مگر اب مزید نہیں' ہرگز نہیں۔ میں غزالہ کو لینے جا رہا تھا' معافی کا خواستگار بن کر۔ مجھے یقین تھا وہ مجھے معاف کر دے گی۔

اس کا ظرف یقیناً بڑا تھا جبھی تو کبھی اس نے میرے تکلیف دہ' ناروا سلوک کا گلہ مجھ سے نہ کیا تھا۔ اس کے لیے میرا یہی احسان بہت تھا کہ میں نے اسے عزت کی زندگی دی ورنہ وہ لاوارثی کی موت اپنانے والی تھی اور بس ایک اس احسان کے بدلے وہ ساری زندگی میری باندی' زرخرید باندی بننے کو تیار تھی۔

مگر میری محترم ہستی ''میری ماں'' میری نجات' میری جنت کی ایماء پر میں نے اسے خود سے دور کر دیا۔ اس کے سر سے اپنی پناہوں کا سائبان چھین لیا' اسے ذلیل و خوار کر دیا۔

ماں کے دیئے گئے بھونڈے جوازوں پر میں نے ایک غلط اعتراض نہ اٹھایا۔ اٹھاتا بھی کیوں' مجھے جنتی بننا تھا اور جنت تو ماں کے قدموں تلے ہے' بیوی نے تھوڑی۔

میں نے کرب سے پلکیں موند لیں۔ احساسِ ندامت نے میرے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میں شرمسار تھا' آنکھیں نمکین پانی سے بھرنے لگیں۔ پلکیں سے میچنے پر بند آنکھوں میں جمع ہوتا پانی درزوں سے نکل کر رخسار سے ہوتا ہوا گود میں رکھے ہاتھ پہ گرا۔

ہاتھ کی نمی کا احساس نہ ہوا کہ ذہن میں کچھ جملوں کی بازگشت نے محسوسات کا ہر سرا کھینچ لیا اپنی جانب۔ نمازِ جمعہ سے پہلے مولوی عبدالمتین صدیقی صاحب کی پُراثر بارعب آواز۔

''جہاں رب کی نافرمانی ہونے لگے وہاں بندوں کی فرماں برداری جائز نہیں۔ ناجائز کاموں میں والدین کی اطاعت حرام ہے۔ والدین کہیں کہ بیوی کو طلاق دے دو تو دیکھو تو سہی بیوی قصوروار ہے بھی یا نہیں' اگر ہے تو دے دو۔ اولاد کی جان لینا گناہ کبیرہ ہے اگر والدین چاہیں کہ اولاد کو مار ڈالیں تو یہ حرام ہے رب تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ قیامت کے روز شوہر کی بدخلقی اور درشت روی کا بھی حساب لیا جائے گا پھر جس کے ذمہ جس کا بدلہ ہوگا وہ پورا کیا جائے گا۔ قطع رحمی کرنے والا کبھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ تم نے صرف ماں کی فرماں برداری کو مقدم جانا رب کے احکامات پس پشت ڈال دیئے؟''

مولوی عبدالمتین صدیقی نے نمازِ جمعہ کے بعد میری الجھن' میرا مسئلہ سن کر کہا تھا۔

''میں اب کیا کروں؟'' مایوسی اور پشیمانی سے میری آواز بھرا گئی۔

''توبہ کرو۔'' انہوں نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔

میں پتا نہیں کتنی دیر بارگاہِ الٰہی میں سربسجود روتا رہا تھا دوسرے دن ساری بے چینی ساری بے کلی ساری کلفت ڈھل گئی ساری گتھیاں سلجھ گئیں۔

میں نے بھیگی آنکھیں کھول کر پھر پیچھے بھاگتے منظر کو غائب دماغی سے دیکھا' مجھے ان کی بھاگ دوڑ سے کوئی سروکار نہیں۔ مجھے ان کی چمک دمک سے بھی کوئی دلچسپی نہیں۔ میری دلچسپی کا محور تو وہ تھی' غزالہ!

❀ ❀ ❀

''غزالہ نہیں ہے گھر پہ۔'' اس کی بھابی دروازے پر کھڑی ناقدانہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

''کہاں گئی؟'' میں پریشان ہوا تھا۔

''کام پہ گئی ہے۔'' سامنے کھڑی پکی عمر کی وہ عورت

خاصی بے نیاز بننے کی کوشش کررہی تھی مگر اندر اندر ہوتی کھد بد اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

"کیا مطلب......؟ وہ تو عدت میں تھی۔" میری حیرانگی بے اختیار ہوئی۔

"عدت میں تمہارا باپ کما کر کھلاتا اسے؟" میں بول کر پچھتایا سامنے کھڑی عورت نے مروتاً بھی لحاظ نہیں رکھا تھا۔

"فیکٹری میں کام کرتی ہے اب وہ۔" وہ میری خجل ہوتی صورت دیکھ کر ایسے بولی جیسے احسان کررہی ہو مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

"کب...... کب تک آئے گی؟" یہی پوچھ سکتا تھا میں۔

"شام تک۔" وہ ہنوز بے نیاز تھی۔

اس کے بھدے لبوں سے بے شک نہ نکلا کہ اب کیوں آئے ہو؟ مگر اس کے چہرے کا ہر نقش سوال کررہا تھا۔ میں نظر انداز کرتا واپس چلا آیا ابھی تو شام کے آنے میں خاصا وقت پڑا تھا اور وقت تو واقعی میرے پاس بہت تھا۔ ابھی ایک طلاق باقی تھی۔

ابھی عدت بھی باقی تھی' ابھی وقت کی ریت نہیں سرکی تھی۔ وقت کی ریت...... مجھے کیا خبر تھی کہ ایسے سرکے گی کہ احساس تک ہونے نہ دے اور جب تک مٹھی میں دبی ریت کے سرکنے کا مجھے احساس ہوا میری مٹھی خالی رہ گئی۔ بچانے کی کوشش میں مٹھی زور سے بھینچنے پر بھی کچھ ہاتھ میں نہ رہا۔

شام تو آئی مگر غزالہ نہ آئی۔

"غزالہ...... میری غزالہ۔"

"سانحہ بلدیہ ٹاؤن" کی نذر ہوگئی۔ بے رحم' جھلسانے والی' جلانے والی' جان لیوا آگ میں جل کر وہ راکھ ہوگئی۔ روح فرسا خبر نے میرے اوسان خطا کردیئے۔

بابِ جنت...... وہ رہا بابِ جنت

میں جاؤں گا' میں اس کے اندر جاؤں گا

سامنے ہے نا ماما جی یہ سامنے دیکھو

دروازہ!

جنت کا دروازہ...... میں جاؤں گا اس کے اندر

غزالہ' میرا دامن چھوڑ دو۔

دیکھو مجھے جانے دو

مجھے اندر جانے دو

ماما...... وہ مجھے جانے نہیں دیتی

دیکھو نا!

اسے بولو مجھے جانے دے

مجھے میری جنت کے دروازے سے اندر جانے دے

ماما' ماں

دیکھو غزالہ نے مجھے پکڑ رکھا ہے

دیکھو مجھے چھوڑتی نہیں وہ ہنس رہی ہے

وہ میرے رونے پر ہنس رہی ہے

اماں...... مجھے اس سے چھڑاؤ

ماما...... مجھے بچاؤ...

وہ میری جنت کا دروازہ...... وہ سامنے ہے

مجھے اندر جانا ہے۔ غزالہ! مجھے چھوڑ دو

خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو

"ڈاکٹر یہ نیا پیشنٹ ہے کل ہی ایڈمٹ ہوا ہے۔" نرس نے نئے آنے والے مریض کے لیے انجکشن تیار کرتے ہوئے بتایا۔ ڈاکٹر نے پیشہ وارانہ بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھا اور انجکشن لگانے کا اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

وہ "بابِ جنت" میرے سامنے ہے۔ غزالہ! میرا دامن چھوڑو...... مجھے اندر جانے دو۔ پاگل خانے کے بیڈ پر انجکشن کے زیر اثر غنودگی میں جاتے ہوئے عبدالجبار بڑبڑائے جارہا تھا۔

عجب منظر دکھاتے ہیں مری آنکھوں کے یہ جگنو
کہ جب پلکوں پہ آتے ہیں میری آنکھوں کے یہ جگنو
گماں ہوتا ہے شاید آسماں سے تارے ٹوٹے ہیں
کہ جب بھی ٹمٹماتے ہیں مری آنکھوں کے جگنو

گزشتہ قسط کا خلاصہ

ولید مصطفیٰ کو گھر لے آتا ہے مصطفیٰ سب سے ملتا ہے مگر انااس کے سامنے نہیں آتی مصطفیٰ کے جانے کے بعد جب خبر ہوتی ہے کہ ولید مصطفیٰ سے ملنے شام کو گیا تھا تو وہ یک دم ہلکی پھلکی ہو جاتی ہے۔ شہوار بار بار حویلی کال کرتی ہے تابندہ بوا کال ریسیو نہیں کرتیں۔ وہ ان کے کال ریسیو نہ کرنے پر یک دم جذباتی ہوتے ہوئے مہرالنساء سے گاؤں جانے کی ضد کرتی ہے۔ اس دوران شہوار کو شدید بخار ہو جاتا ہے تو مہرالنساء بیگم شاہزیب صاحب سے مشورہ کرنے کے بعد لائبہ اور سجاد کے ہمراہ شہوار کو گاؤں کے لیے روانہ کر دیتی ہیں۔ انا شہوار کی غیر حاضری سے سخت پریشان ہوتی ہے۔ وہ روشانے کو لے کر شاہزیب صاحب کے ہاں کارڈ دینے آتی ہے تو صبا سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ باقی لوگ گھر میں نہیں ہوتے۔ صبا روشانے کو دیکھ کر کہتی ہے کہ اس نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے مگر کہاں؟ صبا کو یاد نہیں آتا دوسری طرف روشانے بھی غور کرنے پر کہتی ہے کہ وہ بھی اس کو دیکھ چکی ہے۔ جبکہ انا شہوار کی خراب طبیعت کا سن کر اور پھر اچانک گاؤں روانگی کی اطلاع پا کر اچھی خاصی الجھ جاتی ہے۔ مصطفیٰ کو شہوار سے اچانک نکاح طے پا جانے کی اطلاع ملتی ہے تو وہ حیران ہوتا ہے کہ اچانک یوں شہوار اس نکاح پر کیسے آمادہ ہوگئی اور پھر جب اسے خبر ملتی ہے کہ شہوار گاؤں جا چکی ہے تو وہ سخت ٹینشن کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسے اندازہ ہو جاتا ہے کہ شہوار اس نکاح پر راضی نہیں ہے۔ شہوار حویلی آ کر تابندہ بی سے سخت خفا ہے اور ان سے بات نہیں کرتی۔ تابندہ بی کو شہوار کا رویہ سخت تکلیف دیتا ہے مگر وہ خاموش رہتی ہیں۔ دوسری طرف مصطفیٰ کال کرتا ہے تو وہ اسے سخت سست سناتی ہے لائبہ اس کے رویے سے الجھ جاتی ہے اور پھر مہرالنساء بیگم کال کر کے شہوار سے عروسی لباس کے متعلق پسند بتانے کا کہتی ہیں تو وہ دہل جاتی ہے۔ عبدالقیوم صاحب کورٹ سے ایاز سے ملاقات کی اجازت لے کر ملنے آتے ہیں تو وہ سب لوگ ایاز کی حالت دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ یہ زاہد ملک کو بتاتا ہے کہ اس پر مصطفیٰ نے جھوٹا مقدمہ بنوایا ہے تو وہ الجھ جاتے ہیں۔ تبھی امجد خان لالہ رخ کا حوالہ دے کر ان لوگوں کو ساکت ہو جانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ وہ لوگ بے بس ہو کر وہاں سے آ جاتے ہیں تو عادیہ باپ اور وکیل صاحب کے مشورے پر عباس سے ملنے اس کے آفس جاتی ہے۔ عادیہ عباس سے ملنے اس کے آفس آتی ہے تو وہاں رابعہ بھی موجود ہوتی ہے۔ عباس عادیہ کی گفتگو اور آمد کی وجہ سے ایک دم مشتعل ہو کر گارڈز کو بلوا کر عادیہ کو آفس سے باہر نکالنے کا کہتا ہے۔ رابعہ ہادیہ کے ہمراہ آفس آف ہونے کے بعد گھر جا رہی ہوتی ہے تو میڈیکل اسٹور کے سامنے ہادیہ کی ایک ضعیف خاتون سے ملاقات ہوتی ہے۔ ہادیہ انہیں گاڑی میں بٹھا لیتی ہے۔ تبھی رابعہ ہادیہ سے پوچھتی ہے کہ یہ خاتون کون ہیں؟

(اب آگے پڑھیے)

❀......❀......❀

"یہ خالہ بی ہیں، انہی سے میں نے قرآن پاک پڑھا ہے اور جب تک ہم پرانے محلے میں رہے تب تک میں نے ان کے گھر میں ٹیوشن پڑھتی رہی۔" ہادیہ نے تعارف کروایا اور پھر خالہ بی سے کہنے لگی۔

"اور خالہ بی یہ میری دوست ہے رابعہ! ہم نے اکٹھے ہی پڑھا ہے، اب ایک ہی جگہ جاب کر رہی ہیں۔" باقی کا رستہ خالہ بی اور ہادیہ نے کوئی نہ کوئی بات چھیڑے رکھی تھی۔ ہادیہ نے انہیں پرانے محلے میں گھر کے سامنے اتارا، تو انہوں نے بے حد اصرار کر کے دونوں کو اندر بلا لیا تھا۔

"تم لوگ بیٹھو میں تمہاری آپی کو بلاتی ہوں۔" دروازہ باہر سے لاک تھا انہوں نے خود ہی چابی سے کھولا تھا۔ دونوں صحن میں رکھی کرسیوں پر بیٹھیں تو خالہ بی اپنی بیٹی کو بلانے اندر چلی گئیں۔ کچھ پل بعد وہ لوٹیں تو ان کے ہمراہ ایک نہایت حسین پُر وقار سو برس کی خاتون تھیں۔ وہ سو کر اٹھی تھیں آنکھوں میں سرخی تھی جس نے ان کی آنکھوں کو بڑا قاتل بنا ڈالا تھا۔ نہایت حسین اور پُر وقار خاتون تھیں، لمبے گھنے بال گھٹنوں تک آ رہے تھے۔ ہادیہ تو ایک طرف رابعہ بھی بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"السلام علیکم آپی جان!" ہادیہ نے آگے بڑھ کر کہا تو انہوں نے بہت محبت اور شفقت سے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

"وعلیکم السلام! کیسے آج ایک عرصے بعد ہمارے ہاں چکر لگانے کو دل کر گیا تمہارا؟" وہ پوچھ رہی تھیں ہادیہ ہنس دی تو خالہ بی بتانے لگیں کہ وہ یہاں کیونکر آئی ہے وہ لوگ وہیں صحن میں رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئی تھیں۔ وہ رابعہ سے بھی ملی تھیں، اس کا حال چال پوچھا اور پھر باتیں کرنے لگیں۔

"یہ رابعہ بہت کم بولتی ہیں۔" آپی جان نے پوچھا۔

"مگر جب بھی بولتی ہیں دوسروں کی بولتی بند کر دیتی ہے۔" ہادیہ نے چھیڑا۔

"اس کا مطلب ہے سخن گوئی میں باکمال ہستی ہیں۔" آپی نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں۔" رابعہ جھینپ گئی۔ انہیں بغور دیکھا اسے فیصل سفائی کی غزل یاد آنے لگی۔

حسن کو چاند جوانی کو کنول کہتے ہیں
ان کی صورت نظر آئے تو غزل کہتے ہیں
شاید ایسے لوگوں کے لیے ہی شاعر حضرات شاعری کرتے ہیں۔

"تم لوگ بیٹھو میں چائے لاتی ہوں۔" آپی جان اٹھنے لگیں تو ہادیہ نے فوراً ہاتھ تھام کر منع کر دیا۔ خالہ بی بھی پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔

"پلیز اس تکلف کی قطعی ضرورت نہیں۔ ابھی میں نے رابعہ کو بھی ڈراپ کرنا ہے لیٹ ہو جاؤں گی پھر کسی دن فرصت سے آؤں گی تو چائے بھی پیوں گی، ابھی اجازت دیں پلیز۔" دونوں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"اوکے۔" انہوں نے فوراً معذرت قبول کر لی تھی۔

"رابعہ آپ دوبارہ ضرور آئیے گا۔" انہوں نے بڑے خلوص سے کہا۔ اس حسن میں عجیب ساحر تھا رابعہ نے فوراً سر ہلا دیا۔

"وعدہ تو نہیں کرتی مگر کوشش کروں گی۔"

"اچھی بات ہے وعدے تو ٹوٹ جاتے ہیں مگر کوششیں اکثر کامیاب ہو جاتی ہیں۔" انہوں نے سر ہلایا۔ وہ لوگ ان

سے اجازت لے کر واپس گاڑی میں آ بیٹھیں۔
”کیسی لگیں تمہیں آپی جان؟“ ہادیہ نے پوچھا۔
”بہت حسین نہایت باخلاق اور پُروقار اور نہایت غم زدہ۔“ اس نے سادہ لفظوں میں کہا۔
”اچھا حسین تو وہ واقعی بہت ہیں، خلاق و کردار میں بے مثل مگر یہ غم زدہ والی بات سمجھ نہیں آئی۔“
”ان کی آنکھوں میں لگتا ہے کوئی غم ہے جو ہلکورے لے رہا ہے، نہایت حسین خوب صورت آنکھیں ہیں مگر اداس رنجیدہ اور غم زدہ بھی ہیں۔ آج میں نے دوسرا اتنا حسین چہرہ دیکھا ہے مگر پہلا چہرہ اب اس چہرے کے آگے کچھ بھی نہیں میں سوچتی ہوں کہ اب بھی اگر یہ اس قدر حسین ہیں تو عین جوانی میں تو غضب ڈھاتی ہوں گی؟“
”ہوں... بچپن سے ہی یہ ہمارے ہمسائے تھے خالہ بی کی بھانجی ہیں پہلے یہ لوگ کہیں اور رہتے تھے پھر ہم شفٹ ہوگئے۔ ہوش سنبھالتے ہی میں نے ان لوگوں کو ادھر ہی دیکھا ہے پہلے کرائے دار تھے پھر یہ جگہ خرید لی۔ میں نے میٹرک تک ان سے ٹیوشن پڑھی ہے کمال کی انگلش اسپیکنگ رکھتی ہیں بہت حسین تھیں اب تو وقت کے ساتھ ساتھ حسن ماند پڑ گیا ہے مگر ان کا حزن بڑھا ہے جو ان کے حسن کو دو آتشہ کردیتا ہے۔“
”شادی شدہ ہیں؟“ وہ عورتوں والی فطری تجسس جاگا۔
”خالہ بی نے ماما سے ایک دفعہ ذکر کیا تھا کہ شادی ہوئی تھی، ماں باپ وفات پاگئے تھے اور پھر شوہر بھی اس کے بعد دوبارہ شادی ہی نہیں کی خالہ بی کے پاس ہی ساری جوانی گزار دی بلکہ ہمارے محلے میں چند لوگ تھے جنہوں نے بڑا زور لگایا کہ وہ ان کے بیٹے سے شادی کرلیں مگر ان کی ناں، ہاں میں نہ بدلی۔“ زاہدہ نے محض سر ہلا دیا۔ اس کی نگاہوں میں مجسم سراپا گویا چپٹ سا گیا تھا۔ اتنا حسین چہرہ متناسب سراپا اور لمبے گھنے بال۔
”کیا آج تم نے پہلا حسین چہرہ کون سا دیکھ لیا جو ان کے مقابل کچھ بھی نہ تھا؟“ ہادیہ نے پوچھا۔
”سرعباس کی بیگم کا۔“
”اوہ... تم نے کہاں دیکھ لیا؟“ اسے حیرت ہوئی۔
”ان کے کمرے میں۔“ اس نے سنجیدگی سے کہا تو وہ چونکی۔
”ان کے کمرے میں مجھے یقین نہیں آرہا ان لوگوں کا تو آپس میں بڑا زبردست جھگڑا چل رہا ہے، تم نے وہاں کیسے دیکھ لیا؟“
”وہ خود ہی آئی تھیں۔“ اس نے زیادہ تفصیل بتانے سے گریز کیا۔ اس کی نگاہوں میں سرعباس کا ری ایکشن تازہ ہوگیا۔ کیسے غصے سے فائل اٹھا کر اسے دے ماری تھی اور بعد میں گارڈز کو بلوایا تھا۔
”یہ سرعباس کا اپنی بیوی سے کیا جھگڑا ہے؟“ اس نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہوکر پوچھا۔
”دونوں کی پسند کی شادی تھی دراصل عادلہ کے گھر والے کچھ زیادہ ہی ماڈرن ازم کا پرچار کرنے والے ہیں جبکہ سرعباس کی فیملی بہت سادہ مزاج اور رکھ رکھاؤ والی ہے۔ عادلہ فیاض صاحب کے خیالات پر پوری نہ اتریں اور سرعباس عادلہ کے کیس کے بعد یہ اکثر ناراض ہوکر کئی کئی ماہ میکے رہنے لگیں آج کل بھی میکے میں ہی ہیں۔ سرعباس بہت اچھے انسان ہیں جب کہ عادلہ کی فیملی خاصی بگڑی ہوئی فیملی ہے چونکہ پاپا کے جاننے والے ہیں تو اکثر ملنا ہوتا ہے اور ان سے متعلق خبریں سننے کو بھی ملتی ہیں جب کہ سرعباس کی طرف سے کبھی ایک لفظ بھی سننے کو نہیں ملا ویسے حیرت ہو رہی ہے کہ عادلہ آفس کیا لینے آئی تھی؟“ اس نے پوچھا تو زاہدہ نے کندھے اچکا دیے۔
اسے ماموں کی نصیحت یاد تھی سو اس نے اس موضوع پر بولنے سے گریز ہی کیا ویسے بھی اب اس کا گھر قریب آ گیا تھا

وہ الرٹ ہوکر بیٹھ گئی تھی۔

❀ ❀ ❀

وہ سارا دن خاموش رہی تھی باہر بار نما کمرے میں سے کبھی کے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں وہ ادھر جانے کی بجائے راہداری سے ہوتی ہوئی باہر نکل آئی تھی۔ لان عبور کرکے وہ باغ میں تالاب کے پاس آ بیٹھی تھی۔ زندگی نے ایک دم پلٹا کھایا تھا اسے رہ رہ کر گزرے لمحے یاد آنے لگے۔ کبھی وہ اس باغ میں تتلیاں پکڑتی تھی اور اکثر شام کے وقت وہ بابا صاحب کی انگلی تھامے یہاں چہل قدمی کیا کرتی تھی۔ اس کو بابا صاحب سے شروع سے ہی ایک خصوصی لگاؤ محسوس ہوتا تھا وہ گھنٹوں ان کے پاس گزار دیتی تھی۔ وہ یہاں اپنی ماں کے ساتھ تنہا رہتی تھی باقی سبھی بچے شہروں میں اپنے والدین کے ساتھ ہوتے تھے اور کبھی کبھار سمر ویکیشن میں جب سب اکٹھے ہوتے تھے تو یہاں وہاں تک ہر طرف رونق اٹھا آتی تھی سبھی خوش باش چہرے ماں باپ کے ساتھ بہن بھائیوں کی محبتیں تھیں تب اسے شدت سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ باقی بچوں سے ہٹ کر زندگی گزار رہی ہے۔
اور جب یہ شعور پختہ ہوتا گیا تو اسے اور بھی بہت کچھ فیل ہونے لگا۔ تابندہ بوا کا ہمیشہ سے اس قصے سے یک گریز چلتا آتا تھا۔ وہ کبھی ڈانٹ کر کبھی پیار سے اور کبھی کسی طرح اس کی توجہ کسی اور طرف مبذول کرکے دھیان بٹایا کرتی تھیں اور تب وہ بہل بھی جاتی تھی۔ پھر وقت اور سرکا تو وہ کچھ بڑی ہوگئی تھی اب وہ گاؤں کے اسکول میں نہیں بلکہ شہر کے ہائی اسکول میں پڑھتی تھی۔ عائشہ اور صبا کے ساتھ اعلیٰ درجے کے اسکول میں مگر اسے آہستہ آہستہ اپنی ذات کا ادراک ہو رہا تھا وہ اپنی ذات میں سمٹتی جا رہی تھی۔ سب کہتے تھے وہ بولتی نہیں کم گو ہے۔ بہت صابر بچی ہے مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کے اندر کیسے کیسے طوفان اٹھا کرتے تھے جواب بولنے پر آمادہ کرتے تھے مگر اس نے ہونٹوں پر سختی سے قفل لگا لیے تھے۔
اس کی ماں نے اس کے روز بروز کے بڑھتے سوالوں سے بچ کر اسے شہر بھیج دیا تھا مگر یہاں آکر وہ تنہا ہوگئی تھی اس کی ذات احساس کمتری میں مبتلا ہونے لگی تھی اس کی ہر خواہش بن کہے پوری کی جاتی تھی اعلیٰ سے اعلیٰ لباس ہر اچھی چیز بھی کمی نہ آنے دی مگر جب عائشہ اور صبا اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے فرمائشیں کرتیں اور ضدیں کیا کرتیں تو دل میں شدید حسرت جاگا کرتا تھا کہ کاش اس کی بھی ایک فیملی ہوتی اپنا گھر ہوتا باپ، بہن بھائی ہوتے تو کتنا اچھا ماحول ہوتا اور پھر وہ اپنی ذات میں تنہا ہوتی چلی گئی تھی۔
وقت مزید آگے بڑھا تو وہ اب کالج گرل تھی وقت نے اسے اسی طرح اس کی پرورش کی تھی کہ اپنی ذات میں اٹھنے والے طوفان بھی بے معنی ہونے لگے تھے۔ وہ بس اپنی ماں کے لیے زندہ تھی مگر عادلہ بھابی کی عباس سے شادی کے بعد لگا کہ زندگی ایک شدید طوفان سے دوچار ہوگئی ہے میڈیکل کالج میں ایاز سے سامنا ہوتا اور پھر ایاز نامی کے مستقل دردسرنے جان کھانی تو لگنے لگا کہ وہ اب جی نہیں پائے گی۔ بڑی مشکلوں سے اپنی عزتِ نفس کو کچلنے کے بعد اس نے اپنا یہ مسئلہ مصطفیٰ سے ڈسکس کیا مگر اگلے ہی دن مصطفیٰ کے پروپوزل نے اسے حیرت زدہ کردیا اور اس دن شدید پچھتاوے کا احساس ہوا کیا تھا وہ کچھ عرصہ اور صبر کرلیتی اور سہہ لیتی کم از کم اس شخص کے سامنے شرمندگی سے تو بچ جاتی۔ اسے مصطفیٰ کی ذات اس کی اچھائی سے قطعی انکار نہ تھا مگر اس کے ساتھ اب یہ جو کچھ ہونے جا رہا تھا اسے یہ کسی بھی طرح قبول نہیں تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ان لوگوں کے اس پر کتنے احسانات ہیں کہ وہ زندگی بھر ان کے سامنے سر اٹھا کر جی نہیں سکے گی۔ اسے اندازہ تھا کہ اگر ایک بار انکل اور آنٹی نے خود اس سے شادی کے سلسلے میں بات کی تو وہ دل میں ہزار ہا طوفان سے تو نبرد آزما ہونے کے باوجود ایک لفظ بھی نہ کہہ پائے گی اور اگر ایسا ہوگیا تو اسے اپنی ذات کو مارنا پڑے گا اور اب یہی تو ہو رہا تھا۔ وہ مصطفیٰ کے سامنے صاف اور واضح الفاظ میں انکار کرچکی تھی۔ اسے صاف جتا چکی تھی کہ اسے اس کا

ساتھ قبول نہیں اور اب مصطفیٰ کے سامنے دوبارہ اس رشتے کی حیثیت سے جانا اسے لگا کہ اس کی عزت نفس ہمیشہ کے لیے گروی رکھ دی گئی ہے۔ یہ اس کی زندگی کا دوسرا اذیت ناک پہلو تھا۔

''شہوار '' وہ اسی طرح سر جھکائے اپنی سوچوں میں الجھی ہوئی تھی اس پکار پر سر اٹھا کر دیکھا' تابندہ بی کچھ فاصلے پر کھڑی تھیں۔

''ادھر اکیلی کیوں بیٹھی ہو چلو اندر چلو۔ سب کے پاس بیٹھو زہرہ تمہارا پوچھ رہی تھیں باقی لوگ بھی۔'' نکاح کے سلسلے میں زہرہ پھوپو کی فیملی حویلی آ چکی تھی جن میں ان کا ایک بیٹا' بہو اور دو بیٹیاں تھیں۔ باقی افراد نے کل آنا تھا۔

''میں ادھر ہی ٹھیک ہوں' کچھ دیر ادھر ہی بیٹھنے دیں جب دل کیا اندر آ جاؤں گی۔'' اس نے دوبارہ گھٹنوں پر سر جھکائے خاصی سنجیدگی سے کہا تو تابندہ بی نے ایک گہرا سانس لیا۔ وہ ان سے شدید ناراض تھی۔

ان کا دل چاہا کہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی دلجوئی کریں اس کو سمجھائیں' اپنے دل کا راز بتائیں' اپنی مجبوری بتائیں' یہ رشتہ کیوں ضروری ہے اس کے محرکات کی وضاحت کریں مگر پھر دل کو مار لیا کہ اس وقت شہوار ناراض تھی' انکاری تھی شاید ان کی وضاحت کو نہ سمجھ پائے۔ وقت خود بخود ثابت کر دے گا کہ ان کا فیصلہ کس قدر درست تھا انہوں نے لب سی لیے اور اسے بغور دیکھا۔

''ٹھیک ہے' شام ہو رہی ہے جلدی اندر آ جانا۔'' وہ سے ہدایت دیے کر واپس پلٹ گئیں تو شہوار نے از حد دکھ سے انہیں دیکھا۔

وہ بڑے پُر وقار انداز میں اندر کی جانب بڑھ رہی تھیں' اس کا جی چاہا کہ خوب روئے۔ اس کے پاس کہنے سننے کو بہت سے رشتے نہ تھے کہ ماں دامن بچالی تو کسی بہن سے کہہ دیتی یا کسی بھائی کے کندھے پر سر رکھ کر دل کی بھڑاس نکالتی۔ اس کے پاس تو بس یہی ایک رشتہ تھا' جو ماں بھی تھی باپ بھی تھا' بہن بھی تھی بھائی بھی تھا' دوست بھی سبھی کچھ تو تھا اس نے تابندہ بی سے اپنی ذات کا ہر مسئلہ ڈسکس کیا تھا تو پھر تابندہ اب کیوں اس سے پہلو بچا رہی تھیں' اسے اس وقت شدت سے انا کی کمی کا احساس ہوا' ایک حقیقی سچے دوست اور غم گسار کی کمی کا۔ ایک دم شدت سے جی چاہا کہ انا اس کے پاس آ جائے بے شک اس سے کچھ نہ بھی کہہ سکے مگر اس کے کندھے پر سر رکھ کر خوب رو دھو کر دل کی بھڑاس تو نکال لے گی' بہت سارا رونے کی کی خواہش تھی جو ایک دم شدت اختیار کرنے لگی۔ وہ تیزی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی اپنا بیگ کھول کر اس میں ہاتھ مارا' سارا بیگ کھنگال ڈالا مگر موبائل نہ ملا۔

''اُف '' اسے ایک دم یاد آیا کہ موبائل بے پناہ غصے سے دیوار پر مارا تھا جس سے وہ ٹوٹ گیا تھا اور سم بھی موبائل کے اندر ہی تھی اور تمام نمبر سم میں ہی فیڈ تھے۔ وہ اپنی اس جذباتی حرکت پر پشیمان ہوتی سر تھام کر بیٹھ گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ سم کے اندر ہی انا کا نمبر تھا اور آخری بار اس نے ٹوٹا ہوا موبائل عائشہ کے ہاتھ میں دیکھا تھا اور یہاں آتے اس نے کچھ بھی نہ سوچا تھا کہ انا کتنا پریشان ہوئی ہوگی۔

''اب کیا کروں؟'' بیگ بستر پر ڈالتے اس نے چند پل سوچا تھا پھر اٹھ کر وہ ڈرائنگ روم میں چلی آئی وہاں اس وقت کوئی نہ تھا۔ سبھی کمرے میں ہی جمع تھے۔ اس نے فون اٹھا کر شہر کا نمبر ڈائل کیا۔

''السلام علیکم!'' دوسری طرف سے اسے جو آواز سننے کو ملی اس کو سن کر اس نے لب بھینچ لیے تھے۔

''کون ہے بھئی؟'' جھنجلا کر کہا گیا تھا (شہر میں پی ٹی سی ایل نمبر پر سی ایل آئی لگی ہوئی تھی) شہوار نے کال ڈراپ کر دی تھی۔

اس نے سوچا کہ رات کو کال کرے گی وہ یہ طے کر کے اٹھی تو فون بجنے لگا' اس نے سی ایل آئی دیکھی شہر کا نمبر تھا' یقیناً

مصطفیٰ نے کال بیک کی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر سائیڈ پر رکھ کر واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

❁ .. ❁ .. ❁

ولید کھانا کھا کر اپنے کمرے میں آ گیا تھا اس وقت لیپ ٹاپ کھولتے اپنے دوستوں سے چیٹ کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ آفس ورک بھی کر رہا تھا جب اس کا موبائل بجنے لگا۔ ولید نے موبائل کی اسکرین دیکھی۔

''مصطفیٰ '' نام جگمگا رہا تھا۔ ولید نے ٹائم دیکھا رات کے بارہ بج رہے تھے۔

''السلام علیکم!'' اس نے کال ریسیو کی۔

''وعلیکم السلام! کیسے ہو؟'' مصطفیٰ نے پوچھا۔

''اللہ کا شکر ہے' اپنی سناؤ' تم سناؤ؟'' موبائل کان سے لگائے اس نے چیٹ باکس بند کیا اور پھر باقی فائلز بھی کلوز کرتے سیو فائلز کو سیو کرتے اس نے لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھ کر بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگا لی تھی۔

''بالکل فٹ فاٹ' اچھا یار ایک کام ہے تم سے۔'' مصطفیٰ فوراً مطلب پر آیا تھا۔

''خیریت؟''

''ہوں '' مصطفیٰ کا انداز پُر سوچ تھا۔

''کل اور پرسوں کی تاریخ میں فارغ ہو کیا؟'' مصطفیٰ نے پوچھا۔

''کیوں......کوئی کام ہے کیا؟''

''کام ہی سمجھ لو۔'' مصطفیٰ ہلکا سا ہنسا۔

''اگر فارغ نہ بھی ہوا تو تمہارے لیے وقت نکال ہی لوں گا' تم کام بولو۔''

''شیور؟'' اس نے یقین دہانی چاہی۔

''ڈیفی نات ''

''او کے' کل میں گاؤں جا رہا ہوں' سہ پہر کو نکلیں گے شام تک پہنچ جائیں گے اور تم بھی ساتھ چل رہے ہو۔''

''کیوں وہاں کل کوئی کبڈی میچ کھیلا جائے گا؟'' ولید نے کہا تو وہ ہنس دیا۔

''ہاں۔ یہی سمجھ لو۔''

''اور ہاں تم اکیلے نہیں آؤ گے بلکہ انکل روشانے اور اپنی پھپھو کی فیملی کو بھی لانا ہے' اسپیشلی اپنی کزن اور احسن کو بھی۔'' مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا تو وہ چونکا۔

''یہ دعوت کس خوشی میں یار' کہیں تمہاری شادی وادی کی کوئی پارٹی تو نہیں۔'' ولید نے اپنی طرف سے مذاق کیا تھا مصطفیٰ کھل کر ہنسا۔

''اگر میں کہوں' ہاں' تو؟''

''تم مذاق کر رہے ہو؟'' ولید کو یقین کرنے میں تامل ہوا کہ مصطفیٰ نے کبھی اس سلسلے میں کبھی کوئی ذکر ہی نہیں کیا تھا۔

''سنڈے کو میرا نکاح ہو رہا ہے' اپنی کزن سے۔'' مصطفیٰ نے کہا تو ولید چند پل حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

''مجھے یقین نہیں آ رہا' اس قدر اچانک؟'' وہ ایک دم سیدھا ہوا۔

''یہ فیملی کا فیصلہ ہے باقی وضاحت آمنے سامنے ہوگی تو پھر میں یقین رکھوں کہ تم سب آ رہے ہو نا؟''

''تم بہت چھپے رستم نکلے' اتنی بڑی خبر وہ بھی فون پر سنا رہے ہو۔ میں مان ہی نہیں سکتا کہ یہ اچانک فیصلہ ہوا ہے' سچ سچ بتاؤ کب سے یہ سلسلہ چل رہا تھا؟'' ولید ایک دم سنجیدہ ہوا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

"کوئی سلسلہ ولسلہ نہیں ہے وہ میری کزن ہے اور یہ میری فیملی کا فیصلہ ہے۔"
"کیسی ہیں وہ محترمہ؟" ولید کا اشتیاق ایک دم بڑھا۔
"اچھی ہیں۔" مصطفیٰ ہلکا سا ہنسا۔
"اوہو... تو یہ سلسلہ ہے دیکھو کیسے ہنسی نکل رہی ہے۔" مصطفیٰ [illegible] فون پر شرما رہے ہو وہ سے نام کیا ہے؟"
"سیکرٹ ہے پھر کل آرہے ہو نا؟" اس نے پوچھا۔
"کیوں نہیں میں تو سب سے پہلے پہنچوں گا تمہاری شادی ہو اور میں نہ آؤں یہ ہو ہی نہیں سکتا۔" ولید فوراً جذباتی ہوگیا تھا۔
"یہ کلیئر کرلو کہ ابھی نکاح ہو رہا ہے شادی نہیں۔" مصطفیٰ نے وضاحت کی تو ولید نے موبائل کو گھورا۔
"یہ نکاح اور شادی میں کیا فرق ہوتا ہے؟"
"نکاح ہو رہا ہے مطلب دلہن رخصت نہیں ہوگی محض نکاح پڑھایا جائے گا، کچھ آیا سمجھ میں؟"
"اوہ تو رخصتی کیوں نہیں ہو رہی؟" ولید نے پوچھا۔
"محترمہ پڑھ رہی ہیں۔" مصطفیٰ نے رسانیت سے بتایا۔
"اوہ کس کلاس میں؟"
"کل آنا سب بتادوں گا، تم مجھے صاف بتادو کہ تمہارے ساتھ کون کون ہوگا تاکہ میں وہاں انتظام کا کہہ دوں۔ اپنی فیملی کو ساتھ ضرور لے کر آنا ہے اتنا لمبا چوڑا پروگرام نہیں رکھا ہم نے مگر تمہارے بغیر میں یہ تقریب بھی نہ کرواتا۔ انکل اور روشی اور اپنی کزن اور پھوپو کی ساری فیملی کو ضرور لانا ہے۔"
"مصطفیٰ ایک بات تو بتاؤ کیسا فیل کررہے ہو، ایک نیا رشتہ بنانے جارہے ہو کچھ فیلنگز تو ہوں گی نا۔" اس نے اپنی طرف سے چھیڑا تھا دوسری طرف مصطفیٰ نے گہرا سانس لیا۔

اک حقیقت سی جنت میں حوروں کا وجود
حسن انسان سے نمٹ لوں تو وہاں تک دیکھوں

مصطفیٰ نے بڑی ترنگ میں شعر پڑھا تھا۔
"زبردست۔" مصطفیٰ کے انداز پر ولید نے ایک دم داد دی تو دوسری طرف وہ جھینپ گیا۔
"بہت خوب کیا واقعی بہت حسین ہیں؟" ولید نے پوچھا تو وہ چپ رہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ دل کو لگی ہوئی ہے۔" ولید نے چھیڑا۔
"بکومت یہ صرف ایک شعر تھا۔" اس نے تصحیح کی۔
"دوسرے معنوں میں کیوپڈ کا تیر بھی کہہ سکتے ہیں ہم یہ سمجھ لیں کہ بہت حسین ہیں وہ۔" ولید کب باز آنے والا تھا فوراً جوابی جملہ کسا۔
"تم جانتے ہو حسن میری کمزوری نہیں، حسن تو باہر کی دنیا میں بھی بہت بکھرا پڑا تھا اگر حسن میری ترجیح ہوتا تو واپس آتا ہی نہیں کہ یہ حقیقت ہے کہ وہاں مجھے بھی کسی چیز کی کمی نہ تھی نہ پیسے کی۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے جتایا تو ولید ہنس دیا۔
"آئی ایگری پھر کس چیز نے متاثر کیا تمہیں؟ تمہارے رشتے دار ہیں تو یقیناً پہلے کوئی معاملہ تو رہا ہوگا۔"
"یہ بڑوں کا فیصلہ ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا تو ولید نے موبائل کو گھورا۔

"آپ شریف تو تم ہو نہیں کہ جہاں بڑوں نے باندھ دیا بندھ گئے۔" وہ مشکوک ہوا۔
"تمہیں میری شرافت پر شک ہے؟" مصطفیٰ اب ولید کو تنگ کررہا تھا۔
"کوئی چاند سا چہرہ آنے دو مجھے پھر سراپا چکر معلوم کرتا ہوں میں۔"
"وہ [illegible] وہ خاتون ہیں نا کافی ہی ہوگی۔" مصطفیٰ نے چڑایا۔
"[illegible] نے کبھی دیکھا ہے یا نہیں؟ ویسے یار تمہارے منہ سے تمہارے خاندان کی ایجوکیشن کا معیار سن کر اندازہ نہیں ہوتا [illegible] بغیر شادی بیاہ کے فیصلے یوں اچانک کردیے جائیں۔" ولید کو قدرے حیرت ہوئی۔
"[illegible] تم ہمارا خاندان [illegible] خود کرل کر دیکھنا تمہیں سب سے مل کر بہت اچھا لگے گا۔ بابا جان اور [illegible] بابا صاحب اور دیگر لوگوں سے مل کر تمہیں خوشی ہوگی، ہماری خواتین بھلے ایک محدود ماحول میں رہتی ہیں [illegible] نہیں کبھی کسی حق سے محروم نہیں رکھا جاتا۔ بہت عزت اور احترام دیا جاتا ہے ان کی ہر جائز خواہش کی [illegible] اپنے مرد [illegible] نہیں بھی آجا سکتی ہیں۔ اچھے اداروں میں زیر تعلیم رہی ہیں۔ میرے ایک تایا [illegible] کے بچے پڑھ رہے ہیں جو فارغ ہیں وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں یہی شرح [illegible] خواتین میں [illegible] روایت کی پاسداری کرتے ہیں ہم لوگ جائز خواہش ہر حال میں پوری کی جاتی ہے۔" مصطفیٰ نے [illegible] وضاحت کی تو ولید [illegible] متاثر ہوا۔
"[illegible]"
"ویسے [illegible] میں تو [illegible] والی بھابی کو دیکھنے گیا تھا مگر افسوس ویسے تمہاری طرف سے کیا فیصلہ ہوا ہے اس سلسلے میں؟"
"[illegible] زیادہ تم نے بکواس کی تو میں موبائل بند کردوں گا۔ بابا نے تم سے ایک بات عرصہ پہلے کہہ دی تم نے تو [illegible] میری کزن ہے [illegible] نہیں خبر ورنہ تم نے کوئی اتنی سیدھی بکواس کی تو۔ میرا فی الحال ایسا کوئی ارادہ نہیں۔"
"مطلب کہ مستقبل قریب میں بن تو سکتا ہے نا؟" وہ چھیڑتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
"مصطفیٰ پلیز یہ بہت [illegible] لیس معاملہ ہے تم مذاق میں بھی کبھی روشی یا انا کے سامنے یہ مت کہہ دینا۔ لڑکیاں ان معاملوں میں بہت حساس ہوتی ہیں۔ یہ صرف بابا کی خواہش ہے میرا ابھی تک ایسا کوئی موڈ نہیں، نہ ابھی اور نہ ہی مستقبل قریب میں، ورنہ انا تو بہت ہی حساس لڑکی ہے اس کے سامنے تو قطعی نہیں کہنا۔" اس نے سنجیدگی سے ٹوکا تو دوسری طرف مصطفیٰ چونکا۔
"کیوں؟"
"تم اس معاملے میں آخر اتنے سیریس کیوں ہو جاتے ہو؟ چند سال پہلے تک انا تم سے اچھی خاصی اٹیچ تھی۔ کم عمر تھی مگر تمہارے ساتھ اٹیچ کرتی تھی پھر تمہاری کزن ہے۔ چند سال پہلے تک تو خاصی خوب صورت تھی درمیانی عرصے میں بھی خاصی بہتری آئی ہوگی۔ پھر یوں سیریس ہونے کی کوئی وجہ؟" مصطفیٰ کا انداز سنجیدہ تھا۔
"یار جب میں پاکستان سے گیا تھا تو ذہن میں یہی تھا کہ بابا کی خواہش کو مانتا ہے مگر پاکستان آنے کے بعد ان کو قریب سے دیکھنے ملنے اور سمجھنے کے بعد میں الجھ گیا ہوں۔ وہ خاصی چینج ہوگئی ہے بہت موڈی، تنہائی پسند، ضدی اور عجیب دھوپ چھاؤں والا مزاج ہے اس کا۔ پتا نہیں کب کون سی بات بری لگ جائے۔ کبھی کبھی تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ خدانخواستہ وہ [illegible] نہیں ورنہ [illegible] تو نہیں۔"
"تمہیں یہ کیونکر محسوس ہوا؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"بس اس کے رویے سے ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو مگر یہ ایک اہم وجہ ہے جو مجھے اس کی طرف بڑھنے نہیں دیتی۔ بابا کئی بار میری رائے مانگ چکے ہیں نہ میں انکار کر پا رہا ہوں اور نہ ہی اقرار۔" ولید نے مصطفیٰ کے سامنے اپنے دل کی کشمکش کھول کر رکھ دی تھی۔

"انکار اس لیے نہیں کر پا رہا ہوں کہ پھپھو ہرٹ ہوں گی اور اقرار ... کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔"

"تم انا سے بات کر کے دیکھ لو کیا وہ باخبر ہے تمہارے بابا کی اس خواہش سے؟" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ابھی تک ابھی تو بے خبر ہی ہے اور انا سے بات کرنے سے میں اس لیے بھی ہچکچا رہا ہوں کہ ابھی تو ہم کزن کا رشتہ نبھا رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے ایک استفسار سے یہ تعلق بھی ختم ہو جائے۔ بہر حال وہ روشی کی نند ہو گی۔ وہ ہماری صرف پھپھی زادی ہی نہیں روشی کے سسرالی رشتے کے لحاظ سے بھی وہ خاصی کلوز ہے اور میں نہیں چاہتا کہ روشی کی زندگی میں بعد میں کوئی پرابلم پیدا ہو۔"

"تو پھر ... ؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"ابھی تو میں ویٹ ہی کر رہا ہوں ہو سکتا ہے کہ حالات خود بخود ہموار ہو جائیں اور مجھے انا سے بات ہی نہ کرنا پڑے بابا بھی مطمئن ہو جائیں اور شاید انا خود ہی کوئی فیصلہ کرلے۔"

"چلو ان شاء اللہ بہتر ہو گا۔" مصطفیٰ نے فوراً حوصلہ دیا۔

"پروگرام فائنل کر لو روشی اور انا کو ضرور لانا ہے یہ محض فارمیلٹی نہیں یاد دہانی ہے۔ روشی میرے لیے صبا اور عائشہ کی ہی طرح ہے اور اس کے بغیر تو یہ فنکشن ممکن ہی نہیں۔ کل بتا دینا جو بھی پروگرام ہو گا میں ویٹ کروں گا۔"

"تم بے فکر رہو میں ضرور آؤں گا انا، روشی اور باقی لوگوں کو بھی لانے کی کوشش کروں گا۔"

"اوکے ڈن۔ اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔" ولید نے کال بند کر کے چند پل موبائل کو دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر ایک دم مسکرا دیا تھا۔ مصطفیٰ کے اس اچانک فیصلے نے خوشگوار حیرت سے دوچار کیا تھا۔

❁ ❁ ❁

ماں جی، عائشہ اور صبا کے کہنے پر وہ ان کے ساتھ مارکیٹ چلا آیا تھا۔ ان لوگوں کو کچھ کپڑے اور دیگر ساز و سامان کے علاوہ نکاح کا جوڑا خریدنا تھا۔ باقی خریداری تو فوراً کر لی گئی تھی اب صرف نکاح کا جوڑا رہ گیا تھا جو کئی شاپس گھومنے پر بھی مصطفیٰ کو پسند نہیں آ رہا تھا۔ کئی جوڑے ماں جی اور صبا کو پسند تھے حتیٰ کہ عائشہ کو بھی اچھے لگے تھے مگر مصطفیٰ نے یہ کہہ کر ریجیکٹ کر دیے تھے کہ ان جوڑوں میں قمیصوں کی مکمل آستینیں نہیں ہیں۔

"مصطفیٰ یہ اتنا بڑا پرابلم نہیں ہے۔ ہم نے کون سا باقاعدہ اسٹیج بنا کر دلہن کو سب کے سامنے لانا ہے۔ اب اس قدر شارٹ ٹائم میں ایسا لباس تو چل جائے گا ہاف آستین ایسی کوئی بڑی بات بھی نہیں کہ یہ جوڑا ریجیکٹ کر دیں۔ دیکھو کتنا پیارا ہے یہ سوٹ اور کام دیکھو پوری مارکیٹ میں ایسا کام نہیں ہے۔ کتنی صفائی اور نفاست ہے۔" ایک دکان پر سب کو سوٹ پسند آیا تھا لہنگا سیٹ تھا مگر مصطفیٰ نے وہ بھی ریجیکٹ کر دیا۔

"اول تو آپ تینوں مجھے ساتھ لے کر نہ آتیں اگر آئی ہیں تو پھر میری پسند کا لیں مجھے اس کا کلر پسند نہیں اور بازو کی آستینیں بھی ہاف ہیں۔ میں ایک عرصے سے ادھر ہوں میں نے نہیں دیکھا کہ شہوار نے ہاف آستین پہنی ہوں ہو سکتا ہے وہ بھی پسند نہ کرے۔" مصطفیٰ نے اعتراض کیا تو عائشہ نے سر تھام لیا۔

"چلو بازو ہاف ہیں مگر کلر میں کیا خامی ہے؟" صبا نے بھی مداخلت کی۔

"اتنی چھان بین تو شاید شہوار بھی نہ کرے جتنی یہ کر رہا ہے۔" عائشہ نے بھی غصے سے کہا۔

"یہ ڈیپ ریڈ کلر عموماً ویڈنگ ڈریسز کے طور پر تو اچھے لگتے ہیں مگر نکاح وغیرہ کے لیے ذرا ہٹ کر کلر ہو تو اچھا ہے۔ ہلکا پھلکا کامدار سا۔"

"ہم تو تمہیں سیدھا سادھا سا انسان سمجھتے تھے تم تو خواتین سے زیادہ مین میخ نکالتے ہو۔" عائشہ نے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"ایک عرصہ باہر کی دنیا میں رہ کر آیا ہوں آپ کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے تھی کہ مجھے خواتین کی شاپنگ کے متعلق کوئی نالج نہیں۔" اس نے چڑایا۔

"دیکھو مصطفیٰ وقت بہت کم ہے گھر جا کر تیاری بھی کرنی ہے اور شام سے پہلے ہمیں حویلی بھی جانا ہے۔ جو بھی لینا ہے جلدی کرو۔" ماں جی بھی ان کے ساتھ دکانیں گھوم گھوم کر تھک چکی تھیں۔ مصطفیٰ نے سر ہلا دیا۔

"آپ ایسا کریں کہ آپ اور صبا ڈرائیور کے ساتھ گھر چلی جائیں میں اور عائشہ کچھ دیر میں آ جاتے ہیں۔" مصطفیٰ نے کہا تو ماں جی نے سر ہلا دیا۔ ان دونوں کے جانے کے بعد وہ چند اور دکانیں گھوما پھر ایک دکان پر انہیں ہلکا فیروزی پنک کلر کا سوٹ پسند آ گیا جس پر فیروزی اور پلک کے کام نے سوٹ کو خاصا خوب صورت بنا دیا تھا۔

"واؤ ... زبردست۔" سوٹ دیکھ کر تو عائشہ کی بھی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں۔ یہ لہنگا سیٹ نہیں تھا بلکہ فراک ٹائپ میکسی تھی جس کی آستینیں بھی فل تھیں۔ یہ ریڈی میڈ سوٹ تھا سلائی کروانے کا جھنجھٹ نہیں تھا عائشہ نے سکھ کا سانس لیا۔

"کیسا لگا آپ کو؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"بہت پیارا، شہوار کو سوٹ کرے گا۔ قد کاٹھ، جسمانی ساخت کے لحاظ سے بھی فٹ آ جائے گا جو تھوڑی بہت کمی ہوئی وہ ہم خود پوری کرلیں گے۔"

"یہ پیک کروا لیں پھر؟" مصطفیٰ کے سوال پر اس نے فوراً سر ہلا دیا تھا۔

"مصطفیٰ تم نے شہوار کے لیے خود کوئی گفٹ لیا کہ نہیں؟" پے منٹ کر کے وہ باہر آئے تو عائشہ نے پوچھا۔

"وہ کس خوشی میں بھلا؟"

"اب اتنے کوڑھ مغز بھی نہیں ہو شہوار نے کبھی ہاف بازو نہیں پہنے یہ تک پتا ہے تو باقی معلومات میں بھی زیرو نہیں ہو۔ نکاح ہو رہا ہے تمہارا اپنی بیگم کو کوئی گفٹ نہیں دو گے۔" عائشہ نے اس کے سوال پر جل کر کہا تو وہ ہنس دیا۔

"اول تو یہ کہ صرف نکاح ہو رہا ہے رخصتی نہیں۔ وہ لڑکی بھی ایسی ہے کہ نکاح سے پہلے اور بعد میں ایسے گفٹ لینے پر قیامت تو کھڑی کر سکتی ہے مگر گفٹ قبول نہیں کرے گی اور نہ ہی مجھے کوئی ایسی خواہش ہے گفٹ وفٹ دینے کی۔" مصطفیٰ نے صاف ہری جھنڈی دکھائی۔

"ہائے کتنا برا لگے گا کتنا اہم ایونٹ ہے تمہاری زندگی کا کیا خالی ہاتھ اپنی دلہن دیکھو گے۔" دلہن کے لفظ پر مصطفیٰ کے چہرے پر کئی رنگ چھائے تھے۔ عائشہ کے سوال نے دل کو عجیب سے انداز میں چھوا تھا۔

"بھئی نکاح ہو رہا ہے تم نے خود ہی تو کہا تھا سب سادگی سے ہو رہا ہے پھر دلہن دیکھنے کا سوال کہاں سے آ گیا؟" اس نے بہن کو چھیڑا وہ دونوں گاڑی میں آ بیٹھے تھے۔ یہ مصطفیٰ کی گاڑی تھی وہ اپنی گاڑی میں ہی آیا تھا۔

"بہو مت، اب اگر تم نے عین موقع پر کہا کہ ہم تمہیں دلہن دکھائیں تو پھر صاف انکار سمجھ لینا۔" عائشہ نے بھنا کر کہا۔

"خالی ہاتھ دلہن تو ہم نہیں دیکھنے دیں گے۔"

”بھئی یہاں بھی ایسی کوئی حسرت نہیں ہے؟“ مصطفیٰ کو عائشہ کو چڑانے میں مزہ آ رہا تھا۔
”ہاں نکاح کا جوڑا تو ایسے خریدا تھا گویا سامنے بٹھا کر قصیدہ خوانی تو تم نے ہی کرنی ہے۔“ مصطفیٰ اس برجستہ جواب پر گہری سانس لے کر رہ گیا۔
”بعض خواہشیں بھی انسان کو کتنا خوار کرتی ہیں۔“ وہ دونوں گھر آئے تو ماں جی اور صبا ساری تیاری مکمل کر چکی تھیں۔ انہیں نکاح کا جوڑا بہت پسند آیا تھا۔ ماں جی نے جوڑا دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔
”ماشاءاللہ بہت پیارا ہے۔ اللہ پہننا نصیب کرے۔“
”ویسے ایک بات ہے کہ مصطفیٰ بھائی کی پسند لاجواب ہے۔“ صبا نے بھی سراہا۔
”کب تک جانے کا پروگرام ہے؟“ مصطفیٰ نے پوچھا۔
عباس بھائی اور شہزیب صاحب صبح صبح ہی نکل گئے تھے ان خواتین کا ضروری خریداری کے بعد مصطفیٰ کے ساتھ جانے کا پروگرام تھا۔ اس وقت دوپہر کے تین بج رہے تھے۔ اس وقت نکلتے تو شام تک پہنچ جاتے یہ لوگ۔
”کھانا کھا لو تو پھر نکلتے ہیں۔ ہم تو تیار ہی ہیں۔ تم کہہ رہے تھے کہ تمہارے دوست کی فیملی نے بھی ساتھ چلنا ہے پتا کر لو وہ کب پہنچ رہے ہیں؟“ ماں جی نے کہا تو اسے ولید کا خیال آیا۔ صبح سے ولید کی کوئی کال نہیں آئی تھی۔ پتا نہیں ان کا کیا پروگرام تھا۔ وہ اپنے کمرے میں آیا چینج کرنے کے بعد اس نے کال ملائی۔
”ہاں یار کیا پروگرام ہے؟ ہم لوگ ریڈی ہیں بس تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔“ سلام دعا کے بعد مصطفیٰ نے پوچھا۔
”یار تم لوگ نکل جاؤ مجھے ایڈریس اچھی طرح سمجھا دو ہم کچھ دیر میں نکلیں گے۔“
”کون کون چل رہا ہے؟“ اس نے پوچھا۔
”بابا کی طبیعت ٹھیک نہیں سفر نہیں کر سکیں گے انکل بھی نہیں جا رہے تو پھپھو کو گھر میں رکنا پڑا ہے باقی ہم چاروں ہوں گے تم نے رات اتنی لیٹ بتایا تھا صبح مجھے خیال نہ رہا ذکر کرنے کا۔ انا کالج چلی گئی تھی احسن کی بھی میٹنگ تھی ابھی یہ دونوں گھر لوٹے ہیں تیار ہونے میں وقت لگے گا پھر ہم نکلیں گے۔“ ولید نے اپنا پروگرام بتایا۔ مصطفیٰ گہری سانس لیتے اسے گاؤں کا ایڈریس سمجھانے لگا۔
”ہمارے ساتھ ہی نکلتے ایزی رہتا۔“ ایڈریس اچھی طرح سمجھا کر اس نے کہا۔
”ڈونٹ وری ہم آ جائیں گے۔“ ولید نے کہا۔
”اوکے پھر حویلی میں ہی ملاقات ہوتی ہے اب۔ راستے میں کوئی مسئلہ ہو یا ایڈریس سمجھ نہ آئے تو رابطے میں رہنا اوکے اللہ حافظ۔“ وہ کال بند کر کے ضروری پیکنگ کر کے باہر آیا تو وہ تینوں کھانا کھا رہی تھیں۔
وہ بھی بیٹھ گیا۔ صبح سے بھاگ دوڑ میں کسی نے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ اب بھوک زوروں پر تھی۔ کھانے کے بعد صبا اور عائشہ نے برتن سمیٹے تھے۔ یہ تینوں گاڑی میں آ بیٹھیں تو مصطفیٰ کو خیال آیا کہ اس کا موبائل کمرے میں ہی رہ گیا ہے۔ وہ فوراً اندر آیا اور اپنے کمرے میں سے موبائل لے کر نکلا تو سینٹرل ٹیبل پر رکھا موبائل بجنے لگا مصطفیٰ نے دیکھا عائشہ کا موبائل تھا۔ وہ بھی افراتفری میں ادھر ہی بھول کر جا رہی تھی۔ اسکرین دیکھی تو ذئیبہ کا نام جگمگا رہا تھا۔ اس نے یس کا بٹن دبا کر کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ دوسری طرف کی آواز سن کر زبان سل گئی۔
”عائشہ پلیز میری سم ضرور لے کر آنا اس میں میری تمام فرینڈز کے کانٹیکٹ نمبرز ہیں مجھے کالج کے سلسلے میں اپنی دوست سے رابطہ کرنا ہے۔ پلیز ضرور لے کر آنا۔“ اسے شاید گمان بھی نہیں تھا کہ کال کوئی اور بھی ریسیو کر سکتا ہے اسپیشلی مصطفیٰ۔ اسی لیے وہ سلام دعا کے بغیر کہہ رہی تھی۔ مصطفیٰ کو یاد آیا کہ اس کے استفسار پر عائشہ نے بتایا تھا کہ شہوار کا سیل

ٹوٹ گیا ہے اس لیے اس کا نمبر بند ہے۔ کیسے ٹوٹا ہے عائشہ نے یہ نہیں بتایا تھا۔
”عائشہ سن رہی ہونا؟“ وہ اس کی خاموشی پر جھنجلا کر پوچھ رہی تھی۔
”جی جناب نا صرف اچھی طرح سن لیا ہے بلکہ ذہن میں فیڈ بھی کر لیا ہے اور کچھ!“ مصطفیٰ کی آواز سن کر دوسری طرف سناٹا چھا گیا تھا۔
”عائشہ کہاں ہے؟“ کچھ توقف کے بعد خاصی ناراضی سے سوال ہوا تھا۔
”وہ تو گاؤں روانہ ہو چکی ہے محترمہ عجلت میں اپنا موبائل یہیں بھول گئی ہیں۔“
”کیا؟“ وہ چونکی۔
”اوہ“ دوسری طرف سے فوراً موبائل بند ہوا تھا۔
”ایک تو یہ لڑکی بھی نا؟“ اس نے موبائل کو گھورا۔ وہ باہر آیا تو صبا فون پر بزی تھی۔
”یہ لیں اپنا موبائل اندر ہی رکھ آئی تھیں۔“ اس نے عائشہ کو موبائل تھمایا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔
”نہیں شہوار ابھی ہم نکلے تو نہیں تم سے کس نے کہہ دیا؟ ابھی تو ہم گھر پر ہی ہیں یہ لو عائشہ سے بات کرو۔“ مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا یعنی محترمہ نے فوراً صبا کے نمبر پر رابطہ کیا تھا۔ اب عائشہ بات کر رہی تھی اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔
”بے فکر رہو رات تمہاری کال سنتے ہی میں نے سم اپنے بیگ میں رکھ لی تھی۔ ہاں موبائل بھی نیا لے لیا ہے۔ ڈونٹ وری ہم نکل رہے ہیں میں، مصطفیٰ، صبا اور ماں جی ہاں شام تک پہنچ جائیں گے۔“ وہ کہہ رہی تھی۔

❀ ❀ ❀

انا منہ بسورے لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔
”بھلا یہ بھی کوئی تک ہے۔ نہ کچھ بتایا نہ کوئی پروگرام فائنل کیا اب ایک دم کہہ رہے ہیں کہ ان کے ساتھ گاؤں چلو۔“ وہ ابھی کالج سے لوٹی تھی اور جیسے ہی ولید نے اپنے پروگرام کا بتایا اس نے جھٹ انکار کر دیا تھا۔ ماموں روشی سب اسے سمجھا رہے تھے۔
”مجھے خود مصطفیٰ نے آدھی رات کو فون کر کے اطلاع دی تھی۔ صبح میرے کمرے سے نکلنے سے پہلے تم کالج کے لیے نکل گئی تھی پھر کب اطلاع دیتا۔“ ولید کے لیے اسے راضی کرنا ایک معرکہ بن گیا تھا مگر وہ ان کے ہی نہیں دے رہی تھی۔ مسلسل سب سمجھا رہے تھے مگر وہ جانے پر راضی ہی نہ تھی۔
”کال کر لیتے؟“
”محترمہ سارا دن کوئی سو دفعہ تمہارا نمبر ملایا تھا مگر آن ہوتا تو بات ہوتی۔“ ولید نے چڑ کر کہا۔
”تو کالج میں کلاسز تھیں یا لیکچرز اٹینڈ کرتی۔“ ولید نے باپ کو دیکھا۔ انہوں نے مسکرا کر دونوں کو دیکھا۔
”انا بیٹا ضد نہیں کرتے شاباش تیار ہو جاؤ۔“ انہوں نے پچکارا۔
”خوامخواہ نہ کوئی تیاری ہے اور پتا نہیں گاؤں کا ماحول کیسا ہے وہاں کے لوگ کیسے ہیں پہلے بتایا ہوتا تو ذہنی طور پر تیار ہوتی مجھے نہیں جانا۔“ اس نے کسمندی سے کہا اور مزید پھیل کر صوفے پر دراز ہو گئی۔
”روشی بھی تو جا رہی ہے۔“ ولید نے غصے سے کہا۔
”ہاں تو اسے کیا فرق پڑتا ہے وہ تو پیدائشی خوب صورت ہے اب میں اس سڑے لیے تھوبڑے کے ساتھ اٹھ کر چل دوں نہ جانے کس قسم کا فنکشن ہے کوئی تیاری کی نہیں اور وہاں جا کر شرمندہ ہوں۔“ اصل رونا تو اس بات کا تھا روشی ہنس دی ولید نے خوب گھورا۔

"اب وہ اتنے بھی رورل نہیں ہیں، جتنے خاصے اربن ہیں بلکہ تم سے تو کچھ زیادہ ہی ہوں گے۔"

"تمہیں کیا پتا تم کون سا ملی ہوئی ہو ان سے؟" اس نے ناک سکیڑی۔

"بھئی مصطفی بھائی سے ان کی فیملی کی بہت ساری باتیں سن رکھی ہیں۔ اتنے کنزرویٹو نہیں ہیں وہ لوگ بس دیہاتی بیک گراؤنڈ رکھتے ہیں اور تو کوئی بات نہیں۔" روشانے نے وضاحت کی۔

"پھر بھی میں نہیں جا رہی۔" وہ کالج سے تھکی ہاری آئی تھی اب یوں کہیں بھی اٹھ کر چل دینا اسے مشکل لگ رہی تھی۔

"تمہارے پاس دس منٹ ہیں چینج کرلو اس کے بعد میں قطعی موقع نہیں دوں گا تم ہمارے ساتھ جا رہی ہو یہ طے شدہ بات ہے تم تیار ہوئی یا نہ ہوئی میں اٹھا کر گاڑی میں پھینک دوں گا اس کے بعد بے شک وہاں جا کر مجھے کوستی رہنا کہ تمہیں پیکنگ کا موقع نہیں دیا۔ دس منٹ کا مطلب ہے دس منٹ اس میں تمہیں پیکنگ بھی کرنا ہے اور ریڈی بھی ہونا ہے۔" ولید جو اس بحث سے اکتا گیا تھا ایک دم غصے سے کہہ کر ہاتھ میں تھاما میگزین اس پر اچھال کر باہر نکل گیا تھا۔ وہ بہت غصے میں گیا تھا روشی اور احسن دونوں نے گھور کر اسے دیکھا۔

"یونہی اٹھا کر گاڑی میں پھینک دیں گے زبردستی تھوڑی ہے۔" جاتے جاتے ولید نے پلٹ کر اسے دیکھا اور پھر بابا کو جو دونوں کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

"دیکھ رہے ہیں اپنی چہیتی کے انداز پھر کہتے ہیں میں زیادتی کرتا ہوں۔" اس نے شکوہ کیا تھا روشی بھی ہنس دی۔

"جاؤ تم جا کر تیار ہو ابا بھی آجاتی ہے روشی بیٹا تم بہن کی پیکنگ کردو میں اس کو سمجھاتا ہوں۔" انہوں نے ولید کو چلتا کیا اور روشی کو بھی اور خود اٹھ کر اناہ کے پاس بیٹھ گئے۔

"ماموں جی پلیز بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا کہیں جانے کو آپ کو کیا پتا میری دوست شہوار ہے نا وہ کتنے دنوں سے کالج نہیں آرہی اس کے گھر بھی گئی تو پتا چلا کہ وہ گاؤں چلی گئی ہے پھر اس کی طبیعت بھی خراب تھی میں اس کو لے کر بہت ڈسٹرب ہوں اس نے خود بھی کوئی رابطہ نہیں کیا اس کا نمبر بھی بند ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔" وہ واقعی پریشان تھی۔

"بری بات ہے بیٹا اب ایک ہستی کے لیے تم اتنے لوگوں کو ناراض کرو گی، مصطفی نے اسپیشلی فون کر کے کہا تھا کہ تم اور روشی ضرور آؤ میں سفر نہیں کرسکتا تمہاری ماں اور باپ بھی نہیں جا رہے ہیں تم بھی نہیں جاؤ گی تو کتنا برا لگے گا؟" انہوں نے اسے بازو کے حصار میں لے کر پیار سے کہا۔

"احسن بھائی تو جا رہے ہیں نا؟" اس نے لاڈ سے کہا۔

"ولید کو بہت برا لگے گا۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا تو اس کا دل سکڑا۔ ولید کو برا لگے گا یہ اس کا ویک پوائنٹ تھا۔

"اس نے کتنی محبت سے کہا ہے چلنے کو۔" انہوں نے مزید کہا تو اس نے گہرا سانس لیا۔

"پتا نہیں یہ محبت ہے کہ کیا ہے اگر محبت ہے تو مجھے محسوس کیوں نہیں ہوتی؟" اس کا دل افسردہ ہوا وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔

"اوکے چلتی ہوں، یہ میں صرف آپ کے کہنے پر جا رہی ہوں۔ ولید یا روشی کا اس میں کوئی کریڈٹ نہیں۔ بتا دیں دونوں کو۔" ناراض ناراض سی صورت لیے وہ اٹھ گئی تو انہوں نے سر ہلا کر اسے دیکھا۔ اس کا مان جانا ہی فی الحال کافی تھا۔ روشی کے ساتھ مل کر اس نے پیکنگ کی تھی۔ شادی کے سلسلے میں شاپنگ تو کی ہوئی تھی۔ بس انہی میں سے چند سادہ مگر کام والے جوڑے رکھ لیے تھے۔ تیار ہو کر دونوں باہر نکلیں تو گاڑی میں ولید اور احسن منتظر تھے۔ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھیں تو ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔ اسے ڈر تھا کہ اناہ نہیں جائے گی مگر اب وہ جا رہی تھی تو وہ کچھ مطمئن ہوا تھا۔ اس کا چہرہ ناراض سا تھا یوں جیسے اسے اس طرح زبردستی کہیں جانا اچھا نہیں لگ رہا۔ ولید نے سر جھٹکا فی الحال اس کا مان جانا ہی کافی تھا۔ بعد کی بعد میں دیکھیں گے۔

"میں تمہارے کہنے پر آئی ہوں خبردار آپ تینوں میں سے کسی نے مجھ سے بات کی تو' جان نہ پہچان میں تیرا مہمان۔ دوستی آپ کی تھی آپ جاتے' مجھے بھی ساتھ گھسیٹ لیا۔" وہ کافی تپی ہوئی تھی خاصا جتا کر کھڑکی کی طرف منہ پھیر لیا تو ولید نے خاصی بے چارگی سے احسن کو دیکھا اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دیتے فی الحال چپ رہنے کو ہی کہا تھا۔

❁ ❁ ❁

حویلی میں تقریباً سبھی مہمان آچکے تھے۔ یہ لوگ مغرب تک پہنچے تھے۔ کراچی سے صرف حسن انکل ہی آپائے تھے ان کی فیملی نہیں آئی تھی جبکہ زینب پھپھو اور زہرہ پھپھو کی ساری فیملی آچکی تھیں۔ حویلی میں اچھی خاصی رونق ہوچکی تھی۔ بابا جان کی طبیعت خاصی بہتر تھی وہ آرام سے ساری حویلی میں مہمانوں میں گھوم رہے تھے۔ ان میں اٹھ بیٹھ رہے تھے۔ حویلی پر بڑی ذمہ داریاں تھیں۔ ایک حویلی کی نگرانی کی دوسرا بیٹی کی ماں تھیں مگر اس کے باوجود ان کے دائیں بائیں سب ان کی ذمہ داریاں نبھانے کو تیار تھے۔ شہوار مہمانوں کے آتے ہی کمرے میں بند ہوچکی تھی۔ عائشہ اور صبا نے آتے ہی اس کے کمرے پر دھاوا بول دیا تھا۔

"سچی شہوار مصطفی بھائی نے تمہارے لیے نکاح کا جوڑا اس قدر خوب صورت اور قیمتی سلیکٹ کیا ہے کہ حد نہیں' تم ان کی چوائس دیکھو تو دنگ رہ جاؤ۔" عائشہ بہت ایکسائیڈ تھی جبکہ وہ اسی طرح بستر پر بیٹھی رہی۔

"شکر ہے یہ چہرے کا زخم تو ختم ہوا بس ہلکا سا نشان ہے وہ بھی ٹھیک ہوجائے گا۔" صبا کو اسی بات کی فکر تھی۔ اس نے آتے ہی سب سے پہلے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔

"تم اپنا ڈریس پہن کر چیک کرو کوئی کمی بیشی ہے تو ابھی درست کرلیتے ہیں تاکہ عین وقت پر پریشانی نہ ہو۔" عائشہ بیگ میں سے اس کا جوڑا نکالنے لگی۔ ارد گرد اور بھی افراد تھے سبھی جوڑا دیکھنے کو بے تاب تھے۔

"ماشاءاللہ یہ تو بہت ہی پیارا ہے۔" پھپھو زہرہ کی بڑی بہو اور ماریہ کی بھابی نے جوڑا کھلتے ہی ایک دم کہا۔ ارد گرد شافعہ اور لائبہ بھابی بھی آ بیٹھیں۔

"ماشاءاللہ شہوار آپی کتنا پیارا کلر ہے آپ پر تو بہت سوٹ کرے گا ابھی پہن کر دکھائیں۔" بڑی پھپھو کی چھوٹی بیٹی اس کے سر ہو گئی تھی۔

"مجھے نہیں پہننا۔" اس نے لباس کو ایک طرف کیا تو کئی لوگ ٹھٹکے۔

"شہوار...." لائبہ بھابی نے اسے فوراً کندھوں سے تھاما۔

"اتنے افراد میں پلیز سوچ سمجھ کر بولو۔" انہوں نے سرگوشی کی وہ چند دنوں سے شہوار کا رویہ دیکھ رہی تھیں ان کے ساتھ ملی جلی تھیں کیسے نہ اندازہ لگاتیں کہ وہ اس رشتے سے خوش نہیں ہے۔

"چلو شہوار یہ پہن کر دکھاؤ۔" انہوں نے محبت سے کہا تو اسے اٹھتے ہی بنی۔

دل تو چاہ رہا تھا کہ واش روم میں گھس کر خوب روئے۔ اور ان کپڑوں سمیت اپنے وجود کو بھی آگ لگا لے۔ وہ کیسے ان لوگوں کی اس قدر محبت کے جواب میں بے اعتنائی اور نفرت کا اظہار کرتی۔ بس دل پر جبر کرتے اٹھ کھڑی ہوئی۔ لباس لے کر وہ واش روم میں چلی آئی تھی۔ پہلے تو خوب جی بھر کر روئی پھر اس نے ناچار سوٹ زیب تن کیا تھا۔ دل کی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی مگر وہاں سبھی منتظر تھے۔

"شہوار آ بھی جاؤ، ہم تو دیدہ و دل تمہاری راہ میں بچھائے بیٹھی ہیں۔" زینب پھپھو کی بیٹی نے شرارت کی تو وہ سر جھکائے باہر نکل آئی۔

"واؤ۔"

"ماشاءاللہ۔"

"بہت خوب۔" کئی آوازیں اور کئی جملے تھے عائشہ نے تو والہانہ پن سے اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

"آخر میرے پیارے بھائی کی چوائس ہے۔" اس نے گردن اکڑا لی۔

"مصطفیٰ بھائی کی تو کل خیر نہیں۔" اس نے اس کے کان میں شرارت سے سرگوشی کی۔ وہ جھینپ کر رہ گئی۔ چہرہ یک دم گل رنگ ہوا تھا۔

عائشہ والہانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی جبکہ باقی سب کے بھی یہی تاثرات تھے اور شہوار گل رنگ چہرہ لیے ساکت کھڑی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس قسم کا ری ایکشن شو کرے۔

"شکر ہے کوئی کمی بیشی نہیں۔ ورنہ تو سارا رستہ مجھے ٹینشن ہی رہی تھی۔" صبا کوئی کمی بیشی نہ پا کر مطمئن ہوگئی تھی۔ شہوار کا مارے شرم کے برا حال ہو رہا تھا۔ ورنہ جی تو چاہ رہا تھا کہ ہر چیز نوچ کر وجود سمیت آگ لگا لے۔

وہ بس دو تین منٹ سب کے سامنے ٹھہری تھی پھر فوراً واش روم میں جا کر لباس تبدیل کر لیا اور پھر واپس آ کر بستر پر بیٹھ گئی تھی۔ اب پھر وہی گم صم انداز تھا۔ اسے یہ سب بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ آنسو تھے کہ بس یک دم بہنے کو بے تاب تھے۔ بڑی مشکل سے وہ سب میں بیٹھی خود پر جبر کیے ہوئے تھی۔

❀ ❀ ❀

انا کا سارے رستہ موڈ آف رہا تھا۔ ولید، روشی اور احسن خوش گپیوں میں مصروف رہے تھے جبکہ وہ منہ بسورے آنکھیں بند کیے سارا رستہ سونے کا تاثر دیتی رہی تھی۔ اللہ اللہ کر کے سفر اختتام پذیر ہوا تھا۔ ولید سارے راستے مصطفیٰ سے رابطہ میں تھا۔ اب کہاں ہے اس وقت کہاں سے گزر رہے ہیں سب ... پہنچائی گئی تھی۔ انا اچھی خاصی تھک گئی تھی۔ سارا دن کالج کی خواری اور اب یہ طویل سفر وہ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے وہاں پہنچے تھے۔ مصطفیٰ منتظر ہی تھا جیسے ہی گاڑی گیٹ کے پاس آ کر رکی تو فوراً سامنے آ گیا تھا۔

"السلام علیکم۔" احسن اور ولید دونوں مصطفیٰ سے بغلگیر ہوتے تھے۔

انا نے ٹیوب لائٹ کی روشنی میں دیکھا اچھا خاصا ڈیسنٹ مردانہ انسان تھا۔ دس سال پہلے لمبا سا دبلا پتلا وجود تھا اب تو صحت بھی قابل رشک تھی اور اچھی خاصی اٹریکٹو پرسنالٹی تھی۔ ... نے اسے پہچان لیا تھا۔

"السلام علیکم کیسی ہیں آپ؟" روشی کے سر پر ہاتھ رکھا تھا جبکہ انا سے بڑی اپنائیت سے پوچھ رہا تھا۔ اس نے مختصر سر ہلا دیا۔ وہ ولید کی طرف پلٹا۔

"یہ انا ہے۔" ولید نے تعارف کروانا چاہا۔

"میں پہچان چکا ہوں، اتنا خاص فرق تو نہیں پڑا بس ذرا بڑی ہو گئی ہیں۔" ولید کی طرف جھک کر قدرے آہستگی سے کہا۔

"ہاں پہلے کی نسبت خاصی میچورڈ اور حسین بھی لگ رہی ہیں۔" ولید مسکرا دیا۔ اسے اندازہ تھا مصطفیٰ کچھ ایسے ہی کمنٹس دے گا۔ انا کا چہرہ ابھی بھی ناراض تاثر لیے ہوئے تھا۔ وہ ... بے نیازانہ تیور لیے ہوئے تھی۔

"ویسے تمہارے بابا کا فیصلہ اتنا غلط بھی نہیں، تمہیں تو چاہیے تھا کہ یونہی ہاں کر دیتے۔" وہ انا کی طرف دیکھتے ہوئے

... دے رہا تھا۔ وہ ہنس دیا۔

"ابھی تم نے اس کی شخصیت کی کئی اور خوبیوں کا جائزہ نہیں لیا۔ اس لیے کہہ رہے ہو تا میں دن رات ساتھ رہتا ہوں۔ مجھے پتا ہے محترمہ کیا چیز ہیں۔" "ابھی یہاں لانے کے لیے کتنی منتیں کرنا پڑی ہیں اس کی۔"

"یہ تم دونوں کیا کھسر پھسر کر رہے ہو؟" احسن فوراً متوجہ ہوا تھا۔

"کچھ نہیں آؤ اندر چلتے ہیں۔ آپ بھی آئیے۔" مصطفیٰ نے کہا تو انہوں نے اس کی ہمراہی میں اندر کی طرف قدم بڑھا دیے۔

"عظمت ان دونوں خواتین کو اندر ماں جی کے پاس لے جاؤ، کہنا شہر سے مہمان آئے ہیں میں ذرا ان کو مردانے میں لے جاؤں۔" رستے میں عظمت نظر آئی تو ان کے ساتھ انا اور روشانے کو بھیج کر وہ خود مردانے کی طرف احسن اور ولید کے ہمراہ چل دیا تھا۔

انا کے چہرے پر ہنوز اکتاہٹ بھرے تاثرات تھے جبکہ روشانے نارمل ہی تھی۔ دونوں ملازمہ کے ہمراہ اندر جاتے حویلی کو بھی دیکھ رہی تھیں۔ تبھی اندر سے کوئی تیزی سے باہر نکلا اور پھر دونوں کو عظمت کے ساتھ آتا دیکھ کر ٹھٹکا تھا۔

"ارے آپ دونوں؟" انا اور روشانے نے بھی چونک کر دیکھا۔ ان کے سامنے شہوار کے گھر ملنے والی لائبہ بھابی تھیں۔

"بھابی! یہ شہر سے مہمان آئی ہیں۔" عظمت نے فوراً کہا تو لائبہ نے بے اختیار آگے بڑھ کر دونوں کو باری باری گلے لگایا جبکہ دونوں ان کی یہاں موجودگی پر حیران ہی تھیں۔

"بہت اچھا کیا تم جو لوگ چلی آئیں۔ شہوار نے پہلی بار کوئی عقل مندی والا کام کیا ہے۔" لائبہ بھابی ان دونوں کو اپنے ہمراہ لیے اندر جانے کا کہہ رہی تھیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا کچھ خاک پلے نہ پڑا۔

"بھلا یہاں شہوار کا کیا ذکر اور لائبہ بھابی یہاں کیوں تھیں؟"

"ماں جی دیکھیں کون آیا ہے؟" ماں جی نے بھی حیران ہو کر دیکھا اور پھر فوراً پہچان لیا۔

"السلام علیکم۔" دونوں صورت حال سمجھنے سے قاصر تھیں بس فوراً آگے بڑھ کر سلام کیا تو انہوں نے بہت محبت سے گلے لگایا۔

"وعلیکم السلام۔"

"بہت اچھا کیا شہوار نے تم لوگوں کو بلوا لیا۔ تم خاص تم اس کی دوست تھیں تمہیں کیوں نہ بلوتی؟" انہوں نے انا سے بطور خاص کہا تو اس نے روشانے کو دیکھا اس نے کندھے اچکا دیے۔ جیسے کہہ رہی ہو کہ میں بھی نہیں سمجھی۔

"شہوار کہاں ہے؟" ماں جی نے لائبہ کو دیکھا۔

"اپنے کمرے میں۔" فوراً جواب ملا۔

"تو کیا یہ مصطفیٰ کے رشتہ دار نہیں ہیں۔ کہیں یہ وہی مصطفیٰ تو نہیں۔" انا الجھی۔

"ہائے لیا شہوار بھی ادھر ہی ہے۔" انا پہلی بار یک دم خوش ہوئی تھی۔

"ظاہر ہے اس کی حویلی ہے یہ اس نے تو ادھر ہونا ہی تھا۔" ماں جی نے بھی ہنس کر کہا۔

"بچیوں کو شہوار کے پاس لے جاؤ، انا کو دیکھ کر دنگ رہ جائے گا اس کا۔" ماں جی نے کہا تو بھابی نے فوراً سر ہلا دیا۔

"آئیں۔" وہ دونوں نا سمجھی سے اس ساری صورت حال پر حیران ہوتے ان کے ساتھ چل دی تھیں۔ شہوار کمرے میں تنہا اندھیرا کیے بیٹھی تھی۔

"شہوار دیکھو کون آیا ہے؟" بھابی نے آگے بڑھ کر لائٹ آن کی تو اس نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر دیکھنا، آنکھوں

میں نمی کی وجہ سے سامنے کا منظر کچھ دھندلا سا تھا۔

"شہوار" انا اسے مجسم دیکھ کر فوراً اس کی طرف لپکی تھی۔

"انا تم؟" وہ حیرت زدہ تھی اور پھر ایک دم انا کے گلے لگ گئی تھی۔ وہ جو بمشکل خود پر بل باندھ رہی تھی، یک دم شدت سے رو دی۔ انا تو اس کے یوں بکھر کر رونے سے شدید حیرت زدہ رہ گئی۔

تو کیا شہوار اس قدر بے بس تھی مگر کیوں اچانک ایسا کیا ہوا کہ وہ اس طرح ٹوٹ کر بکھری تھی۔ بھابی بھی پریشان ہوئی تھیں انہوں نے فوراً دروازہ لاک کیا تھا۔

"شہوار یہ کیا بچپنا ہے، دیکھو انا پریشان ہو رہی ہے۔" انہوں نے بمشکل انا کو شہوار سے علیحدہ کیا۔

"اس کو کیا ہوا ہے؟" انا ازحد فکرمند اور پریشان تھی بھابی کو دیکھا شہوار ان کے حصار میں تھی۔

"شہوار خود پر قابو رکھو یار۔" انہوں نے ہلکی سی سرزنش کی تو شہوار نے سر اٹھا کر انا کو دیکھا وہ نہایت بے قرار و فکرمندی سے متوجہ تھی۔ شہوار انا سے علیحدہ ہوئی تو بھابی نے گلاس میں پانی انڈیل کر اسے تھمایا۔

"لو یہ پیو۔" اس نے خاموشی سے پانی پی لیا۔

"تم کیسے آ گئیں؟" کچھ دیر بعد سنبھل کر اس نے پوچھا۔

"احسن بھائی اور رولی کے ساتھ۔"

"تم لوگوں کو ماں جی نے اطلاع دی ہوگی؟" نگاہیں جھکا کر اس نے پوچھا تو ان دونوں کے ساتھ ساتھ رابعہ بھابی بھی چونکیں۔

"تم نے ان کو اطلاع نہیں کی۔ تم نے نہیں بلایا؟" وہ پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں۔" اس نے مجرموں کی طرح نفی میں سر ہلایا تو بھابی نے اب کے الجھ کر دونوں کو دیکھا۔

"ہمیں تو مصطفیٰ بھائی نے انوائٹ کیا تھا۔" انا کی بجائے روشانے نے کہا تو اب کے بھابی اور شہوار نے ایک دوسرے کو دیکھا وہ بھی کچھ نہیں سمجھ پائی تھیں۔

"بات یہ ہے کہ مصطفیٰ بھائی امریکا میں ہمارے ہمسائے میں رہتے تھے تب کی ہماری سلام دعا تھی۔ اب ہم پاکستان آئے تو مصطفیٰ بھائی رابطے میں رہتے تھے۔ کل ان کا نکاح تھا ہمیں انوائٹ کیا تھا تو ہم آ گئے۔ ہمیں نہیں اندازہ تھا کہ مصطفیٰ بھائی اور آپ لوگوں کے فیملی ٹرمز بھی ہیں۔" روشانے کہہ رہی تھی اور انا ایک دم چونکی۔

"ایک منٹ شہوار یہ مصطفیٰ بھائی وہی مصطفیٰ تو نہیں جن کے گھر تم رہ رہی ہو۔" شہوار نے گردن ہلا دی تھی۔

"اوہ آئی سی۔ ہم تو مصطفیٰ صاحب کے نکاح کے لیے آئے تھے کیا پتا تھا کہ تم سے ملاقات ہو جائے گی۔ اسے کہتے ہیں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ آج سارا دن اور اب یہاں آتے میں نے تمہیں اتنا یاد کیا تھا کہ حد نہیں مجھے اگر پتا ہوتا کہ یہاں تم سے ملاقات ہوگی تو میں فوراً آ جاتی۔" انا ساری صورت حال سمجھ کر ایک دم خوش ہوئی تھی جبکہ بھابی ابھی بھی الجھی ہوئی تھیں۔

"تم سے شہوار نے کچھ بھی ڈسکس نہیں کیا..... کیا؟"

"مطلب؟" انا نے پوچھا اور شہوار کو دیکھا وہ گردن جھکائے ہوئے تھی بھابی پل بھر میں ساری بات سمجھی تھیں۔ انہوں نے خاصی ناراضی سے شہوار کو دیکھا۔

"تمہیں کم از کم اسے تو ضرور انوائٹ کرنا چاہیے تھا نا ان کو دیکھتے ہی میں سمجھی کہ تم نے بلایا ہے باہر ماں جی بھی یہی سمجھ رہی تھیں۔ بڑی بری بات ہے شہوار جو ہم سے محبت کرتے ہیں ان کو ایسے نہیں آزماتے۔ وہ تو مصطفیٰ کی مہربانی ہوئی

کہ اس نے کال کر لی اور یہ ادھر آ گئیں۔ مجھے تم سے یہ امید نہ تھی۔"

"کیا بات ہے جانے کیوں ڈانٹ رہی ہیں؟" انا لابہ کے انداز پر حیران ہوئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے کہ مصطفیٰ کا نکاح کس سے ہو رہا ہے؟" انہوں نے پوچھا تو اس نے کندھے اچکا دیے اور پھر ایک دم چونک کر بھابی کو دیکھا۔

"ہاں روشی ذکر تو کر رہی تھی کہ ان کا نکاح اپنی کزن سے ہو رہا ہے۔" بھابی نے اب کے خاصی گرم نگاہوں سے شہوار کو دیکھا۔

"مصطفیٰ کی وہ کزن کوئی اور نہیں، یہی شہوار ہے۔ شہوار سے ہو رہا ہے مصطفیٰ کا نکاح۔" انہوں نے گویا انا اور روشانے کے اعصاب پر بم پھوڑا تھا۔

"کیا؟" یہ بم واقعی خاصا اعصاب شکن ثابت ہوا تھا۔ انا کافی دیر تک بے یقینی سے شہوار کو دیکھے گئی جو سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔

"ان بلیو ایبل۔"

"باقی کی تفصیل اس سے خود سن لینا۔ بلکہ میری طرف سے بھی اس کے کان کھینچو۔" وہ برہم سی نگاہ ڈالتے کمرے سے نکل گئی تھیں۔ اب کمرے میں ان تینوں کے سوا کوئی نہ تھا۔

"یہ سب کیا ہے شہوار۔" انا بھابی کی طرح ناراض تو نہ ہوئی تھی مگر حیرت زدہ تھی۔

"انا پلیز مجھ سے ناراض مت ہونا۔ میں پہلے ہی بہت ڈسٹرب ہوں میں خود تم سے رابطہ کرنا چاہتی تھی مگر موبائل ٹوٹ گیا تو نمبر سم میں تھا پھر اب نمبر ہاتھ لگا بھی تو موقع نہیں مل رہا تھا۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ شہوار جیسی لڑکی کا یہ رویہ اسے بہت عجیب لگا مگر سمجھ نہ آئی تو اسے گلے لگا لیا۔

"تم مجھے ساری صورت حال بتاؤ یہ اچانک فیصلہ کیسے ہو گیا۔ کیا پہلے سے کوئی بات چل رہی تھی اگر تھی تو مجھے کیوں نہ بتایا۔" وہ دکھ سے کہہ رہی تھی۔

انا سے اب چھپانے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ شہوار تو ویسے بھی کسی کندھے کی تلاش میں تھی جس پر سر رکھ کر وہ اپنا سارا دکھ کہہ سکے۔ دل کی بھڑاس نکال سکے۔ اب قدرت نے خود ہی انا کو اس کے سامنے لا کھڑا کیا تھا تو وہ کیونکر اب خاموش رہتی۔ اس نے اسے آہستہ آہستہ سب بتا دیا کہ کیسے مصطفیٰ کا پرپوزل دیا گیا پھر وہ کیونکر انکاری تھی اور اس کے بعد اچانک بابا نے کیا کیا اور ایاز کی حرکت کے سبب اب یہ اچانک نکاح کا فیصلہ کیونکر ہو رہا تھا؟ اس نے سب کچھ بتا دیا۔ ایک ایک لفظ، ایک ایک حکایت۔

"مائی گاڈ۔ اتنا کچھ ہو گیا تم اندر ہی اندر جھیلتی رہی، خود ہی سہتی رہی اور مجھ سے ذکر تک نہ کیا۔ پاگل آخر دوست کس لیے ہوتے ہیں کم از کم مجھ سے تو کہتی؟" انا کے شکوے پر بھی اس کے آنسو بہتے رہے۔ پھر انا نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے بٹھایا۔ تبھی بھابی لوازمات سے سجی ٹرالی لیے چلی آئیں۔

"تم لوگ چائے پی کر فریش ہو لو۔ پھر کھانا کھائیں گے۔" بھابی نے کہا تو مجبوراً وہ دونوں چائے کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔

"اس کو بھی کچھ کھلاؤ پلاؤ، کچھ نہیں کھا پی رہی یہ۔" بھابی نے کہا تو انا نے بہت خفا نظروں سے اسے دیکھا اور پھر چائے کا کپ بنا کر اسے دیا ساتھ میں بسکٹ اور کیک بھی۔ شہوار خاموشی سے چائے پینے لگی۔ ویسے بھی انا سے دل کی بھڑاس نکال کر وہ خاصی ریلیکس ہو گئی تھی۔ ان کے بیگ ملازمہ ادھر ہی رکھ گئی تھی۔ انہوں نے چائے پی کر منہ ہاتھ دھویا

تھا اتا نے ولید کو کال کر کے فوراً لان میں آنے کو کہا تھا۔

"میں ابھی آتی ہوں۔" روشانے کو کہتے وہ اٹھ کر باہر آ گئی تھی۔ مصطفیٰ اور ولید دونوں لان میں مل گئے تھے وہ اس کی کال پر باہر آئے تھے۔

"خیریت؟" ولید اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر چونکا تھا۔ وہ سارا راستہ خفا رہی تھی اب بھی اسے دھڑکا تھا کہ کہیں پھر کوئی مسئلہ بن جائے کہ اس کی موڈی طبیعت اسے پریشان کرنے کو کافی تھی۔

"آپ کو پتا تھا کہ ان کا نکاح کس سے ہو رہا ہے؟" اس نے براہ راست مصطفیٰ کی طرف دیکھتے پوچھا تو ولید الجھا۔

"مطلب؟" مصطفیٰ بھی خاصی دلچسپی سے اتا کو دیکھ رہا تھا۔

"ایک تو ادھر ہر کوئی لاعلم ہے۔ شہوار میری فرینڈ ہے ہم دونوں میڈیکل میں ساتھ ہوتی ہیں۔" اس نے جھنجلا کر کے مصطفیٰ کو اطلاع دی تو وہ چونکا۔

"اوہ... ویل ڈن آپ کو پتا تھا یہاں آ کر اطلاع ملی ہے؟" مصطفیٰ نے خوش گوار حیرت سے مزید پوچھا۔

"کہاں... مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ جس شخص کے نکاح کے لیے مجھے یہ حضرت زبردستی لے جا رہے ہیں وہاں جا کر مجھے شہوار سے ملاقات کرنا پڑے گی۔ ویسے شہوار نے تو آپ اور آپ کی فیملی کے متعلق اچھا خاصا بتا رکھا تھا پتا نہیں پھر کہاں غلطی ہوئی کہ کبھی میں نے غور ہی نہیں کیا کہ جس مصطفیٰ کا ذکر وہ کرتی ہے وہ آپ ہی ہوں گے۔ مگر شہوار نے بھی ذکر نہیں کیا تھا کہ اس کا پرپوزل آپ کے لیے دیا گیا ہے یا آپ دونوں کا رشتہ طے پا رہا ہے ورنہ شاید میں اندازہ لگا لیتی۔ یہ تو یہیں آ کر اطلاع ملی ہے سب یہ سمجھ رہے تھے کہ مجھے شہوار نے بتایا ہے وہ تو صورت حال واضح ہونے پر پتا چلا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔" وہ خاصی بے تکلفی سے مخاطب تھی ولید نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ کہاں وہ آنے کو تیار ہی نہ تھی اور اب کیسی خوش ہو رہی تھی۔

"اور پھر یہ سچ ہے کہ برسوں پہلے ملنے والے مصطفیٰ شاہزیب کو میں نے کبھی یاد ہی نہیں کیا تھا۔ ناموں کی مماثلت تو ایک طرف ایجوکیشن اور جاب کی تفصیلات جاننے کے باوجود میرا کبھی آپ کی طرف دھیان ہی نہیں گیا تھا اور نہ شہوار سے تو آپ اور آپ کی فیملی کے متعلق خاصی معلومات حاصل تھیں۔"

"چلیں کوئی بات نہیں ہو جاتا ہے ایسا اکثر۔" مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"ویسے یہاں آتے ہوئے میں شہوار کو لے کر خاصی ٹینشن میں تھی کہ وہ اچانک بغیر بتائے ادھر آ گئی تھی پھر اس کا نمبر بھی بند تھا اس سے رابطہ کرنے کا میرے پاس کوئی نمبر بھی نہ تھا۔ جب ولی نے کہا کہ آپ کے نکاح کی تقریب میں چلنا ہے تو میرا دل ہی نہیں کر رہا تھا آنے کو۔ روشی احسن بھائی ولی سب نے ہی کہا تھا کہ مگر میں نہیں آنے والی تھی اگر یہ موئ اصرار نہ کرتے۔" اب کے اس نے مسکرا کر کہتے ولید کو بھی دیکھا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔ تو یہ وجہ تھی اس کے انکار کی۔ اندر ہی اندر وہ اس کی ناراضی سے خائف تھا اب معاملہ کھلا تو پرسکون ہوا۔

"شکر ہے ورنہ میرے ذہن پر ایک بوجھ سا طاری رہتا کہ تمہیں زبردستی لے کر آیا ہوں۔" ولید کے الفاظ پر وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"آئی ایم سوری۔" وہ دراصل یہاں ولید سے معذرت کرنے ہی آئی تھی۔

"مجھے اندازہ تھا کہ آپ میرے رویے سے پریشان ہوں گے سو فوراً معذرت کرنے آئی ہوں۔" مصطفیٰ نے دونوں کو دیکھا۔

"مجھے کیا پتا تھا کہ میں جس ہستی کے لیے اتنی بے چین، بے قرار اور پریشان ہوں وہ آپ کے ساتھ یہاں آنے پر

بھئی اگر میں ہوتا تو فوراً خوشی آتی۔" وہ مزید کہہ رہی تھی۔

"بس کر دو تم اس قدر روڈ بہانہ پن دکھاؤ گی تو مصطفیٰ جیلس بھی ہو سکتا ہے۔" ولید نے ہنستے ہوئے کہا تو اس نے فوراً مصطفیٰ کو دیکھا۔

"کیا... واقعی؟"

"میں ضرور جیلس ہوتا اگر آپ کی بجائے یہاں کوئی اور ہوتا تو۔" مصطفیٰ نے بھی مذاق کو انجوائے کیا تھا۔

"میں نہیں مانتی۔" اس نے فوراً انکار کر دیا۔

"کیوں بھئی؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"پولیس ڈیپارٹمنٹ سے تعلق رکھنے والے لوگ خاصے پتھر دل ہوتے ہیں مجھے نہیں لگتا کہ ان کے پاس جذبات بھی ہوتے ہوں گے۔ پھر آپ تو فائٹر بھی رہ چکے ہیں۔"

"بھئی آپ ہمیں مفروضوں پر مت پرکھیں۔ ہم جیسے پتھر دل لوگوں میں اور بھی بہت سی کوالٹیز ہوتی ہیں جذبات کے علاوہ بھی۔"

"اچھا آپ ابھی بھی وہ فائٹنگ وغیرہ کے مقابلوں میں حصہ لیتے ہیں؟" اسے ایک بات یاد آئی تو فوراً کہا مصطفیٰ مسکرا دیا۔

"نہیں یہ تو باہر کے مشاغل تھے۔ یہاں آ کر زندگی بہت باؤنڈ ہو گئی ہے جاب گھر، گھر اور جاب بس اور کوئی ایکٹیویٹی نہیں۔"

"مجھے تو آپ سے خاصا ڈر لگا کرتا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ تب آپ کو میں دیکھتے ہی بھاگ جایا کرتی تھی دراصل آپ نے وہاں کی اسٹریٹ میں ایک آوارہ لڑکے کی اچھی خاصی پٹائی کی تھی اور بائے چانس میں نے دیکھ لیا تھا سب جب سے آپ سے خاصی خوفزدہ ہو گئی تھی جہاں بھی نظر پڑتی تھی میں فوراً دور کر بھاگ جاتی تھی آپ نے اس لڑکے کا حلیہ بھی تو خراب کر دیا تھا نا۔" اس نے پرانی بات کا تذکرہ کیا تو مصطفیٰ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"ہوں... اچھی طرح یاد ہے وہ پرانی باتیں تو اب قصہ پارینہ بن گئی ہیں۔ یہاں آ کر زندگی بڑی بزی ہو گئی ہے۔ اب تو کسی فائٹنگ کی گنجائش نہیں رہی۔"

"تب آپ کو غصہ بھی بہت آتا تھا میرا خیال ہے اس لیے فائٹنگ کرتے تھے۔" اس نے نکتہ اٹھایا۔

"ہو سکتی ہیں۔"

"اب کیا کنڈیشن ہے؟ ویسے شہوار کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلے سے کافی سنور گئے ہیں۔" اس نے مسکرا کر بہت جرأت سے کہا۔

"سنا ہے شہوار نے اچھا خاصا امپریس کیا ہوا ہے۔"

"خیر اچھا خاصا تو نہیں یہ تو میری اپنی آبزرویشن ہے جو اس کے چند الفاظ سے ایک پوری کہانی بنا رہی ہوں۔"

"اچھا۔" مصطفیٰ نے سر ہلایا تو ولید نے اسے دیکھا وہ آتے وقت جس قدر اکتائی ہوئی تھی اب اس قدر فریش لگ رہی تھی۔

"روشانے کہاں ہے؟" ولید نے پوچھا۔

"اندر ہی ہے اور مصطفیٰ بھائی چلتی ہوں شہوار کی باتوں سے میں ڈر گئی تھی مگر اب آپ سے بات کر کے دل کو سکون ملا ہے آپ تو جو پرانی ہے وہ ایک فائٹر کا تھا میں خاصی خوفزدہ تھی کہ کہیں خدانخواستہ آپ اب بھی ویسے تو نہیں اللہ کا شکر

ہے اب ایسا نہیں ہے۔ شہوار ایک بہت حساس سی لڑکی ہے وہ مجھے بہت عزیز ہے پلیز اس کا خیال رکھیے گا۔" وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"وہ آپ سے پہلے ہماری کزن ہیں۔ اگر آپ ان کی زندگی کے بہت سے حقائق سے باخبر ہیں تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ہم نے کبھی ان کو غیر اہم ہونے کا احساس نہیں دلایا۔ اب ہر انسان کی اپنی ایک سوچ ہے۔ وہ جس قسم کے کمپلیکس کا شکار ہیں اب ان کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ یہ رشتہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ بہر حال ہم نے اور ہمارے بڑوں نے ہر حال میں ان سے محبت خلوص اور اپنائیت کا یہ رشتہ نبھایا ہے۔" مصطفیٰ کا انداز بھی سنجیدہ ہوگیا تھا۔

"شکریہ اسی احساس نے تو مجھے آپ سے بات کرنے کی جرأت بخشی ہے۔ وہ بہت پریشان ہے بہت زیادہ۔ کچھ دیر قبل ٹوٹ کر بکھر کر روتی شہوار کا سراپا آنکھوں میں آسمایا تو دلگرفتگی سے کہا۔

"اب اس کی پریشانیوں کا علاج کیا کیا جائے جبکہ وہ خود ہی اس پریشانی سے باہر آنا نہیں چاہتیں۔" مصطفیٰ نے قدرے بدلحاظی سے کہا تو اس نے رنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"مگر آپ اسے اعتماد میں تو لے سکتے ہیں نا۔ وہ کیا اس کی جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی اس قسم کے حالات کو فیس کرتی تو اس کا بھی یہی ری ایکشن ہوتا تھا۔ شہوار غلط نہیں ہے ہاں کچھ زیادہ جذباتی ہو رہی ہے بس۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ نکاح اسی تعاون کی ایک کڑی ہے۔" مصطفیٰ کے الفاظ پر وہ چپ ہوگئی تھی۔

"مگر وہ یہ سمجھ نہیں پا رہی وہ سمجھتی ہے کہ آپ لوگوں کے اس کی ذات پر اس قدر احسانات ہیں کہ کبھی وہ سر اٹھا کر نہیں چل پائے گی یہ قدم بھی انہی احسانات میں سے ایک سلسلہ ہے۔" قدرے توقف کے بعد کہا۔

"یہ تو اس کا مینٹلی کمپلیکس ہے اب اس کا علاج کیا کرسکتا ہوں؟ ہم تو اسے عزت ہی دے رہے ہیں، اگر وہ اپنی ذہنیت کے سبب اس کو بھیک سمجھ رہی ہے تو اس کا علاج کم از کم میرے پاس نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ خود سے منع کرنا چاہے تو......؟" مصطفیٰ کا انداز ایک دم اتنا عجیب سا ہوا تھا کہ انا حیرت سے اسے دیکھے گئی۔

"دل میں گنجائش ہو تو ذہنوں میں بھی گنجائش نکل آتی ہے مصطفیٰ بھائی، کیا آپ کے دل میں کوئی گنجائش نہیں یا محض یہ بھی ایک فارمیلٹی ہے۔" وہ بہت دکھ سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ میرے بڑوں کا فیصلہ ہے اور مجھے اپنے بڑوں کا فیصلہ ہر حال میں عزیز ہے۔ اگر اسے انکار ہے تو اس کے پاس رائٹ ہے وہ انکار کردے چونکہ مجھے انکار نہیں سو میں مطمئن ہوں۔ رہ گئی دل کی گنجائش والی بات تو میں خاصا ٹیپیکل بندہ ہوں یہ دل کے عارضے نہیں پالتا میں۔" اس نے بہت دکھ سے مصطفیٰ کو دیکھا تھا۔

"ایسے رشتوں میں تو دل میں گنجائش خود بخود نکل آتی ہے مصطفیٰ بھائی؟" اس نے قدرے تلخی سے کہا تو مصطفیٰ طنزیہ مسکرایا۔

"یہ بات آپ اسے بھی سمجھائیں نا میں تو بہت ہی نارمل انداز میں اس ریلیشن کو قبول کر رہا ہوں۔" ولید دونوں کی گفتگو کو حیرت سے کھڑا سن رہا تھا۔

"وہ خوفزدہ ہے پریشان ہے اپنے ماضی کو لے کر بکھری ہوئی ہے اگر آپ اسے تسلی کے چند لفظ سونپ دیں تو وہ سنبھل جائے گی آپ پر اعتبار کرے گی۔ اگر آپ ایک بار کوشش تو کریں؟" انا نے کہا تو مصطفیٰ نے اسے غور سے دیکھا پھر مسکرایا۔

"وہ ماضی کو لے کر بکھری نہیں ہے ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔" مصطفیٰ نے تلخی سے کہا۔

"اور کیا یہ اس کی ڈیمانڈ ہے؟" اس کا انداز چبھتا ہوا تھا۔

"مصطفیٰ بھائی پلیز یہ میرا دیا گیا ایک سوشن ہے۔ وہ بے چاری تو فی الحال صرف ایک ہی نکتے پر منجمد کھڑی ہے جس سے آگے نہیں۔" انا نے کافی دکھ سے کہا تو مصطفیٰ نے کندھے اچکا دیے۔

"تو ٹھیک ہے نکاح ہو رہا ہے نا آرام سے ہونے دیں۔" انا نے مصطفیٰ کو دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں نمی سمٹ آئی۔

"یہی شاید عورتوں کا المیہ ہے کہ جو بات مردوں کے نزدیک بہت عام ہوتی ہے وہ ان کے نزدیک بہت خاص ہوتی ہے آپ شاید میری بات سمجھ نہیں پائے یا شاید میں آپ کو سمجھ نہیں پائی۔" وہ بہت دکھ سے کہہ کر پلٹی تھی اور پھر تیزی سے وہاں سے چلی گئی تھی۔

"یہ سب کیا تھا یار؟" ولید نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا تو مصطفیٰ کے اعصاب ایک دم جھنجلائے تھے تاہم جلد ہی اس نے خود کو کنٹرول کیا۔

"کچھ نہیں خواتین میں ہر وقت کسی نہ کسی بات کو لے کر ٹینشن کری ایٹ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ محترمہ بھی اسی قبیلے کی ایک کڑی ہیں۔ آؤ اندر چلتے ہیں احسن ہمیں غائب پاکر خود ڈھونڈنے نہ نکل آئے۔" مسکرا کر کہتے وہ پلٹ تو ولید بھی سمجھ گیا کہ وہ اب اس معاملے میں اس سے ایک لفظ بھی نہیں کہے گا جب تک خود نہیں چاہے گا۔ اس نے ایک گہری سانس لیتے اندر کی طرف قدم بڑھا دیے تھے۔ باقی سارا وقت افراتفری میں گزرا تھا۔ ساری حویلی میں رونق پھیلی ہوئی تھی۔ آج ایک عرصے بعد بابا صاحب خوش تھے۔ پوری دل کی آمادگی و گہرائی سے وہ اس سارے فنکشن کو انجوائے کر رہے تھے۔

ایک بوجھ تھا کبھی کبھی دل پر احساس گناہ کا بوجھ اس قدر بڑھ جاتا تھا کہ اپنا سانس مشکل ہو جاتا تھا اور تب شاید اس سلسلے کی ایک کڑی تھا وہ اپنا احساس گناہ کم کرنا چاہ رہے تھے کہ جس سے گناہ کا بوجھ کم ہو جاتا در بدر ہوئی بے سہارا لڑکی کو اپنے خاندان کا حصہ بنانا۔ یہ بھی ان کی زندگی کا ایک تلخ باب تھا۔ انہیں لگا کہ جیسے انہوں نے بھول چوک کی جانے والی ایک غلطی کی تلافی کردی ہے۔ گناہ برقرار تھا ختم نہیں ہوا تھا مگر دل کا بوجھ کسی حد تک کم ضرور ہو گیا تھا۔

حویلی کے اندر ہال میں اچھی خاصی رونق آباد تھی۔ ساری لڑکیاں تمام کاموں سے فارغ ہوکر اب مہندی گانے کے چکر میں بجی ہوئی تھیں۔ بڑی خواتین اپنے اپنے کمروں میں سونے جاچکی تھیں لڑکے باہر مردانے کی طرف تھے اس لیے سب خاصی فارغ ہوکر بیٹھی تھیں۔

شہوار صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی اس کے منع کرنے کے باوجود اسے مہندی لگائی جا رہی تھی۔ ایک طرف پھوپھو کی بہو سنبھالے ہوئی تھیں تو دوسری طرف ماریہ تھی۔ دونوں بڑی محنت سے شہوار کے دونوں ہاتھوں پر مہندی لگا رہی تھیں۔ کچھ اپنی ہی دھن میں بجی تھیں۔ اب ان کے ہاتھوں کے جوہر شہوار کے دونوں ہاتھوں پر دکھائی دے رہے تھے ماریہ بھی اچھی مہندی لگاتی تھی شائستہ کی ہدایت پر شہوار کے پیروں پر گل و بوٹے بنا رہی تھی۔ شہوار کے دونوں پاؤں بنا پلنگ پر دھرے ہوئے تھے اور ماریہ قالین پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"ہائے کتنی پیاری مہندی لگ رہی ہے۔ میں بھی ضرور لگواؤں گی۔" انا شہوار کی مہندی دیکھ کر فوراً دیوانی ہوئی تھی۔

"تو تمہارا بھی ساتھ ہی نکاح کا پروگرام ہے؟" زہرہ پھپھو کی بیٹی عاصمہ نے لقمہ دیا تو وہ جھینپ گئی۔

"اسے لڑکی شرماتی بھی ہے۔" لائبہ بھابی نے سب کی توجہ دلائی تو روشانے کھلکھلا کر ہنس دی انا نے گھورا۔

"آپ سب کی طرح بے شرم نہیں ہوں۔" اتنے تھوڑے عرصے میں دونوں کی سب سے خاصی بے تکلفی ہوگئی تھی۔

فوراً جواب دیا تھا۔

"ان سب میں کون کون شامل ہے یہ بھی وضاحت کردو۔" صبا نے جو صبح پہنے جانے والے دوپٹے پر لیس [illegible] تھی فوراً پوچھا۔

"تمام شادی شدہ خواتین۔" ماریہ نے لقمہ دیا۔ عائشہ اپنے ہاتھوں پر خود ہی کون سے ڈیزائن بنا رہی تھی۔ بچی [illegible] کو سونپ آئی تھی سو بے فکر تھی اب۔

"ارے بھئی یہ تو بڑی تیز ہوتی جا رہی ہے کیوں شائستہ بھابی اس کے لیے بھی کوئی لڑکا ڈھونڈیں پھر؟" [illegible] گھورا تو وہ کھکھلا کر ہنستے دوبارہ پاؤں پر جھک گئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں نفاست تھی مگر تیزی نہ تھی شائستہ نے باقاعدہ پاؤں کے ڈیزائن نکال کر دیا تھا جو وہ کاپی سے دیکھ کر فالو کر رہی تھی۔

"نیک خیال ہے خاندان میں کنوارا لڑکا دیکھو پھر۔" شائستہ بھابی نے بھی ہنس کر کہا۔

"ہیلو لیڈیز چائے مل جائے گی؟" تبھی سجاد بھائی نے دروازے پر آ کر کہا تو شہوار چونکی۔ کندھوں تک فولڈ آستین اور ننگے سر اسے بڑی حیا آئی۔ وہ تو اسی شرط پر باہر آئی تھی کہ لڑکوں کے سامنے نہیں آئے گی باقی سارا وقت وہ روشی کے ساتھ کمرے میں بند رہی۔

"ارے ارے کیا کرتی ہو۔" اس نے رخ موڑنا چاہا تو شائستہ اور ماریہ دونوں چیخ اٹھیں۔

"میری چادر پہلے سر پر دو۔" اس نے کہا تو بھابی نے اس کے سر پر چادر ڈال دی [illegible] تو شکر تھا کہ سجاد بھائی نے اس طرف نہیں دیکھا تھا۔

"مل جائے گی مگر اس وقت کون جاگ رہا ہے؟" لائبہ بھابی نے پوچھا۔

"ابھی سب جاگ رہے ہیں۔" سجاد بھائی وہیں کھڑے تھے۔ [illegible] نہیں آئے تھے شہوار نے شکر ادا کیا۔

"کیوں [illegible] آج رت جگے کا پروگرام ہے کیا؟" عائشہ نے بھی پوچھا۔

"ہاں ویسے کچھ خاصا ہلا گلا کیا جا رہا ہے مردان خانے میں تو۔" سجاد بھائی نے اطلاع دی۔

"[illegible] یہاں کچھ دیر بعد ڈھولکی ہونے کا ارادہ ہے۔" انہوں نے مزید منکشف کیا۔

"نہیں..." سبھی لڑکیاں چیخیں۔

"بابا صاحب سوتے کھانے میں کیا؟" پھوپھو بہو کی چھوٹی بہو رمشا نے [illegible] پوچھا۔

"بابا صاحب اور بابا جان بھی سو چکے ہیں۔ ایک بج رہا ہے خیر آپ میں سے چائے کون [illegible]" انہوں نے [illegible] طرف میں دیکھا اور پھر اپنی بیگم کو دیکھا۔

"اس وقت سبھی بزی ہیں آپ کچن میں چلے جائیں وہاں [illegible] عظمت ہوں گی ان کو کہہ دیں۔" [illegible] مشورہ مفت دیا تھا۔

"تم سے مجھے اس صفاچٹ جواب کی امید نہ تھی۔ خیر سے ذرا ہاتھ تنگ ہے پھر فرصت سے خبر لوں گا۔ [illegible] دن سے ہاتھ ہی نہیں آ رہیں آنکھیں ہیں کہ ماتھے پر رکھ لی ہیں۔" سجاد بھائی نے دھمکایا تو سبھی لڑکیاں کھلکھلا اٹھیں۔ بھابی جھینپ گئیں۔

"چلیں دھمکا میں مت آتی ہوں دیتی ہوں چائے بنا کر۔" بھابی سبھی کی معنی خیز ہنسی کو نظر انداز کرتے اٹھ کر [illegible] کے ساتھ باہر نکل گئی تھیں۔

"یک چائے تو بہانہ ہے۔ سجاد بھائی کیسے بہانے سے لے کر گئے ہیں۔" لائبہ کے نکلتے ہی صبا نے ہنس کر کہا۔

"تو اور کیا ایک ہمارے میاں ہیں اتنے دن سے میکے بیٹھی ہوئی ہوں پلٹ کر خبر نہیں لی اور یہاں آ کر بھی پوچھ نہیں رہے حالانکہ صاحب بہادر اتنا ناراض ہو رہے تھے۔" عائشہ نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"اللہ عائشہ بھابی اتنا جھوٹ میں نے خود شام کو دیکھا تھا بسمہ کو اٹھائے آپ کے پیچھے پیچھے پھر رہے تھے۔ آفاق بھائی جان اور ایک آپ تھیں کہ لفٹ ہی نہیں کرا رہی تھیں۔" عاصمہ نے بھانڈا پھوڑا تو عائشہ نے کھینچ کر تھپڑ اسے مارا۔

"بدتمیز [illegible] تم میری نگرانی کر رہی تھیں۔"

"ہاں تو یہی حال عدیل بھائی کا بھی ہے اور امی سے کہتے تھے کہ صبا کو بلوا لیں اس کے بغیر دل نہیں لگ رہا۔" ماریہ نے بھی گل افشانی کی۔ روشانے اور انا کے لیے یہ سارا سلسلہ بڑا محظوظ کن تھا۔ وہ ساری عمر نہ کہیں آئی نہ گئی تھیں اب اتنے سارے لوگوں میں خود کو پا کر بڑا اچھا لگ رہا تھا اور وہ خوب انجوائے بھی کر رہی تھیں۔ شہوار کی مہندی لگ گئی تھی بس پاؤں کی رہتی تھی جو ماریہ لگا رہی تھی۔

"اب کسی نے مہندی لگوانی ہے تو آ جاؤ فٹافٹ۔" شائستہ نے کہا تو انا فوراً شہوار کے ساتھ آ بیٹھی تو اس کی اس تیزی پر بھی ہنس دیں۔

"دیکھو اسے کتنا اشتیاق ہو رہا ہے مہندی لگوانے کا۔" عائشہ ہنسی۔

"تو اور کیا پہلی دفعہ لگوانے جا رہی ہوں۔ وہ بھی شہوار کی مہندی دیکھ کر دل چاہ رہا ہے۔ ورنہ میں نے تو کبھی بچپن میں بھی نہیں لگوائی تھی لگتا تھا کہ ہاتھ گندے ہو جائیں گے۔"

"چلو شائستہ اتنی اچھی مہندی لگاؤ کہ دل کی حسرت مٹ جائے اس کی۔" عائشہ نے اپنی مہندی دیکھتے کہا۔ شائستہ مہندی لگانے لگ گئی تھی۔ شہوار کے پاؤں کا کام مکمل ہوا تو وہ وہاں سے اٹھ کر کونے میں رکھے صوفے پر جا بیٹھی۔ جہاں وہ با آسانی نظر نہیں آ سکتی تھی۔ بلکہ وہ کونا اندھیرے میں تھا جہاں وہ سکون سے کافی دیر تک بیٹھ سکتی تھی اور ان کی طرف دیکھ سکتی تھی۔

"لائیں آپ کو بھی مہندی لگا دیں۔" ماریہ نے روشانے کو آفر کی۔

"نہیں روشانے کو رہنے دو چند دن بعد اس کی شادی ہے اب لگوائے گی تو رنگ ٹھیک سے اترے گا نہیں۔ اپنی شادی پر ہی لگوائے گی تاکہ رنگ زیادہ اچھا آئے۔" انا نے فوراً کہا تو صبا ہنس دی۔

"دیکھو نند کو کتنی فکر ہے اپنی بھابی کی۔"

"تو اور کیا ایک ہی بھابی ہے میری۔" اس نے بڑی حسرت سے روشانے کو دیکھا تھا وہ سب مسکرا دیں۔

"ویسے ان کے وہ کیسے ہیں؟" ماریہ اب صبا کو مہندی لگا رہی تھی۔ جس کی لیس کا کام ختم ہو گیا تھا اب وہ تقریباً فارغ تھی۔

"ساتھ ہی آئے ہوئے ہیں صبح دکھا دوں گی۔"

"ہاں سنا تو تھا مردان خانے میں مصطفیٰ بھائی کے دو مہمان آئے ہوئے ہیں۔ اچھے خاصے خوب صورت اور ڈیسنٹ لگ رہے ہیں۔"

"وہ دو مہمان ہمارے بھائی صاحبان ہی ہیں۔ ایک میرے بھائی اور ایک ان کے۔" انا نے ہنس کر کہا تو تبھی لائبہ بھابی اندر داخل ہوئی تھیں اور ان کے پیچھے لڑکوں کی ایک لائن تھی۔ شہوار جو کونے میں بیٹھی ہوئی تھی اس نے فوراً رخ بدلا۔

"ہائے لائبہ تم چائے بنانے گئی تھیں کہ ان حضرات کو لینے؟" شائستہ نے اس پوری پلٹن کو دیکھ کر ہاتھ روک لیا تھا۔

"بھئی اس میں میرا کوئی قصور نہیں میں نے تو بہت منع کیا تھا مگر یہ سب میرے سر ہو گئے تھے کہ کچھ دیر اندر بیٹھیں گے پھر اٹھ جائیں گے۔ دراصل یہ سب دلہن دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"اوہو تو دلہا میاں بھی ہیں۔" عائشہ نے سب لڑکوں پر نگاہ دوڑائی تو آفاق کے ساتھ مصطفیٰ بھی دکھائی دیا۔ جبکہ بائیں طرف عدیل تھا وہ دونوں بہنوئیوں کے ہاتھوں کی گرفت میں تھا۔ یوں جیسے زبردستی لایا گیا تھا اسے ہنسی آ گئی۔

"میرا کوئی قصور نہیں یہی لوگ مجھے زبردستی لے کر آئے ہیں۔" مصطفیٰ نے صفائی پیش کی۔

"ماشاء اللہ کندھوں پر اٹھا کر لائے ہیں کیا؟" شائستہ بھابی نے طنز کیا۔

"تو اور کیا؟" سبھی لڑکے باجماعت بولے تھے۔

جس کو جہاں جگہ ملی بیٹھ گیا تھا۔ شہوار کونے میں رخ موڑے بیٹھی رہ گئی تھی۔ انا نے دیکھا ان سب میں ولید اور احسن نہ تھے۔ ان کے اپنے خاندان کے ہی سارے لڑکے تھے۔

"مصطفیٰ بھائی ولی اور احسن بھائی سو گئے ہیں کیا؟" انا نے براہ راست مصطفیٰ سے پوچھا۔

"ہوں وہ ادھر کمرے میں ہی ہیں۔" مصطفیٰ نے سب کی طرف دیکھا۔ شہوار کہیں دکھائی نہ دی۔

"یہ کون ہے؟" مصطفیٰ کے عقب میں بیٹھا حماد پوچھ رہا تھا۔ یہ پھپھو زہرہ کا چھوٹا بیٹا تھا اس کی توجہ ان کی طرف تھی جو سیدھے ہاتھوں پر شائستہ سے مہندی لگوا رہی تھی۔

"یہ مہمان ہیں۔ احسن اور ولید کے ساتھ آئی ہیں۔" اسے حماد کا پوچھنا اچھا نہیں لگا تھا مگر سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ حماد اپنے بہن بھائیوں کی نسبت قدرے چنچل تھا۔ لڑکیوں کے معاملے میں بہت جلد ہو جانے والا انسان تھا ہاں خاندانی ماحول اور تربیت کا اثر تھا کہ بات فلرٹ تک نہیں پہنچتی تھی بس دیکھ کر ہی تسکین حاصل کرتا تھا۔

"بڑی حسین لڑکی ہے۔" اس نے برملا تعریف کی تو مصطفیٰ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ انا کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بڑا اشتیاق تھا۔ مصطفیٰ کے چہرے کے زاویے ایک دم بگڑے۔

"حماد یہ ہماری مہمان ہیں اگر کوئی اونچ نیچ ہوئی تو بہت برا ہوگا۔" اس کا انداز ایک دم بڑا پتھریلا اور سنجیدہ ہو گیا تھا۔ حماد ایک دم صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

"ایم سوری میں نے تو یونہی تعریف کی تھی۔" اس نے فوراً کہا۔

"اگر تعریف کا اتنا ہی شوق ہو رہا ہے تو ادھر تمہاری بھابیاں اور بہنیں بھی ہیں ان کی تعریف کر لو۔" اس کا انداز دھیما اور دوٹوک تھا۔ وہ فوراً سنبھل گیا۔

"ایم سوری۔" اس نے فوراً کہا تھا۔ مصطفیٰ نے سر جھٹکا۔

"کیا بات ہے؟" آفاق نے پوچھا تو مصطفیٰ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"حماد نے کوئی بات کی ہے۔" آفاق نے بھی شاید نوٹ کیا تھا۔ حماد جھینپ کر مصطفیٰ کے تیور دیکھتے فوراً وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

"اسے کیا ہوا ہے؟" عدیل نے بھی کہا تو مصطفیٰ نے کندھے اچکا دیے۔

"دیکھو بھئی یہ خالص زنانہ محفل ہے یہاں مردوں کا خصوصاً نامحرموں کا داخلہ منع ہے۔" شائستہ بھابی نے کہا ان کے میاں صاحب تو تڑپ اٹھے۔

"کیا کیا یہ زیادتی ہے اگر ہم نامحرم ہیں تو پھر آپ محترمہ کے محرم کون ہیں؟" زبیر بھائی نے دہائی دی تھی۔

"میں نے آپ کو تھوڑی کہا ہے؟" بھابی ہنس دیں سبھی محظوظ ہوئے۔

"دیکھو آفاق عائشہ کا عدیل صبا کا زبیر رمشاء کا سجاد لائبہ کا یہ سبھی محرم ہی تو ہیں باقی ساری بہنیں ہیں ہماری۔" بھابی ہنس کر چھٹائی گئیں۔

"آپ سے تو کچھ کہنا ہی فضول ہے۔"

"عباس بھائی سو گئے ہیں کیا؟" عائشہ کو عباس کا خیال آیا وہ لڑکوں کے ہمراہ نہیں تھا۔

"نہیں ولید اور احسن کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔" عدیل نے جواب دیا۔

"ہم نے ساتھ چلنے کو کہا بھی تھا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔" عدیل نے مزید بتایا۔

"باقی تو سبھی مہمان صبح ہی تشریف لائیں گے نا؟" ماریہ نے پوچھا۔

"جی جناب! دیکھو میری بیگم کو اچھی اچھی مہندی لگانی ہے۔" عدیل نے ماریہ کو تاکید کی تو صبا جھینپ گئی۔ باقی سب کی تو خیر تھی کہ کزنز تھے مگر مصطفیٰ اور سجاد کی موجودگی میں عدیل کا لقمہ اسے شرما گیا تھا۔

"بے فکر رہیں آپ کہتے ہیں تو آپ کو بھی لگا دیتی ہوں۔" ماریہ کے کہنے پر وہ کھلکھلا کر ہنسا تھا۔ انا کے مہندی لگ گئی تھی اس نے دونوں سیدھی ہتھیلیوں پر مہندی لگوائی تھی تھوڑی تھوڑی سی بیل کی صورت میں فٹافٹ لگ گئی تھی۔ وہ ایک طرف بیٹھنے کے بجائے شہوار کے ساتھ صوفے پر آ بیٹھی تھی۔ شہوار نے چادر اچھی طرح اپنے بازوؤں پر پھیلا لی تھی اور وہ رخ موڑے بیٹھی ہوئی تھی۔

مصطفیٰ نے یونہی عقب میں گردن گھما کر دیکھا تھا ادھر رخ موڑے بیٹھی شہوار کو دیکھ کر ٹھٹکا اس کا بس سائیڈ پوز تھا اندھیرے کی وجہ سے واضح دکھائی نہ دی کونے کی لائٹ آف تھی۔ شہوار کی پشت تھی چادر چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی بس۔

"دلہن کہاں ہے؟" زبیر نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں جا چکی ہے۔ ہمیں اندازہ تھا کہ آپ لوگوں نے آنا ہے ہم نے پہلے ہی غائب کر دیا تھا۔" عائشہ نے کونے کی طرف دیکھتے شرارت سے کہا۔ اس طرف کسی کی توجہ نہیں گئی تھی ورنہ سب سے پہلے وہ ادھر ہی جاتے۔

"ہم تو دلہا میاں کو لے کر آئے تھے کہ تھوڑا سا سامنے بٹھا کر انجوائے کریں گے۔" آفاق نے کہا۔

"کیوں یہ دونوں مسخرے ہیں کیا؟" صبا نے لقمہ دیا ایک بھرپور قہقہہ لگا۔

"دیکھ لو یہ تمہاری بہن کے فرمودات ہیں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ تم اسے پولیس آفیسر کے بجائے مسخرے زیادہ لگتے ہو۔" آفاق نے کہا تو پھر سب ہنس دیے۔

"توبہ کتنے بدتمیز ہو تم لوگ۔ بابا صاحب کو پتا چل گیا نا کہ تم لوگ دلہا صاحب سمیت ادھر آئے ہو تو شامت آ جانی ہے۔" ماریہ نے دھمکایا۔

"کوئی نہیں ایسے موقعوں پر اکثر چھوٹ مل جاتی ہے۔"

"ہیں تو غلط فہمی ہے آپ لوگوں کی۔" شائستہ نے بھی دھمکایا۔

"مصطفیٰ آج بڑا خاموش ہے۔" رمشہ بھابی نے کہا۔

"بچے بے چارے کی آزادی سلب کی جا رہی ہے احتجاجاً خاموش ہے۔" سجاد نے کہا۔

"روئے ہوئے احتجاجاً ابھی ان بچے صاحب کے سامنے دلہن صاحبہ کو لا کر بٹھا دیں تو سارے احتجاج کی پول کھل جائے گی۔" شائستہ بھابی نے کہا تو کونے میں بیٹھی انا ایک دم کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔ وہ ان لوگوں کے جملے انجوائے کر رہی تھی جبکہ شہوار خاموش تھی۔ شہوار نے اسے کہنی ماری تو وہ چپ ہوئی۔

ہنسی کی آواز پر زبیر نے کونے میں دبکی تو انا کے ہمراہ چادر میں چھپے وجود کو دیکھ کر ٹھٹکا۔ اس نے شہوار کو فوراً پہچان لیا تھا۔

"ہاں تو ٹھیک ہے ناں لائیں بٹھائیں دلہن کو؟" اس کا انداز شراراتی تھا۔ شہوار گھبرا کر رہ گئی تھی۔ ان لوگوں سے کچھ بعید نہ تھا کہ واقعی بٹھاتے۔

"ہمارا بچہ واقعی صابر ہے۔" آفاق نے بھی مصطفیٰ کی کمر تھپکی۔

"ایسا کرتے ہیں ہم اپنے بچے بے چارے کو دلہن کے پہلو میں جا بٹھاتے ہیں پھر تو ٹھیک رہے گا ناں۔" زبیر کو بھی اب موقع ہاتھ لگا تھا کیسے جانے دیتا فوراً میدان میں کودا۔

"کوئی نہیں۔ کوئی نہیں۔ اب نکاح سے پہلے تو دلہن قطعی نہیں دیکھنے دیں گے ہم۔" یہ بات تو سب میں طے تھی۔ اس بات کو طے کر کے انہوں نے شہوار کو مہندی لگانے پر آمادہ کیا تھا کہ وہ کسی کے سامنے نہیں جائے گی۔ اب تک اس لیے تو سب خاموش تھیں ورنہ اس کونے کی نشاندہی کب کی ہو چکی ہوتی۔

"اچھا یہ بات ہے تو ایسے ہی سہی چلو مصطفیٰ چلیں باہر۔" زبیر نے ہاتھ پکڑ کر اٹھا لیا تھا۔

"ہاں تو جائیں ہم نے کون سا دعوت دی تھی۔" لڑکیوں نے آنکھیں ماتھے پر رکھ لی تھیں۔

"اگر تم لوگوں نے دلہن ہمیں نہ دکھائی تو ہمارا دلہا عین وقت پر نکاح سے انکار بھی کر سکتا ہے۔" مصطفیٰ کو شرارت سے آنکھ مار کر زبیر نے کہا۔

"جائیں جائیں ہم آپ کی دھمکیوں میں نہیں آنے والے۔" ماریہ نے ہاتھ اٹھا کر جانے کو کہا تھا۔

"دیکھو ہمارا دلہا مغرب کے وقت سے آیا ہوا ہے اس نے اپنی دلہن کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھی یہ زیادتی ہے۔" زبیر آہستہ آہستہ مصطفیٰ کا ہاتھ تھامے عقب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کسی لڑکی نے توجہ نہ دی تھی جبکہ مصطفیٰ سمجھ چکا تھا کہ زبیر کیا کرنا چاہ رہا ہے اس کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"صبح تک صبر کر لے نکاح ہو جائے تو ایک ہی دفعہ دیکھ لے گا۔" شائستہ بھابی نے کہا تو زبیر پیچھے کی طرف پلٹا۔ عائشہ جس کی توجہ ادھر ہوئی تھی فوراً چیخی۔

"ہائے زبیر یہ کیا کر رہے ہو؟"

"ارے یہ تم کہاں جا رہے ہو ادھر کیا ہے؟" شائستہ بھی بولیں۔

"دلہن دیکھنے۔" شرارت سے بھرپور آواز تھی۔ شہوار دھک سی رہ گئی۔ آواز اس کے بالکل پاس سے ابھری تھی۔ وہ بڑی تیزی سے درمیانی فاصلہ طے کرتے اس کونے میں آئے تھے اس نے فوراً انا کے بازو میں چہرہ چھپا لیا۔

"انا یہ ادھر کیوں آئے ہیں؟" وہ پوری طرح کانپ اٹھی تھی۔

"مذاق کر رہے ہیں۔ تم چادر لپیٹے رکھو کچھ نہیں کریں گے یہ۔"

"اوئے ہوئے تو ادھر دلہن کو چھپایا ہوا ہے اس اندھیرے میں۔" یہ کونا ذرا تاریکی میں تھا اب سبھی لڑکے متوجہ ہوئے تھے ایک ایک کرتے اٹھ کر آ رہے تھے۔ یہ تو شکر تھا کہ شہوار کی مہندی قدرے سوکھ گئی تھی اس کے نیم عریاں بازو چادر کے اندر تھے۔ جس سے مہندی خراب ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ مگر مہندی لگے پاؤں وہ کہاں چھپاتی؟ جو زمین پر ٹکے تھے، کیسے بھی تھے اور سبھی کے سامنے تھے۔

"یہ زیادتی ہے بھاگو تم لوگ ادھر سے۔" بھابی اور عائشہ فوراً اس طرف لپکی تھیں۔ مگر اب کون سنتا۔ انا ہنسے جا رہی تھی اس کے لیے یہ ساری سچویشن بڑی مزے دار تھی۔ وہ الٹا ہاتھ منہ پر رکھے بے حال ہو رہی تھی۔

"کتنے بدتمیز ہو تم لوگ بے چاری کو کنفیوز کر رہے ہو۔ بھاگو یہاں سے۔" وہ سارے شہوار اور انا کے سامنے کھڑے

ہو گئے تھے۔ عائشہ اپنے میاں کو دھکیل کر جگہ بنا کر شہوار کی طرف لپکی۔

"بھئی دلہن دیکھے بغیر تو نہیں ہٹیں گے ہم بھی۔" سارے پھیل کر کھڑے تھے انا نے مکمل طور پر چادر میں چھپی شہوار کو اپنے حصار میں لے لیا۔ مگر انا کی ہنسی اب بھی نہیں رک رہی تھی۔ دوسری طرف بھابی اور عائشہ نے بھی حصار میں لے لیا تھا۔

"یہ زیادتی ہے۔" مصطفیٰ مسلسل مسکرا رہا تھا جبکہ زبیر نے دہائی دی تھی۔

"صبا، شائستہ بھابی ان کو باہر نکالیں ہماری دلہن کو پریشان کر دیا ہے۔" شہوار ان کے حصار میں مسلسل کانپ رہی تھی۔ عائشہ نے کہا تو وہ بھی پاس آ گئیں۔

"دیکھیں بھئی مذاق ایک طرف مگر ہم نکاح سے پہلے دلہن نہیں دیکھنے دیں گے یہ طے شدہ بات ہے۔" شائستہ بھابی نے سنجیدگی سے کہا۔

"قسم کھائی ہے کیا؟" زبیر نے پوچھا۔ سب لڑکوں نے ایک دوسرے کو دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں کہ اب کیا کریں؟

"یہی سمجھ لیں۔" عائشہ نے بھی کہا۔

"انا تم شہوار کو لے کر یہاں سے جاؤ۔" عائشہ نے آہستہ سے کہا اور روشانے کو بھی اشارہ کیا اس نے بھی دوسری طرف سے شہوار کو تھام لیا تھا۔ وہ مکمل طور پر بڑی سی چادر میں چھپی ہوئی تھی۔

"دیکھیں آپ دلہن کو فرار کروا کر اچھا نہیں کر رہیں۔" زاہد نے دھمکی دی۔ عاصمہ اور ماریہ بھی قریب آ گئی تھیں انہوں نے بھی شہوار کو حصار میں لے لیا تھا۔ اب اتنی خواتین کی موجودگی میں دلہن دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ یہ تو طے شدہ بات تھی کہ اب نکاح سے پہلے تک دلہن نہیں دکھانی۔ وہ تو سجاد بھائی ادھر آ گئے تھے اور سب کو پتا چل گیا تھا کہ دلہن ادھر ہے، ورنہ کس کو خبر تھی کہ پتا چلتا۔

"دلہن کو ہم کمرے میں بھیج رہے ہیں فرار نہیں کروا رہے۔ فرار تو یہ دلہا میاں کے ساتھ ہی ہو گی۔" شائستہ نے ہنس کر کہا۔

چاروں لڑکیاں دلہن کو نکال کر لے گئی تھیں۔ ان سب نے بڑی بے چارگی سے ایک دوسرے کو دیکھا وہ مہذب انداز میں انہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ اگر بدتمیزی کرتے تو خود دلہن کا گھونگٹ الٹ دیتے مگر شرافت برقرار تھی۔ مصطفیٰ مسلسل مسکرائے جا رہا تھا۔ بہرحال دلہن کو دیکھنے کے بجائے اس نے صورت حال کو زیادہ انجوائے کیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوشنما مہندی لگے پاؤں جم سے گئے تھے۔ سفید دودھیا پاؤں پر مہندی بڑی بھلی لگ رہی تھی۔

"یہ بہت بڑی زیادتی کی ہے۔" زبیر نے سب سے زیادہ مشقت کی تھی اب اسے دکھ ہو رہا تھا وہ ایک طرف ڈھیر ہو گیا تھا۔

"دلہن کے دلہا میاں سے پوچھ لو کہ یہ واقعی زیادتی ہوئی ہے کیا؟" لائبہ نے چہک کر کہا۔

"کیوں مصطفیٰ؟" شائستہ نے بھی اسے دیکھا۔

"بھئی مجھے کوئی جلدی نہیں ہے دیکھنے کی۔ میں تو بس اس ساری صورت حال کو انجوائے کر رہا تھا۔" مسکرا کر کہتے وہ اسی صوفے پر ڈھیر ہو گیا تھا جہاں چند لمحے پہلے شہوار اور انا بیٹھی ہوئی تھیں۔

"تف ہے تم پر اتنی دیر سے ہم تمہارے لیے جنگ لڑ رہے ہیں اور تمہیں ہی کوئی پروا نہیں۔" زبیر نے کہا تو سبھی لڑکیاں ہنس دیں۔

"اسے کہتے ہیں بیگانی کی شادی میں عبداللہ دیوانہ۔" رمشا نے شرارت سے میاں کو کہا تو وہ سر پہ ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"چلو تھوڑی چلتے ہیں اب ہوگئی عزت افزائی دیکھ لی دلہن ہم نے۔" زاہد بھائی بھی کہہ رہے تھے مصطفیٰ ہنستے ہوئے کھڑا ہوا۔ بہرحال اس ساری صورت حال کو انجوائے سب نے ہی کیا تھا۔ بڑے مہذب انداز میں بڑا مہذب سا مذاق چھوٹی چھوٹی باتوں پر غور کرنے والے مصطفیٰ کو بھی یہ مذاق بہت اچھا لگا تھا۔ وہ سب کے ساتھ ہنستا مسکراتا باہر نکل
"اوف' کتنے بدتمیز ہیں یہ سب' کیسے سب نے مل کر تنگ کرکے رکھ دیا تھا۔" شائستہ ہنسی تو پھر سبھی موجود صورت پر تبصرہ کرنے لگیں۔

صبح بڑی افراتفری کا عالم تھا۔ سبھی مرد حضرات مصروف تھے۔ بس ایک دلہا میاں تھے جو احسن اور ولید کے ساتھ صبح ہی کھیتوں کی سیر کو نکل گئے تھے۔ دس بجے کے قریب وہ لوگ واپس لوٹے تو ناشتے کا انتظام تھا۔
"آؤ میں تم لوگوں کو اپنے بابا صاحب سے ملواتا ہوں۔" رات جب وہ لوگ پہنچے تھے تو بابا صاحب اندرونی طرف تھے۔ رات ادھر ہی بسر کی تھی اس وقت وہ اسی طرف سب مردوں کے پاس ہی تھے۔ مصطفیٰ ناشتے کے بعد ان دونوں کو لے کر ان کی بیٹھک میں آ گیا تھا۔
"اسلام علیکم بابا صاحب۔" صبح سے اب ملاقات ہو رہی تھی مصطفیٰ نے سلام کیا۔
"وعلیکم السلام۔ کہاں تھے صبح سے نظر نہیں آ رہے تھے۔" انہوں نے مسکرا کر استفسار کیا۔
"بس اپنے ان دوستوں کے ساتھ باہر کھیتوں کی طرف نکل گیا تھا۔" مصطفیٰ نے ولید اور احسن کی طرف اشارہ کیا۔ دونوں نے باری باری بابا صاحب سے مصافحہ کیا۔ ولید نے محسوس کیا کہ اس سے ہاتھ ملاتے بابا صاحب چونکے تھے۔
"یہ دونوں تمہارے ساتھ شہر سے آئے ہیں کیا؟" وہ پوچھ رہے تھے مصطفیٰ نے سر ہلا دیا۔
"یہ میرا دوست ولید ہے ہم دونوں امریکا میں بھی اکٹھے ہی رہے ہیں۔ ان کی فیملی کے ساتھ ہی ہمارا اپارٹمنٹ تھا۔ یہ احسن ولید کا چھوٹا بھائی ہے۔" مصطفیٰ نے تعارف کروایا تو بابا صاحب نے پھر دونوں کو بغور دیکھا۔
"کیا نام ہے تمہارے باپ کا؟" انہوں نے ولید کی طرف دیکھتے پوچھا۔
"ضیاء احمد' ولید ضیاء احمد نام ہے میرا۔" ولید نے مسکرا کر کہا تو انہوں نے محض سر ہلا دیا۔
اس کے بعد وہ ان دونوں سے مختلف سوالات کرتے رہے۔ چھوٹے موٹے ولید نے محسوس کیا کہ ان کی تمام تر توجہ اس کی طرف ہے۔ وہ مسکرا دیا۔ اپنی شخصیت کی دلکشی سے وہ خود بھی آگاہ تھا مگر اب معاملہ اور تھا یہاں کوئی خاتون نہیں ایک عمر رسیدہ بوڑھا اسے گاہے بگاہے بغور دیکھ رہا تھا۔
"لگتا ہے بابا صاحب تمہاری پرسنالٹی کے سحر میں گرفتار ہو چکے ہیں۔" احسن نے اس کی طرف جھک کر آہستگی سے کہا تو وہ مسکرا دیا۔ وہ کافی وقت ان کے ساتھ گزار کر باہر نکلے تو ولید ان سے خاصا متاثر ہو چکا تھا۔
"خاصی دلچسپ باتیں کرتے ہیں تمہارے بابا صاحب۔" ولید کے ریمارکس پر مصطفیٰ ہنس دیا۔
"ابھی تو تم ہماری فیملی کے بہت سے لوگوں سے ملے ہی نہیں ہو۔"
"چلو اب ملنا جلنا تو رہے گا ہی نا آتا جاتا رہوں گا۔ تم سناؤ نکاح کی تقریب کب تک ہوگی۔"
"عصر کے بعد کا پروگرام ہے" وہ تینوں واپس اسی روم میں آ گئے تھے جہاں ولید اور احسن ٹھہرے ہوئے تھے مگر سامنے ہی روشی اور انا موجود تھیں۔
"کہاں تھے آپ دونوں؟ صبح سے کتنے چکر لگا چکی ہیں ہم ادھر کے مگر تینوں ہی غائب تھے۔" انا نے پوچھا۔
"باہر واک کے لیے نکل گئے تھے پھر مصطفیٰ کے ساتھ ان کی زمینوں کی طرف چلے گئے واپس آ کر ناشتہ کیا اب بابا صاحب کے پاس تھے۔" احسن نے بتایا۔

"تم نے انجوائے کر رہی ہو نا؟" احسن نے انا سے پوچھا تو وہ مسکرا دی۔
"ہوں بہت زیادہ۔ زندگی میں کبھی کہیں آنے جانے کا موقع ہی نہیں ملا تو پہلی دفعہ یہاں آ کر بہت اچھا لگ رہا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہاں شہوار ہے آپ لوگ ہیں اکیلی ہوتی تو شاید میں انجوائے نہ کر پاتی۔"
"آپ لوگوں کو کوئی پرابلم تو نہیں ہے نا؟ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک کہیں۔" مصطفیٰ نے بھی کہا تو دونوں نے نفی میں سر ہلا دیا۔
"نہیں یہاں سب بہت خیال رکھ رہے ہیں۔" روشانے نے بھی کہا۔
"آپ لوگوں میں زنانہ اور مردانہ علیحدہ ہے کیا؟" روشانے نے یونہی پوچھ لیا۔
"نہیں اب ایسی بھی بات نہیں' ہم سب ایک ہی گھر میں رہتے ہیں بس آج کل فنکشن کی وجہ سے ادھر رکے ہوئے ہیں ورنہ میرا کمرہ اندر حویلی میں ہی ہے۔"
"آپ کو اندر سبھی ڈھونڈ رہے تھے خصوصاً آپ کی مدر سب کا یہی خیال تھا کہ دلہا میاں کہیں غائب ہو چکے ہیں۔" انا نے کہا تو وہ ہنس دیا۔
"ہاں رات کے بعد صبح سے میں نے اندر اپنی شکل نہیں دکھائی اب سب کو میری فکر ستا رہی ہوگی' آپ بیٹھیں۔ میں اندر کا ایک چکر لگاؤں۔" مصطفیٰ دونوں کو کہتے وہاں سے چلا گیا۔ انا اور روشی دونوں اس ڈبل بیڈ پر بیٹھ گئیں۔
"آپ دونوں نے رات اسی کمرے میں گزاری تھی؟" روشی نے پوچھا۔
"ہوں۔"
"انا! یہ کپڑے پریس کروا دیا کر کے لا دو۔ ادھر استری نہیں ہے اب ہر بات پر ان کے ملازمین کو آواز دینا اچھا نہیں لگ رہا۔ مجھے چینج کرنا ہے۔" احسن نے بیگ سے کپڑے نکال کر اسے دیے تو اس نے روشی کو دیکھا۔
"روشی کو دیں یہ کرا لاتی ہے ابھی میرا اندر جانے کا کوئی موڈ نہیں ہو رہا۔" کسلمندی سے کہتے وہ بستر پر دراز ہو گئی تھی۔
"اوہ میں کرا لاتی ہوں۔" روشی فوراً تیار ہو گئی تھی اس نے ہنس کر اسے دیکھا۔
"بھائی آپ کے بھی کرا لاتی ہوں آپ بھی ڈریس نکال دیں۔" روشی نے ولید سے بھی کہا تو اس نے بھی اسے کپڑے نکال دیے تھے۔
احسن ٹاول' باتھ سوپ اور شیمپو بیگ سے نکال کر واش روم میں بند ہو گیا تھا۔ روشی چلی گئی تو وہ بستر پر نیم دراز ہوکر کچھ سوچنے لگی۔
"انا۔" ولید جو اپنے بیگ میں سے چیزیں اِدھر اُدھر کر رہا تھا چونکا سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ ہمیشہ اس انداز میں پکارے جانے پر عجیب سی فیلنگز محسوس کرتا تھا۔
"ہوں"
"آپ مصطفیٰ کو سمجھائیے گا وہ شہوار کے ساتھ نرم رویہ رکھیں۔ وہ بہت پریشان ہے کئی بار رو چکی ہے۔" ولید بیگ ایک طرف رکھ کر بستر کے قریب چلا آیا۔
"مصطفیٰ اور شہوار کا کیا ماجرا ہے؟" بستر پر وہ بیٹھا تو انا اٹھ کر گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ کر بیٹھ گئی۔
"آپ کو مصطفیٰ نے کچھ نہیں بتایا؟" اس نے اپنی خوشنما پلکوں کی جھالر اٹھا کر ولید کو دیکھا۔
"نہیں۔"
"چلیں واپسی پر بتا دوں گی۔ اس وقت بتانے لگی تو بہت لمبی بات ہو جائے گی۔ ویسے بہتر یہ ہے کہ آپ مصطفیٰ سے

پوچھ لیں اگر وہ بتا دیتے ہیں تو ٹھیک اگر نہیں بتاتے تو مجھ پر الزام تو نہیں آئے گا کہ میں نے دونوں کی بات ایک نہیں کی ہے۔" انانے سنجیدگی سے کہا تو وہ کچھ سوچنے لگا۔

"مصطفیٰ بہت کمپلیکیٹڈ پرسن ہے وہ اپنی بات کبھی کسی سے ڈسکس نہیں کرتا۔" اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پھر بھی کوئی تو ریزن ہوگی؟" ولید نے کہا تو انا نے لب کچلے۔

"دراصل شہوار کے والد حیات نہیں ہیں۔ اس کی والدہ ان لوگوں کی دور پرے کی رشتہ دار ہیں یہ لوگ شہوار اور اس کی والدہ کو حقیقی رشتوں کی سی اہمیت دیتے ہیں مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان کا بیک گراؤنڈ ذہن میں رکھتے ہوئے طعنے دیتے رہتے ہیں۔ بس شہوار اسی بات سے ہرٹ ہوئی ہے۔ وہ یہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی مگر سب اس کا پرابلم نہیں سمجھتے سب کے نزدیک یہ محض خودسری اور احساس کمتری ہے مگر شہوار اس کو اپنی انا اور عزت نفس کی حفاظت کہتی ہے۔"

"اوہ...... جب وہ راضی نہیں تو مجبوراً یہ تعلق کیوں باندھ رہی ہے مجھے نہیں لگتا کہ مصطفیٰ یا اس کی فیملی نے اسے مجبور کیا ہوگا؟"

"اس کے ساتھ کچھ ایسا پرابلم ہوا ہے کہ وہ مجبوراً سب کے فیصلے پر سر جھکانے پر مجبور ہے۔ جبکہ مصطفیٰ شہوار کے اس طرز عمل پر اسے بجائے جسٹی فائی کرنے کے مزید تنہا کر رہے ہیں۔" انا نے الجھے ہوئے الفاظ میں وضاحت کی تو ولید نے اسے بغور دیکھا۔

"اور وہ مجبوری کیا تھی؟"

"میں نہیں بتا سکتی۔" اس نے انکار کر دیا۔

"مصطفیٰ باخبر ہے؟" ولید نے اندازہ لگانا چاہا۔

"ہوں...... ان کی پوری فیملی باخبر ہے۔"

"تو پھر معاملہ کیا ہے؟"

"وہ خود کو ان لوگوں کے احسانات تلے دبا محسوس کرتی ہے وہ خود کو اس قدر اعلیٰ درجے کی عزت افزائی کے قابل نہیں سمجھتی۔ اس کا کہنا ہے کہ مصطفیٰ کو ایک سے بڑھ کر ایک اعلیٰ خاندان مالی ونسبی معیار کی لڑکی مل سکتی تھی۔" انا نے وضاحت کی تو ولید سارا معاملہ سمجھ گیا۔

"اوہ"

"اس نے مصطفیٰ سے بات کی تھی۔"

"ہوں' دونوں میں براہ راست بات ہوئی تھی مصطفیٰ شہوار کی فیلنگز سے اچھی طرح باخبر ہے۔ شہوار کی سوچ ہے کہ وہ ایک ملازمہ بن کر تو ان کے احسانات کا بدلہ چکانے کو تیار ہے مگر اس خاندان کی بہو بن کر اس کے لیے ان سب سے نظر ملانا بہت مشکل ہو جائے گا۔"

"کیا یہ لوگ بھی شہوار کو ملازمہ کے طور پر ٹریٹ کرتے ہیں؟"

"نہیں' ان لوگوں کا رویہ شہوار کے ساتھ اس قدر اچھا ہے کہ حد نہیں۔ بلکہ شہوار کی والدہ تابندہ بوا اس پوری حویلی کی کرتا دھرتا ہیں۔ یہ لوگ دونوں کو خاندان کی بیٹیاں کہتے ہیں یہ سب شہوار کو اپنی کزن کہہ کر متعارف کرواتے ہیں۔"

"جب ساری صورت حال بالکل صاف اور واضح ہے تو میں بھی یہی کہوں گا کہ شہوار کو اپنی سوچ بدلنی ہوگی جب یہ لوگ اسے ملازمہ کا درجہ نہیں دیتے تو خود کو وہ کیوں ڈی گریڈ کر رہی ہے۔ جب یہ اتنا اعلیٰ خاندان اسے اپنی بہو بنانے پر شرمندہ نہیں تو اسے چاہیے کہ وہ بھی اپنے تمام کمپلیکسز کو نظر انداز کردے۔ مصطفیٰ جیسا شخص کچھ بھی بغیر سوچے سمجھے نہیں کرتا۔"

بہت سمجھدار اور باشعور انسان ہے۔ یقیناً اس نے ہر پہلو سے متعلق سوچ کر ہی اس رشتے کے لیے ہامی بھری ہوگی۔ تمہیں چاہیے کہ اپنی دوست کو سمجھاؤ تاکہ میں مصطفیٰ کو سمجھاتا پھروں' مجھے تو وہ کہیں سے بھی غلط نہیں لگ رہا بلکہ شہوار کمپلیکسز کا شکار نظر آ رہی ہے۔" ولید کے اس قدر صاف اور تنقیدی انداز پر اس نے بہت برہمی سے اسے دیکھا۔

"ہاں آپ اپنے دوست کی فیور تو کریں گے ہی تاخود جو ایسے ہی ہیں' بے حس۔"

"میں کیا کہا تمہیں میں کہاں سے بے حس لگتا ہوں؟" ولید نے فوراً برا مانا تھا۔

"میرے پاس بہت سی مثالیں ہیں مگر اس وقت آپ کو کچھ بھی نہیں کہنا چاہتی۔" وہ خاصا برا مان کر بستر سے اترنے لگی تو ولید نے فوراً اس کا بازو تھاما۔

"رکو تو' میں نے اب ایسی کوئی بات نہیں کہہ دی کہ یوں خفا ہو جاؤ' ذرا میری بے حسی کی وضاحت تو کردو ورنہ مجھے ٹینشن ہی رہے گی کہ وہ کون سی مثالیں ہیں جو تمہیں ازبر ہیں اور مجھے علم نہیں۔"

"بس اب آپ مجھ سے بات نہیں کریں۔" وہ ایک دم موڈی ہوئی تھی۔ ولید کی گرفت سے اپنا بازو کھینچا تو ولید کی نگاہ اس کے ہاتھ پر ٹھہری۔

"مہندی لگا رکھی ہے زبردست۔" ولید نے ہاتھ پر گرفت مضبوط کر لی تھی وہ جو خفا سی ہو رہی تھی ایک دم ٹپٹا سی گئی۔ ولید اس کے ہاتھ پر لگی مہندی دیکھ رہا تھا۔ انا کو لگا کہ اس کا دل بس پسلیاں توڑ کر باہر آنے والا ہے۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمہارے ہاتھ اس قدر خوب صورت ہیں۔ مہندی تو بہت سوٹ کر رہی ہے زبردست۔" اس نے دوسرے ہاتھ کی طرف بھی نگاہ کی تو اس نے فوراً مٹھی بند کر کے پشت کی طرف ہاتھ کر لیا تھا۔

"چھوڑیں نا۔" ایک دم گھبرا کر ولید کی گرفت سے ہاتھ کھینچتے وہ فوراً بستر سے اتر گئی تھی۔ ولید نے ہاتھ کی تعریف کی تھی اس کا ذہن اسی بات پر الجھ گیا تھا۔ وہ رکے بغیر اپنے ہی جذبات پر ایک دم گھبراتے ہوئے کمرے سے باہر بھاگ گئی تھی۔

❀ ❀ ❀

شائستہ بھابی کے ماہر ہاتھوں نے اسے اس طرح سنوارا تھا کہ وہ دلہن کے روپ میں بہت حسین لگ رہی تھی۔ زیور کی آرائش اس نے صرف گلے' ہاتھوں اور کلائیوں کی حد تک رکھوائی تھی۔ باقی بندیا وغیرہ رہنے دی تھی۔ اس کے لمبے بالوں کو کوئی اسٹائل بنانے کے بجائے بھابی نے ویسے ہی مانگ نکال کر چٹیا گوندھ کر پھول سجا دیے تھے۔ اس کے ہاتھ پیروں پر مہندی کا بہت پیارا رنگ آیا تھا۔ اس نے زندگی میں فرسٹ ٹائم مہندی لگوائی تھی اور جی بھر کر رنگ آیا تھا۔

"ہائے شہوار! مہندی کا رنگ دیکھ کر لگتا ہے کہ تم سے مصطفیٰ بھائی بہت محبت کرتے ہیں۔" ماریہ تو اس کے ہاتھ پیروں پر ایک دم فدا ہو گئی تھی۔ اس وقت وہ مکمل طور پر دلہن بنی ہوئی تھی اور سبھی اسے سراہ رہی تھیں۔

"ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو؟" انا نے بھی دل کھول کر سراہا۔

"ظاہر ہے پیاری ہے تو پیاری ہی لگے گی۔" عائشہ نے جھک کر اس کی پیشانی چوم لی تھی۔ وہ اسے پہلے ہی خاصی پیاری تھی اب اور عزیز ہو گئی تھی۔

"بس مصطفیٰ کے سامنے لے جاتے ہوئے اتنی احتیاط کرنی ہے کہ اس کا گھونگٹ نکال دینا ورنہ رخصتی کی فرمائش کر دیں گے۔" لائبہ بھابی نے بھی چھیڑا۔

کچھ دیر بعد نکاح ہونے کا شور اٹھا تو شہوار نے انا کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا جبکہ روشانے کے سر میں درد ہو رہا تھا وہ دوپہر سے دوسرے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔

"میرے پاس بیٹھی رہو بس۔" وہ کہہ رہی تھی شائستہ بھابی نے اس پر چادر ڈال دی تھی۔

نکاح خواں نے باہر ہی نکاح پڑھوایا تھا مردوں میں۔ نکاح کا رجسٹر اس کے پاس لانے والوں میں عباس بھائی اور سجاد بھائی تھے۔ تابندہ بی قریب آ بیٹھی تھیں۔ باقی خواتین بھی ارد گرد تھیں۔

"ادھر دستخط کرنے ہیں۔" عباس بھائی نے اس کی گود میں رجسٹر رکھتے ہوئے ایک کونے میں انگلی رکھ کر اسے قلم تھمایا تھا۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے قلم تھام لیا تھا۔ آنکھوں میں ایک دم اس قدر آنسو آ ٹھہرے کہ اسے کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔

"شہوار بیٹا! سائن کرو۔" تابندہ بی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ چونکی۔ آنسو بے اختیار رجسٹر پر گرتے چلے گئے۔ عجیب غم زدہ سا ماحول تھا سبھی کی آنکھوں میں ایک دم آنسو آ ٹھہرے۔

"شہوار دستخط کرو بیٹا۔" تابندہ بی نے اسے دوبارہ پکارا تو وہ بے اختیار رو دی۔ عباس اور سجاد نے یک دوسرے کو دیکھا۔ عجیب سی سچویشن تھی ان کے اپنے دل نم آلود ہو رہے تھے۔

"شہوار... "ماں جی بھی پاس آ ٹھہریں تو شہوار نے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ کی اک ذرا سی جنبش سے اس کی پوری ہستی بدل جانے والی تھی۔

کل تک جو شہوار سکندر علی کہلاتی تھی ذرا سے دستخط کے بعد شہوار مصطفیٰ کہلائی جانے والی تھی۔ کیا وہ کبھی اس خاندان کے سامنے سر اٹھا کر جی سکے گی۔

"نہیں... نہیں... نہیں۔" اس کے اندر سے کوئی پرزور انداز میں چیخا تھا۔

"شہوار دستخط کرو۔" ماں جی کا ہاتھ اس کے سر پہ آ ٹھہرا تو اس کے آنسو بے اختیار بہتے چلے گئے۔

اس نے آہستہ سے اپنے ہاتھ کو جنبش دی سبھی خواتین اس کے ہاتھ کی حرکت کو دیکھ رہی تھیں۔ اس نے جیسے ہی قلم تھمایا کئی چہروں پر رونق آئی تھی۔ عباس بھائی نے صفحہ پلٹا تو اس نے پھر ہاتھ کو جنبش دی تھی۔ تب اگلا صفحہ پلٹا گیا اور پھر اگلا۔ اس کے بعد اس کے ہاتھ سے قلم گر گیا تھا۔ شہوار کو لگا وہ میلوں کا سفر طے کر کے آئی ہے وہ ایک دم نڈھال سی ہو گئی تھی۔

"مبارک ہو... مبارک ہو۔" ہر طرف آوازیں گونج رہی تھیں۔ تابندہ بی نے ایک دم اسے سینے سے لگا لیا۔

"دیکھ لو سکندر! میں نے اپنا وعدہ پورا کیا' میں نے تمہاری بیٹی کو اس کے اصل حقداروں تک لوٹا دیا ہے۔ دیکھ لو آج میری آزمائش ختم ہو گئی ہے۔ آج میں سرخرو ہوں۔" تابندہ بی کے اندر سے آہیں اٹھ رہی تھیں۔ سسکیاں تھیں... آنسو تھے... بین تھے... شہوار ان کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"شہوار... "اماں نے زبردستی روتی مچلتی شہوار کو تابندہ بی سے علیحدہ کیا تو شہوار یک دم اس کے بازوؤں میں ہی جھول گئی تھی۔

"شہوار..." وہ چیخی تھی۔

"شہوار..."

"شہوار۔" ہر کوئی پکار رہا تھا مگر وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

میرے رازِ دل

عتیقہ ملک

رنگ دکھلانے لگی ہیں اب عدو کی سازشیں
میرا ہمدم میرا ساتھی اب خفا ہونے لگا
تہمتیں دھرنے لگے ہیں اب وہ میرے نام پر
چاہتوں کا قرض کچھ ایسے ادا ہونے لگا

"مسز زیدی! آپ یقیناً بہت خوش ہیں کہ آپ نے اپنے اکلوتے بیٹے کی منگنی کی ہے مگر میں آپ کو یہ اطلاع دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ اپنی خوشیوں کی عمارت میرے خوابوں کے محل کو مسمار کرکے اس کے ملبے پر کھڑی کررہے ہیں اور میں آپ کو ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ ایمان جسے آپ اپنی متوقع بہو کے روپ میں دیکھ رہے ہیں' مجھ سے بہت محبت کرتی ہے اور میں بھی اسے بے پناہ چاہتا ہوں۔ ہم دونوں اپنی زندگی ایک ساتھ گزارنے کا عہد کرچکے ہیں اور اگر کوئی تیسرا فریق ہم دونوں کے درمیان آئے گا تو میں اسے چیونٹی کی طرح مسل کر رکھ دوں گا۔ میں اپنی محبت کی خاطر جان دینے کا حوصلہ بھی رکھتا ہوں اور جان لینے میں بھی عار محسوس نہیں کروں گا۔ اس لیے میرا آپ کو مشورہ ہے کہ میرے راستے سے ہٹ جائیے آپ کا بیٹا ایک ویل ایجوکیٹڈ اور ویل آف بزنس مین ہے' اس کے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں۔ ایمان کے علاوہ کوئی بھی اچھی سی لڑکی پسند کریں اور اس کی شادی کردیں' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ایمان کے ساتھ اپنے بیٹے کی منگنی کا جو ڈرامہ آپ نے کیا ہے اسے جلد از جلد ختم کردیں بصورت دیگر میں کوئی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہوجاؤں گا۔ اس صورت میں آپ اپنے اکلوتے بیٹے کو کھودیں گے اور آپ کے پاس صرف پچھتاوا رہ جائے گا۔

آپ کا خیر خواہ!"

منگنی کو صرف دو روز ہی گزرے تھے کہ مسز زیدی یہ خط لیے ان کے گھر آ پہنچی تھیں۔ ملازمہ کی زبانی ان کی آمد کا سن کر وہ ڈرائنگ روم میں انہیں سلام کرنے آرہی تھی' اندر داخل ہونے سے پہلے ان کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے ایک بات پر بھی یقین نہیں ہے لیکن پھر بھی میں نے سوچا کہ آپ لوگوں سے کم از کم ڈسکس تو کروں کہ یہ کون گھٹیا انسان ہے جو ایمان کی کردار کشی کرنے کے علاوہ ہمیں انتہائی قدم اٹھانے کی دھمکیاں بھی دے رہا ہے آخر اس کا سراغ لگانے کی کوشش تو کرنی چاہیے۔" اندر آتی ایمان کے قدم کسی انہونی کے احساس سے لڑکھڑانے لگے مگر چونکہ آنٹی کی نظر اس پر پڑ چکی تھی سو اس نے خود کو کمپوزر رکھتے ہوئے انہیں سلام کیا۔

"السلام علیکم آنٹی!"

"وعلیکم السلام! آؤ بیٹا ادھر میرے پاس بیٹھو۔" انہوں نے انتہائی محبت سے اسے اپنے پاس صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"آپا! آپ جانتی ہیں ہمارا لمیٹڈ ماحول ہے' ایمان کالج کے علاوہ کہیں آتی جاتی نہیں نہ ہی ہم نے اسے اتنی آزادی دے رکھی ہے کہ یوں کسی سے میل جول "

"استغفر اللہ! بہن میں نے کب کہا ہے کہ ایمان کا کسی سے رابطہ ہوگا یقیناً یہ سب کسی دشمن کی سازش ہے مگر اب اس بندے کا پتا تو چلے کہ یہ ہے کون؟" آنٹی زیدی امی کی بات کاٹ کر فوراً بیچ میں بول پڑی تھیں۔

"آنٹی' آپ کو پتا ہے ہمارے خاندان میں ہی کتنے لوگوں کو یہ رشتہ پسند نہیں آیا ہوسکتا ہے کہ کسی گھٹیا اور تھرڈ کلاس شخص کو یہ طریقہ سوجھا ہو۔" خط اب بھائی کے ہاتھ میں تھا اور

دھواں دھواں چہرے کے ساتھ آنٹی کو وضاحتیں دے رہا تھا۔

"ایمان! چائے بنا کر لاؤ۔" بھائی نے حتی الامکان نرمی سے کہا مگر اس کے سرد تاثرات ایمان کو ہلا گئے تھے وہ فوراً اٹھ کر باہر نکل گئی تھی اور دھڑکتے دل کے ساتھ اس نئی افتاد پر غور کرنے لگی۔

"کون ہے یہ جو اس قسم کے خطوط لکھ رہا ہے؟" آنٹی زیدی کے جاتے ہی بھائی خطرناک تیوروں کے ساتھ اس کی طرف بڑھا تھا۔

"اسد اسد یہ کیا کررہے ہو؟" امی تیزی سے ان کے درمیان آئی تھیں۔ "جوان بہن پر ہاتھ اٹھاؤ گے' سنا نہیں مسز زیدی کیا کہہ رہی تھیں کہ کوئی سازش "

"ہاں ہاں سازش ان کے سامنے میں نے بھی بھرم رکھنے کو کہہ دیا ورنہ دنیا جہان کی لڑکیوں کی منگنیاں ہوتی ہیں' اس کی انوکھی منگنی ہوئی ہے جو دنیا اس کے پیچھے سازش کرنے کو پڑ گئی۔ امی آپ ہٹیں مجھے اس سے پوچھنے دیں کہ کون ہے جس کے ساتھ عہد و پیمان کرکے یہ ہمارے منہ پر کالک مل رہی ہے۔"

"بھائی مجھے نہیں پتا' میں قسم کھاتی ہوں میں نہیں جانتی یہ سب کون کررہا ہے۔" کانپتے ہوئے اس نے حتی الامکان صفائی دینے کی کوشش کی تھی۔

"امی کوئی بات ضرور ہے کوئی یوں ہی نہیں سب کچھ لکھ رہا۔" اب وہ قدرے نرمی سے ماں کو سمجھا رہا تھا۔

کمرے میں آ کر وہ بہت دیر تک اپنی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی اگرچہ بھائی کے سامنے وہ انکار کرتی آ گئی تھی مگر یہ سلسلہ کہاں سے شروع ہوا تھا یہ تو وہ جانتی تھی مگر اب کہاں جا کر ختم ہوگا اس سے واقف نہ تھی۔ آنے والے وقت کا تصور اسے دہلا رہا تھا مگر کچھ ایسا بھی تھا جس سے وہ مکمل طور پر بے خبر تھی جو اس کے وہم و گمان کا حصہ نہیں بن سکتا تھا۔

❁ ✧ ❁

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے بھئی کون سے ماں باپ ہیں جو اپنے جگر کا ٹکڑا پردیس بھیج کر سکھ کی نیند سوتے ہوں گے بہرحال یہ بھی درست ہے کہ مجھ سے زیادہ تمہاری ماما کو تمہاری آمد کا انتظار ہے' دراصل تمہاری آمد کے ساتھ ہی وہ ایک چاند سی بہو بھی اپنے آنگن میں لانے کے دن گن رہی ہیں۔" مسز زیدی لان میں جائے نماز بچھائے نماز پڑھ رہی تھیں جب زیدی صاحب فون پر باتیں کرتے ہوئے اس طرف آتے دکھائی دیے۔ مسز زیدی نے دعا مختصر کی اور جلدی سے اٹھ کر کارڈلیس ان کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

"بس بیٹا! اب بہت پڑھ لیا' بہت گھوم پھر لیے اب مجھ میں اس سے زیادہ انتظار کا حوصلہ نہیں ہے۔" سلام دعا کے بعد وہ بے چینی سے شروع ہوگئیں' جانتی تھیں کہ نبیل سیاحت کا دیوانہ ہے۔ پہلے بھی کئی مرتبہ وہ سمسٹر کے اختتام پر کسی نہ کسی ملک کی سیر کے لیے نکل جاتا تھا جب کہ مسز زیدی کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ اس دوران پاکستان کا چکر لگائے اب تو وہ اس کی واپسی کے دن گن رہی تھیں' سو فوراً پیش بندی کرنے میں لگ گئیں۔

"بس ماما ایک دو روز میں ٹکٹ کروا کر آپ کو انفارم کرتا ہوں ویسے سچ بتائیں کیا پاپا ٹھیک کہہ رہے ہیں ایک چاند سی خاتون کے بارے میں۔" وہ شرارت سے کہتے کہتے رک گیا۔

"ارے بیٹا ان کا بس چلے تو تمہیں ایئرپورٹ سے میرج ہال لے جائیں۔" کارڈلیس ایک مرتبہ پھر زیدی صاحب نے اچک لیا تھا۔

"یقیناً تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔"

"اب بھلا ماما کہہ رہی ہیں تو میں ان کی بات کیسے ٹال سکتا ہوں؟" اس نے شرارت سے کہتے گویا سرنڈر کردیا تھا۔

❁ ✧ ❁

"مسز زیدی دو تین روز سے کلب نہیں آرہیں؟" جاگنگ ٹریک پر مسز وسیم نے مسز آصف کے ساتھ چلتے ہوئے یونہی پوچھا تھا۔

"بھئی وہ آج کل بہت بزی ہیں ان کا اکلوتا بیٹا لندن

سے واپس آرہا ہے۔ بہت خوش ہیں ایک تو اکلوتا بیٹا تعلیم مکمل کر کے واپس آرہا ہے اور وہ بھی گوریوں کے دیس سے اکیلا آج کل ہی کے لیے لڑکیاں تاڑتی پھر رہی ہیں۔"

"ارے واقعی؟" مسز وسیم کی دلچسپی بڑھ گئی۔

"کہہ رہی تھیں کہ باپ کے ساتھ مل کر کوئی نیا بزنس اسٹارٹ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے مگر بزنس تو سیٹ ہوتا رہے گا اس کے واپس آتے ہی سب سے پہلا کام اس کے سر پر سہرا سجانے کا کروں گی۔ جواڑ کی مسز زیدی کی بہو بنے گی بہت لکی ہوگی' کروڑوں کے بزنس کا اکلوتا وارث' ماشاء اللہ اتنا ہینڈسم اور اتنا سلجھا ہوا پچھلے سال جب آیا تھا تو میری ایک دو مرتبہ آتے جاتے ملاقات ہوئی تھی نہایت عاجزی اور انکساری سے ملتا ہے۔" مسز آصف کی باتیں سنتے ہوئے مسز وسیم پر سوچوں کے نئے در وا ہو رہے تھے۔

❁ ✥ ❁

"ایکسکیوزمی!" وہ سیکنڈ فلور کے گراؤنڈ پر ٹہل ٹہل کر جرنلزم کے نوٹس کے رٹے مار رہی تھی جب ایک آواز پر چونک کر دیکھا تھا' سانولے کمپلیکشن کی تقریباً اسی کی عمر کی لڑکی اس سے مخاطب تھی' چہرے پر خوش گوار تاثرات لیے انداز خاصہ دوستانہ تھا۔

"جی کہیے!" وہ بھی چہرے پر خیر مقدمی کے تاثر لیے چند قدم اس کی طرف بڑھ گئی مگر بہرحال درمیان میں گلی کی کچھ فاصلہ پھر بھی قائم رہا۔

"آپ کے فلور پر بال آگری تھی' میں نے دو بچوں کو لینے بھیجا تھا۔" وہ چھت کی منڈیر پر ہاتھ رکھے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں ابھی آئے تو تھے میرا خیال ہے مین گیٹ سے نکل گئے ہیں۔" ایمان نے ایک پل کو سوچ کر بتایا تھا۔

"ہم لوگ چوہدری انکل کے گھر میں کرائے دار ہیں چند دن پہلے ہی شفٹ ہوئے ہیں۔" لڑکی کا ارادہ کچھ گپ شپ کا تھا' سو اپنی جگہ پر جمی کھڑی تھی۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" ایمان نے مسکرا کر استفسار کیا۔

"نیلوفر!" اس نے مسکرا کر بتایا تھا۔

"مجھے ایمان کہتے ہیں۔" جواباً ایمان نے بھی تعارف کروایا تھا۔

❁ ✥ ❁

"ہیلو مام!" لان میں بیٹھ کر چائے پیتے ہوئے وہ شام کی ٹھنڈی ہوا سے لطف اندوز ہو رہی تھیں جب نائلہ تیار ہو کر نکلی تھی۔

"کہاں کی تیاری ہے بھئی؟" انہوں نے خاصی توجہ سے اسے دیکھا تھا۔

"مام میں ذرا اپنی فرینڈز کی طرف جا رہی ہوں۔" اس نے گاڑی کی چابی گھماتے ہوئے بتایا تھا۔

"اچھا بیٹھو مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

"او کے مام! مگر میرے پاس تھوڑا سا ٹائم ہے۔"

"نبیل پاکستان آچکا ہے۔" انہوں نے اطلاع دی۔

"واٹ...... کب ماما؟" دونوں ماں بیٹی اس موضوع پر پہلے ہی بات چیت کر چکی تھیں۔

"اسی ہفتے آیا ہے۔"

"واؤ ماما آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" اس نے خاصے اشتیاق کے ساتھ گلہ کیا تھا۔

"تم ہاتھ لگو تب نا' اس سے خاص بات یہ کہ مسز زیدی اس کے سر پر سہرا سجانا چاہتی ہیں جلد از جلد۔"

"مام آپ بھی نا آپ نے بھی آنٹی زیدی سے بات نہیں رکھی اب بھی دیکھیں وہ کب سے پاکستان آیا ہوا ہے اور میری اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔" وہ کچھ مایوسیت سے کہہ رہی تھی۔

"ملاقات کون سا مشکل ہے میں سوچ رہی ہوں اگلے مہینے تمہاری سالگرہ کا فنکشن ارینج کرتی ہوں۔" مسز وسیم نے پر سوچ انداز میں کہا تھا۔

"بس تم ذرا خود کو پالش کرو۔"

"مگر مام میری سالگرہ تو ستمبر میں" ماں کی تنبیہی نظروں پر وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

❁ ✥ ❁

چند ہی دنوں میں ایمان اور نیلوفر کی اچھی خاصی فرینڈ

شپ ہو گئی تھی۔ نیلوفر نے بتایا تھا کہ ان کا گھر چند گلیاں چھوڑ کر ہے مگر گھر میں کنسٹرکشن کی وجہ سے وہ لوگ صرف دو ماہ کے لیے اس گھر میں آئے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے گھر تو نہیں جاتی تھیں مگر دیوار پر کھڑے ہو کر ڈھیروں باتیں کرتی تھیں۔

"یہ جو سامنے والی ثمن آنٹی ہیں ہمارے گھر میلاد کی دعوت دینے آئی تھیں مجھے بہت اچھی خاتون لگیں۔" نیلوفر نے اسے بتاتے ہوئے ثمن آنٹی پر کمنٹس پاس کیے تھے۔

"تم جاؤ گی؟" ایمان پوچھ رہی تھی۔

"آف کورس تم بھی میرے ساتھ چلنا۔" نیلوفر نے آفر دی۔

"ٹھیک ہے امی سے پوچھوں گی۔" ایمان نے سر ہلاتے ہوئے پروگرام سے آگاہ کیا تھا۔

❁ ✥ ❁

"بیگم صاحبہ! مسز وسیم آپ سے ملنے آئی ہیں۔" نوکر نے لاؤنج میں آ کر بتایا۔ مسز زیدی جو نبیل کا سر گود میں رکھے اس سے باتیں کر رہی تھیں چونک گئیں۔

"بھئی ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔" وہ فوراً اٹھتے ہوئے بولی تھیں تبھی لاؤنج کے دروازے پر مسز وسیم نمودار ہوئیں ان کے ساتھ ان کی بیٹی نائلہ وسیم بھی تھی۔

"بھئی ہم کوئی مہمان تھوڑی ہیں جو ڈرائنگ روم میں بیٹھیں گے۔" مسز وسیم خوش دلی سے مسز زیدی کے گلے لگتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ "ادھر قریب ہی گاڑی خراب ہو گئی تھی تو میں نے نائلہ سے کہا جب تک ڈرائیور مکینک کا بندوبست کرتا ہے' تمہاری خیریت پوچھ لیتے ہیں' کتنے دنوں سے نظر نہیں آئیں۔" مسز وسیم نے اچانک آمد کی وجہ بتائی۔

"ارے نبیل بیٹا آپ کب آئے؟" مسز وسیم نے یوں پوچھا جیسے نبیل کی آمد اور موجودگی سے قطعی بے خبر تھیں۔

"السلام علیکم آنٹی! بس چند روز پہلے ہی لوٹا ہوں۔ آپ بیٹھیں نا۔" وہ دونوں ماں بیٹی آگے بڑھ کر صوفوں پر براجمان ہوئیں تو مسز زیدی بھی ان کے سامنے بیٹھ گئیں جب کہ نبیل ان سے قدرے فاصلے پر میچ دیکھنے میں مگن ہو گیا۔ مسز زیدی نبیل کی آمد کے بعد پیدا ہونے والی مصروفیات کا ذکر کرنے لگیں۔

"نائلہ بیٹا! آپ نبیل کے پاس جا کر بیٹھو۔" نائلہ چونکہ بار بار پہلو بدل رہی تھی سو اس کی بے زاری محسوس کر کے مسز زیدی نے کہا۔

مسز زیدی کے کہنے پر وہ مسکرا کر فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کر رہی۔" وہ نبیل کے پاس بیٹھنے سے پہلے صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگی۔

"ارے نہیں بیٹھیں پلیز۔" وہ ذرا سنبھل کر بیٹھ گیا مگر نظریں ابھی بھی ٹی وی اسکرین پر جمی تھیں۔

"آپ کو کرکٹ سے بہت دلچسپی ہے؟" نائلہ نے اس کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"آپ کو نہیں ہے؟" وہ سادگی سے پوچھ رہا تھا۔

"آں مجھے ذہن پر زور ڈالنا پڑتا ہے کہ کرکٹ اور ہاکی میں کیا فرق ہے' کرکٹ بیٹ سے کھیلی جاتی ہے اور ہاکی ہاکی سے کرکٹ کے ہیرو عمران خان اور ہاکی کے جان شیر خان۔" یہ حقیقت تھی کہ گیمز کے معاملے میں اس کی انفارمیشن اور دلچسپی بالکل صفر تھی' نبیل نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر حیرت سے اس کی تفصیلات سنیں اور آخری بات پر زور سے ہنس پڑا۔

"خدارا جان شیر خان کی اتنی انسلٹ تو مت کریں۔" اب وہ دلچسپی سے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ "خیر ہر فیلڈ میں آپ کی انفارمیشن اتنی پرفیکٹ ہوتی ہے یا صرف گیمز کی حد تک۔" وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا اس کی دوستانہ طبیعت سے نائلہ کو لگا کہ اس کا ٹارگٹ اتنا مشکل نہیں ہے۔

"میں تو یونہی مذاق کر رہی تھی' دراصل مجھے گیمز سے اتنی دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں انڈیا پاکستان کا میچ ہو تو کسی سے پوچھ لیتی ہوں' کون جیتا کون ہارا۔" اس نے فوراً ہی پینترا بدل کر قدرے سنجیدگی سے وضاحت کی مگر نبیل کے چہرے پر ابھی بھی مسکراہٹ بجی تھی۔

"ایبی وے آپ سنائیں کیا کچھ کر کے آئے ہیں اور مستقبل میں کیا ارادہ رکھتے ہیں؟" اس نے دوستانہ انداز میں موضوع بدلا تو نبیل نے ریموٹ اٹھا کر آواز ٹی وی کی آواز بند کردی۔

❁ ❖ ❁

اس نے گرل سے چوہدری انکل کے گھر کتنی ہی دفع جھانکا مگر نیلوفر کہیں نظر نہیں آرہی تھی بالآخر اندر آ کر اس نے ان کے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔

"کہاں ہو نیلوفر! ثمن آنٹی کے گھر نہیں چلنا ہے کیا؟" فون پر دوسری طرف نیلوفر ہی تھی۔

"ہاں یار میں بالکل تیار ہوں' ایسا کرو ہمارے گھر آجاؤ ادھر ہی سے چلے جائیں گے۔"

"اوکے میں آرہی ہوں۔" اس نے فون رکھتے ہوئے کہا۔

سفید شیفون جارجٹ کا ہلکی سی لیمر ایمبرائیڈری والا سوٹ پہنے ہاتھوں میں گجرے ڈالے اس نے اپنی تیاری پر تنقیدی نگاہ ڈالی اور بیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھالیا۔

"بھئی چلیں!" لاؤنج میں اسد اسی کے انتظار میں ٹی وی کے چینل چینج کررہا تھا' سو فوراً اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ گیٹ کی بیل بجا کر اس نے ذرا سا دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے ہی نیلوفر اپنے بالوں کو سلجھانے میں مصروف تھی' وہ اسد کو جانے کا اشارہ کرکے اندر آ گئی۔

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ بالکل تیار ہو۔" اس نے نیلوفر کو دیکھ کر منہ بنایا۔

"تیار تو ہوں بس بال سبھال لوں۔" اس نے وضاحت دی۔ "اور تم یہاں کیوں بیٹھ رہی ہو اندر چلو۔"

"تم تیار ہو کر آجاؤ میں تب تک یہیں بیٹھتی ہوں۔" وہ کرسیوں کو چھوڑ کر قریب ہی جامن کے درخت کے پاس لگے جھولے پر بیٹھ گئی۔ چوہدری انکل کے گھر کا باغیچہ اسے بے حد پسند تھا' جامن اور بادام کے درخت اور رنگا رنگ بہار دکھاتے پودوں کو اکثر جھانک کر دیکھتے ہوئے وہ اپنی نظروں کو تر و تازگی پہنچاتی تھی۔ نیلوفر عجلت میں اندر کی طرف بڑھ گئی جب کہ وہ مزے سے ہلکے ہلکے جھولے لینے لگی' ماحول کی خوب صورتی کو دل میں اتارتے ہوئے آنکھیں بھی تقریباً بند ہوچکی تھیں۔

"یاخدا میں کیا راستہ بھول کر کوہ قاف میں آ گیا ہوں؟" ایک مردانہ آواز پر اس نے چونک کر آنکھیں کھولی تھیں' گیٹ نیم وا تھا' وہ کون تھا کس وقت اندر آیا اسے خبر نہیں ہوئی تھی' دو پرتپش سی نظریں شوخی سے اس پر مرکوز تھیں۔

"دیکھو ایمان یہ دوپٹہ اس سوٹ پر ۔۔۔" نیلوفر تیز تیز بولتی ہوئی اندر سے برآمد ہوئی تھی۔ "ارے سکندر بھائی آپ آگئے' اچھا ہے بھابی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ آرام کررہی ہیں' گھر کا خیال رکھیے گا۔" نیلوفر سامنے کھڑے سکندر کو دیکھ کر چونکی اور پھر ہدایات دینے لگی۔

"چلو ایمان! میرا یہ دوپٹہ کیسا لگ رہا ہے اس سوٹ کے اوپر صحیح تو لگ رہا ہے نا۔" نیلوفر نے مشورہ لیتے ہوئے قدم بڑھائے تو ایمان نے بھی اس کی تقلید کی' جبکہ وہ وہیں کھڑا بغور انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

❁ ❖ ❁

"ملک صاحب ہمیں ڈیڑھ گھنٹے کا سفر طے کرکے ابھی گھر بھی پہنچنا ہے اور موسم کے آثار بھی کچھ اچھے نہیں لگ رہے۔" زیدی صاحب نے شگفتگی سے کہتے ہوئے ملک عارف سے ایک بار پھر اجازت چاہی جوان کی گاڑی کے شیشے پر جھکے محو گفتگو تھے۔

زیدی صاحب اپنی وائف کے ساتھ اپنے جگری دوست ملک عارف کے گاؤں ان کی بیوی کی مزاج پرسی کے لیے آئے تھے' انہیں پچھلے مہینے عارضہ قلب کے باعث اسپتال میں ایڈمٹ ہونا پڑا تھا۔

"اچھا جی اجازت! لیکن آپ لوگ رک جاتے تو اچھا تھا' کیوں بھابی!" چلتے چلتے انہوں نے پھر رکنے کی دعوت دی تھی۔

"ایک تو آپ دوستوں کی باتیں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتیں۔" مسز زیدی نے ایک نظر بدلتے ہوئے موسم پر ڈالتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔

ہوا میں ناسی تیزی آ گئی تھی اور بادلوں کے ٹکڑے بھی ادھر ادھر حرکت کرتے دکھائی دے رہے تھے مگر موسم اس قدر شدت اختیار کرجائے گا اس کی قطعی امید نہ تھی۔ شہر پہنچتے تک ہوا کی تیزی طوفان میں بدل گئی اور بجلی کی کڑک الگ دل دہلا رہی تھی۔ زیدی صاحب نے گاڑی کی اسپیڈ بڑھائی مگر تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد گاڑی اچانک بند ہوگئی۔ دو تین مرتبہ اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی مگر انجن غرا کر خاموش ہوگیا۔ شدید طوفان کے باوجود انہوں نے اتر کر گاڑی کا بونٹ کھولا مگر سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا مسئلہ ہے۔

"ایکسکیوز می انکل! کیا پرابلم ہے' میں آپ کی کوئی مدد کرسکتا ہوں؟" پانی میں شرابور ایک جوان نے بائیک سے اتر کر ان سے پوچھا اور سامنے موجود گھر کی بیل بھی بجائی تھی۔

"بیٹا وہ گاڑی دراصل ۔۔۔"

"میرا خیال ہے آپ کی گاڑی خراب ہوگئی ہے' بہتر یہی ہوگا کہ آپ اسے یہیں لاک کردیں اور چل کر اندر بیٹھیں جونہی موسم ٹھیک ہوگا مکینک کو بلالیں گے۔" گیٹ کھلتے دیکھ کر اس نے تیزی سے ان کی بات کاٹ کر جو مشورہ دیا تھا وہ یقیناً اسی گھر کا مکین تھا' تبھی انہیں اندر آنے کی دعوت دے رہا تھا۔ زیدی صاحب کے پاس اس کی بات پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

"پلیز بیٹھیں!" وہ انہیں اپنی ہمراہی میں اندر لے آیا تھا تبھی کچن سے ایک نفیس سی خاتون برآمد ہوئی تھیں' وہ خوش شگفتگی سے سلام دعا کرنے لگیں۔

"انکل! میرا نام اسد ہے اور یہ میری مدر ہیں۔" اس نے تعارف کرایا تھا۔

"مسٹر اینڈ مسز شکیل زیدی!" زیدی صاحب نے مسکرا کر اپنے بارے میں بتایا۔

"میں ذرا چینج کر کے آتا ہوں۔" کچھ دیر بعد ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی واپسی تک اسد کی ماں تسنیم بیگم چائے سرو کرنے کے ساتھ انہیں کمپنی دینے لگیں۔ زیدی صاحب اور ان کی بیگم کو اس فیملی کے اخلاق نے ازحد متاثر کیا تھا۔ تسنیم بیگم گرلز کالج میں لیکچرر تھیں جب کہ اسد ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کررہا تھا۔ بیٹی ایمان گریجویشن کی اسٹوڈنٹ تھی' سلام کرکے غائب ہوئی تو پھر اس کی شکل نظر نہیں آئی تھی۔

"آپ کے میاں کہاں ہوتے ہیں؟"

"جہاں جا کر کوئی واپس نہیں آتا' ایمان اور اسد بہت چھوٹے تھے جب ٹریفک ایکسیڈنٹ میں وہ ہمیں چھوڑ گئے۔" تسنیم بیگم کے بتانے پر وہ دونوں ان کے ہمت اور حوصلے کے دل سے قائل ہوگئے۔

موسم کچھ بہتر ہوا تو اسد ایک مکینک کو بلا لایا تھا' گاڑی ٹھیک ہونے کے باوجود ماں بیٹے نے انہیں ڈنر پر روک لیا اور انہیں بھی انکار کرنا مناسب نہیں لگا۔

"ایمان بیٹا! بابا جان سے پوچھو کھانا کمرے میں بھجوادوں یا ہمارے ساتھ کھائیں گے؟" ایمان باہر نکلی تو ٹیبل پر ملازمہ کے ساتھ کھانا لگاتی تسنیم بیگم نے بیٹی کو آواز لگائی تھی وہ سر ہلا کر واپس مڑ گئی۔

"ہم آپ کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔" تھوڑی دیر میں چہکتی ہوئی ایمان ایک وہیل چیئر دھکیلتی ہوئی باہر نکلی جس پر ایک باریش بزرگ براجمان تھے۔

"یہ ہمارے دادا جان ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ان کے دائیں حصے پر فالج کا اٹیک ہوا تھا' علاج سے کچھ بہتری تو ہوئی لیکن چلنا پھرنا ان کے لیے خاصا مشکل ہے۔" اسد نے مختصراً تعارف کرایا تھا۔

"ایمان بیٹا! تم کھانا کھاؤ میں بابا جان کو دیکھ لیتی ہوں۔" سب کے سامنے ڈشز رکھتی تسنیم بیگم نے ایمان سے کہہ کر بابا جان کے قریب چیئر سنبھالی تھی' سب نے کھانا شروع کیا مگر وہ خود کھانے کے بجائے نوالے توڑ توڑ کر ان کے منہ میں ڈال رہی تھیں گویا وہ کوئی ننھے بچے ہوں۔

ان کے رویے سے مسٹر اور مسز زیدی خاصے متاثر تھے۔

"امی آپ کھانا کھائیں۔" ایمان نے کھانے سے ہاتھ کھینچ کر ماں کے ہاتھ سے پلیٹ لی اور بابا جان کو کھانا

کھلانے کی ڈیوٹی سنبھال لی۔ سب لوگ کھانا کھا چکے تھے۔ مسٹر اور مسز زیدی کچھ دیر مزید بیٹھے اور پھر اجازت طلب کی۔ زیدی صاحب کو اس فیملی کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔

"نبیل کی آمد کی خوشی میں جو فنکشن کرنا ہے اس میں ان لوگوں کو ضرور انوائٹ کرنا۔" گاڑی میں بیٹھتے ہوئے انہوں نے بیگم سے اظہار خیال کیا تو انہوں نے بھی مسکرا کر تائید کی۔

❁ ❖ ❁
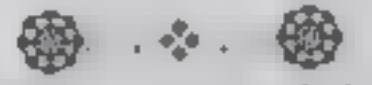
"ایمی ... ایمی کہاں غائب ہو بھئی؟" کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے اس نے نیلوفر کی آواز سنی اور تیزی سے باہر کی طرف بھاگی تھی۔

"دو مرتبہ چھت پر چڑھ کر تمہیں تلاش کر چکی ہوں بلاآخر آواز ہی دے ڈالی کہ پتا تو چلے محترمہ صبح سے کہاں غائب ہیں۔" نیلوفر منڈیر پر ہونٹ لٹکائے اس سے مخاطب تھی۔

"یار وہ آج کل پھر دسمبر کے ایگزامز چل رہے ہیں تو اسی کی تیاری کر رہی تھی۔" ایمان نے بتایا۔

"پھر تو میں نے تمہیں ڈسٹرب کر دیا۔"

"بالکل نہیں تم سناؤ سارا دن کیا کرتی رہیں۔"

"ہماری چھوٹی پھپھو اوکاڑہ میں رہتی ہیں ان کے بیٹے کی شادی ہے۔ بھابی تو شاید نہ جائیں ان کی وجہ سے امی بھی رک گئی ہیں میں اور بڑے بھیا جائیں گے۔ اس کی تیاری کر رہی ہوں کچھ شاپنگ کا بھی پروگرام ہے۔" نیلوفر نے اپنی مصروفیات سے آگاہ کیا۔

"کتنے دن کے لیے جاؤ گی، جلدی واپس آجانا۔" ایمان نے پوچھتے ہوئے جلدی آنے کا بھی کہہ دیا تھا۔

❁ ❖ ❁
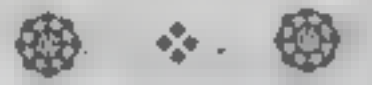
وسیم ولا روشنیوں سے بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ مسز وسیم نے نائلہ کی سالگرہ کا اہتمام خاصے وسیع پیمانے پر کیا تھا، مہمانوں کی آمد شروع ہوتے ہی نائلہ نے آنٹی زیدی کے گھر فون کر ڈالا جو اتفاق سے نبیل نے ریسو کیا تھا۔

"آپ ابھی تک گھر پر ہیں آ نہیں رہے؟" نائلہ نے فوراً ہی بے تابی سے پوچھا۔

"وہ ... میں ... دراصل ..." وہ اس کے اس قدر استحقاق سے پوچھنے پر گڑبڑا گیا تھا۔

"میں آپ کا ور انتظار کا ویٹ کر رہی ہوں۔" نبیل کی بہن سے بھی تھوڑی بہت ہیلو ہائے تھی سو اس نے مروتاً اس کو بھی گھسیٹا۔

"دراصل وہ آج دن میں میری کچھ مصروفیت ..."

"میں دن کی بات نہیں کر رہی جناب! میں ابھی کا کہہ رہی ہوں۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ لوگوں کو بھیج کر آپ کو بلواؤں آپ خود ہی تشریف لے آئیں۔" اس نے خاصے مان بھرے انداز میں دھمکی دی تھی۔

"اوہ تو آپ میں یہ خوبیاں بھی ہیں۔" وہ خاصا محظوظ ہوا تھا۔

"ہماری خوبیوں کے بارے میں آپ کو کیا پتا؟ بہرحال زیادہ ڈرنے کی ضرورت نہیں خود سے آجائیں گے تو کچھ نہیں کہا جائے گا۔"

نائلہ کے ساتھ ساتھ مسز وسیم کو بھی نبیل کی آمد کا بے چینی سے انتظار تھا، ان کی نگاہیں بار بار ستائشی انداز میں نائلہ کی طرف اٹھ رہی تھیں جو باریک نیٹ کے سفید فراک میں ہلکے میک اپ کے ساتھ کوئی پری لگ رہی تھی۔ جیسے ہی مسز زیدی کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی، مسز وسیم اور نائلہ اپنے اپنے مہمانوں کو چھوڑ کر ان کے استقبال کے لیے بڑھی تھیں۔

"لگتا ہے فنکشن کے چیف گیسٹ اب آئے ہیں۔" مسز صفدر کی نند رازدارانہ انداز میں کہہ رہی تھیں۔

☆☆☆

"نسیم دیکھنا دروازے پر کون ہے؟" بیل بجی تو اس نے ڈسٹنگ کرتی ملازمہ کو آواز دی تھی۔

"جی بی بی جی! دیکھتی ہوں۔" نسیم نے ہاتھ میں پکڑا کپڑا ایک طرف رکھا۔

"اوہ تو محترمہ سگھڑ صاحبہ کچن میں گھسی ہیں۔" نیلوفر کی آواز پر وہ چونک کر مڑی تھی۔

"نیلی تم ..." خوش گوار حیرت کے ساتھ ایمان نے گلے لگایا تھا۔

"آؤ باہر بیٹھتے ہیں۔" وہ اسے لے کر کچن سے باہر نکلی تو برابر صوفے پر سکندر کو موجود پایا، مروتاً میں سلام کیا تو اس نے جواباً ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا تھا تبھی بابا جان کے آواز دینے پر اسد ان کے کمرے کی طرف معذرت کرتا چلا گیا۔

"کیا حال ہیں ایمان!" بے تکلف لہجہ اور پرتپش نظریں، وہ کنفیوژ ہونے لگی تھی، جب ہی تسنیم بیگم اپنے کمرے سے برآمد ہوئی تھیں۔

"ارے نیلو بیٹی آئی ہے؟" انہوں نے خیر مقدمی مسکراہٹ چہرے پر سجائی تھی۔

"آنٹی، یہ میرے بھائی ہیں سکندر۔" سکندر نے کھڑے ہو کر سلام کیا تو نیلوفر نے اس کا تعارف کرایا۔

"نیلی ہم اندر کمرے میں بیٹھتے ہیں۔ نسیم ہماری چائے کمرے میں دے جانا۔" اس نے اندر کی طرف جاتے ہوئے ملازمہ کو ہدایت دی تھی۔

❁ ❖ ❁

نائلہ چند ثانیے بیگز اٹھائے اپنی گاڑی کی طرف بڑھی تھی جہاں اس کا ڈرائیور اس کا منتظر تھا۔ مگر اگلے لمحے اس کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں بنا سوچے سمجھے اس نے ہاتھ ہلا دیا تھا۔ نبیل کی گاڑی چند قدم آگے جا کر ریورس ہوئی اور اس کے قریب آن رکی۔

"خیریت میم!" گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے وہ خاصی بے تکلفی سے پوچھ رہا تھا۔

"ڈرائیور نے مجھے پک کرنا تھا مگر پتا نہیں کہاں غائب ہو گیا ہے اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو مجھے ڈراپ کر دیں؟"

"ہاں کیوں نہیں۔" اس نے فرنٹ ڈور کھول کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ نائلہ بے تکلفی سے اس کے برابر آن بیٹھی اور خود پر انتہائی تھکن طاری کرتے ہوئے سیٹ کی بیک سے سر ٹکا لیا۔

"لگتا ہے آج آپ نے خوب شاپنگ کی ہے؟" اس کے انداز کو دیکھتے ہوئے نبیل نے پوچھا تھا۔

"اُف مت پوچھیں تھکن اور بھوک سے برا حال ہے گھوم گھوم کر حلق خشک ہو رہا ہے۔"

"چلیں پھر آپ کو کچھ کھلاتے ہیں۔" اگرچہ وہ لنچ کرنے گھر جا رہا تھا مگر اتنا بھی بے مروت نہیں تھا کہ اس کی بھوک پیاس کی دہائی کو نظر انداز کر دیتا سو ایک ریسٹورنٹ کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ دوسری طرف شاپنگ مال کے باہر کھڑا اس کا ڈرائیور حیران پریشان کھڑا تھا۔

کچھ دیر بعد نائلہ کو ڈرائیور خیال آیا تو وہ موبائل ہاتھ میں پکڑے واش روم کا بہانہ کر کے اٹھی تاکہ اسے گھر جانے کا کہہ دے۔

اس کی برتھ ڈے کے اگلے ہفتے زیدی فیملی نے نبیل کے آنے کی خوشی میں ایک گرینڈ فنکشن کیا تھا یقیناً اس کے پس پردہ مقصد یہ تھا کہ نبیل اپنے لیے لڑکی منتخب کرے اور نائلہ کو یقین ہو چلا تھا کہ وہ ان کی گڈبکس میں تو آ ہی چکی ہے اب ٹاپ لسٹ پر آنا باقی ہے مگر اس کے بعد نبیل سے کوئی رابطہ نہیں ہو سکا تھا اور روز روز خود سے منہ اٹھائے ٹھیک بھی نہ تھا ورنہ ہی وہ خود کو اس حد تک گرا سکتی تھی آج خوش قسمتی سے تقدیر نے اسے یہ موقع فراہم کر دیا تھا اسے نبیل کی آنکھوں میں دوستی اور خلوص کا رنگ تو نظر آتا تھا مگر جو رنگ وہ دیکھنے کی متمنی تھی وہ فی الحال مفقود تھا اور اس کے لیے اسے کچھ جدوجہد کرنا پڑ رہی تھی۔

کھانے کے دوران ہی اس نے الحمرا میں پینٹنگ کی نمائش کا ذکر چھیڑ دیا کہ نبیل کی آرٹ سے متعلق دلچسپی کا تو وہ سن ہی چکی تھی۔ خود گریجویشن میں فائن آرٹ سبجیکٹ ہونے کی وجہ سے اسے کچھ شدبد بھی تھی پرسنل نمبر کا تبادلہ کرتے ہوئے وہ نمائش اکٹھے دیکھنے کا وعدہ کر کے اٹھے تھے یوں آئندہ باہر ملنے کا سلسلہ بھی ہو گیا تھا۔

❁ ❖ ❁

"ایمان بی بی وہ سکندر صاحب ہیں نا وہ مجھ سے آپ کا

نمبر مانگ رہے تھے۔" نسیم نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا تو ایمان کے چھکے چھوٹ گئے۔

"میرا نمبر؟" اس نے پریشانی سے نسیم کی شکل دیکھی تھی۔ "تم انہیں کیسے جانتی ہو؟"

"جی میں چند مہینے پہلے ان کے گھر میں کام کرتی تھی۔" ملازمہ نے وضاحت دی۔

"تم نے انہیں بتایا نہیں کہ میرے پاس موبائل نہیں ہے۔"

"وہ جی بتایا تھا مگر وہ مصر ہیں نیلم کی بات پر ایمان کے چہرے پر شکستوں کے کئی جال بن گئے تھے۔

"امی میرا خیال ہے آپ کا وہاں جانا بالکل فضول ہے۔" اسد بیڈ پر نیم دراز ماں کو تیار ہوتے دیکھ کر قدرے ناگواری سے کہہ رہا تھا۔

"اسد کیوں فضول بات کر رہے ہو؟ اتنے خلوص سے بیگم زیدی خود انوائٹ کرنے آئی تھیں اب نہیں جائیں گے تو انہیں کتنا برا محسوس ہوگا۔"

"امی وہ ہمارے لیول کے لوگ نہیں ہیں۔"

"اسد بیٹا! آپ لیول میں کب سے پڑنے لگے' میں نے تو آپ کو ہمیشہ اچھائی اور برائی کا لیول بتایا ہے۔" انہوں نے بال سمیٹتے ہوئے اس کو مڑ کر دیکھا۔ "انہوں نے ہمیں بہت خلوص سے انوائٹ کیا ہے اور ہمارا فرض بنتا ہے کہ ان کے خلوص کی توہین نہ کریں۔" اپنی تیاری کو فائنل ٹچ دے کر انہوں نے اسے اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بے دلی سے گاڑی کی چابی اٹھا کر ان کے ساتھ ہولیا۔

زیدی ولا کو دیکھ کر انہیں اندازہ ہوا واقعی وہ لوگ ان کے اسٹیٹس کے ہرگز نہیں تھے مگر جس گرم جوشی سے زیدی صاحب اور ان کی مسز نے تسنیم بیگم کا استقبال کیا وہ اس سے بے حد متاثر ہوئیں' ان کی بیٹی انعم تو تسنیم بیگم کی دیوانی ہو رہی تھی اپنی دوستوں کے جھرمٹ سے بلا کر مسز زیدی نے انعم کا تعارف ان سے کروایا تھا۔

"ہائے آنٹی! سچ مجھے آپ سے ملنے کا اتنا شوق تھا میں نے ماما سے کہا بھی تھا کہ آپ کے ہاں مجھے بھی ساتھ لے کر چلی جائیں مگر ماما خود ہی چلی گئیں اور آپ بھی ایمان کو لے کر نہیں آئیں۔" اس نے اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے شکوہ بھی کر ڈالا تھا۔

"آنٹی! اسد نہیں آیا۔" بے حد شائستہ اطوار کا مالک' وجیہہ پرسنلیٹی رکھنے والا نبیل بھی بے حد خوش خلقی سے ملا اور اسد کے بارے میں پوچھنے لگا گویا نہ صرف انہوں نے گھر میں ان کی پوری فیملی کو ڈسکس کیا تھا بلکہ ان کی آمد کا انتظار بھی سبھی کو تھا۔

❀ ❖ ❀

لاشعوری طور پر اس کے دل پر انتظار کا موسم چھانے لگا' وہ فون کی بجتی ہر بیل پر چونک جاتی کئی مرتبہ پہلی بیل پر ہی فون اٹھا لیتی۔

"ایمان بی بی! آپ کا فون ہے۔" نسیم نے کمرے میں جھانک کر بتایا تو وہ اس کے لبوں کی مسکراہٹ پر چونک اٹھی تھی۔

"کس کا فون ہے؟"

"جی وہ سکندر صاحب ہیں لائن پر۔" اس نے آنکھیں گول گول گھماتے ہوئے بتایا تھا۔

"امی امی کہاں ہیں؟" ایمان اپنے دل کے چور سے گھبرا کر پوچھ بیٹھی۔

"جی وہ بڑے صاحب کو کھانا کھلا رہی ہیں۔" نسیم کے بتانے پر اسے اطمینان ہوا' بابا جان کھانا کھانے میں بہت دیر لگاتے تھے۔

"ہیلو!" دل کی اتھل پتھل دھڑکنوں پر قابو پا کر وہ ٹیلی فون اسٹینڈ تک آئی تھی۔

"ایمان!" خاصی بے تکلفی سے اس کا نام لیا گیا تھا۔

"میں سکندر بات کر رہا ہوں۔ آپ کی ایک امانت تھی میرے پاس۔"

"میری امانت؟"

"نیلوفر آپ کے کچھ کپڑے دے کر گئی تھی' کس وقت واپس کرنے آؤں۔"

"جب آپ مناسب سمجھیں' امی تو گھر پر ہی ہوتی ہیں

"

"کیا گھر آنا ضروری ہے؟"

"نہیں آپ پوسٹ آفس جا کر کوریئر کر دیں۔" ایمان نے برجستہ کہا تو اس کا قہقہہ ریسیور میں گونجا تھا۔

"آپ کہیں باہر مل سکتی ہیں؟"

"آئی ایم سوری! میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے۔" اس نے کہہ کر ریسیور رکھ دیا تھا۔

❀ ❖ ❀

"تمہاری سسٹر کی شادی کو پانچ مہینے ہو گئے اور تم اب لا کر تصویریں دکھا رہی ہو۔" حنا نے البم کھولتے ہوئے اعتراض کیا تھا۔

"کیا کرتی یار! کتنی مرتبہ آپی سے کہا مگر وہ لانا ہی بھول جاتی ہیں' کچھ عرصہ تو فیملی میں مووی اور تصویریں ادھر اُدھر پھرتی رہیں اب بھی کتنی دفعہ کہنے پر آپی لائی ہیں۔" وہ تینوں البم پر ایک ساتھ جھکی ہوئی تھیں جب ہی بیل کی آواز پر حنا کلاس لینے چل دی جب کہ ان دونوں کا ابھی کوئی موڈ نہ تھا۔

"اب بتاؤ کیا بات ہے؟" اس کے جانے کے بعد نائلہ نے ایمان کی طرف رخ کیا تھا۔

"کون سی بات؟"

"وہی جو اس وقت محترمہ کے رخ روشن پر درج ہے۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا؟"

"اس بات کو چھوڑو کہ مجھے کیسے پتا چلا غالباً سوچ و بچار کا جال شادی کی تصویریں دیکھ کر بنا ہے مگر کیوں؟" وہ پھر ریڈ رہی تھی۔

"وہ میں نے تمہیں سکندر کے بارے میں بتایا تھا نا وہ ان تصویروں میں موجود ہے۔" اب وہ بغیر بحث کے بتانے لگی تھی۔

"واقعی کون؟"

"یہ تو تم ہی بتاؤ گی کہ وہ کون ہے؟"

"جو تمہارے پڑوس میں حال میں ہی آباد ہوا ہے اور کم بخت نے تمہارے دل پر قبضہ کر لیا ہے وہی نا۔" نائلہ نے حیرت بھری شرارت سے کہا تھا۔

"ایمان تم بالکل غلط جگہ پر اٹک گئی ہو۔ اس لیے کہ موصوف کا چال چلن میرے اندازے کے مطابق بالکل ٹھیک نہیں ہے۔ یہ محترم' آپی کے سسرالی رشتے دار غالباً دولہا بھائی کی پھوپو کے بیٹے ہیں۔ میری اس سے شادی کے بعد ملاقات نہیں ہوئی' میرا خیال ہے آپی لوگوں کا بھی ان کی طرف آنا جانا نہیں ہے کیونکہ ان کے منہ سے بھی میں نے کبھی سکندر یا ان کی فیملی کا ذکر نہیں سنا ہے۔" نائلہ نے سنجیدگی سے اسے تمام تفصیل سے آگاہ کیا۔

❀ ❖ ❀

"پلیز تھوڑی دیر کے لیے اس ٹاپک کو بند کر دیں' سارا دن آفس میں رہ کر بزنس کو گھر کیوں لے آتے ہیں؟" مسز زیدی نے ٹرے اپنی طرف کھسکاتے ہوئے ملازمہ کو چائے کا اشارہ کیا اور بیٹے اور شوہر سے مخاطب ہوئیں۔

"آپ تو نبیل کے آتے ہی بزنس کو لے کر بیٹھ گئے' میرا سارا پلان صفر ہوتا نظر آ رہا ہے۔"

"آپ کہیں تو بزنس کو ختم کر دیتے ہیں۔" زیدی صاحب فرماں برداری کے علمبردار بنے کھڑے تھے۔

"نبیل بیٹا! اب آپ کوئی فائنل فیصلہ کر ہی دیں۔" مسز زیدی اب بیٹے کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"کیسا فیصلہ ماما!" چائے کا کپ ان کے ہاتھ سے لیتے ہوئے نبیل نے الجھن بھرا سوال کیا تھا۔

"میرا مطلب ہے اتنی ساری لڑکیاں آپ دیکھ چکے ہیں۔ اب کوئی لڑکی فائنل کریں تاکہ بات آگے بڑھائی جاسکے۔"

"ہاں بیٹا! آپ کی ماما ٹھیک کہہ رہی ہیں' کوئی لڑکی پسند ہے تو بتائیں؟" زیدی صاحب بھی سنجیدہ تھے۔

"ماما میں تو جتنی لڑکیوں سے ملا ہوں سب ہی اچھی تھیں۔" نبیل نے سادگی سے کہا تھا۔

"بھئی مجھے تو ایمان بہت پسند آئی۔" نبیل کی اس الجھن پر زیدی صاحب نے اطمینان سے رائے دی۔

"مسز تسنیم کی بیٹی ایمان!" مسز زیدی نے چونک کر

حیرت بھرا استفسار کیا تھا۔

❁ ❖ ❁

"اپنے آپ میں مگن رہنے والی وہ لڑکی کچھا کھچی الجھی سی تھی' کتابوں پر نظر جاتی تو الفاظ گڈمڈ ہوجاتے" کچھ اس کی باتیں ذہن کے پردے سے ٹکراتیں تو دل کے سادہ صفحے پر خوابوں کی لکیریں رنگ بکھیرنے لگتیں۔

کچھ خاموش لفظوں اور بولتی آنکھوں نے دل کے دروازے پر دستک دے ڈالی تھی' ایک بے نام سی اداسی وجود کا گھیراؤ کیے ہوئے تھی' سامنے گھر کے لان پر بھی اس کی آنکھوں میں امید ہلکورے لے رہی تھی مگر جو کی بیٹی بے خبر تھی کہ خواب رنگوں کو ہتھیلیوں میں قید کرنے کی خواہش بسا اوقات نصیب کی لکیروں پر سیاہی پھیر دیتی ہے۔

آج نیلوفر کی فیملی واپس اپنے گھر شفٹ ہو رہی تھی کیونکہ ان کے گھر میں کنسٹرکشن کا کام مکمل ہوچکا تھا۔ نیلوفر تھوڑی دیر پہلے ہی اسے خدا حافظ کہہ کر جاچکی تھی۔ ایمان کو کچھ کھودینے کا احساس تھا یا پھر کسی انوکھے سندیسے کا انتظار وہ گرل پر کہنیاں ٹکائے نہ جانے کتنی دیر کھڑی رہی۔ گلابی آنچل پھڑپھڑا کر اس کے چہرے سے ٹکرا تا اور ہوا میں اٹھکھیلیاں کرنے لگتا اس کی آنکھوں کی اداسی کو کسی بات سے غرض نہ تھی۔

"ایمان بیٹا! اندر آؤ۔" امی کی آواز پر وہ چونک کر پلٹی اور سست قدموں سے اندر کی طرف بڑھی تھی۔ "بیگم زیدی کا فون آیا تھا' وہ لوگ آج شام کو ہمارے گھر آرہے ہیں۔"

"کیوں امی!" اپنے کمرے سے برآمد ہوتے اسد نے ایمان کے ذہن میں موجود سوال کو لفظوں سے معنی دیے۔

"کوئی وجہ تو نہیں بتائی مگر اب ڈنر کا اہتمام تو کرنا ہے نا۔ ایمان تم نسیم سے پوچھ کر ذرا سامان کی لسٹ بنادو اور اسد آپ ذرا مارکیٹ کا چکر لگا آؤ۔" وہ جلدی سے کچن کی طرف بڑھیں تو ایمان نے سعادت مندی سے ان کی تقلید کی تھی۔

❁ ❖ ❁

"میں تو کہوں گی ایک مرتبہ پھر اچھی طرح سوچ لیں مسز تسنیم کے بچے واقعی سلجھے ہوئے ہیں مگر وہ لوگ ہمارے سٹیٹس سے بی لانگ نہیں کرتے تو یہ بے جوڑ۔"

"بیگم! آپ جہاں چاہیں نبیل کی شادی کردیں مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے مگر ساتھ ہی میرا ایک مشورہ ہے احتیاط کے طور پر کسی اولڈ ہوم میں اپنی اور میری رجسٹریشن بھی کروادیں تو بہتر رہے گا۔" زیدی صاحب نے سچ کو مزاح کے رنگ میں ڈھالا تھا۔

"اللہ نہ کرے کیسی باتیں کرتے ہیں۔" بیگم زیدی نے ہوں کرٹوکا تھا۔ کافی بحث ومباحثہ کے بعد طے ہوا تھا کہ نبیل ایک دفعہ ایمان کو دیکھ لے اس کے بعد سب کی مشترکہ رائے سے فیصلہ کیا جائے گا۔ سو اسی مقصد کے لیے وہ لوگ مسز تسنیم کے گھر جارہے تھے۔

"اس بچی کو ہماری فیملی میں ایڈجسٹ ہونے میں پرابلم ہوگی۔"

"میں آپ کی اس بات سے اتفاق نہیں کرتا' مسز تسنیم جیسی پریکٹیکل خاتون نے بیٹی کی تربیت میں ایسی کوئی کمی چھوڑی ہوگی کہ وہ ہماری فیملی میں ایڈجسٹ نہ کرسکے۔" زیدی صاحب نے ان کی رائے کو رد کردیا تھا تو مسز زیدی نے بیگم تسنیم کو اپنے آنے کا بتانے کے لیے فون کردیا تھا۔

ایمان کو دیکھ کر نبیل کے خیالات میں خاصی تبدیلی ہوئی۔ ایمان خوب صورت تھی' اس کا دھلا دھلایا چہرہ میک اپ سے بالکل عاری تھا۔ بلیک سوٹ پہنے چائے سرو کرنے سے قبل غالباً نماز پڑھ کر آئی تھی۔ اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے نبیل کی نگاہیں اس کے بلیک سوٹ میں منقش گلابی پھولوں پر ذرا دیر کے لیے اٹک گئی تھیں۔ اسے دیکھ کر نبیل کو کوئی انوکھا سا احساس ہو رہا تھا جو اسے باقی سب سے ممتاز کر رہا تھا شاید اس کی وہ بے نیازی جو اس بے حد بلند بام اور شاندار سے بندے کو شدت سے محسوس ہوئی تھی۔ فیصلہ ہوگیا کہ سب سے اچھی لڑکی یہی ہے ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر چھب دکھلا کر رخصت ہوئی تو مسز زیدی جو خود اس کے تاثرات نوٹ کررہی تھیں ... نے رشتے کی بات کرنے ہی تھیں۔

❁ ❖ ❁

شادی کے فنکشن میں اس کی حرکتوں سے کچھ فلرٹ سا بندہ محسوس ہوا تھا' لڑکیوں پر فقرے پھینکنا اور لائن مارنا کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو جو کچھ آپی نے بتایا ہے وہ تمہاری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہونا چاہیے۔ اگلے دن اس نے نائلہ کو نبیل کے پرپوزل کا بتایا تو نائلہ نے کافی غور و خوض کے بعد حقیقت بتانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کی پھپھو اور ان کی بیٹی اوکاڑہ سے آئی ہوئی ہیں وہ اس پر فریفتہ پھر رہا ہے اس کے گھر والے رشتے کی بات بھی چلا چکے ہیں۔ نائلہ نے اسے خوش گمانی کی دلدل سے باہر کھینچا تھا۔

"ویسے یہ نئے موصوف ہیں کون' جو لی بنو کے طلب گار بنے ہیں؟" نائلہ کو خیال آیا تو پوچھنے لگی تھی۔

"اسد بھائی کے طفیل جان پہچان بنی تھی ان کا اپنا بزنس ہے کافی ویل آف فیملی ہے امی اور بھائی تو تقریباً راضی ہی ہیں۔" ایمان نے بے دلی سے بتایا تھا۔

"میرا مشورہ یہی ہے کہ تم گھر والوں کی بات مان لو۔" نائلہ کو اس کے حق میں جو مناسب لگا وہی مشورہ دیا تھا اور ایمان کے پاس بھی اس مشورے پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اگلے ہی ہفتے نبیل کے پرپوزل کو مثبت جواب دے کر منگنی کی تیاریاں شروع کردی گئیں۔ ایمان نے نائلہ اور حنا کے ساتھ نیلوفر کو بھی انوایٹ کرنے کے لیے فون کیا اور ساتھ ہی اس کی مصروفیت پر شکوہ بھی کیا۔

"آج کل پھپھو اور ان کی بیٹی آئی ہوئی ہیں' ان کے ساتھ وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلتا۔" نیلوفر نے بتایا تھا۔

"کیوں کوئی خاص پھپھو ہیں کیا؟" نائلہ کی دی ہوئی معلومات کو ذہن میں رکھتے ایمان نے معنی خیز انداز میں پوچھا تھا۔

"پھپھو تو بہت خاص ہیں مگر افسوس ان کا کوئی بیٹا نہیں ہے ہاں البتہ سکندر بھائی کی خاص پھپھو بننے کا امکان ضرور ہے۔" اس کی خاموشی پر وہ مزید بتانے لگی۔

"میں نے اس لیے فون کیا ہے کہ سنڈے کو میری منگنی ہے اور اس میں تمہاری شرکت میرے لیے باعث افتخار ہوگی۔" دل میں اٹھتی اداسی کی کیفیت کو نظر انداز کرکے اس نے بات بدل ڈالی تھی۔

"ہیں سچ ... کون ہیں موصوف' کیا کرتے ہیں؟" نیلوفر خاصی ایکسائیٹڈ ہوکر پوچھنے لگی تھی۔

❁ ❖ ❁

وہ خاصی دیر سے نظریں چھت پر ٹکائے مسلسل ایک پاؤں ہلا رہی تھی۔ کالج سے واپس آتے ہی ماں نے جو اطلاع دی وہ اس کے اعصاب پر گویا بم بن کر گری تھی کہ نبیل کا رشتہ طے ہوچکا ہے اور جلد ہی منگنی کا فنکشن ہے۔ مسز وسیم جو نبیل کو متوقع داماد کے روپ میں دیکھ رہی تھیں یہ سب جان کر بے حد پریشان ہوئیں اور نائلہ کا ردعمل بھی ایسا ہی تھا۔ کچھ سوچتے ہوئے اس نے نبیل کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

"ہیلو! نائلہ کیسی ہو؟" وہ کچھ عجلت میں لگ رہا تھا۔

"نبیل! میں تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔" نائلہ نے نہایت سنجیدگی سے کہا تھا۔

"بولو میں سن رہا ہوں۔" وہ خاصی مصروفیت کے باوجود بھی ہمہ تن گوش تھا۔

"آپ چار بجے مجھے عثمانیہ میں مل سکتے ہیں۔" وہ آمنے سامنے بیٹھ کر بات کرنا چاہتی تھی۔

"ہاں' کیوں نہیں۔ میں چار بجے وہاں پہنچ جاؤں گا۔" ملنے کا وعدہ کرکے اس نے فون بند کردیا تھا۔

"نبیل آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں؟" کافی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے پوچھ ہی لیا۔

"یہ کیسا سوال ہے بھئی' ہم بہت اچھے دوست ہیں۔" نبیل نے کچھ حیران ہوتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"لیکن ہمارے درمیان جسٹ فرینڈ شپ تو نہیں ہے۔"

"تو ...؟" وہ کچھ حیران ہوا۔

"میں تمہیں پسند کرتی ہوں بلکہ بہت زیادہ پسند کرتی ہوں۔ نبیل میں فیوچر میں خود کو آپ کے ساتھ دیکھتی ہوں تبھی تو ..." وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"آئی ایم سوری نائلہ! میں نے آپ کو ہمیشہ ایک اچھے دوست کی حیثیت سے دیکھا ہے اور اب تو آپ کو پتا چل ہی گیا ہوگا کہ میری منگنی ہو رہی ہے۔" اس کا لہجہ جذبات سے عاری تھا۔

"یہ شاندار سا شخص میرا نصیب کیوں نہیں بن سکتا؟" اس نے ایک نظر سامنے بیٹھے نبیل پر ڈالی اور لفظ ترتیب دینے لگی' نبیل اس کے بولنے کا منتظر تھا۔

❁ ... ✥ ... ❁

ایمان اپنی منگنی کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ نائلہ نے بھی کالج جانا چھوڑ رکھا تھا اپنی پرسنل فیلنگز وہ ماں سے ہی شیئر کرتی تھی۔ نبیل پر اپنے جذبات عیاں کر کے بھی وہ اسے حاصل کرنے میں ناکام رہی تھی تو تنہائی کو ہی اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا۔ ایمان کے بار بار فون کرنے پر وہ منگنی پر جانے کے لیے تیار ہوئی تھی۔

"اب بھی آنے کی کیا ضرورت تھی' کالج میں مجھے مبارک باد دے دیتیں نا؟" وہ مسز تسنیم سے مل کر اوپر ایمان کے کمرے میں آئی تو بیوٹیشن اسے تیار کر رہی تھی تبھی اسے دیکھ کر ایمان نے ترشی سے کہا تھا۔

"فکر مت کرو تمہاری شادی کی مبارک باد تمہیں کالج میں ہی دوں گی۔" نائلہ نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا اور بیڈ پر ٹانگیں پسار کر اسے دیکھنے لگی۔ ریڈ اور سی گرین کلر کے کامدار سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی تبھی وہاں موجود لڑکیوں میں ہل چل مچ گئی کہ ایمان کے سسرال والے پہنچ رہے ہیں' تھوڑی دیر بعد ایمان کو نیچے لے جایا گیا جہاں منگنی کی رسم ہونا تھی۔

"تم بھی اٹھو نا۔" ایمان نے اسے گھورا تھا۔

"میں ذرا بال ٹھیک کر کے آتی ہوں۔" اس نے بے دلی سے اٹھ کر برش ہاتھ میں لیا آئینے میں خود کو دیکھا اور ٹیبل سے لپ اسٹک اور لائنر اٹھا کر اپنا میک اپ ٹھیک کرنے لگی۔ کافی دیر بعد وہ لان میں پہنچی تھی مگر وہاں جا کر زمین و آسمان اس کی نظروں کے سامنے گھوم گئے تھے یا پھر اس کے وجود کے پرخچے اڑ گئے تھے۔

اسٹیج پر ایمان کے پہلو میں اس کی کزنز کے بیچ ہنستا مسکراتا نبیل اس کے تن من کو جھلسانے لگا تھا وہ غیر محسوس طور پر واپس مڑ گئی۔

❁ ... ✥ ... ❁

"بیگم صاحب کھانا لگا دوں؟" ملازمہ نے اندر آ کر مسز وسیم سے پوچھا تھا۔

"ہاں لگا دو۔" انہوں نے مختصراً کہا اور اٹھ کر ڈائننگ ٹیبل تک آئیں مگر نائلہ کی واپسی کی خبر سن کر وہ نائلہ کے کمرے میں چلی آئیں تھیں مگر نائلہ پر نظر پڑتے ہی ان کی حیرانی پریشانی میں بدل گئی۔ وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

"نائلہ بیٹا! کیا ہوا ہے؟" انہوں نے آگے بڑھ کر پوچھا تھا۔

"...! آپ کو پتا ہے نبیل کی منگنی کہاں ہوئی ہے' اس کی منگنی ایمان سے ہو رہی ہے۔"

"تمہاری دوست ایمان سے؟" وہ خبر ان کے لیے بھی شاک سے کم نہ تھی۔ ایمان نے نائلہ سے جب بھی اپنا مسئلہ شیئر کیا تھا اس میں سکندر ہی زیر بحث رہا اپنے لیے آنے والے پرپوزل میں دلچسپی نہ ہونے کے باعث اس نے بہت مختصر سی معلومات دی تھی سو نائلہ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ پرپوزل نبیل کا ہوگا لیکن اب؟

"... میں ایسا نہیں ہونے دوں گی' میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔ ایمان میں آخر ایسا کیا نظر آیا ہے جو نبیل اور اس کی فیملی نے اسے مجھ پر فوقیت دی۔ کسی لحاظ سے بھی وہ ہمارے برابر نہیں ہیں' میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔" وہ بے تحاشا ہسٹریک ہو رہی تھی۔

"نائلہ میری جان! اپنے آپ کو سنبھالو۔" مسز وسیم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں اس منگنی کو شادی کے انجام تک نہیں پہنچنے دوں گی' کبھی نہیں۔" اس کا ذہن تیزی سے سوچ و بچار میں مصروف تھا۔

❁ ✥ ❁

"صاحب یہ ڈاکیہ دے کر گیا ہے۔" زیدی فیملی ان

ایمان سردیوں کی ہلکی ہلکی دھوپ کا مزا لے رہی تھی چوکیدار نے ایک لفافہ ان کے حوالے کیا تھا۔ زیدی صاحب نے آرام سے لفافہ کھولا مگر تحریر پر نگاہیں جماتے ہی ان کی آنکھوں میں الجھن واضح تھی۔ مسز زیدی نے ان کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے وہ کاغذ ان کے ہاتھ سے لیا تھا وہ خود بھی کاغذ پر درج تحریر پڑھ کر کچھ کم ہراساں نہیں تھیں۔

"مجھے بھی بتائیں آخر کیا ہے جو آپ لوگ اس قدر پریشان ہو رہے ہیں۔" نبیل نے کاغذ کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔

"آپ لوگ اس قدر پریشان کیوں ہو گئے؟ میرے خیال میں یہ سب بکواس ہے' کچھ چیپ لوگ اس طرح کی حرکتیں کر کے خوش ہوتے ہیں۔" نبیل نے بے پروائی سے کہا تھا۔

"لیکن بیٹا! اس نے یہ بھی تو لکھا ہے کہ ایمان..." بیگم زیدی نے پریشانی سے کہا تھا۔

"یہ سوچنا بھی فضول ہوگا کہ ایمان سے پوچھے بغیر اس کی ماں اور بھائی نے رشتہ طے کر دیا ہوگا' اب اکیسویں صدی میں بھلا ایسا کہاں ہوتا ہے۔" اس نے بہت ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا۔

"ایمان بہت معصوم بچی ہے' ہماری نظریں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔" زیدی صاحب نے بیٹے کی تائید کی تھی مگر نہ جانے مسز زیدی کو کیا خیال آیا کہ وہ مسز تسنیم سے یہ معاملہ ڈسکس کرنے چلی آئی تھیں۔

فی الحال ایمان کو اس معاملے میں ایک ہی شخص ذمہ دار نظر آ رہا تھا اور وہ تھا سکندر۔

❁ ... ✥ ... ❁

"شکر ہے نائلہ تم نے مجھے فون تو کیا' مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" نائلہ کی آواز سنتے ہی ایمان بے تکان بولنا شروع ہو گئی تھی۔

"ایک حیران کن خبر ہے تمہارے لیے۔ سکندر نے منگنی کا سن کر گھر میں شور مچا رکھا ہے کہ وہ تم سے شادی کرے گا اور وہ گھر والوں پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ تمہارے گھر رشتہ لے کر جائیں۔" نائلہ نے اس کی بات سننے سے قبل ہی بریکنگ نیوز دی تھی۔

"یہی بات تو میں تم سے کہنا چاہ رہی تھی تم نے بتایا تھا اور پھر میں نے نیلوفر سے کنفرم بھی کیا کہ وہ اپنی پھپھو کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے مگر اب اس نے انکل کو دھمکی آمیز خط لکھنا شروع کر دیے ہیں کہ وہ منگنی ختم کر دیں۔" ایمان نے دانت پیس کر بتایا تھا۔

"تمہارے سسرال والوں کا کیا ردعمل تھا؟" نائلہ نے بے چینی سے سوال کیا تھا۔

"یار انہیں بالکل یقین نہیں آیا مگر اسد بھائی بہت غصے میں ہیں اور امی بھی بہت پریشان ہیں۔"

"ایمان وہ ہر قیمت پر صرف تم سے شادی کرنا چاہتا ہے تبھی گھر والوں سے بات کی ہے۔ تم ایسا کرو کہ منگنی ختم کروا دو' میرا مطلب ہے اس رشتے کو ختم کر دو پھر وہ یقیناً رشتہ بھیج دے گا۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یار! میں نے کون سا اس کے ساتھ عہد و پیمان کیے تھے' وہ خود مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ میں اپنی ماں اور بھائی کی عزت پر اپنے کسی غلط فیصلے سے آنچ نہیں آنے دوں گی۔" اس نے نائلہ کی امیدوں کو خاک میں ملاتے ہوئے پرعزم لہجے میں کہا تھا۔

"تو تمہارے سسرال والے بعد میں کوئی پرابلم کری ایٹ نہ کریں۔" نائلہ نے اسے خدشات کی دنیا میں دھکیلنا چاہا تھا۔

"کیوں پرابلم کری ایٹ کریں گے یار! وہ بہت اچھے لوگ ہیں بلکہ آنٹی تو کہہ رہی تھیں کہ وہ علیحدہ سے کوٹھی میرے نام کروائیں گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لندن میں نبیل کو الگ سے بزنس اسٹیبلش کر کے دیں۔" ایمان نے اسے اپنی ہونے والی ساس کے خیالات سے آگاہ کیا تھا۔

❁ ✥ ❁

"مسز زیدی! میں آپ کے شوہر کو انفارم کرچکا ہوں اور آپ پر بھی واضح کردینا چاہتا ہوں کہ ایمان صرف میری ہے اس کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام سننا بھی میرے لیے باعث اذیت ہے۔ ایمان کو باہر سیٹل کروانے یا کوٹھی نام کروانے یا پھر اپنی دولت کا لالچ دینے کی ضرورت نہیں یہ سب بے کار ہوگا فقط آپ کا خیر خواہ!"

دونوں گھروں میں شادی کے ہنگامے اپنے عروج پر تھے۔ زیدی ولا میں دوسرے شہر سے آنے والے مہمانوں کا شور گونج رہا تھا۔ شام کو مہندی کا فنکشن تھا۔ بری کے کپڑے مسز زیدی اپنے سامنے رکھے ستائشی نظروں سے دیکھ رہی تھیں جب ملازم نے بذریعہ ڈاک ملنے والا ایک لفافہ ان کے ہاتھ میں دیا تھا۔ اس لفافے کی اندر لکھی تحریر کو پڑھ کر مسز زیدی کے ذہن کو گویا جھٹکا لگا تھا جو باتیں انہوں نے ایمان کے سامنے کی تھیں ان سب کا اس خط میں ذکر لکھنے والے کی سچائی کا گواہ تھا کہ ایمان کا یقیناً اس سے کوئی کلوز تعلق ہے مگر اب کیا ہوسکتا تھا؟ انہوں نے اپنے دکھتے ہوئے سر کو دباتے ہوئے سوچا تھا۔

"ایمان بی بی! بہت اچھی طبیعت کی مالک ہیں جی! مجھے نسیم نے بتایا ہے وہ ہمارے ہمسائے میں رہتی ہے کچی آبادی میں رہنے والی ملازمہ سکینہ نے چند روز پہلے اپنی نند نسیم جو کہ ایمان کے گھر میں کام کرتی تھی کا حوالہ دیتے ہوئے ایمان کی تعریف کی تھی۔"

"سکینہ! ادھر آؤ۔"

"جی بی بی جی!" سکینہ جو شاپر اٹھائے اوپر جارہی تھی مڑ کر ان کے پاس آ گئی۔

"تم بتا رہی تھیں کہ ایمان کے گھر تمہاری نند کام کرتی ہے۔" کسی نہ کسی طرح مسز زیدی اس معاملے کی تہہ تک پہنچنا چاہتی تھیں سو سکینہ سے پوچھنے لگیں۔

مسز زیدی کا دل بجھ سا گیا تھا اور پھر شادی کی تمام رسموں کو خوشی کے بجائے خود پر جبر کرکے مکمل کیا تھا حتیٰ کہ دلہن کو میرج ہال سے رخصت کروا کر لانے تک گویا ان کا حوصلہ جواب دے گیا تھا۔ دلہن کو اس کے کمرے میں پہنچانے کے بعد انہوں نے نبیل کو بلایا تھا اور پھر ... کے روز موصول ہونے والا خط اسے دکھاتے ہوئے ... کے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو اس کے گوش گزار ... بھی ساکت رہ گیا تھا۔

❀ ✥ ❀

سب کے جانے کے بعد اس نے آراستہ ... کمرے کا توصیفی نگاہوں سے جائزہ لیا تھا۔ وسیع ... بیڈ پر براجمان وہ خود بھی پھولوں کی کوئی شہزادی ... ہورہی تھی کافی دیر گزر جانے کے بعد بھی دروازے ... آہٹ نہ ہوئی تو دل کی دھڑکنوں پر قابو پا کر ... قدرے ایزی ہوکر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی تھی۔ رات ... تیسرا پہر اختتام پذیر ہونے لگا تو انتظار کی پلکوں پر ... حاوی ہونے لگی۔ دیوار پر لگا کلاک ہر گھنٹے بعد رات ... سرکنے کا اعلان کرتا تھا۔ دوسری طرف لان کے گوشے ... تنہا چیئر پر نیم دراز نبیل بھی نئے کرب سے گزر رہا تھا ... سمجھ کر جسے اپنی زندگی کا شریک سفر چنا وہ تو بہت ... پتھر تھا چند گھنٹے پہلے نظروں سے گزرنے والا چند ... کاغذ اس کے خوابوں کو روند گیا تھا۔

فجر کی اذان کے وقت بالآخر وہ کمرے میں جانے ... لیے اٹھا تھا مگر کمرے میں پہنچ کر اسے حیرت کا شدید ... لگا تھا۔ بیڈ کے وسط میں گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے ان ... اوپر چہرہ ٹکائے ایمان نیند سے بوجھل پلکیں لیے دروازے ... کی سمت دیکھ رہی تھی۔ ایک پل کے لیے نبیل کے ضمیر ... اسے ملامت کی مگر اگلے ہی لمحے وہ پھر سے ایک روایتی ... بن چکا تھا۔ اس نے کوٹ اتار کر صوفے پر پھینکا اور ڈریسنگ ... روم کی طرف بڑھا مگر پھر رک گیا تھا۔

"تم مجھ سے کیا توقع رکھتی ہو کہ میں تمہارا گھونگھٹ اٹھا کر رونمائی کا تحفہ پیش کروں گا۔" اس کے الفاظ ... ایمان کے اعصاب پر گویا بم پھوڑا تھا۔ "اگر تم ایسا ... سوچتی ہو تو یہ تمہاری بھول ہے تم جیسی لڑکی کو اس کمرے ... میں برداشت کرنا بھی میری برداشت کا امتحان ہے ... انتہائی حقارت بھرے انداز میں کہہ کر وہ ڈریسنگ روم ...

... چینج کرکے واپس آیا تو وہ ہنوز اسی انداز میں ... نبیل نے ایک ترچھی نظر اس پر ڈالنا چاہی مگر ... نظریں ایمان کے چہرے پر بھٹک کر رہ گئی تھیں۔ ... سے مزین متاثر کن لگی تھی اور اب تو سج سنور ... رہی تھی اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس کرکے ... کو ضبط کرنے کی کوشش میں پلکیں جھپکیں تو ... کی جھیلوں میں ٹھاٹیں مارتا سمندر رخساروں پر ... گیا تھا۔ نبیل نے بہت کوشش اور ضبط سے نظریں ... تھا۔

... ہوئے صبر آزما رات کا اس قدر بوجھل انجام۔ وہ اپنا ... پوچھے بنا نبیل دوسری طرف کروٹ بدل کر لیٹ ... اور لائٹ آف کردی تھی۔

... کے روپ نے جہاں اسے بری طرح ہرٹ کیا ... دوسری طرف آنٹی زیدی اور انجم کے روپ نے ... حد ہراساں کیا۔ البتہ انکل کا رویہ سب سے جدا ... مشفق تھا۔

... کی کال ہے۔" شادی سے پانچ روز بعد کی ... وہ لان میں اخبار کی ورق گردانی کرتے انکل ... کر رہی تھی جب آنٹی زیدی نے کارڈلیس ... آواز دی تھی۔ وہ انکل کے ساتھ ہی اٹھ کر ... تھی۔

"... کی کال تھی؟" انکل نے صوفے پر بیٹھ کر ان ... کو خوب جانچا تھا۔ ایمان بھی ٹھٹک گئی۔

"... آپ کی بہو صاحبہ سے بات کرنا چاہتا ہے میں ... بعد فون کرنے کا کہا ہے۔" مسز زیدی نے ... شوہر کو آگاہ کیا اور تنفر بھری نظر اس پر ڈالی ... نے اپنے وزن پر کھڑے رہنے کے لیے ... کا سہارا لیا تھا۔

... فون کی بیل بجی تو مسز زیدی نے اسپیکر ... سے کہا تھا۔

"... دن ہوگئے آپ نے مجھے کال نہیں کی۔ ... میں کس شدت سے آپ کی کال کا ویٹ کررہا ہوں۔" فون سیٹ سے برآمد ہونے والی مردانہ آواز نے اس کے حواس گم کردیے تھے۔

"آگے آ کر بات کرو اس سے۔" مسز زیدی نے اس پر آنکھیں نکالی تھیں۔

"مم میں...... کیوں بات کروں؟ میں اسے نہیں جانتی۔" وہ چند قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔

نبیل بھی سرخ چہرے کے ساتھ لب بھینچے بیٹھا تھا۔

"کسی کو نہیں جانتیں، سکندر کو تو جانتی ہوناں؟" مسز زیدی نے اس کے اعصاب پر بم پھوڑا تھا۔ وہ اپنی ملازمہ سکینہ کے ذریعے ایمان کے میکے میں کام کرنے والی نسیم کو ایک نوٹ دے کر اس معاملے کو جان چکی تھیں۔

❀ ✥ ❀

"کیا بہترین آئیڈیا ہے؟" نائلہ نے موبائل فضل کے ہاتھ سے لے کر آف کیا تو مسز وسیم نے سر دھنتے ہوئے کہا تھا۔

"ماما آپ فضل کو تو فارغ کریں۔" اس نے پاس کھڑے ڈرائیور کی طرف اشارہ کیا تھا انہوں نے چند نوٹ ڈرائیور کی طرف بڑھائے تو وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے باہر چلا گیا تھا۔

"ماما اب نبیل کو میرا ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ اس پاکیزہ بی بی کے ہاتھوں چوٹ کھا کر نبیل کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے پھر دیکھیے گا وہ اپنی دیکھی بھالی لڑکی کو ترجیح دے گا اور جتنی فرینڈ شپ اور انڈر اسٹینڈنگ اس کی میرے ساتھ ہے اتنا وہ کسی اور سے کلوز نہیں ہے بس ذرا اس ایمان بی بی کا چیپٹر کلوز ہونے کی اطلاع تو مل جائے۔"

"نائلہ تمہیں افسوس تو ہوگا آفٹر آل وہ تمہاری دوست ہے۔"

"کیسا افسوس... خود سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوتا اور جب معاملہ دل کا ہو تو...... ہمارے بھجوائے گئے سندیسوں کا اتنا پاورفل اثر لیا ہے نبیل نے کہ اس نے اپنی نئی نویلی دلہن کی طرف دیکھنے تک گوارہ نہیں کیا تو اس کال کے بعد تو

یقیناً ایمان کو چلتا کردے گا۔"

ایمان نائمہ کو فون کرکے اپنی پریشان کن صورت حال سے متعلق مشورے طلب کرتی رہتی تھی سو نائلہ اس کے حالات سے پوری طرح باخبر تھی۔

❁ ✥ ❁

"نبیل آپ کے لیے ناشتا لگاؤں؟" کچھ سوچ کر انگلیاں چٹختے ہوئے اس نے بمشکل سوال کیا۔

"نہیں، شکریہ! سکینہ خالہ ناشتا لگا رہی ہیں۔" اس کی طرف دیکھے بغیر سرد سے انداز میں جواب دے کر وہ اپنا بریف کیس اٹھائے باہر نکل گیا تو کمرے کے وسط میں پریشان کھڑی ایمان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"مجھے سکندر سے بات کرنی چاہیے یہ سب کچھ اسی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔" نبیل دو دن کے لیے بزنس ٹور پر جا رہا تھا اسے اپنے خیال کو عملی جامہ پہنانے کا موقع مل گیا سو وہ میکے چلی آئی تھی۔

"نسیم مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" ماں اور بھائی کے اکٹھے کالج اور آفس کے لیے نکلتے ہی وہ کچن میں چلی آئی' جہاں نسیم روزمرہ کا کام نمٹا رہی تھی۔

"جی بی بی کہیے۔" اس نے مصروف سے انداز میں مڑ کر استفسار کیا تھا۔

"میں سکندر سے ملنا چاہتی ہوں' مجھے اس سے بہت ضروری کام ہے۔" نسیم دوپٹے کے پلو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے ہمہ تن گوش ہوئی تو ایمان نے اپنا مسئلہ اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

"بی بی یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں' میں کسی بہانے سے ان کے گھر چلی جاؤں گی اور موقع دیکھ کر ان سے بات کرلوں گی۔"

"خیال رکھنا بس بات کا امی اور بھائی کو پتا نہ چلے اور میں تمہیں کچھ پیسے بھی دوں گی۔" پیسوں کا سن کر نسیم کی گویا باچھیں کھل گئی تھیں۔

❁ ✥ ❁
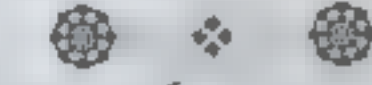
"نائلہ میں سوچ رہی ہوں کیوں نا میں نیلوفر کو ساری صورت حال بتا کر اس کے ذریعے سکندر کو تنبیہ [illegible] ایمان نے مشورہ لینا چاہا تھا۔

"نہیں بالکل بھی نہیں' دیکھو نیلوفر اس کی بہن [illegible] اس کے سامنے تو وہ کسی صورت اعتراف نہیں کرے [illegible] اس نے کوئی ایسی حرکت کی ہے۔" نائلہ نے جلد [illegible] اس کے خیال کو رد کردیا تھا۔

"مگر مجھے بالکل مناسب نہیں لگ رہا کہ میں [illegible] ملنے پارک چل پڑوں۔"

"یار تم کون سا ڈیٹ پر جا رہی ہو اپنا مسئلہ حل کر [illegible] اس میں اتنا کنفیوژ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" نائلہ [illegible] اس کا حوصلہ بڑھایا تھا۔

"میرے خیال میں تو یہی مناسب ہے کہ تم اس [illegible] مل کر واضح الفاظ میں بات کرو کہ اپنی حرکتوں سے [illegible] آجائے ورنہ تم اپنے گھر والوں کو بتادوگی۔" ایمان [illegible] اس کے دلائل کے سامنے قائل ہوگئی تھی۔

"اس نے تمہیں ملنے کے لیے کیا ٹائم دیا ہے؟" [illegible] پوچھ رہی تھی۔

"کل شام چار بجے۔"

"اوکے پھر تمہیں کل رات فون کروں گی۔" نائلہ [illegible] خدا حافظ کہہ کر فون بند کیا اور سم چینج کرکے میسج ٹائپ کر [illegible] لگی ادھر یہ میسج پڑھ کر نبیل کی پیشانی شکن آلود ہوئی [illegible] سوچ کر اس نے اپنی ماں کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

❁ ✥ ❁
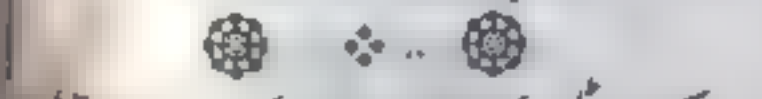
سکندر ہوٹل کے باہر دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا [illegible] نسیم کے ساتھ آتا دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور پارک کے [illegible] سے اندر داخل ہوگیا۔ نسیم گیٹ سے اندر داخل ہوتے [illegible] رک گئی جب کہ ایمان تیز تیز قدم اٹھاتی اس کے جا پہنچی تھی۔

"زہے نصیب آپ... آپ تو کہتی تھیں کہ آپ [illegible] نہیں مل سکتیں آج ہماری قسمت کیسے جاگ گئی۔" [illegible] تیسری بار اس کی گفتگو سن رہی تھی جس میں عامیانہ [illegible] صاف نظر آتا تھا۔

"گھٹیا انسان میں تمہیں یہ کہنے آئی ہوں کہ اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ تمہارے ساتھ بہت برا ہوگا۔" [illegible] وہ پھٹ پڑی تھی۔

"ایمان آپ کیا کہہ رہی ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا۔" وہ [illegible] تکلفی سے اس کا نام لیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تم کیوں میرے سسرال کے ایڈریس پر دھمکی آمیز خطوط اور فون کال کرتے رہے۔ تم نے میری زندگی کیوں اجیرن کر رکھی ہے۔"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔" اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"میں تمہاری ان حرکتوں کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔" وہ روہانسی ہونے لگی۔ "میں ایک معزز شخص کی بیوی ہوں تمہاری ان حرکتوں کی وجہ سے......"

"اوہ تو آپ کی شادی ہوچکی ہے۔" ایمان کو اس کے معصوم بننے پر بری طرح غصہ آیا تھا۔

"گھٹیا انسان اب اگر تم نے ایسی کوئی حرکت کی تو میں تمہارے گھر آکر ایسا ہنگامہ کروں گی کہ تم یاد رکھو گے۔" یہ غصے سے کہہ کر وہ جھٹکے سے واپس مڑ گئی تھی۔

❁ ✥ ❁
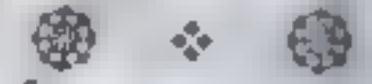
نبیل کو آج واپس آنا تھا سو اس نے صبح ہی بھائی سے گھر ڈراپ کرنے کا کہہ دیا۔ اسد اسے گیٹ پر اتار کر خود آفس چلا گیا تھا' اندر آکر آنٹی کو سلام کیا تو بہت روکھا پھیکا سا جواب دے کر وہ مدزمہ سے بات کرنے لگیں۔ تقریباً [illegible] بجے اس نے نبیل کی گاڑی کو ٹیرس سے اندر آتے دیکھا تو وہ بھی اٹھ کر کمرے میں چلی آئی' کافی دیر انتظار کے بعد بھی نبیل کمرے میں نہ آیا تو وہ نیچے چلی آئی۔ آنٹی کے کمرے سے نبیل کی آواز آرہی تھی' وہ دروازے کے آگے سوچے سمجھے رک گئی۔

"نسیم اور اسد واقعی بہت اچھے ہیں لیکن ان کی بیٹی بیگم کھلاتی پھرے ہماری عزت کو پارکوں اور ہوٹلوں میں غیر مردوں کے ساتھ رولتی پھرے تو یہ ہماری برداشت سے باہر ہوگا۔ سکینہ کے ذریعے میں نے نسیم سے سب پتا کرالیا ہے ایسے میں فیصلہ بہت ضروری ہوگیا ہے بیٹا!" آنٹی کی آواز پر اسے چکر آگیا تھا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ اس نے سکندر کو وارننگ بھی دے دی اور کسی کو پتا بھی نہیں چلا مگر...

"ماما میں نے وکیل سے کہہ دیا ہے طلاق کے پیپرز تیار کرے۔ اس قصے کو ختم کردینا ہی بہتر ہے۔" نبیل کی اگلی بات پر وہ ساکت رہ گئی تھی۔ باہر نکلتے ہی نبیل کی نظر ساکت کھڑی ایمان پر پڑی تو ایک لمحے کے لیے رکا اور پھر تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گیا۔

"نبیل بات سنیں پلیز۔ آپ... آپ یوں مت کریں میں اسے بتانے گئی تھی کہ...... پلیز آپ ایسا نہیں کریں۔"

"ایمان بی بی! آپ دو فیملیز کی آنکھوں میں دھول جھونک کر جو کچھ کرتی پھر رہی ہیں اس کا حل یہی ہے کہ میں آپ کو طلاق دے دوں تاکہ آپ اپنے من پسند شخص کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے آزاد ہوں۔ میں اور میرے گھر والے جس ذہنی اذیت سے گزر رہے ہیں ہمیں بھی اس سے چھٹکارا مل جائے گا۔" تلخی سے کہہ کر کوٹ اتار کر الماری میں پھینکتے ہوئے وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا تھا۔ وہ شادی کے بعد سے جس ذہنی دباؤ میں تھی' یہ سب اس کی برداشت سے باہر تھا اب جب کہ اس کا شوہر شادی کے ایک ماہ بعد طلاق کی نوید سنا رہا تھا تو اس کے سر میں درد کی شدید لہر اٹھی جو ایمان کو بے حال کر گئی۔

❁ ✥ ❁
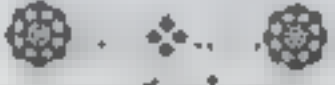
"مجھے یک طرفہ فیصلہ نہیں کرنا چاہیے تھا؟ ایمان اتنے دن سے میرے ساتھ رہ رہی تھی خود سے سب کچھ فرض کرنے کے بجائے مجھے اس سے صاف صاف بات کرلینی چاہیے' کہیں کچھ غلط ہو رہا ہے ایسا جو ہم سمجھ نہیں پائے اگر ایمان اس شخص میں اتنی انوالو ہے کہ اس کے ساتھ فیوچر پلاننگ کرتی پھر رہی ہے تو پھر طلاق کی بات پر اس کا اتنا شدید ردعمل کیوں۔ ہسپتال کے کاریڈور میں ایمرجنسی یونٹ کے باہر سب کے ساتھ بیٹھا نبیل اپنے

سر کو مسلتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

"آخر اسے ہوا کیا ہے؟" تسنیم بیگم آنسو صاف کرتے ہوئے ایک بار پھر اس سے پوچھ رہی تھیں۔

"آنٹی مجھے نہیں پتا میں تو خود ابھی ابھی واپس آیا ہوں۔" اس نے انہیں ٹال دیا تبھی ایمرجنسی روم کا دروازہ کھلا تھا۔

"آپ کی مریضہ کو ہوش آگیا ہے ان کے اعصاب کسی شدید صدمے یا خوف کو برداشت نہیں کر سکے۔ معمولی سا نروس اٹیک بھی کہہ سکتے ہیں۔ ابھی وہ ٹھیک ہیں لیکن اگلی دفعہ خیال کیجیے گا ورنہ ان کی کنڈیشن سیریس ہو سکتی ہے آپ لوگ ان سے مل سکتے ہیں۔"

"میں ..... میں ایمان کو دیکھتی ہوں۔" تسنیم بیگم تیزی سے ایمان کے کمرے کی طرف بڑھی تھیں۔

"نہیں آنٹی پلیز آپ یہیں رکیں۔" نبیل نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر زبردستی روکا کہ اگر وہ ہوش میں آنے کے بعد صرف ماں کو اپنے سامنے دیکھتی تو نہ جانے کیا سوچ لیتی اور پھر وہ خود اس کے پاس جا کر اس کی ٹینشن کم کرنے اور ریلیکس کرنے کی کوئی تدبیر کرنا چاہتا تھا۔

"نبیل مجھے......"

"امی پلیز آپ نبیل کو اندر جانے دیں سب لوگوں کا اکٹھے جانا ٹھیک نہیں۔" اسد نے ماں کو روک کر اسے اندر جانے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ خالی خالی نظروں سے سامنے دیوار کو دیکھ رہی تھی۔

"نبیل..... میں..... آپ..... آپ مجھے طلاق......"

"بالکل بھی نہیں، تم چاہو گی تو ہم ساتھ رہیں گے ہمیشہ۔"

"آپ وکیل کو منع مت کریں کہ....."

"میں وکیل کو منع کر چکا ہوں ایمان! جب میں نے کہہ دیا کہ وہ ایک مس انڈر اسٹینڈنگ تھی تو تمہیں اعتبار کیوں نہیں ہے۔" ایمان چند لمحے پریشان نظروں سے اسے دیکھتی رہی اور پھر یک دم ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"میں نے اسے یہ کہا تھا کہ وہ میرا پیچھا چھوڑ دے میں پہلی بار اس سے بات......"

"گھر چل کر آرام سے بات کریں گے اور تم مجھے مت بتاؤ تو مجھے تمہاری سچائی کا یقین ہو چلا ہے۔ ابھی آنٹی تم سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہیں۔" نبیل نے باہر جا کر اسد اور مسز تسنیم کو اس کے پاس بھیجا اور خود مسز زیدی کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

"ماما ہم جو کچھ سوچ رہے تھے کم از کم ویسا کچھ نہیں ہے۔ ایمان سے کوئی غلطی ضرور ہوئی ہے جو ہماری غلط فہمی کا سبب بن رہی ہے مگر کوئی کلیو ایسا بھی ہے جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔" نبیل کے باہر آنے کے بعد باقی سب لوگ تو ایمان کے پاس چلے گئے مگر مسز زیدی وہیں اس سے بات کرنے کے لیے بیٹھ گئیں تو وہ الجھے انداز میں ان سے مخاطب ہوا تھا۔

"ایمان کے پاس سیل فون نہیں ہے پھر اس نے ملازمہ کے ذریعے اسے بلوایا اس کا مطلب ہے کہ اس کے پاس اس شخص کا نمبر بھی نہیں ہے پھر ایمان ملازمہ کو ساتھ لے کر اس سے ملنے کیوں گئی۔ مطلب یہ کہ اس کی نیت بری نہیں تھی ورنہ گھر سے پانچ منٹ کی واک پر موجود پارک میں اکیلے جانے میں اسے ہچکچاہٹ نہ ہوتی اور سب سے بڑی بات یہ کہ میرے منہ سے طلاق کا لفظ سن کر اس نے حواس کیوں کھو دیے اسے تو آزادی کا پروانہ ملنے پر خوش ہونا چاہیے تھا۔"

"بات تو تمہاری بالکل سچ ہے۔" مسز زیدی غیر جانبداری سے سوچ میں پڑ گئیں۔

"ماما پہلے بھی ہم نے ایمان کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ بالکل نامناسب تھا پلیز اب خود کو اس کے ساتھ ٹھیک رکھیے گا۔" نبیل کے کہنے پر وہ سر ہلا کر رہ گئیں۔

❁......✤......❁

نبیل کا رویہ اس کے ساتھ یکسر مہربان ہو گیا تھا۔ انکل تو پہلے ہی شفقت سے پیش آتے تھے لیکن اب تو آنٹی اور

ممی بھی اس کا خاص خیال رکھ رہی تھیں۔ اس نے نبیل کو تمام زمانے سے آگاہ کیا تھا۔

"ہماری نہیں تو مجھ پر یقین آگیا یہ پھر میرے ٹھیک ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ انسانیت کے ناطے مجھ سے نرمی سے پیش آرہے ہیں مناسب وقت پر کوئی فیصلہ کریں۔" اس کے ذہن میں ایک خیال نے سر اٹھایا تو وہ نائلہ سے مشورہ لینے کا سوچنے لگی۔

"نبیل سو جائیں تو پھر اسے فون کروں گی۔" کچھ دیر بعد نیم غنودگی میں نبیل کو بیڈ کے دوسری طرف سے ایمان کے اٹھنے کا احساس ہوا مگر وہ ساکت پڑا رہا یہاں تک کہ وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد وہ آہستگی سے سلیپر پہن کر باہر نکلا اور اپنے کمرے کے دروازے کے باہر سائیڈ پر رکھے فون سیٹ کی طرف دیکھا جو غائب ہو کر ساتھ والے کمرے میں منتقل ہو چکا تھا۔ وہ اندر داخل ہوا تو ایمان کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا نبیل نے ریسیور اٹھا کر کریڈل پر ڈال دیا تھا۔

"میں اپنی فرینڈ سے بات کر رہی ہوں۔" نبیل نے عجیب نظروں سے دیکھ کر وہی نمبر سی ایل آئی اسکرین سے اپنے موبائل پر ڈائل کیا مگر اسے شدید جھٹکا لگا کہ یہ نمبر تو اس کی فون بک میں پہلے سے موجود تھا اور نائلہ کی صورت اسکرین پر چمک رہا تھا۔ سارا کھیل ایک لمحے میں اس کی نظروں کے سامنے واضح ہوا تھا۔

"کمرے میں چلو۔" اس نے ایمان کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اٹھایا تھا۔

"آپ نائلہ سے خود بات کر کے پوچھ لیں میں آپ کو بات بتاتی ہوں۔" ایمان کو لگ رہا تھا پھر اس کی قسمت کا ستارہ گردش میں آچکا ہے سو کمرے میں آکر وضاحت پیش کر رہی تھی۔

"میں اس سے بات کر چکا ہوں۔" نبیل نے بہت اطمینان سے بتایا تھا۔ "نائلہ ہی تمہاری وہ دوست ہے جس سے تم اپنی ہر پرابلم شیئر کرتی رہی ہو اور وہ تمہیں قیمتی مشوروں سے نوازتی رہی ہے۔" آخر میں اس کا لہجہ زہر آلود ہوا تھا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ میری دوست کا نام نائلہ ہے۔" وہ اثبات میں سر ہلا کر پوچھ رہی تھی۔

"تم نے ہی بتایا تھا۔" وہ تفصیل بتانے کے بجائے اسے ٹال گیا تھا۔

❁......✤......❁

"نبیل آپ اپنے دوست کو ڈنر دے رہے ہیں تو میرے وہاں جانے کی کیا تک بنتی ہے؟" وہ الماری کھول کر ڈریس سلیکٹ کرتے ہوئے جھنجلا کر کہہ رہی تھی۔

"بھئی میں تمہیں اس سے ملوانا چاہتا ہوں۔"

"میں آپ کے دوست سے مل کر کیا کروں گی؟" وہ مزید بیزار ہوئی تھی۔

"وہ میرا دوست نہیں، میری دوست ہے۔" نبیل اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا اور الماری میں لٹکے ملبوسات پر نظر دوڑا رہا تھا۔

"کیا..... وہ فی میل فرینڈ ہے۔" وہ یک دم پلٹ کر اسے دیکھنے لگی تھی اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ تیار ہوتے ہوئے مسلسل گنگنا رہی تھی اس کے انگ انگ سے جیسے سرشاری پھوٹ رہی تھی، بے پایاں خوشی نے اس کی ذات کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔ اس کے خیال میں اس نے جو چاہا وہ پالیا تھا۔ اس کی منزل قریب تھی اسے چھوڑ کر جانے والا لوٹ آیا تھا اس کی واپسی کے پیچھے نائلہ کی اپنی ذہانت کارفرما تھی۔ اس کھیل کے تمام تر مہرے اس نے بہت معاملہ فہمی سے ترتیب دیے تھے تبھی تو کامیابی نے اس کے در پر دستک دی تھی جو ٹھوکر کھا کر پلٹے اس کا ساتھ یقیناً بہت پائیدار ہوتا ہے۔ خود کو آئینے میں دیکھ کر اس نے سوچا تھا آج کا دن اس کے لیے زندگی کا سب سے اہم دن تھا جیسے کوئی آسمان کو چھونے فضا میں اڑنا سیکھ لے چاند کو ہاتھ لگا آئے ستاروں کو دامن میں بھر لے یا پھر نائلہ وسیم کی طرح کامیاب ہو کر فتح کے جشن کی تیاری کرے۔ نبیل نے تو ڈنر پر انوائٹ کرنے کے لیے فون کیا تھا کہ وہ اس سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا تھا اور اس سے ملنے

کے شوق میں وہ وقت سے پہلے ہوٹل پہنچ گئی تھی۔
ایک دم اس کی آنکھوں کو کوئی دھوکا ہوا تھا' یہ منظر حقیقت میں بھلا کیسے ہوسکتا ہے انٹرنس ڈور سے نبیل اندر داخل ہوا اور ایک ثانیے کے لیے کسی اور کے ہم قدم ہونے کا انتظار کیا تھا' بلیک ساڑھی میں ہنستی مسکراتی ہوئی ایمان اس کے ہمراہ چلی آرہی تھی۔
"ہیلو۔" وہ دونوں اس کی ٹیبل کے پاس پہنچے تو نبیل نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا تھا' وہ میکانکی انداز میں کچھ کہے بغیر کھڑی ہوگئی۔
"میٹ ٹو مائی مسز!"
"ارے نائلہ تم... !" ایمان نے آگے بڑھ کر پتھرائی ہوئی نائلہ کو گلے لگایا تھا۔
"نبیل! نائلہ میری دوست ہے' آپ مجھے نائلہ سے ملوانا چاہتے ہیں مگر ہم دونوں تو پہلے ہی ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں۔" اس نے مسکرا کر نبیل کو مخاطب کیا تھا۔
"کبھی کبھی یہ جو ہمارا ایک دوسرے کو جاننے کا دعویٰ ہوتا ہے نا مسز! وقت آنے پر بالکل بودا ثابت ہوتا ہے۔" نبیل نے ان دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی چیئر سنبھالی تھی۔ نائلہ نے اپنی کیفیت سے نکل کر بہت چونک کر اسے دیکھا تھا۔
"ہر انسان اپنی زندگی میں کہیں نہ کہیں غلط فہمیوں کا شکار ضرور ہوتا ہے' یہ دوست دشمن کی فلاسفی بھی عجیب ہے۔"
"کیا مطلب؟" ایمان نے اسے چونک کر دیکھا' وہ اس کی ایکسائٹمنٹ کا جواب بڑے عجیب انداز میں دے رہا تھا۔
"آپ ہماری شادی میں تو شریک نہیں ہوسکیں کہ کراچی گئی ہوئی تھیں مگر ہم حق دوستی ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لو اس خوشی میں آج کی شام آپ کے نام۔ ہم آپ کو پہلے انوائٹ کرتے مگر کچھ دوستوں کی طرف سے ایسے سندیسے موصول ہوئے کہ لائف ڈسٹرب ہوکر رہ گئی تھی۔"

نبیل نے مینو کارڈ پر نظریں جماتے کچھ سپاٹ سے انداز میں کہا تو نائلہ کا چہرہ یک دم فق پڑ گیا۔ ایمان بے حد حیران اور حیران ہوکر ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔
"کوئی ایسا فرد جس کے سامنے تم نے... کی ہوئی باتیں دہرائی ہوں؟" نبیل نے چند روز پہلے کے سوال کیا تھا اور تب اس کا ذہن خالی ہی رہا تھا تو اب؟ ایمان کے ذہن میں کوئی دھماکا ہوا اور وہ جیسے صم ہوگئی تھی۔
"ایکسکیوزمی!" نائلہ بمشکل کہہ کر اٹھی تھی۔
"کیا ہوا مس بدھو بالا؟" نبیل نے ایمان کے سامنے چٹکی بجائی جو دہشت زدہ سی ہوگئی تھی۔
"آئی ایم سوری گائز! ماما کی کال آئی ہے مجھے ارجنٹ جانا ہوگا۔" تبھی نائلہ واپس آ کر ان سے معذرت کرتی اپنا پرس اٹھاتی باہر نکل گئی۔
"نبیل پلیز واپس چلیں میرا سر چکرا رہا ہے۔" نبیل جو بہت پر سکون انداز میں ایمان کے چہرے کے تاثرات ملاحظہ کررہا تھا فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ ایمان ساری کہانی سمجھ گئی تھی' وہ جسے دوست سمجھ کر اپنے راز شیئر کرتی رہی وہی اس کی سب سے بڑی دشمن نکلی تھی۔
پارکنگ سے نکل کر روڈ پر آتے ہوئے ان دونوں کی نظر ایک ساتھ نائلہ پر پڑی جو عجیب ہارے ہوئے انداز میں سست روی سے سڑک کنارے چلتی جارہی تھی۔ نبیل نے مسکرا کر ایمان کی طرف دیکھا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تھپتھپانے لگا تھا۔
پندرہ سال بعد شہر کے معروف بزنس ٹائیکون نبیل زیدی کی مسز ایمان نبیل نے آرٹ فنکشن میں چیف گیسٹ کی حیثیت سے ایک بچی کی آٹوگراف بک پر لکھا۔
"نوخیز کلی! جب اپنے دل کی بات سرسرائی ہوا کو راز دار بنا کر اس کے سپرد کرتی ہے تو اس کی اپنی عزت کے کانچ پر گویا بے رحم پتھر سے پہلی ضرب پڑتی ہے۔"

ذرا رحم لوگو

صوفیہ ملک

تقدیر کی عادت ہے بدل لیتی ہے آنکھیں
کل گر اسی تقدیر نے سچ بول دیا تو
حالات سے مجبور ہوں' وعدہ نہیں کرتا
میں لوٹ کے آؤں گا اگر وقت ملا تو

... دور کہیں مسجد میں فجر کی اذان ... نے رہی تھی' بچہ اس کی گود میں تھا اور بھوک سے بلک رہا تھا وہ خود بھی تین دن سے بھوکی تھی۔ پانی کے سوا کوئی چیز بھی اس کے حلق سے نہیں اتری تھی' وہ خود تو بھوکی رہ سکتی تھی' صبر کرسکتی تھی لیکن وہ معصوم بچہ' جس کی ابھی عمر ہی کیا تھی۔ ایک سال کا وہ بچہ بھوک سے بلک رہا تھا بے حال ہو رہا تھا' بچے کو روتا' بلکتا دیکھ کر اس کا دل کٹ رہا تھا۔
زندگی میں بعض موقع ایسے بھی آتے ہیں جب عزت نفس کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں اور انسان ضمیر کے آگے بے بس مجبور ہوجاتا ہے۔ بھوک وہ واحد چیز ہے جو انسان کی عزت نفس ختم کردیتی ہے وہ بھیک مانگنا نہیں چاہتی تھی' اللہ کے سوا کسی کے آگے جھکنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ ٹوٹنا نہیں چاہتی تھی لیکن وقت نے اسے بے بس اور مجبور کردیا تھا' توڑ کر رکھ دیا تھا' کتنے ہی آنسو بے بسی سے اس کے گالوں پر

جھک گئے اور وہ زور زور سے رونے لگی کیا پتا تھا کہ زندگی اتنی ظالم بھی ہوتی ہے' محلوں میں سونے والے کیا جانتے کہ غربت کی زندگی کیا ہوتی ہے؟ اس نے بے بسی سے سامنے شاندار بنگلے کی بلند عمارت کو دیکھ کر سوچا' بچہ ابھی بھی بلک بلک کر رو رہا تھا۔

"اور ہم یہ دن لوگوں میں باری باری بدلتے رہتے ہیں" (آل عمران ۱۴۰)

❁ ❁ ❁

"ثانی! ہمارا جو بچہ ہوگا نا' وہ بہت خوش قسمت ہوگا' میں اس کی ایسی تربیت کروں گا کہ لوگ اس پر رشک کریں گے۔ میں اپنے بیٹے کو شہر کے سب سے اچھے اسکول میں پڑھاؤں گا' ایک دن میرا بیٹا بڑا ہو کر مجاہد بنے گا اور پھر"

"بس بس بس کرو عابی! آپ کے خواب بہت اونچے ہیں اور ہم اتنے امیر نہیں۔" ثانیہ عباد نے محبت سے شوہر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ایک افسردگی ثانیہ عباد کے لہجے سے جھلک رہی تھی وہ عباد احمد کو ایک تلخ حقیقت سے آگاہ کررہی تھی۔ عباد احمد نے محبت سے ثانیہ کو پکارا اور اس کے نرم و ملائم ہاتھ تھام کر بولا۔

"ثانی! میں تم دونوں کے لیے ڈھیر ساری دولت لاؤں گا' میں بہت محنت کروں گا اپنی فیملی کے لیے' بس اگلی دفعہ جب میں برما سے واپس آیا تو اپنا کاروبار شروع کروں گا اور پھر دیکھنا سب خواب پورے ہوجائیں گے۔ تم پریشان مت ہو' حالات بہت جلد بدل جائیں گے اگر اچھے دن مستقل نہیں رہتے تو بُرے دن بھی ہمیشہ نہیں رہتے سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ ثانی' عباد احمد محبت اور نرمی سے اپنی شریک حیات کو سمجھا رہے تھے' عباد احمد کے سپنے ہی خواب تھے ثانیہ عباد اپنے محبوب شوہر کو بس دیکھتی ہی رہ گئی' جو نظر لگ جانے کی حد تک پیارا لگ رہا تھا۔

❁ ❁ ❁

"شہادت ایک مومن کی بڑی آرزو اور تمنا ہوتی ہے اور یہ آرزو پانے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے۔"

"آہ" ایک ہلکی سی سسکی اس کے حلق سے نکلی۔ "دیکھو عباد احمد ایک بار اپنی ثانی کو آ کر دیکھو' تم اتنی دور جا کر کہاں چلے گئے عابی' اس دولت کے انتظار میں تمہارا بچہ بلک رہا ہے' تمہاری ثانی بھیک مانگنے پر مجبور ہوگئی ہے' لوٹ آؤ عابی! پلیز لوٹ آؤ۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی' زندگی سے بڑی آزمائش کوئی نہیں ہوتی یہ حقیقت ثانیہ عباد کو تب پتا چلی جب اس کا محبوب شوہر ایک جنگ میں شہید ہوگیا تھا۔ زندگی تب سے اس کے لیے ایک امتحان بن گئی تھی۔

"اللہ کے نام پر ایک روٹی دے دو' میرا بچہ تین دن سے بھوکا ہے' میں نے کچھ نہیں کھایا۔" ثانیہ عباد نے روتے ہوئے اس شاندار عمارت کا دروازہ کھٹکھٹایا' جس کے مکین روز تازہ کھانا' مکھن اور بریڈ اپنے کتوں کو ڈالتے تھے لیکن وہاں اللہ کے نام پر دینے والا کون تھا؟

"جاؤ بی بی معاف کرو۔" بھاری مونچھوں والا ایک موٹا سا شخص چلایا جو شاید چوکیدار تھا۔

سورج کی کرنیں ہر سو پھیل رہی تھیں' رات کی تاریکی اب ڈھل چکی تھی۔ اپنے گھر سے بچھڑے اسے 72 گھنٹے ہوچکے تھے' عباد احمد کے سنگ زندگی کتنی خوب صورت اور مکمل تھی' کتنے خوب صورت دن تھے وہ' زندگی میں کسی خوف و پریشانی کا نام تک نہیں تھا۔

"پلیز ایک گلاس پانی؟" ثانیہ اس ظالم شخص کے آگے پھر گڑگڑائی۔ پیاس کی شدت سے آواز کہیں اندر دب کر رہ گئی تھی۔

"کہا نا معاف کرو۔" وہ موٹا بدصورت شخص پھر چلایا' ثانیہ عباد صبر کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔ زندگی میں ایسا وقت بھی آنا تھا۔

"یا اللہ" وہ منہ جھکا کر رونے لگی' بچے کو تڑپتا بلکتا دیکھ کر اس کی ممتا جواب دینے لگی تھی۔

"عابی کہاں چلے گئے ہو؟ کیوں مجھے تنہا چھوڑ گئے ہو اس ظالم دنیا میں۔ عابی لوٹ آؤ پلیز عابی لوٹ آؤ یا مجھے بھی اپنے پاس بلالو۔" اسے یاد تھا وہ ایک حسین صبح تھی

جب ان کے گھر کے دروازے پر کسی فقیر نے دستک دی' تب ثانیہ عباد چھوٹے سے زین کو سلا رہی تھی اور عباد احمد برما جانے کی تیاری میں مگن تھا۔ برما کے حالات بہت خراب تھے اور حکومت نے عباد احمد کی تعیناتی برما میں کردی تھی۔ جہاں بوڑھی مائیں' جوان بہنیں' چھوٹے بچے کسی مسیحا کی تلاش میں تھے' ایسے حالات میں عباد احمد کا وہاں جانا بے حد ضروری تھا' قوموں کا ظلم جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر عذاب نازل ہوا کرتے ہیں۔

"ثانی! دروازے پر فقیر ہے؟" عباد احمد نے فقیر کی صدا سنتے ہوئے اپنی بیوی کو کہا' جو ننھے زین کو سلا کر اپنے شوہر کے لیے ناشتہ بنا رہی تھی۔

"عابی یہ فقیر ایسے ہی ہوتے ہیں۔" ثانیہ نے دنیا کے حالات دیکھ کر اپنے شوہر کو مطمئن کرنا چاہا' عباد احمد بیگ میں کپڑے ڈالنے کے بعد کچن میں آگیا اور پیار سے ثانیہ عباد کو دونوں کندھوں سے تھام کر بولا۔

"ثانی جب کوئی فقیر دروازے پر آئے تو اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے' اللہ ناراض ہوتا ہے' گھر میں جو بھی چیز ہو فقیر کو صدقہ کرو۔"

"پر عابی یہ ضروری تو نہیں کہ سب فقیر حقیقت میں فقیر ہوں' آج کل تو اچھے بھلے انسان بھیک مانگتے ہیں۔" ثانیہ عباد نے جھنجلا کر اپنے شوہر کی بات کی نفی کی۔

"مائی ڈیئر ثانی! کوئی بھی شوق سے بھیک نہیں مانگتا' یہ تو پیٹ ہوتا ہے نا" عباد احمد نے اپنے پیٹ کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ "یہ بھیک مانگنے پر مجبور کرتا ہے' بھیک انسان تب مانگتا ہے جب وہ ہر طرف سے مایوس ہوجائے اور عزت نفس ختم ہوجائے اور اللہ ہمیشہ دینے والا رکھے ہاتھ پھیلانے کا کبھی وقت نہ آئے۔ اللہ کے نام پر دینے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے مائی ڈیئر وائف! اور پھر اللہ تو ہماری نیت دیکھتا ہے کہ ہم کس نیت سے دے رہے ہیں' چاہے وہ فقیر ہو یا نہ ہو۔" عباد احمد دھیمی نرم آواز میں اپنی بیوی کو کندھوں سے پکڑ کر سمجھا رہے تھے کہ یک دم ثانیہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"بس کرو عابی! آپ نے تو پانچ منٹ میں پورا لیکچر دے ڈالا۔ اوکے اگلی دفعہ ایسا نہیں ہوگا۔" وہ مسکرا کر کھانا ایک برتن میں ڈالنے لگی اور پھر عباد کو برتن تھما دیے۔

"گڈ مائی وائف!" عباد احمد نے مسکرا کر کہا اور کھانا لے کر فقیر کو دینے چلا گیا۔

آہ آج دنیا میں کوئی عباد احمد نہیں ہے' ثانیہ نے ایک بار پھر اپنے ننھے پھول سے بچے کو بھوک سے بے حال روتے دیکھ کر سوچا۔ اور پھر وہ لڑکھڑاتے قدموں سے وہاں سے اٹھ گئی۔ ایک آہ سی اس کے دل سے نکلی' اللہ کے رستے میں جان لٹانے والوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا' یہ زمین ان پر تنگ ہوجاتی ہے' بے شک ایک مومن کے لیے یہ دنیا قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت' وہ اپنے گھر سے بہت دور کشمیر کی وادیوں میں تنہا تھی اور اس کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ وہ واپس پاکستان جاسکتی اور کشمیر میں عباد احمد کے سوا اس کا تھا بھی کون؟ دو سال قبل وہ اپنے شوہر کے ہمراہ کشمیر میں آئی تھی اور پھر دوبارہ پاکستان جانا نصیب نہیں ہوا' عباد احمد سے ثانیہ عباد کی شادی ایک حادثاتی طور پر ہوئی تھی۔ ثانیہ عباد اس وقت سیکنڈ ایئر کی اسٹوڈنٹ تھی' جب کالج سے واپسی پر اس نے اپنے گھر بہت سے مہمان دیکھے' وہ کچھ حیران و پریشان تھی کہ اتنے مہمان کس خوشی میں آئے ہیں اور پھر اس کی چھوٹی بہن صائمہ نے اسے بتایا کہ آپی آج آپ کی منگنی ہے۔

"کیا؟" ثانیہ حیرت سے چلائی۔

"ہاں آپی! بابا نے عباد بھائی کا رشتہ آپ کے لیے پسند کیا ہے۔"

"وہاٹ عباد احمد کا مگر مجھے اس مولوی سے شادی نہیں کرنی۔" ثانیہ بلند آواز میں چلائی۔

"آپی عباد بھائی بہت اچھے ہیں اور پھر ان کی فیملی آپ سے اتنی محبت کرتی ہے۔ عباد بھائی نیچر کے بہت اچھے ہیں اور دین دار لوگ تو اللہ کو پیارے ہوتے ہیں' یہ دنیا تو عارضی ہے اور وہ دائمی زندگی جینا چاہتے ہیں۔"

"لیکن صائمہ جہاد میں مرنا کہاں کی عقل مندی ہے اور

ان کے سر پر ہر وقت جہاد کا بھوت سوار رہتا ہے آج اس ملک میں کل کشمیر در پرسوں افغانستان میں ان کے ساتھ کہاں کہاں ذلیل ہوتی رہوں گی۔" ثانیہ نے اپنے اندر کا زہر اگلا، دین سے دوری بعض اوقات انسان کو گمراہ کر دیتی ہے اور انسان کفر بولنا شروع کر دیتا ہے۔ صائمہ نے دکھ سے اپنی بہن کو دیکھا جو خوب صورتی کا شاہکار تھی لیکن اس کا دل اتنا ہی بھیانک اور گندا تھا۔

"آپی آپ جہاد کو برا کہہ رہی ہیں اللہ کے حکم کو؟ اگر جہاد میں مرنا عقل مندی نہ ہوتی تو پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی جنگیں کیوں لڑی تھیں؟ کیوں صحابہ کرام نے اسلام کی خاطر اپنی جانیں قربان کی تھیں؟ کیوں اللہ نے شہید کو زندہ کہا؟ اگر جہاد میں مرنا عقل مندی نہیں تو ڈس آرڈر یا ایکسیڈنٹ کی موت مرنا عقل مندی ہے؟" صائمہ جذباتی ہو کر چلائی تھی۔ بات کرتے کرتے صائمہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

"آپی وہ کیسا ہولناک دن ہوگا جب ہمارا نامہ اعمال ہمارے بائیں ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا اس دن ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ کاش آج اسے موت آجائے' قرآن پاک میں ارشاد ہے اور "جس شخص کا عمل نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا تو وہ موت کو بلانے لگے گا اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا" (الانشقاق)۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے "لے خود ہی اپنی کتاب (اعمال نامہ) آپ ہی پڑھ لے آج تو تو آپ ہی اپنا حساب لینے کے لیے خود ہی کافی ہے (الاسراء)۔ قرآن پاک میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "کافر اس دن خواہش کریں گے کہ کاش وہ مٹی ہو جاتا (النباء)۔" بات کرتے کرتے صائمہ کا گلا رندھ گیا تھا اور ثانیہ پتھر کا بت بن چکی تھی۔ یہ وہ کون سی تلخ حقیقت تھی جو اس کی بہن حولوپ کے ساتھ اس کو سنا رہی تھی۔ دل کی دنیا ایک دم پلٹ چکی تھی اور وہ شرمندہ لہجے میں بولی۔

"صائم میں شادی کے لیے تیار ہوں۔" اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور عباد احمد کی والدہ مسکراتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئیں وہ سب باتوں سے یکسر لاعلم تھیں۔ ہاں انہوں نے بس ثانیہ کی آخری بات ضرور سنی تھی کہ میں شادی کے لیے تیار ہوں۔

"جیتی رہو بیٹا! تم جیسی خوب صورت اور فرماں بردار بیٹی کی تلاش ہمیں برسوں سے تھی۔" اور محبت سے چند ہزار کے نوٹ ثانیہ کے ہاتھ میں تھما کر وہ چلی گئی تھیں۔ سب مہمان جاچکے تھے اور وہ گم سم سی تقدیر کے اس نئے کھیل پر حیران تھی جب اس کے بابا نے اسے بلایا۔

"جی بابا" وہ باپ کے کمرے میں داخل ہو کر سر جھکا کر بولی۔

"بیٹھو بیٹا!" عثمان معاویہ نے بیٹی کو اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔ ثانیہ باپ کے قریب بیٹھ گئی۔

"ثانی بیٹا میں تم سے شرمندہ ہوں لیکن یہ سب کچھ بہت اچانک ہوا میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن"

"بابا پلیز آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں اگر آپ نے میری زندگی کا فیصلہ کیا ہے تو اچھا ہی کیا ہوگا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں بابا اور میں آپ کے فیصلے سے خوش ہوں۔" ثانیہ نے دھیمے لہجے میں ان کی بات کاٹ کے کہا۔

"جیتی رہو بیٹا!" عثمان معاویہ کی آنکھوں میں بیٹی کی فرماں برداری سے ایک چمک سی آگئی تھی۔

❁ • ❁

فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی آج اتوار تھا اور ثانیہ گھر کی صفائی کر رہی تھی جب کہ صائمہ پڑھ رہی تھی۔

"صائم دیکھو! کس کا فون ہے؟" ثانیہ اپنے روم سے چلائی۔

"او کے آپی۔" صائمہ نے بہن کو جواب دے کر فون اٹھالیا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! مجھے ثانیہ عثمان سے بات کرنی ہے۔" دوسری طرف سے ایک مردانہ دلکش آواز گونجی۔

"آپ کون؟" صائمہ نے حیرت سے پوچھا۔

"عباد احمد۔" مختصر جواب موصول ہوا۔

"دو منٹ بھائی! میں آپی کو بلاتی ہوں اور پھر خوشی کے مارے ثانیہ کے کمرے میں دوڑی۔

"آپی آپی آپ کا فون ہے" وہ خوشی کے مارے جب صائمہ ٹھیک سے لفظ ادا نہیں کر پائی تھی۔

"کون بھائی؟" ثانیہ نے اٹھ کر صائمہ سے پوچھا۔

"وہ عباد بھائی فون ہولڈ پر ہے۔" ثانیہ کچھ کنفیوژ ہوئی اور پھر قدم فون کی طرف بڑھا دیئے دل میں ایک انجانا سا خدشہ محسوس ہوا۔

"اللہ خیر کرے ابھی تو منگنی کو تین دن ہوئے تھے پھر یہ کال کیوں؟" انجانے وسوسوں میں گھری وہ سوچ رہی تھی اور پھر فون اٹھالیا۔

"السلام علیکم!" کانپتی آواز میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہیں آپ؟ میں عباد احمد بول رہا ہوں۔"

"جی میں ٹھیک ہوں۔" بمشکل ثانیہ بول پائی۔

"سوری میں کل ہی کشمیر سے پاکستان آیا ہوں اور مجھے امی نے بتایا کہ میری آپ سے منگنی کر دی گئی ہے مجھے یہ سب میری رضامندی سے نہیں ہوا میں آپ کو قید کرنا نہیں چاہتا۔" ایک دھماکہ سا ثانیہ کو اپنے اردگرد ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"تو پھر سب کچھ کس کی رضامندی سے ہوا؟" وہ بس یہ سوچ کر رہ گئی۔

"مس ثانیہ میری راہ بہت کٹھن اور مشکل ہے میں ہر وقت اللہ کی راہ میں نکلا ایک کمزور سا مسافر ہوں یقیناً آپ نے بہت خوب صورت خواب دیکھے ہوں گے آپ نے مجھ جیسے غریب انسان کی رفاقت کا خواب میں بھی نہیں سوچا ہوگا لیکن میں آپ کو مجبور نہیں کرنا چاہتا آپ کو اپنی زندگی جینے کا حق ہے اگر آپ میرے ساتھ ان دشوار راہوں پر چل سکتی ہیں تو مجھے بہت خوشی ہوگی ورنہ میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔" ہمدرد سا تھا اس شخص کی آواز اور لفظوں میں چند لمحے بعد ثانیہ دھیمی آواز میں بولی۔

"بہت کمزور سمجھ لیا آپ نے مجھے میں اس فیصلے سے خوش ہوں۔" یہ کہہ کر ثانیہ نے فون بند کر دیا۔

اور پھر تین ماہ کے اندر وہ ثانیہ عثمان سے ثانیہ عباد بن کر کشمیر کی وادیوں میں اپنے شریک سفر کے ساتھ آچکی تھی۔ عباد احمد کی والہانہ محبت دیکھ کر وہ خدا کا کروڑہا شکر ادا کرتی کہ اس نے زندگی کا فیصلہ بہت اچھا کیا۔ بھلا عباد احمد سے اچھا بھی شریک حیات کسی کو ملنا تھا' زندگی میں جیسے بہار آگئی تھی ہر طرف خوشیاں اور محبتیں اور پھر اچانک یہ بہار خزاں میں بدل چکی تھی۔

❁ • ❁

کتنی دور بس لی بستی تیرے چاہنے والوں نے

ثانیہ کی نگاہ اپنے زخمی پاؤں پر پڑی' سرخ چھالے پھوٹ رہے تھے اور تکلیف کا احساس تک نہیں تھا۔ شاید تمام احساسات اسی وقت ختم ہوگئے تھے جب عباد احمد اسے اندھیری دنیا میں تنہا چھوڑ گیا تھا۔

"مما" بچہ ماں کو روتا دیکھ کر چلایا۔ وہ بس ماں اور بابا کو ہی پکارنا جانتا تھا' اس نے ایک سال کی عمر میں یہ دو لفظ سیکھے تھے' تیسرا لفظ اللہ تھا جو وہ اکثر روتے ہوئے کہتا تھا۔

"مم مما بابا" بچے نے ماں سے اپنے باپ کے بارے میں پوچھا' ثانیہ کا دل ایک بار پھر کٹ کر رہ گیا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے ننھے زین کو بانہوں میں بھینچ لیا اور دیوانہ وار چومنے لگی وہ ننھا سا پھول عباد احمد کا ہی تو عکس تھا۔

"تمہارا بابا نہیں ہے زینی! وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" ثانیہ نے شدت کرب سے کہا۔ زین کا مرجھایا چہرہ اس کا دل چیر رہا تھا' وہ اپنے ننھے بچوں کی بھوک کو کیسے ختم کرتی۔

ٹپ ٹپ گرتے آنسو اس کا دامن بھگوتے رہے وہ کوئی بہت نیک نہیں تھی اس کے ذہن میں بی بی ہاجرہ کا منظر گھوم رہا تھا' ننھے حضرت اسماعیل کی ایڑھیاں' آب زم زم اللہ

نے انہیں ایسی ہی بھوک اور پیاس کی شدت میں پانی کا چشمہ دیا تھا لیکن وہ آج کہاں سے پانی لاتی' نہ سر چھپانے کو کوئی جگہ تھی نہ پیٹ بھرنے کو کھانا' ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اور وہ ریشمی سوٹ اور کالی بڑی سی چادر میں ملبوس تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں پھر بھی اس کا جسم چیر رہی تھیں۔ ننھا زین بھی باریک معمولی سے کپڑوں میں ملبوس ہر آسائش سے عاری ماں سے لپٹا تھا۔ ماں کے جسم کی گرمائش اسے سکون دے رہی تھی لیکن رات کہاں بسر ہونی تھی' وہ نہیں جانتی تھی۔ وہ ایک درخت کے نیچے بے بسی سے بیٹھ گئی اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا' ایک مسلسل بھوک اوپر سے رونے کی وجہ سے وہ بالکل نڈھال ہو رہی تھی اسے اپنی بھوک کا احساس تک بھی نہیں لیکن ننھا زین جو ہر طرح کے درد سے ناآشنا تھا۔

❁ ❁ ❁
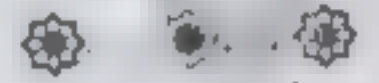
"ثانی! آج شام کی فلائٹ ہے میں برما جا رہا ہوں۔" ثانیہ کپڑے دھو رہی تھی' جب اس نے عباد احمد کو کاغذ پر کچھ لکھتے کہتے سنا۔

"لیکن عابی وہاں کے حالات تو بہت خطرناک ہیں۔" ثانیہ کپڑے وہیں رکھ کر عباد احمد کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ ننھا زین باپ کے پاس آنے کو مچل رہا تھا۔

"میرا زینی 22 رجب کو ایک سال کا ہو جائے گا نا۔" عباد احمد نے بات کو بدلتے ہوئے ننھے زین کو اٹھا لیا اور دیوانہ وار چومنے لگا۔

"آپ برما کیوں جا رہے ہیں؟" ثانیہ نے عباد کی بات کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

"میرا وہاں جانا ضروری ہے بیگم!" عباد احمد نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن عباد ..." وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ عباد احمد نے ثانیہ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر محبت سے پوچھا۔

"پتا نہیں عابی میرا دل بہت اداس ہے۔" ثانیہ نے دکھ سے کہا۔ عباد احمد نے ثانیہ کے ہاتھ چھوڑ دیئے اور کھڑے ہو کر بولا۔

"ثانی میں نے تم سے کہا تھا نا میری زندگی بہت کٹھن ہے اور تم نے ساتھ دینے کا وعدہ بھی کیا تھا' محبت کو میری پاؤں کی زنجیر مت بناؤ۔" ثانیہ کے آنسو دیکھ کر وہ بے تاب ہو گیا۔

"پلیز ثانی مت رو' تمہارا رونا مجھے بہت تکلیف دیتا ہے۔ تم جانتی ہو نا میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں' پلیز مت رویا کرو۔" عباد احمد نے محبت سے ثانیہ کے گالوں پر سے آنسو صاف کیے۔ "ثانی اللہ پاک قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ "کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (التوبہ ۲۴)

"کیا تم چاہتی ہو کہ میں عذاب کا مستحق ٹھہروں' یا اللہ کے نافرمان لوگوں میں شامل ہو جاؤں' گمراہ ہو کر بھی کیا حاصل ہوگا ثانی! جانا تو اسی اللہ کے پاس ہے پھر کس طرح اس کی نافرمانی کروں۔" عباد احمد رسانیت سے اپنی بیوی کو سمجھا رہا تھا' پتا نہیں دل ایسی حقیقتوں کو کیوں نہیں مانتا' وہ اللہ کا کلام سن رہا تھا اور اللہ کا کلام جھوٹا کیسے ہو سکتا ہے؟" دل ہی دل میں شرمندہ ہوئی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں آپ کی تیاری کرا دیتی' آپ نہا لیں۔" ثانیہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔ دو آنسو بے بسی سے اس کی آنکھوں سے نکلے اور گالوں پر نشان چھوڑ گئے۔ ثانیہ نے جلدی سے آنسو صاف کر لیے کہیں عباد احمد پھر ان آنسوؤں کو نہ دیکھ لے جن کا ضائع ہونا عباد احمد کو تکلیف دیتا تھا اور آج تو وہ تین دن سے مسلسل رو رہی تھی' عباد اس کے آنسو کیوں نہیں پونچھ رہا تھا کیا اب اسے ثانیہ عباد کے آنسو تکلیف نہیں دے رہے تھے۔

❁ ❁ ❁

"22 رجب کا دن تھا اور عباد احمد کو برما گئے آج تیسرا دن تھا۔ ثانیہ عباد کا دل بہت اداس تھا کہیں دل نہیں لگ رہا تھا۔ ننھے زین کو سلا کر وہ فون کے قریب آ گئی' اسی فون کے ذریعے وہ پاکستان اور عباد احمد سے رابطہ رکھتی تھی' ... کبھی اس نے ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ صبح ... کال آئی تھی کہ حالات بہت خطرناک ہیں' وہ ... کے لیے خصوصی دعا کرے۔ صبح سے مغرب تک ... کر کر کے تھک چکی تھی لیکن دل کی بے کلی کو ... اور پھر اس نے عباد احمد کا نمبر ڈائل کرنا شروع ... لیکن نمبر آف دیکھ کر ثانیہ عباد کا دل کسی نے مٹھی میں ... آنے سے پہلے بھی عباد احمد نے اپنا موبائل آف ... کیا تھا' دل کو کسی پل سکون نصیب نہیں ہو رہا تھا۔ ... بے چینی بڑھتی جا رہی تھی ننھا زین گہری نیند سو رہا تھا۔ ... نے مرجھائے دل کے ساتھ ایک بار پھر نمبر ڈائل ... لیکن نمبر ہنوز بند تھا' دل کی بے چینی حد کے سوا بڑھ گئی ... وہ دعائیں مانگنے لگی' کچھ لمحے بعد اس کے ... سے کسی کی کال آئی تھی اور جو کچھ انہوں نے ... کہا تھا اسے لگا اس کا دل ابھی بند ہو جائے گا اس کا ... شوہر عباد جام شہادت نوش کر چکا تھا وہ اپنا سر تھام ... گئی۔ ثانیہ عباد کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ ... کہ اس کے سر پر نہ آسمان ہے نہ پاؤں تلے زمین' دنیا ... گردش جیسے یک دم رک گئی ہے۔

"ثانی ... میری ایک خواہش ہے۔" ثانیہ عباد ... رہی تھی جب عباد احمد نے سنجیدہ لہجے میں ثانیہ ... مخاطب کیا۔

"کیا ...؟" ثانیہ عباد نے اپنے محبوب شوہر کو ... پوچھا۔

"ثانی! جس طرح اللہ کو جوانی کی عبادت پسند ہے اسی ... مجھے جوانی کی موت پسند ہے' میری خواہش ہے کہ ... جوانی میں اپنے رب سے ملوں۔" عباد احمد ایک ... سے ثانیہ عباد کو دیکھے بغیر کہہ رہا تھا لیکن ہنوز خاموشی ... جب عباد احمد نے سر اٹھایا تو کسی آبشار کی طرح ثانیہ عباد کے بہتے آنسو دیکھے جو بچوں کی طرح سسکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔

"ارے ثانی میری جان! کیا ہوا؟" عباد احمد فوراً ثانیہ کے قریب ہوا اور پھر اس کے آنسو صاف کر کے بولا۔

"سوری تمہیں میری بات سے تکلیف ہوئی۔"

"عابی! آپ ایسا کیوں کہتے ہیں' مجھے آپ کے بغیر نہیں جینا' ایک پل ایک لمحہ بھی نہیں۔ وہ کسی بچے کی طرح مچلی' اوکے مائی سویٹ ہارٹ! ہم اکٹھے اس دنیا سے جائیں گے' اکٹھے شہید ہوں گے' بس خوش ...؟" وہ بچوں کی طرح اپنی محبوب بیوی کو بہلا رہا تھا' آنسو صاف کر رہا تھا۔

"عابی پھر یہ بے وفائی کیوں؟" ثانیہ عباد نے چکراتے سر کے ساتھ بس یہی سوچا اور پھر وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکی تھی۔

❁ ❁ ❁

تین دن کی بے ہوشی کے بعد ثانیہ عباد نے خود کو ایک کمرے میں پایا' وہ شاید کسی اسپتال کا کمرہ تھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" ایک نرس نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا تو کیا وہ زندہ تھی' کیا عباد احمد سے بچھڑ کر بھی وہ زندہ تھی' بے وفا کون تھا۔ عباد احمد یا ثانیہ عباد......؟ اس نے کرب سے سوچا۔

"میڈم! آپ بہت گہرے شاک سے گزری ہیں لیکن آپ کو خود کو سنبھالنا ہوگا۔ آپ کا ایک ننھا سا بچہ ہے جو تین دن سے آپ کے لیے تڑپ رہا ہے۔" نرس نے ایک حوصلہ دینے کے ساتھ اسے زین کا بھی خیال دلوایا جسے وہ بھول چکی تھی۔

"کہاں ہے میرا زین؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"بی ریلیکس وہ اس وقت سو رہا ہے آپ آرام کریں۔ میں ان لوگوں کو بھیجتی ہوں جو آپ کو یہاں لائے۔" یہ کہہ کر نرس باہر چلی گئی اور پھر کچھ دیر بعد تین اجنبی لوگ اندر داخل ہوئے' ایک عورت ثانیہ عباد کے گلے لگ کر بچوں کی طرح بلکنے لگی۔

"ہمارا عباد ہمیں چھوڑ کر چلا گیا۔" ثانیہ کی آنکھیں پتھرا چکی تھیں۔ وہ عورت کیوں بلک بلک کر رو رہی تھی، عباد کبھی نہیں مرا۔ ایسی حقیقتوں پر کہاں یقین آتا ہے، اسی وقت ایک بچہ دوڑتا ہوا اندر آیا۔

"بابا وہ آگئے۔" بچہ خوف زدہ تھا۔

"کون ...؟" ایک مرد نے گھبرا کر پوچھا۔

"بابا پولیس......"

"نصرت بانو! بہن کی جان کو خطرہ ہے، تم اسے لے کر پچھلے دروازے سے نکل جاؤ۔" اس مرد نے ننھے زین کو ثانیہ کی طرف بڑھایا۔ جو اس کی گود میں سو رہا تھا۔

"بھائی کیسا خطرہ؟" ثانیہ نے گھبرا کر پوچھا لیکن کسی جواب سوال کا وقت ختم ہو چکا تھا، نا کوئی جواب دیئے وہ دونوں مرد باہر نکل گئے۔

"اس کمرے میں عباد احمد کی وائف زیر علاج ہے؟" ثانیہ عباد کو ایک بھاری آواز سنائی دی، اسے ایسا لگا جیسے بہت جلد وہ اپنے عباد سے مل پائے گی۔

"نہیں ..." وہ دونوں مرد اس کا دفاع کر رہے تھے۔

"بھابی! آپ یہاں سے چلی جاؤ، خدا کے لیے چلی جاؤ ورنہ وہ مکار ہندو آپ کو مار دیں گے۔" ثانیہ تیزی سے بیرونی دروازے سے زین کو سنبھالتی وہاں سے نکل گئی، وہ نہیں جانتی تھی اسے کہاں جانا ہے لیکن اسے اس علاقے سے بہت دور جانا تھا بہت دور

❀ • ❀

وہ سڑک کے کنارے بیٹھی اپنے بھیانک ماضی کو یاد کر رہی تھی آج عباد احمد سے بچھڑے چھٹا دن تھا، وہ ننھے زین کو دیکھ کر رو رہی تھی، جب اس کے کانوں میں کسی اجنبی کی آواز گونجی۔

"عباد احمد تو قوم کا ہیرو تھا، ایسے نایاب موتی روز تھوڑی پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے، کاش میں زندگی میں ایک بار ان سے مل جاتا۔ کاش مجھے ایک بار ان کی قبر کی زیارت ہو جائے، میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔" دو لڑکے آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور وہ بے وقوفوں کی طرح ان کا منہ تک رہی تھی، وہ کسی اجنبی کے منہ سے اپنے شوہر کے بارے میں سن رہی تھی۔

"ثانی! جب میں شہید ہو جاؤں گا تو لوگ تمہاری بہت عزت کریں گے۔ ثانی پتا ہے شہید کی بیوی کا درجہ بہت بلند ہوتا ہے۔ ثانی تم خوش ہو گی نا تب؟" وہ بڑے جوش اور جوش میں بول رہا تھا اور ثانیہ گم صم بھیگی آنکھوں سے یک ٹک عباد احمد کو دیکھ رہی تھی۔

"ارے ثانی! تم رو رہی ہو؟" عباد احمد اسے روتا دیکھ کر کنفیوز ہو گیا۔

"بہت بُرے ہو آپ، کیوں کہتے ہو ایسا؟ مجھے آپ کے بغیر نہیں جینا عابی! آپ کے بغیر میرا ہے ہی کون ہے؟ پلیز ایسا مت کہا کرو۔" وہ روتے روتے اس کے کندھے سے لگ کر سسک پڑی۔

"اوہ سوری مائی ڈیئر لیکن ثانیہ یہ تو ہماری منزل ہے، پھر یہ رونا کیوں؟ کیا تم اپنا وعدہ بھول چکی ہو؟" عباد احمد نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"پلیز عابی چپ، پلیز ایسا مت کہو، مجھے ایسی عزت نہیں چاہیے جو مجھے آپ سے دور کر دے۔"

"مسٹر ..." اجنبی آواز پر وہ اپنے خیال سے چونکی تھی وہ دونوں لڑکے اسی کی طرف متوجہ تھے۔ وہ ثانیہ کو گھورنے کے انداز سے دیکھنے کی وجہ سے مخاطب تھے۔

"آپ ہمیں اس طرح کیوں دیکھ رہی ہیں اور آپ کون ہیں؟" ایک لڑکے نے شائستہ لہجے میں کہا۔

"میں ایک بے بس انسان ہوں، جس کا دنیا میں اللہ کے سوا کوئی نہیں۔" وہ نگاہیں جھکا کر رو پڑی۔

"آپ بہت نڈھال اور پریشان لگ رہی ہیں، [illegible] سمجھیں تو کچھ اپنے بارے میں بتانا پسند کریں گی۔"

"نہیں ...؟" ثانیہ نے مختصر جواب دیا۔

"چل یار چلتے ہیں، پتا نہیں کون ہے؟" دوسرا لڑکا پہلے لڑکے سے مخاطب ہوا۔

"کیا اس ظالم دنیا کے ظالم لوگوں سے ایک [illegible] کا مل سکتا ہے؟ میں اور میرا بچہ تین دن سے بھوکے ہیں۔"

ثانیہ نے ایک بار پھر اپنی عزت نفس کو کچل کر تیز لہجے میں کہا تھا۔

20 منٹ کے بعد وہ خوب صورت سلجھا ہوا نوجوان ہاتھ میں شاپر پکڑے ثانیہ عباد کے سامنے حاضر تھا۔

"یہ کھانا ..." وہ ثانیہ عباد کو دیکھ کر مختصر بولا۔ ایک پانی کی بوتل وہ ثانیہ کی طرف بڑھا چکا تھا، جسے ثانیہ نے فوراً تھام لیا اور ننھے زین کے ہونٹوں سے لگا دی، دن ڈھل رہا تھا اور یہ غیر انجان آباد علاقہ تھا، آبادی نہ ہونے کے برابر تھی۔

"آپ آرام سے کھانا کھائیں، میں کچھ دیر تک برتن واپس لے جاؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ لڑکا وہاں سے اپنے دوست کے ہمراہ نکل گیا۔

"کیا آج بھی کوئی عباد احمد زندہ ہے۔" ثانیہ نے کھانا کھاتے ہوئے سوچا۔

"اللہ ہمیشہ دینے والا رکھے، کبھی ہاتھ پھیلانے کا وقت نہ آئے۔" اسے اپنے محبوب شوہر کی بات بہت شدت سے یاد آئی اور ڈھیروں آنسو آنکھوں میں در آئے اس نے ننھے زین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا، چند نوالے زبردستی اپنے حلق سے بھی اتارے اور شتاب کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تبھی وہ لڑکا واپس آچکا تھا ثانیہ نے خالی برتن اسے تھما دیئے، پھر شکریہ کے الفاظ کہہ کر چل پڑی۔

❀ ..... • ❀

وہ گرجتی بجلی اور برستی بارش کو دیکھ کر زور زور سے رونے لگی۔

"دیکھو عباد احمد! آج تمہاری ثانی کتنی بہادر بنی ہے، وہ کمرے میں بستر پر نہیں ہے وہ ایک ویران سڑک پر بجلی کی گرج کو برداشت کر رہی ہے، جب آپ زندہ تھے تو کوئی ڈر نہیں تھا لیکن اب کسی ڈر سے ڈر نہیں لگتا۔" بارش زوروں سے برس رہی تھی۔ آہ ... کیا خبر تھی کہ ایسی کرب بھری راتیں بھی مقدر بنیں گی۔ وہ خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی جب گشت کرنے والے ایک پولیس آفیسر کی نگاہ بھیگتی ثانیہ عباد پر پڑی۔ وہ سہم کر اسے دیکھنے لگی اور تیز قدموں سے برستی بارش میں سرخ گیٹ کی طرف چلنے لگی، دل میں یہی ڈر تھا کہ کوئی اسے پہچان نہ لے، وہ مڑ کر پولیس آفیسر کو دیکھتی اور مزید تیز چلنے لگی۔

"ٹھہرو ..." مردانہ بھاری آواز پر اس کے قدم رک گئے۔

"کون ہو تم؟" وہ نوجوان پولیس آفیسر کرختگی سے بولا۔

"آپ کو میرے حلیے سے کیا لگتا ہے کہ میں کون ہوں؟" ثانیہ نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"کسی ملک کی دوشیزہ۔" وہ ہندو نوجوان کمینے پن سے مسکرایا۔ ثانیہ عباد کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی، وہ بڑی ہوس پرست نظروں سے ثانیہ عباد کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ بچہ کس کا ہے؟" پولیس آفیسر نے زین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"میرا" ثانیہ نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"اسے مجھے دے دو۔" وہ بچے کو لینے کے لیے آگے لپکا۔

"نہیں ... نہیں ..." ثانیہ سہم کر پیچھے ہو گئی۔

"یہ میرے عباد احمد کی آخری نشانی ہے۔" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا اور پولیس آفیسر کے چہرے کی رنگت بھی بدل گئی۔

"وہاٹ ... تم عباد احمد کی وائف ہو؟" اس ظالم شخص نے کرخت لہجے میں پوچھا۔ ثانیہ عباد سکتے میں آگئی، بے ساختگی میں اس سے کتنی بڑی غلطی ہو گئی جس ڈر سے وہ تین دن سے دربدر تھی وہ ڈر سامنے آگیا۔

"ن ... ن ... نہیں ..." بمشکل اس نے جھوٹ بولا اور جب سچے لوگ جھوٹ بولتے ہیں تو ان کا جھوٹ ان کے چہرے سے ظاہر ہو جاتا اور وہ تو بہت مکار ہندو تھا، ظالم، وحشی، درندہ ... تین دن سے عباد احمد ایک بھوت کی طرح کشمیر کے فوجیوں پر مسلط تھا اور اب حسین دوشیزہ عباد احمد کی وائف ان کے ہاتھ لگ چکی تھی۔ "پکڑ لو اسے۔" اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اور ثانیہ عباد کی زندگی کا ایک

اور امتحان شروع ہوگیا تھا۔ بچہ اس سے چھین لیا گیا تھا وہ بلکتی، سسکتی رہی حسرت سے آخری نگاہ سرخ گیٹ کو دیکھتی رہی لیکن ظالموں کو رحم نہ آیا اور بالآخر وہ جیل کی سلاخوں میں بند کردی گئی۔ عباد احمد کی جدائی کا غم کیا کم تھا کہ اب زین کی جدائی وہ سسک سسک کر رونے لگی، زخم زخم دل کے ساتھ اس نے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے۔

"یا اللہ یہ کیسا امتحان ہے؟"

❀ ❀ ❀

تین ماہ کی مسلسل اذیت ناک سزا نے ثانیہ عباد کو نڈھال کردیا تھا۔

"بے شک دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔" ثانی اللہ پاک قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

"جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور خدا کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے، اللہ کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں (التوبہ ۲۰)۔"

"آہ عابی آپ نے میری آخرت سنوار دی، مجھے اب جلد آپ کے پاس آنا ہے ہمیشہ کے لیے، دیکھئے میں نے آپ کے مشن کو چھوڑا نہیں، میں نے اللہ کی راہ میں مال، گھربار، شوہر، اولاد سب کچھ گنوا دیا بس اللہ مجھ سے راضی ہوجائے میں مراد کو پہنچ جاؤں۔ میں اپنے عابی سے مل جاؤں۔" اس نے اپنی بند ہوتی آنکھوں کو بمشکل کھولا تھا کہ ایک آخری پیغام رختِ سفر باندھنے سے قبل اس نے دینا تھا۔

انڈیا کی جیل میں قید ثانیہ عباد کا پیغام اپنی مسلمانوں ماؤں، بہنوں، بھائیوں کا نام......

"میرے پیارے بھائیو، ماؤں، بہنوں زیست خدا کی امانت ہے اور زندگی ہر شخص کو پیاری ہے مرنا برحق ہے موت اپنے مقرر وقت پر آئے گی لیکن تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کیوں اتنی بزدل مائیں، بہنیں بن چکی ہو جو تمہیں کشمیر، فلسطین، افغانستان، برما، شام میں سسکتے، بلکتے، جیتے بچوں، نوجوانوں اور بہنوں کی آواز نہیں آتی اگر تمہارے ایمان مرچکے ہیں تو اپنے ضمیر کو ٹٹولو اپنا خون دیکھو وہ کہیں سرخ کے بجائے سفید تو نہیں ہوگیا جو تم نے اپنے ہی مسلمان بھائی کا احساس کرنا چھوڑ دیا جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جسم کی مثال دی از غیرت مند بھائی کوئی تیسری بہن کی طرف دیکھتا ہے تو تیرا خون کھول اٹھتا ہے کیا ہم مسلمان بہنیں تمہارے کچھ نہیں لگتیں نجانے یہاں ہر روز کتنی بہنیں ان کمینے ہندوؤں کے ہاتھوں اپنی عزت گنواتی ہیں تم نے خدا کے قرآن کو بھلا دیا اب تم پر پستی کا دور شروع ہوگیا آج ہر مسلمان اپنا محاسبہ کرے کہ وہ کیسی زندگی جی رہا ہے کیا اسے موت نہیں آنی؟ کیا بروز محشر وہ خدا کے سامنے جواب دہ نہیں ہوگا؟ کیا وہ سسکتی، بلکتی بہنیں ان کا گریبان پکڑ کر نہیں پوچھیں گی کہ تمہارے ہوتے ہوئے ہماری عزتوں کو تار تار کیا گیا اور پھر اس ہولناک دن میں تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ ضرور سوچے گا کیونکہ جہاد اور قرآن صرف عباد احمد اور ثانیہ کے لیے نازل نہیں ہوا۔ تم سب ہر مسلمان مرد، عورت کو اس فریضے کا جواب دینا پڑے گا۔ ہر عمل کا مکافات عمل ہوتا ہے آج تم ان مسلمانوں کی خاطر گھر سے نہیں نکلتے، کل یہ وقت تم پر بھی آئے گا اور سوچنا ضرور کہ آج تم کسی کی مدد کے لیے گھر سے نہیں نکلتے۔ کیا کل کو کوئی تمہاری مدد کرنے آئے گا نہیں ہر گز نہیں تو پھر لوٹ آؤ اسلام کی طرف، ان سسکتے بلکتے مسلمانوں کی طرف جو تمہارے منتظر ہیں تمہاری سسکتی بہن ثانیہ عباد!"

❀

شب ہجراں ستاتی ہے اُداسی گھیر لیتی ہے
تمہاری یاد آتی ہے اُداسی گھیر لیتی ہے
تمہاری یاد کی کوئل جو دل کے اُجڑے گلشن میں
کوئی نغمہ سناتی ہے اُداسی گھیر لیتی ہے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

عریشہ عباس سے نندنی کو فی الحال میڈیا پر متعارف نہ کرانے کے بابت استفسار کرتی ہے اس کے لہجے میں شک کی آمیزش ہوتی ہے جس پر عباس جھنجلا سا جاتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ فلم کے آن ایئر ہونے تک وہ اسے متعارف نہیں کرانا چاہتا جس پر عریشہ مزید بدگمان ہونے لگتی ہے اور عباس کو شدید دکھ ہوتا ہے۔ وہ اسے اپنی کم خوب صورتی کا حوالہ دے کر پریشرائز کرتی ہے اور رونے لگتی ہے جس پر عباس اپنا سارا غم و غصہ بھلا کر اس کی دلجوئی کرتا ہے۔ عریشہ اس پر حویلی کال کرنے کا اور اپنے والدین کو منانے کا دباؤ ڈالتی ہے جس پر عباس چپ ہوجاتا ہے اسے وقاص کا اہانت آمیز رویہ یاد آتا ہے جو اس کی کال پر اس نے اس کے ساتھ اختیار کیا جب ہی عباس دوبارہ عریشہ کو اپنے ساتھ شوٹنگ پر چلنے کے لیے تائل کرتا ہے جس پر وہ انکار کردیتی ہے اور عباس چلا جاتا ہے جس پر وہ اپنے مقصد میں ناکامی پر جھنجلا کر رہ جاتی ہے۔

نندنی شوٹنگ کے حوالے سے شاپنگ کی غرض سے مارکیٹ آتی ہے جب ہی موسم خراب ہوجاتا ہے اور کچھ آوارہ لڑکے اسے تنگ کرنے لگتے ہیں اور اتفاق سے وہاں عباس آجاتا ہے نندنی مارے شرمندگی کے زمین میں گڑھ جاتی ہے۔ عباس اسے اپنے ساتھ گھر لے آتا ہے وہ عریشہ سے ملواتا ہے۔ عریشہ اس کی خوب صورتی کو دیکھ کر مزید عدم تحفظ کا شکار ہوجاتی ہے۔ جبکہ نندنی عباس اور عریشہ کی محبت و خوشگوار زندگی میں خود کو ان فٹ محسوس کرتے ہوئے دکھ سے اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ عباس کی آنکھوں میں عریشہ کا عکس اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ عباس اسے گھر ڈراپ کرتا ہے اور وہ نا چاہتے ہوئے بھی مان جاتی ہے۔ جبکہ عریشہ کے لیے یہ صورتحال بہت عجیب ہوتی ہے۔

ایمان سسکتے ہوئے امہ کی تصویریں دیکھ رہی ہوتی ہے جب ہی شرجیل آجاتا ہے اور غصے میں البم پھاڑ دیتا ہے جس پر ایمان شدید صدمے سے دوچار ہوجاتی ہے اور وہیں ڈھیر ہوجاتی ہے۔ شرجیل جب واش روم سے آکر ایمان کی یہ حالت دیکھتا ہے تو فوراً نبیل کو بلاتا ہے نبیل ایمان کی ڈریسنگ کرتے ہوئے شرجیل کو اس کی غیر ذمہ داری غصے پر کافی شرمندہ کرتا ہے جب ہی اس کی امی بات جان کر کافی طیش وغصہ کرتی ہیں۔ تائی اور امی کی باتوں پر وہ مزید ڈسٹرب ہوجاتا ہے اس کا ایمان کی ذرہ سی سائیڈ لینا ہی اس کے بے نقصان وہ ثابت ہوتا ہے۔ صبح جب ایمان ہوش میں آتی ہے تو وہ اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کرتا ہے کہ وہ الگ گھر لینا چاہتا ہے مگر ایمان اسے منع کردیتی ہے کہ وہ اب اس کی والدہ سے اس کا بیٹا نہیں چھین سکتی۔ بلکہ محبت سے ان کا دل جیتنا چاہتی ہے۔ اس کے لیے فی الحال شرجیل کا معذرت کرنا اور اس کا نرم رویہ ہی کافی ہوتا ہے۔

لاریب سکندر کے ساتھ شہر جانے سے منع کردیتی ہے مگر بابا سائیں کے اصرار پر سکندر خاموش ہوجاتا ہے پھر جب وہ لاریب سے پوچھتے ہیں تو وہ سمجھتی ہے کہ شاید سکندر نے اس کی شکایت کی ہے جس پر وہ سکندر سے مزید بدگمان ہوجاتی ہے۔

نندنی عباس اور باقی ٹیم کے ساتھ شوٹنگ کی غرض سے نادرن ایریا آجاتی ہے عباس ایک پل کو اس کے صبیح حسن کو دیکھ کر ٹھٹھک جاتا ہے وہ پوری طرح اسی کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ عباس اس کے پاس چلا آتا ہے۔ وہ عباس کی خود پر جمی نظروں سے کنفیوز ہوجاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

✿ • ✿

عباس کے دیکھنے کے انداز میں فکرمندی اور تشویش تھی۔ جب وہ بولا تو یہی تاثر اس کی نظروں کے ساتھ لہجے میں بھی اتر آیا تھا۔

”ابھی جہاں جانا ہے وہاں اس سے زیادہ سردی ہے آپ کو پرابلم ہوسکتی ہے فی الحال تو ہاٹ کافی منگواتا ہوں۔ یقیناً آپ بہتر محسوس کریں گی۔“ فکرمندانہ انداز میں کہتا وہ ہاتھ میں موجود سیل فون پر نمبر پش کرنے لگتا۔ نندنی جو اسے منع کرنا چاہتی تھی کچھ سوچ کر ارادہ ملتوی کرگئی۔ یہ توجہ یہ کیئرنگ انداز اس کے دل کے نخلستان پر برسنے والا ابر رحمت تھا۔ وہ کفران نعمت کی مرتکب کیسے ہوجاتی۔ چند منٹ بعد بھاپ اڑاتا مگ اس کے ہاتھ میں تھا۔ نندنی نے ممنون نظروں سے اسے دیکھا۔

”آپ کافی نہیں لیں گے کیا؟“ عباس جو اسی زاویے سے کھڑا اپنے سیل فون پر مصروف تھا قدرے چونک کر متوجہ ہوا۔

”نہیں کیونکہ مجھے آپ جتنی سردی نہیں لگتی۔“ وہ مسکرا کر نرمی سے بولا۔ لہجے میں خفیف سی شرارت تھی۔ نندنی جھینپ کر رہ گئی۔ وہ نہیں جانتی تھی مگر اس حیا آمیز مسکراہٹ نے اس کے دلکش چہرے کو ایسا انوکھا نکھار اور سحر انگیزی عطا کی تھی کہ عباس حیدر کی نگاہ لمحہ بھر کو ٹھٹک کر اس کے چہرے پر جمی رہ گئی تھی احساس ہونے پر اس نے فی الفور نگاہ کا زاویہ بدلا۔

(یہ لڑکی بہت خوب صورت ہے عباس اس قدر قیامت خیز حسن ایمان ہلا سکتا ہے۔ قسم سے پہلے اسے مل کر جتنا بھی مبہوت ہوئی تھی مگر اب ڈرنے لگی ہوں کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم اسے اپنی مووی سے نکال دو) اسے عریشہ کی بات شدتوں سے یاد آئی۔ جو اس نے پچھلی رات بڑے پرتشویش انداز میں کہی تھی اور عباس نا صرف حیران بلکہ بے حد خفا بھی ہوکر رہ گیا تھا۔

”میں تمہاری بات کا مائنڈ بھی کرسکتا ہوں عریشہ“ دوسرے لفظوں میں یہ مطلب تھا کہ اسے اس پر اعتبار نہیں ہے۔ اسے یہی بات چڑانے اور مشتعل کرنے کا باعث بنی تھی۔

”بات یہ نہیں ہے عباس دیکھیں میری جگہ پر خود کو رکھ کر سوچیں بار بار کا ملنا ایک ساتھ رہ کا کام کرنا یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ پر یہ چیز اثر انداز نہ ہو۔“ عریشہ کی اپنی رٹ تھی اور عباس اتنا جھنجلایا ہوا تھا کہ زندگی میں پہلی بار اس سے باقاعدہ جھگڑنے لگا۔

”مجھے افسوس ہو عریشہ کہ تم نے مجھے اتنا عام سا مرد سمجھا لیکن میں ثابت کرنا چاہوں گا کہ میں نہ تو چھچھورا ہوں نہ ہی دل پھینک۔ میرے نزدیک حسن خوب صورتی نہیں جذبات اور محبت اہم ہیں۔ خیر تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گی۔“ وہ زندگی میں پہلی بار اس سے سنجیدگی کے ساتھ خفا ہوا تھا۔ عریشہ کی باتوں سے اس کا دل اتنا بوجھل ہورہا تھا۔ وہ اسے اپنے احساسات نہیں سمجھا سکتا تھا۔ اگر ممکن ہوتا تو وہ اسے لاریب سے ملواتا پھر اسے شاید اندازہ ہوتا کہ اس نے عریشہ کی خاطر کیسی بے مثال یکا و چند خوب صورتی کو ٹھکرا کر اس کا انتخاب کیا تھا۔ اس کے دل میں پہلی بار عریشہ کی جانب سے شکوہ آیا تھا۔

”وین آگئی ہے ساحر بھائی آپ لوگ آجائیں۔“ شیراز نے اس کے پاس آکر کہا تب عباس خفیف سا چونکتا ہوا اس کے ساتھ ہولیا۔ ناشتا راستے میں وین روک کر ریسٹورنٹ سے پیک کروا لیا گیا تھا۔ وین کا سفر ایک بار پھر شروع ہوا کوچ بل کھاتے ہوئے ہوکر موٹر وے پر فراٹے بھرنے لگی تھی۔ عباس نے ناشتا بھی نہیں کیا۔ وہ سب سے الگ تھلگ بیٹھا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ شعوری طور پر وہ ابھی تک عریشہ کی اس بدگمانی کے حصار سے نہیں نکل سکا تھا۔ اس نے کتنے جتلاتے ہوئے انداز میں اسے کہا تھا۔

”اس لڑکی میں اتنی صلاحیت ہوگی عباس جبھی آپ زندگی میں پہلی بار میری کوئی بات جھٹلا رہے ہیں۔ میرے ایک بار کہنے پر آپ نے فلموں میں کام نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ مجھے بتایئے میری ویلیو ڈاؤن ہوئی ہے یا پھر اس لڑکی

کے حسن کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا ہے۔" طنز و تمسخر سے ڈوبی آواز میں چھپی کاٹ عباس کے جاگیردارانہ خون کو آگ میں نہلانے کو کافی ثابت ہوئی تھی۔

"تم اپنی سوچوں میں آزاد ہو عریشہ جو دل چاہے قیاس کر سکتی ہو۔"

بات ذات کے پندار اور انا کے ساتھ عزتِ نفس کی بھی تھی۔ وہ وضاحتیں پیش کیوں کرتا۔ وہ جھوٹا نہیں تھا۔ اس کے دل میں کوئی چور بھی نہیں تھا عریشہ کی تنگ سوچ کے اس رخ نے اسے صرف ہرٹ ہی نہیں بلکہ اذیتوں کے سمندروں میں ڈوبنے ابھرنے کو چھوڑ دیا تھا۔ دوسری جانب عریشہ تھی اسے کہاں توقع تھی اس سے ایسے رویے کی وہ تو جیسے سلگ کر آدھی رہ گئی تھی جبھی ناراضی کے اظہار کو منہ پھلا لیا۔ خاموش تو عباس بھی تھا۔ ایک عجیب سا دھند آمیز غبار تھا جو اس کے دل کو ڈھانپتا جا رہا تھا۔ عریشہ نے کبھی اس کے مسائل سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ عباس کی بے تحاشا محبت و اہمیت کو اس نے حق سمجھ کر وصول کیا تھا ہمیشہ اس کے جذبات و احساسات کو سمجھ کر ان کے مطابق ردعمل کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ شاید وہ ان لوگوں میں شامل ہوتی تھی جو تحفے کو پا کر تحفہ دینے والے کی محبت کے جذبوں کو نہیں سمجھتے بلکہ یہ سوچنے لگتے ہیں ان میں ہی کوئی خصوصیت یا اہلیت تھی کہ انہیں یہ چاہت اور محبت دی گئی۔ یہ لوگ برتری کے احساس سے لبریز خودی کے زعم میں مبتلا خود کو ہمیشہ اعلیٰ و برتر اور خاص سمجھتے ہوئے دوسروں کو خود سے کم تر درجے پر دیکھا کرتے ہیں۔ عباس کو اتنی سی بات سمجھنے میں بھی بہت وقت لگا تھا۔ اب جبکہ سمجھ لی تھی تب بھی وہ اس حقیقت سے نظریں چرانے کا متمنی تھا اور خوش گمانی کے احساس کو دل میں جگہ دیے بیٹھا تھا وجہ اس کی عریشہ سے محبت تھی۔

اس کی نظریں سیل فون کی اسکرین پر بار بار اس لیے اٹھتی تھیں۔ اسے عریشہ کی جانب سے پیش رفت کی خواہش تھی وہ پہلی بار اس سے خفا ہوا تھا۔ اس خفگی کے اظہار میں بھی مان پوشیدہ تھا کہ وہ اسے اس کے نظریے کو سمجھے گی اور اسے منا لے گی۔ رات بھر وہ اس کا منتظر رہا تھا' صبح گھر سے روانہ ہوتے ہوئے بھی یہ آس نہیں ٹوٹی تھی۔ شاید یہ آس کبھی نہیں ٹوٹنی تھی۔ مگر انتظار کی کیفیت بڑی ظالم شے ہے۔ جاں گسل اور لمحہ پگھلاتی ہوئی تو کبھی اتنی سفاک کہ برف میں دبا کر جمنے پر کمربستہ۔ وہ بھی جمنے ہوا تھا اور بے خبر تھا کہ برف پر موجود تندی پوری جان سے اس کی جانب متوجہ اس کے اضطراب کی گواہ اور اس سے زیادہ بے چین و بے قرار بھی تھی۔

❀ ❁ ❀

ساری خریداری ہو چکی تو واپسی کو مڑتے اچانک لاریب کو بابا سائیں کی دواؤں کا نسخہ یاد آیا تھا جسے آتے ہوئے وہ خصوصی طور پر بیگ میں رکھ کر لائی تھی کہ ان کی دوائیں ختم ہونے کے قریب تھیں۔

"یہاں فارمیسی پر کچھ دیر کو گاڑی روکنا۔" اسے ناچاہتے ہوئے بھی سکندر کو مخاطب کرنا پڑا کہ اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔ مگر لہجہ ضرورت سے زیادہ برہم اور تلخ تھا۔ سکندر نے ٹھنڈا سانس بھر کر اس حکم کو سنا اور گاڑی کی رفتار دھیمی کر دی۔ اس وقت وہ اسپتال سے کچھ ہی فاصلے پر تھے۔

"لائیں مجھے دیں نسخہ۔" اس نے رخ پھیر کر لاریب کو مخاطب کیا جو سر جھکائے بیگ کھنگال رہی تھی۔ اس بات پر مشتعل انداز میں سر اٹھا کر اسے گھورا۔

"تم عنقریب اپنے اس عہدے سے معزول ہونے والے ہو مسٹر بہتر ہوگا اپنی کارکردگی کو سمیٹ لو۔" حقارت زدہ انداز میں ہونٹ سکیڑ کر تنبیہ کرتی دروازہ کھول کر وہ ایک جھٹکے سے اتر گئی۔ سکندر دم بخود رہ گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں یکلخت بے تحاشا جلن اور دھواں بھر گیا۔ وہ ہونٹ بھینچے ساکن بیٹھا رہ گیا۔ اسپتال کی وجہ سے یہاں معمول سے زیادہ رش تھا۔ لاریب دوائیاں لے کر واپس گاڑی میں آن بیٹھی۔ سکندر نے بمشکل خود کو سنبھالا اور احتیاط سے اس رش سے گاڑی نکال کر پھر سے منزل کی جانب ڈال دی۔

مگر یہ حقیقت اپنی جگہ مستحکم تھی کہ اس کا پہلے سے مضطرب ذہن لاریب کے موڈ کی تباہی کو دیکھتے ہوئے کچھ اور بھی انتشار کا شکار ہو چکا تھا۔ سیل فون کی تسلسل سے ہوتی گنگناہٹ نے اسے چونکا دیا۔ ذرا سا غور کرنے پر جان سکا تھا یہ لاریب کے سیل فون کی رنگ ٹون تھی۔ لاریب اپنے دھیان میں بیگ کی زپ کھول کر سیل فون نکال رہی تھی مگر اسکرین پر روشن 'وقاص حیدر' کے نام نے اس کی اجلی پیشانی پر شکنیں نمودار کی تھیں۔ بھلا وقاص حیدر اسے کیوں کال کر رہا تھا؟ اسے لگا لازمی کوئی بے سروپا بات ہوگی۔ حسب سابق کوئی دل جلانے والا فقرہ ہوگا۔ اس نے خراب موڈ کے ساتھ کال ڈسکنکٹ کر دی۔ اس کا پہلے سے خراب موڈ اس وقت وقاص کی فضولیات کا بار نہیں اٹھا سکتا تھا۔ مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ بیل پھر سے بجنے لگی تھی۔ لاریب نے کسی خیال کے تحت کال ریسیو کر لی۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ مامی کی طبیعت کچھ بہتر نہیں تھی۔

"ہیلو ماما... تو...!" اس کی متفکر پرتشویش آواز کو دبانے کا باعث وقاص حیدر کا بلند آہنگ قہقہہ تھا۔ صاف لگتا تھا وہ اس کی پریشانی کو محسوس کر کے ہی حظ اٹھانے میں مصروف ہوا تھا۔

"فون میں نے کیا ہے اور تمہیں کیا ہے تو تمہاری ڈیئر مسٹر کا تذکرہ کر کے منہ کا ذائقہ تو خراب نہیں کرنا چاہوں گا نا جانِ من۔" اس کا بہکا ہوا انداز لاریب کو شدید ناگواری سے دوچار کر کے رہ گیا۔

"ہوش میں ہو تم' دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟" لاریب نے اسے جھڑکا اگر وہ سامنے ہوتا تو سر پھاڑنے سے بھی گریز نہ کرتی۔ انتہائی غصہ آ رہا تھا اسے۔

"صحیح کہتی ہو ڈارلنگ! ہوش صرف شراب ہی تو سب نہیں کرتی۔ محبوب ہستی کی عنقریب ملنے والی بھرپور اور قریب قربت کا تصور بھی چھین سکتا ہے۔ تم بالکل ٹھیک بھی ہو۔ جانِ بہاراں۔" وہ بہک کر بول رہا تھا یقیناً وہ حواسوں میں نہیں تھا۔ اتنا بے لگام اور گستاخ تو وہ کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔ لاریب کا وجود جیسے طاقتور بارودوں کے زیر اثر بھک سے اڑ گیا۔ اس نے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں سیل فون کو کان سے ہٹا کر لائن کاٹ دی اور خود کو اس کی بے ہودہ بکواس کے اثر سے نکالنے کی سعی کرنے لگی تھی کہ اس پل پھر زور و شور سے فون گنگنا اٹھا۔ لاریب نے جھنجلا کر کال کاٹی تھی۔ یہ طے تھا کہ اب وہ اس کی کوئی بکواس نہیں سن سکتی تھی۔ کچھ رشتے سوائے شرمندگی اور ذہنی اذیت کے کچھ نہیں دیتے۔ وقاص کا شمار انہی میں ہوتا تھا۔ وہ سیل فون کو سائلنٹ پر لگا کر بیگ میں واپس رکھنے والی تھی جب اسکرین چمکی اور وقاص کا ٹیکسٹ موصول ہوا لاریب نے ہونٹ بھینچے اور میسج کھول لیا۔

"تم مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتیں' او کے فائن سویٹ ہارٹ آرام سے واپس گاؤں پہنچو۔ یہاں میں بہت شدت سے تمہارا منتظر ہوں۔ آج ہر رکاوٹ ہٹا دی ہے تمام راستے صاف ہیں ایسے خوب صورت انداز میں تمہارے حسن کو خراج تحسین پیش کروں گا کہ تم خود بھی بھول نہیں سکو گی۔"

لاریب کا چہرہ یوں جل اٹھا جیسے یکلخت کسی نے منہ پر تیزاب پھینک دیا ہو۔ اس نے تیزی سے ٹیکسٹ ڈیلیٹ کر دیا مگر وجود پر رینگنے والی چیونٹیوں کی سرسراہٹ کا احساس بڑھتا جا رہا تھا گو کہ وہ وقاص کی گھٹیا باتوں کو اہمیت نہیں دینا چاہتی تھی مگر دل گہرے اضطراب میں تھا۔

وہ وقاص کی سوچوں کی آلودگی سے آگاہ تھی۔ جانتی تھی کہ کتنا بے باک ہے یہ بھی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی۔ مگر کیا وہ رشتوں کے تقدس اور نزاکت کو فراموش کر کے اس حد تک گر سکتا تھا؟ وہ اس متعلق فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی۔ جان عجیب مصیبت میں اٹکی جا رہی تھی۔ اس نے نگاہ اٹھا کر وحشت زدہ نظروں سے سکندر کے چوڑے وجود اور مضبوط شانوں کو دیکھا اور اس سے گاڑی کی رفتار بڑھانے کی تاکید کی۔ ابھی اچھا خاصا سفر باقی تھا اور شام تیزی سے ڈھلتی جا رہی تھی۔

"خیریت... فون کس کا تھا آپ پریشان ہیں؟" سکندر اس کی جنبشِ ابرو سے اس کے اندر کو پا لیا کرتا تھا پھر اب کیسے ممکن تھا کہ وہ اس کے اضطراب سے لاعلم رہتا۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو سمجھے' زیادہ پرسنل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" سکندر کی اپنائیت بھی اسے شعلہ فشاں بنا گئی تھی۔ اس درجہ توہین آمیز انداز پر سکندر کو ضبط کے کڑے مراحل سے گزرنا پڑتا تھا۔ ہونٹوں کو باہم بھینچے اس نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ پھر وہ جس وقت گاؤں کی حدود میں داخل ہوئی مغرب ہونے ہی والی تھی۔ فضا میں دھندلا غبار' خنکی اور

عجیب سی ہیبت طاری ہوئی تھی مگر خود کو بامشکل سنبھالے بیٹھی لاریب کا چین وقرار اس وقت بالکل رخصت ہوگیا جب اس نے وقاص کی مخصوص جیپ کو اس چوراہے پر اپنا منتظر پایا تھا۔ سیاہ قیمتی سوٹ میں ملبوس جیپ کے کھلے دروازوں سے ٹیک لگائے خبیث مسکراہٹ کے ہمراہ وہ اسے شیطان کا دوسرا روپ نظر آیا۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ تو اس کا مطلب وہ محض بکواس نہیں کررہا تھا وہ واقعی اپنے ابلیسی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہ رہا تھا۔

"سکندر! گاڑی کا رخ موڑ دو ہری اپ۔" اضطراری کیفیت کے زیر اثر وہ سیٹ سے اٹھ کر سکندر کی جانب جھکتی ہوئی کچھ ایسے غیر معمولی لہجے وانداز میں چیخی تھی کہ اس کے لہجے میں چھپی سراسیمگی، وحشت اور خوف سکندر کو ٹھٹکا کے رکھ گیا۔ کچھ بھی کہے بغیر اس نے محض حکم کی تعمیل کی تھی۔ وقاص کو وہ بھی دیکھ چکا تھا اور اس سے قبل لاریب کی فون کال کے بعد کی بے قراری اور اضطراب کو بھی۔ ضروری نہیں بات کو سن کر ہی سمجھا جائے۔ معاملے کی گمبھیرتا کو وہ پہلے سے اندازہ کرچکا تھا۔ لاریب جیسی لڑکی خوامخواہ اس حد تک بے اوسان نہیں ہوسکتی تھی۔

"گاڑی کی رفتار اور تیز کرو سکندر! وہ ہمارے پیچھے آرہا ہے۔" لاریب کی ساری توجہ وقاص کی جیپ پر لگی ہوئی تھی جبھی وحشت بھری کیفیت میں وہ اسے بار بار ایک ہی تاکید کرتی تھی۔ سکندر کے اعصاب بے حد چوکنا تھے۔ وہ بہت مشاقی سے ڈرائیو کررہا تھا۔ گاڑی کے سائیڈ مرر میں وقاص کی مسلسل تعاقب میں آتی جیپ کو بھی وہ دیکھ سکتا تھا۔ پتا نہیں اس سفر کا انجام واختتام کیا ہونا تھا جو جانے کب تک ہی اندھا دھند انداز میں حویلی کی مخالف سمت میں جاری ہوگیا تھا۔ سورج ڈوب گیا اور تاریکی گہری ہوتی چلی گئی۔

گاڑی تنگ کچی سڑک کے بعد یکے بعد دیگرے کئی موڑ مڑ گئی۔ اب وقاص کی جیپ نظر نہیں آرہی تھی۔ نگاہ کے سامنے لامحدود وسعتوں تک پھیلے کھیتوں کے سلسلے کے ساتھ بے آباد زمین تھی۔ یہاں اب سفر جاری رکھنا بھی ممکن نہیں رہا تھا۔ کچھ سوچ کر سکندر نے یکدم بریک لگا کر گاڑی بند کردی اور دروازہ کھولتا سرعت سے باہر نکلا۔ لاریب کو اس کی اس حکمت عملی کی بھلا کیا خبر ہوسکتی تھی۔ جبھی اس کا منہ اس حرکت پر کھلا رہ گیا۔ سکندر نے اس کی جانب کا دروازہ کھول کر اور آؤ دیکھا نہ تاؤ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے گھسیٹ لیا اور اپنے ساتھ تقریباً کھینچتے ہوئے وہ اندھا دھند کچے رستے پر بھاگنے لگا۔ لاریب کے حواس اب بالکل ہی جواب دینے لگے تھے۔ وہ ایک طرح سے اس کے ساتھ گھسٹتی ہوئی جارہی تھی۔ ایک جوتا بھی اس کے پیر سے نکل گیا۔ یہ سب اس قدر اچانک! اس قدر غیر متوقع عمل تھا کہ اس کی جیسے ساری صلاحیتیں ہی بے کار ہوکر رہ گئی تھیں۔

"یہ کیا حرکت ہے... آر یو میڈ؟" معاً وہ خود کو سنبھال کر حلق کے بل چیخی۔ مگر سکندر کے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ اس کی بات کا جواب دیتا۔ اس کی بھرپور کوشش تھی وقاص کے وہاں پہنچنے سے قبل کسی طرح بھی فصلوں میں خود کو محفوظ کرسکیں۔

وہ بچہ نہیں تھا صورت حال سے اتنا تو سمجھ گیا تھا کہ وقاص سے اس وقت لاریب کی عزت کو خطرہ لاحق ہے۔ اپنی پوزیشن سے تو آگاہ تھا ہی۔ اس وقت وہ نہتا بھی تھا جبکہ وقاص یقیناً مکمل تیاری کے بعد ہی میدان میں اترا ہوگا سکندر اگر اپنی جان پر بھی کھیل جاتا اسے وقاص کے شیطانی منصوبے سے نہیں بچا سکتا تھا۔ موجودہ صورت حال میں اس کے خیال کے مطابق یہ ہی بہترین دفاعی عمل تھا۔ لاریب کی وقتی خفگی کی اس وجہ سے اس نے زیادہ پروا نہیں کی اور یونہی اسے تقریباً کھینچتے آگے بڑھتا رہا وہ لازماً اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوجاتا مگر برا ہوا اس گڑھے کی وجہ سے جس میں عین اس پل اس کا الٹا پیر جا پڑا تھا اور وہ توازن قائم رکھے بغیر سنبھلے بنا اس گڑھے میں گرتا چلا گیا ساتھ ہی لاریب بھی کیونکہ اس کا ہاتھ سکندر کی مضبوط آہنی گرفت میں تھا۔ یہ سب چونکہ بے حد غیر متوقع اور قیامت خیز تھا کہ دونوں میں سے کوئی ایک بھی حواس بحال نہیں رکھ سکا۔ لاریب تو دہشت کے شدید احساس سمیت بے تحاشہ چلائی بھی تھی۔ بلبلا تو سکندر بھی گیا تھا کہ سطح پر گرتے ہی اس کا سر پوری قوت سے نیچے کسی ٹھوس چیز سے ٹکرایا تھا۔ اتنی شدت

سے کہ ایک لمحے کو آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا مگر اسے بروقت ہوش میں لوٹنا پڑا تھا۔ لاریب کا نرم ونازک سراپا جو اس کے حواس جھنجھنا کر رکھ گیا تھا وہ اپنی جھونک میں اس کے اوپر آکر گری تھی۔ سکندر کا آہنی سینہ اس کے نرم وگداز بوجھ کے نیچے دب چکا تھا۔

لاریب کا چکرایا ہوا دماغ جیسے ہی ٹھکانے پر آیا اور اس ناگوار پوزیشن کی ساری تلخی کا احساس جاگا اس نے تڑپ کر فاصلہ بڑھانا چاہا مگر ناکام رہی۔ سکندر کے وجود سے اٹھتی سگریٹ اور آفٹر شیو لوشن کی مخصوص مہک لاریب کے پہلے سے منتشر حواس کو مزید خبط کرکے رکھ گئی۔ وہ اس کے انتہائی قریب تھا اس کی گرم سانسیں لاریب کے چہرے پر بھاپ بن کر رینگ رہی تھیں۔ اس لمحے سکندر کے لیے بھی خود پر قابو رکھنا نہایت دشوار تھا۔ گویا یہ اس کی زندگی کا سب سے قیمتی مگر نازک اور آزمائشی لمحہ تھا۔ چند ثانیوں کو تو اسے سب کچھ بھول گیا تھا۔ مگر اگلے لمحے اس کے ذہن کو خفیف سا جھٹکا لگا۔ لاریب بے آب مچھلی کی مانند تڑپ کر فاصلے پر ہوگئی اور قہر آلود موڈ کے ساتھ اس پر چڑھائی کردی تھی۔ اس کا چہرہ تپنے لگا یوں جیسے آگ سلگ اٹھی ہو جبھی اسے پھنکارتے ہوئے وہ اس کی موجب نازک صورت حال کو بھی فراموش کرگئی ہو۔

"کیا منصوبہ ہے تمہارا... ساتھ ملے ہوئے ہو نا وقاص کے تم بھی؟" اس کا گریبان پکڑ کر زوردار جھٹکا دیتے ہوئے وہ پھنکاری۔ سکندر سر میں اٹھتی شدید تکلیف کی پروا کیے بغیر سرعت سے سیدھا ہوا اور کچھ کہے بغیر تیزی سے ہاتھ بڑھا کر لاریب کا منہ سختی سے بند کردیا۔ لاریب کے تو جیسے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا۔

"پلیز لاریب... کوائٹ پلیز۔ وہ لوگ تعاقب میں ہیں لاریب۔ اگر انہیں معلوم ہوگیا کہ ہم یہاں ہیں تو خود سوچیں چھوڑیں گے ہمیں؟" لاریب کے زخمی پرندے کی مانند پھڑپھڑاتے وجود کو نرمی سے سمیٹتا ہوا وہ اتنے رسان [illegible] تھا کہ لاریب کا خوف کی زیادتی سے بند ہونے کو قریب دل ذرا سنبھلا۔ بات اڑے حواس ہونے کے باوجود سمجھ آگئی تھی۔ جبھی نڈھال انداز میں مزاحمت ترک کی اور اس کا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹانے کو اپنا ہاتھ آگے کیا۔ سکندر نے اس کے مقصد کو سمجھا تو بنا تامل نا صرف اس کے منہ سے ہاتھ ہٹایا بلکہ اسے اپنی گرفت سے بھی آزاد کردیا۔

"ہوسکے تو سیل فون بھی آف کردیں۔ وہ گاڑی کو خالی پاکر فون کے ذریعے ہماری تلاش کرے گا۔" کسی قدر [illegible] سے باہر آتے سکندر نے سرگوشی کی۔ لاریب کو اس کی قربت کا احساس ہوا تو کچھ اور سرک کر دور ہوئی۔ یہ شاید کوئی پرانا کنواں تھا جو اب زیر استعمال نہیں رہا تھا۔ جبھی حادثے سے بچنے کی غرض سے کسی نے اس کے منہ پر جھاڑ جھنکار رکھ کر اس کا منہ بند کردیا تھا۔ مگر وہ اپنی لاعلمی اور اندھیرے کے باعث خطا کھا گئے تھے۔ لیکن یہ بھی غنیمت تھا اس طرح گویا وہ بے حد کھاگ دشمن کی نظر سے پوشیدہ ہوگئے تھے۔ لاریب نے سکندر کی تاکید کے مطابق سیل فون بیگ سے نکال کر آف کردیا تھا۔

وہ کتنی ہراساں اور بے کل لگی تھی اسے۔ خوفزدہ ہرنی جیسی بے حد نازک لڑکی۔ سکندر کا بس نہیں چلا اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں سمیٹ کر سینے سے لگا کر سارا خوف سمیٹ لے۔ مگر وہ اس پر قادر کہاں تھا۔ تمام تر استحقاق حاصل ہونے کے باوجود ان فاصلوں کو قائم رہنا تھا کہ حیثیتوں کی خلیج بہت گہری تھی۔ سکندر کے اندر جنگ چھڑی تھی تو دوسری جانب وہ بھی کچھ کم خوف زدہ اور بے چین نہیں تھی۔ اس کے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔ وقاص کا خوف اس کے غلیظ ارادوں کا سوچ کر لاریب کے اعصاب کو ناکارہ کرتا جارہا تھا۔ کچھ دیر قبل کے اس کے الفاظ جیسے اسے دہکتے کوئلوں پر گھسیٹ رہے تھے۔ بدن جھلس رہا تھا، عدم تحفظ کا ایسا احساس جاگا تھا کہ وہ سہم سہم کر سانس لیتی تھی۔ معاً اس کی جان حلق میں آن پھنسی اور ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہریں سرسرانے لگیں۔ دور سے گاڑی کے بھاری انجن کی آواز سنائی دی۔ پھر یہ آواز بتدریج نزدیک تر آگئی۔

"یہیں کہیں ہے وہ بدبخت گاڑی یہاں ہے تو وہ لڑکی اسے لے کر فصلوں میں چھپا ہوگا۔ ڈھونڈو اسے مجھے ہر صورت چاہیے وہ ورنہ میں تمہارے ٹکڑے چیل کوؤں کو کھلا

دوں گا۔" پہلے بھاری قدموں کی بھاگتی دھمک ابھری تھی پھر وقاص کی نشے سے لڑکھڑاتی ہیجان زدہ آواز نے لاریب کا رہا سہا دم بھی نکال دیا تھا۔ وہ اتنی بے اختیار سکندر کے قریب سرک کر اس کی شرٹ کالر کے نزدیک سے مٹھیوں میں بھینچ کر ننھی بچی کی طرح لرزتی اس سے چپک گئی۔ سکندر اس انہونی اور اچانک افتاد پر صحیح معنوں میں جیسے دہکتے تندور میں جا پڑا جس نازک جذباتی کشمکش کا وہ شکار تھا اس پر لاریب کی یہ قربت گویا چنگاری پر تیل ڈال کر الاؤ بھڑکانے والی بات تھی۔ وہ سرتاپا لرز اٹھا۔ لاریب اس کی وحشتوں سے بے خبر خود کو اس کے کتنا نزدیک لے آئی۔ وہ خزاں زدہ پتے کی طرح کانپ رہی تھی اور اضطراری کیفیت کے زیر اثر اس کے کاندھے سے اپنا چہرہ رگڑ رہی تھی۔

"میں نے سارے کھیت اور فصلیں چھان ماری ہیں سرکار! وہ دونوں کہیں نہیں ہیں۔" سکندر نے اس غضب کی آزمائی کیفیت میں کمداری خوف سے لرزتی آواز سنی تھی جواب میں وقاص آپے سے باہر ہو تا دھاڑتا رہا تھا۔ آدھا گھنٹہ مزید وقاص نے وہاں طوفان برپا کیے رکھا تھا وہ طیش میں چیختا اور پھنکارتا رہا تھا۔ سکندر جیسے پل صراط پر چل رہا تھا۔

اسے کبھی یہ دعویٰ نہیں رہا تھا وہ فرشتہ صفت انسان ہے مگر وہ کسی کے جذبات واحساسات کے مخالف چل کر محض نفس کی غلامی میں فریق ثانی کے اعتماد کی دھجیاں بکھیر کر انسانیت کی سطح سے گرنے کا بھی قائل نہیں تھا۔ بھلے لاریب سے اس کا قانونی و شرعی رشتہ استوار تھا مگر یہ بھی طے تھا کہ لاریب ایک مرد کی جانب سے عزت کے خوف میں مبتلا ہو کر اس کی قربت میں پناہ ڈھونڈنے آئی تھی۔ وہ اس کا اعتماد بے مول کر دیتا۔ اسے تو بس جس حساس نے قیامت کی اذیت سے دوچار کیا تھا وہ یہی تھا کہ لاریب کے نزدیک وہ آج بھی اتنا غیر اہم تھا کہ وہ وقاص سے خائف ہو کر اگر تحفظ کی خواہش میں اس کی جانب آئی بھی تھی اس کی مردانگی اس کے جذبات کو خاطر میں لائے بغیر۔

"خود کو سنبھالیں اب وہ لوگ جا چکے ہیں میرا خیال ہے اب ہمیں بھی نکلنا چاہیے۔" لاریب کے نوخیز سراپے کو رعونت زدہ انداز میں جھٹک کر خود سے دور کرتا ہوا وہ اتنے سرد انداز میں کہتا اٹھ کر کھڑا ہوا تھا کہ لاریب جو اس کی پناہ میں سب کچھ فراموش کیے ہوئے تھی چونک کر ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی اور خود کو سنبھال کر اپنا دوپٹہ کھینچا جو تقریباً ڈھلک چکا تھا۔

"یہاں سے تو نکلنا بھی آسان نہیں ہوگا میرے خدا! اب کیا کریں؟" اپنی جیب سے سیل فون نکال کر اس کی ٹارچ آن کیے کنوئیں کی چکنی اور پانچ فٹ اونچی دیوار کا جائزہ لیتا ہوا جھنجلا کر کہہ رہا تھا۔ لاریب نے ایک خفت زدہ نگاہ اس پر ڈالی اس کے ذہن پر اپنی کچھ دیر قبل کی حرکت پر شرمندگی کا غبار پھیلا ہوا تھا۔

(شٹ ایسا بھی کیا خوف پتا نہیں کیا سمجھ رہا ہوگا خود کو بوب طرم خان کی اولاد) وہ بے دردی سے ہونٹ کچل رہی تھی۔ سکندر پہلے کسی نہ کسی طرح خود باہر نکلا پھر ہاتھ پکڑ کر لاریب کو اوپر کھینچا۔ لاریب کو صاف محسوس ہوا اس نے یہ عمل کس درجہ سرد مہری اور سنگین انداز میں انجام دیا تھا۔ ایک پل کو یہ لگا تھا جیسے وہ اسے وہیں چھوڑ کر خود چلا جائے گا۔ انسلٹ سے کہیں زیادہ گہرا احساس حیرت زدگی کا تھا۔ اسے خاک سمجھ نہیں آسکی سکندر کا موڈ اس قدر تباہی کے دہانے پر کیونکر پہنچا ہوا ہے۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے سکندر! اگر وہ لوگ کہیں چھپ کر بیٹھے ہوئے ہمارے باہر نکلنے کے منتظر ہوئے تو...!" گاڑی کی سمت بڑھتے اس نے نا چاہتے ہوئے بھی اپنا خدشہ ظاہر کیا۔ سکندر چلتے ہوئے ٹھٹک کر رکا۔ اس امکان و خدشہ کو اسے بھی لاحق تھا مگر اس وقت یہ رسک بھی ضروری تھا۔ بہر حال رات یہاں گزاری نہیں جا سکتی تھی۔ پیچھے کھیتوں کا وسیع سلسلہ تھا۔ عقب میں ہل چلی ہوئی زمین اور کچھ ٹنڈ منڈ درخت اور سامنے کچھ فاصلے پر موجود ان کی گاڑی تھی۔ سر جھٹک کر سکندر نے قدم بڑھا دیے تبھی وہ لمحہ تھا جب اس کے سر سے بہتے گاڑھے خون پر لاریب کی نظر پڑی تھی۔ جو بہہ کر گردن کے ساتھ اس کی سفید براق قمیص کا ایک حصہ بھی داغ دار کر چکا تھا۔ وہ یکدم ساکن ہو کر رہ گئی۔

"تم زخمی ہو سکندر! یہ چوٹ کیسے لگی تمہیں؟" اس کی تشویش بڑی قابل دید تھی۔ کوئی اور موقع ہوتا تو سکندر اس

خصوصیت بھری توجہ و محبت کے مظاہرے پر قربان بھی ہو سکتا تھا۔ مگر اس وقت اندر کوئی احساس نہیں جاگا۔ وجہ یہی تھی وہ اپنے ساتھ ساتھ پوری دنیا سے بھی روٹھا ہوا لگتا تھا۔ جبھی کاندھے اچکا کر بغیر گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے دیکھی تو اندازہ ہوا۔ وہ خبیث انسان جاتے ہوئے کمینگی دکھا گیا تھا۔ گاڑی کے تمام ٹائر پنکچر تھے۔

"دھت...!" باہر نکل کر جائزہ لیتے سکندر کے اعصاب پر جھنجلاہٹ ظاہر ہونے لگی۔

"کچھ پوچھ رہی ہوں تم سے سکندر! کیا ہوا ہے تمہیں؟" اس کی بے نیازی ولاتعلقی کو دیکھتی لاریب کا ضبط رخصت ہو گیا تھا۔ جبھی ڈپٹ کر بولی۔ خطرہ ٹل جانے کا احساس اسے اچھا خاصا ریلیکس کر گیا تھا۔

"یہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے مادام! صد افسوس اتنی سی چوٹ سے مرنے سے بھی رہا ہوں۔" سیل فون جیب سے نکال کر ڈرائیور کریم بخش سے رابطہ بحال کرنے کی کوشش میں مصروف وہ اتنے جلاتے ہوئے انداز میں بولا تھا کہ لاریب حق دق رہ گئی۔ سکندر مطلق دھیان دیے بنا اپنے کام میں مصروف رہا تھا۔ پہلے اس نے کریم بخش کو گاڑی لے کر آنے کا کہتے ایڈریس ذہن نشین کرایا پھر بابا سائیں کو کال کر کے انہیں مختصر گاڑی خراب ہونے بتاتے تاخیر پر پریشان نہ ہونے کی تاکید کرتا رہا۔

"آپ بس آدھا گھنٹہ انتظار کریں بابا سائیں ہم ان شاء اللہ پہنچ رہے ہیں۔" اس نے وقاص کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ لاریب کی تسلی کے لیے یہی کافی تھا۔

"یہ لو دوا لگاؤ زخم پر خاصا گہرا لگتا ہے۔ ابھی تک بلیڈنگ ہو رہی ہے۔" لاریب نے بابا سائیں کے لیے جو ادویات خریدی تھیں ان میں احتیاطاً پائیوڈین اور کاٹن کو بھی شامل کر لیا تھا جو وہ گھر میں ہمہ وقت رکھا کرتی تھی۔ اس وقت یہی کام آئی تھی۔ سکندر نے سیل فون جیب میں رکھتے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا پھر دونوں چیزیں لے کر ڈیش بورڈ پر پٹخ دیں۔ منہ سے کچھ نہ کہنے کے باوجود اس کے تاثرات پھاڑ کھانے والے ہو رہے تھے۔ لاریب کی طبع نازک پر جیسے

کاری چوٹ پڑی۔ اس نے بے ساختہ اسے گھورا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم تمہارا دماغ کس بات پر خراب ہے۔ مگر یہ زخم بے پروائی کا متقاضی ہرگز نہیں۔ لاؤ میں ڈریسنگ کر دیتی ہوں۔" اس نے صرف کہا نہیں بلکہ زبردستی سکندر کا سر تھام کر اپنے زانو پر رکھا اور ہاتھ کی انگلیوں سے ٹٹول کر زخم تلاش کر کے بال ہٹا کر متاثرہ جگہ کا جائزہ لیتی زخم کی ڈریسنگ میں مشغول ہو گئی۔ جبکہ سکندر کے تو جیسے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ اب بھلا کی مجال اس میں کہ اس ساحرہ کے حکم سے سرتابی کر سکتا۔ لاریب نے اسپرٹ میں روئی بھگو کر پہلے زخم صاف کیا پھر دوا لگا کر روئی کو زخم کے کھلے منہ پر رکھ دیا۔ سفید پٹی کو نرمی سے لپیٹ کر گرہ لگاتے ہوئے اس نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"زخم گہرا ہے سکندر! میرا خیال ہے اسٹچنگ ہوگی ڈاکٹر کے پاس ضرور جانا سن رہے ہو؟" اسے گم صم پا کر لاریب نے اسے کاندھے سے پکڑ کر خود سے پرے ہٹایا۔ سکندر کی نظر محض لمحہ بھر کو اس سے ملی تھی۔ کیا کچھ نہ تھا اس ایک نظر میں۔ محبت طلب نارسائی کرب بے بسی۔ لاریب نے پورا نہیں تو کسی حد تک ضرور جان لیا تھا۔ اس نگاہ کے تقاضوں کو جبھی خائف ہوتے فی الفور نظر کا زاویہ بدل ڈالا۔ اسے یکدم ہی جیسے اپنے اور اس کے بیچ رشتے کا احساس جاگا تھا۔ جبھی مضطرب ہوتی رخ پھیر گئی۔ خاموشی کا گہرا احساس تمام تر معنی خیزیت کے ساتھ ان کے بیچ تھرتھرانے لگا۔ لاریب کا دل خدشات لیے دھک دھک کر رہا تھا۔

"کیوں فکر مند ہوتی ہیں بی بی صاحبہ محافظ لٹیرے نہیں ہوتے وہ اپنا آپ داؤ پر لگا کر بھی اپنا فرض نبھایا کرتے ہیں۔" اس کا لہجہ زہرخند تھا۔ لاریب کے سارے جسم کا خون سمٹ کر چہرے پر آ گیا۔ سکندر کا یہ جتاتا ہوا انداز اسے زمین میں گاڑھ کر رکھ گیا تھا۔ کتنا چاہا تھا اس نے اپنے مخصوص آتش فشانی موڈ کے ساتھ اس کا سامنا کرے مگر اسے شدید ناکامی کا شکار ہونا پڑا۔ سکندر پھر فون پر مصروف تھا۔

"کریم بخش کہاں ہو تم؟" کریم بخش نے جانے کیا کہا تھا کہ وہ کھٹاک سے اپنی جانب کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

"نیچے تشریف لائیے کریم بخش گاڑی لے آیا ہے۔"
داریب نے اترنے سے قبل گردن موڑ کر نیچے دیکھا کچھ فاصلے پر گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمک رہی تھیں۔ وہ بے اختیار نیچے اتر آئی تھی۔

❀ ❀ ❀

وہ مسحور کھڑی، ماحول کی خوب صورتی کو اندر اتار رہی تھی۔ ہلکے ہلکے سبزے سے ڈھکے پہاڑ اردگرد کے ماحول کو خواب نما کی تاثر عطا کررہے تھے۔ شام دھیرے دھیرے ختم ہو کر رات میں تبدیل ہورہی تھی۔ انہیں یہاں بھوربن کے ہوٹل میں قیام کا یہ تیسرا دن تھا۔ پرسوں علی الصبح وہ یہاں پہنچے تو ہر کسی نے تھکان کے باعث آرام کو ترجیح دی۔ نندنی کو ایسے میں بھی کہاں چین تھا۔ محض ایک گھنٹے کی نیند لے کر وہ چہل قدمی کو باہر نکل آئی تھی۔ ماحول کی دل کشی اور خوب صورتی نے جیسے اسے جکڑ لیا۔ خوب صورت پیارے سے رنگوں کے مفلر، کوٹ، ٹوپی میں ملبوس وہ اردگرد کا نظارہ کرتی سرخوشی کی کیفیت میں چہل قدمی کرنے میں مصروف تھی۔ اسے ماحول کی اجنبیت سے بالکل بھی خوف نہیں آیا۔ ریسٹ ہاؤس کے سامنے سیاہ سڑک جو شہر تک جاتی تھی سامنے گھاس کا میدان اور اس کے اختتام پر آسمان سے ہم کلام ہوتے پہاڑ جن میں جابجا ٹیڑھا میڑھا راستا، پگڈنڈیاں، پہاڑ، نیم تاریکی اور خوشبو کے ساتھ سبزے کی باس، انجان پھولوں کی دل لبھاتی مہک، خوفناک دریا ایک گمان کی صورت دکھائی پڑتا تھا۔ وہ محو کیوں نہ ہوتی کیوں نہ مبہوت کرنے کا سارا سامان تھا قدرتی خوب صورتی سے لے کر عباس حیدر کی ساحرانہ قربتوں سمیت۔

موسم کے تیور یک دم بدلتے تھے بے نیاز و مغرور محبوب کی طرح۔ وہ تو حیران ہو کر پل پل روپ بدلتے موسم کے تیور دیکھ رہی تھی۔ ابھی تیز دھوپ تھی اگلے چند منٹوں میں آسمان پر بدلیاں اور پھر آسمان تاریک شفاف نیلم کی طرح لگتا۔ دھوپ کم ہوتی تو منظر سائے کی چادر اوڑھ لیتا۔ ہر شے ہی رنگ بدل دیتی۔ گھاس کے کتنے رنگ تھے ہر صبح قدرت گردو نواح کے نئے روپ پیش کرتی۔ پھر وہاں کے رہائشی لوگوں کا خیرہ کن حسن، پھٹے پرانے کپڑوں میں کی سختیاں سہتے وہ جیسے گدڑی میں لعل چھپے تھے مگر یہ سب پھیکے پڑ کر بھی عباس کے چہرے کے آگے ماند پڑ جاتا تھا۔ وہ ایسا سورج تھا جس کی آب و تاب ہی ہر منظر کو جاتی ہے۔

کل رات عباس اور اس کے دیگر ساتھی موج مستی کے موڈ میں تھے۔ انہوں نے علاقائی لوگوں کے عشائیے میں ان سے گیت سنے تھے۔ آگ کا الاؤ روشن تھا اور اس کے اطراف وہ سب براجمان تھے۔ ایسے میں نندنی کی نظریں تو عباس حیدر کا گھیراؤ کررہیں ہوتیں یا پھر جھکی رہتیں۔ وہ بے خبر اور مگن تھی مگر عباس جوانتے سارے مردوں کی موجودگی میں اکیلی نندنی کا وہاں بیٹھنا پسند نہیں کررہا تھا اس وقت کچھ اور بھی مضطرب ہونے لگا تھا۔ جب اس نے پروڈیوسر آفاق کی نظروں کا حصار نندنی کے گرد بندھتا محسوس کیا تھا۔ حیرت تو عباس پہلے بھی تھا جب آفاق نے انہیں آج سپہر جوائن کیا تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو پیڑ گننے میں دلچسپی نہیں رکھتے بس پھل کھانے والے ہوتے ہیں۔ وہ خواری کا قائل نہیں تھا۔ جتنا بڑا رئیس تھا اس قدر سہل پسندی اس کے مزاج کا حصہ بن چکی تھی۔ اس کڑے موسم میں اس طرح آ کر کام میں دلچسپی لینا تو ہرگز سمجھ نہیں آتا تھا۔ عباس کو بھی اس الجھن کا سرا اس وقت ہاتھ آیا جب اس نے آفاق کو نندنی کے گرد چکر لگاتے پایا تھا۔ بات اگر یہاں تک رہ جاتی تب بھی قابل قبول اور برداشت تھی۔ آفاق کی بے باکی بڑھی تھی اور وہ نندنی پر ذومعنی اور کسی حد تک چیپ فقرے بھی کہنے لگا تھا۔ آفاق کی پوزیشن ایسی نہیں تھی کہ عباس کھل کر اسے سرزنش کرتا، کر بھی لیتا۔ وہ بہرحال نندنی کے حوالے سے کسی اسکینڈل کو فورڈ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا کہ عریشہ تو پہلے ہی اس سے اچھی خاصی بدگمان ہو چکی تھی۔ اسی معاملے کو لے کر جبھی وہ چپ سادھنے کے سوا کچھ نہیں کرسکا تھا۔

"میں تو اسی صورت ڈانس کروں گا اگر کوئی حسین ہمراہی میسر آئے۔" شوخ گانے کی دھن پر جب ان کے کئی ساتھی اٹھ کر محو رقص ہوئے تو کسی نے عباس اور آفاق کو بھی آفر کی تھی عباس تو مسکرا کر ٹال گیا مگر آفاق نے پھر پٹری چھوڑ دی۔ اس کی ہوس زدہ نظروں کا مرکز نندنی کے علاوہ کس کا وجود

ہو سکتا تھا۔

"مس نندنی! میرا خیال ہے آپ کو جا کر آرام کرنا چاہیے۔ رات بہت ہوگئی ہے۔" عباس کسی طرح بھی اب خود پر جبر نہیں کر سکا اور نندنی کو وہاں سے اٹھانے پر تل گیا۔ نندنی تو چونکی تھی ہی آفاق بھی بری طرح جز بز ہو گیا۔

"پاگل ہو سارا حسین رچ اخوں میں روشنی بجھانے کی بات کر رہے ہو۔" وہ صاف بہکا ہوا تھا۔ عباس نے اندر ہی اندر تلملا کر اس کی بات نظر انداز کردی۔

"چلیے نندنی! کل ہمیں شوٹ کرنی ہے آپ فریش ہو سکیں گی۔" اب کہ اس کا لہجہ کڑا اور سخت تھا۔ نندنی گڑبڑا کر یکلخت اٹھ کھڑی ہوئی۔ عباس کا بگڑا ہوا موڈ جتنے بھی پردوں میں پوشیدہ تھا مگر وہ بے خبر نہیں رہ سکی۔

"آئیے میں آپ کو کمرے تک رہنمائی کردوں۔" آفاق بھی اٹھا تھا عباس نے بروقت اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

"ابھی تو محفل عروج پر ہے۔ بھنگڑا نہیں ڈالیں گے آپ۔" وہ جیسے زبردستی مسکرایا تھا۔ لحاظ اور پردہ برقرار رہنا چاہیے تھا۔ یہی بہتر تھا ان تینوں کے حق میں۔ عباس جانتا تھا آفاق بھی یقیناً سمجھتا تھا جبھی ڈھیلا پڑ گیا۔ نندنی تیز قدموں سے اپنے کمرے میں آگئی۔ لائٹ جلا کر اس نے بستر پر جاتے جاتے کھڑکی کی جانب دیکھا۔ پردے تنے ہوئے تھے۔ اس نے گہرا سانس کھینچا اور بیڈ پر آگئی جب ہی اس کے فون کی میسج ٹون گنگنائی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر بے دھیانی میں میسج کھولا مگر عباس کا نام دیکھ کر اسے جیسے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آسکا۔ دل کی دھڑکنوں میں اتھل پتھل سی ہونے لگی۔

"اپنے روم کی کھڑکیاں اور دروازہ اچھی طرح بند کریں۔ کوئی بھی ہو دروازہ نہیں کھولیے گا صبح سے پہلے۔" عجیب ہدایات تھیں۔ وہ تو جیسے ششدر ہو کر رہ گئی یہ حیرانی تمام ہوئی تو اس کے ہونٹ مسکراہٹ سے لبریز ہونے لگے تھے۔ اس نے کچھ سوچا پھر نچلا لب دانتوں تلے داب کر ساری لائٹیں بجھا دیں۔ اس کے بعد کھڑکی کے آگے تنا پردہ ذرا سا سرکایا گلاس ونڈو سے نیچے لان کا منظر بالکل واضح تھا۔

روشنیوں سے چمکی سبز گھاس کے قطعے دوفٹ اونچی سفید کونی کی گرل نما حد بندی وہ آگ کے الاؤ کے گرد وہ دنیا جہاں کا حسین ترین چہرا۔ اس شب اس نے ہر خوف ہر احساس سے ماورا ہو کر اسے جی بھر کر دیکھنے کی خواہش پوری کی تھی۔ یہاں تک کہ عباس وہاں سے اٹھ کر چلا بھی گیا مگر وہ مبہوت سی بیٹھی میں بھی وہیں کھڑی رہی۔

❀ ✦ ❀

ٹیرس کی ریلنگ کے اوپر دونوں ہاتھ جمائے وہ سناٹے میں ڈوبے ماحول کو تک رہی تھی آسمان بالکل تاریک تھا اور ستارے بے حد روشن۔ نشیب میں آباد بستی سے کسی گھر میں روشنی چمکتی نظر آتی تھی۔ ہواؤں کی شوریدہ سری عروج پر تھی جو اس کے بالوں اور شال کو اڑائے جاتی تھی۔ یہ موسم کی شدت ہی تھی کہ ہر سو اتنی جلدی سناٹا چھا گیا تھا ورنہ ابھی رات کے صرف آٹھ ہی بجے تھے۔ آج دن میں اس نے یہیں سے کھڑے ہو کر سنو فالنگ میں انجوائے کرتے اپنے دیگر ساتھیوں کو دیکھا تھا۔ عباس کی اس رات کی تنبیہ کے بعد وہ سب کے ساتھ بیٹھنے سے گریز برتا کرتی۔ سب لوگ اپنے شغل میں مصروف تھے۔ فراغت کا ان کے پاس آج آخری دن تھا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ جی بھر کے مگن تھے۔ فراز سنو مین بنانے کو سب سے زیادہ شور ہنگامہ کر رہا تھا۔ جس سے سب ہی محظوظ ہو رہے تھے۔ جب سب کے سنو مین تیار ہوئے تو سب سے زیادہ شاندار فراز کا ہی تھا۔ جس کی بلاجھجک سب نے تعریف بھی کردی۔

"یہ اتنا چارمنگ اس لیے ہے کہ میں نے ساحر بھائی کا تصور ذہن میں رکھ کر بنایا ہے۔ ساحر بھائی اپنی ٹوپا دیں۔ یہ ایک دم سج جائے گا۔" فراز نے عباس کے سامنے بے حد تعظیم سے جھکتے ہوئے دونوں ہاتھ پھیلائے تو عباس خفیف سا ہو کر مسکرایا اور اپنی سرحدی کیپ سر سے اتار کر اس کی جانب بڑھا دی۔ فراز نے یاہو کا بلند و بانگ نعرہ مار دیا۔ جیسے دنیا فتح کرلی ہو اور بھاگتا ہوا اپنے سنو مین کی جانب آگیا پھر بہت نزاکت سے کیپ اسے پہنائی اور بڑے اسٹائل میں اسے سیلوٹ پیش کیا۔ تقریباً سبھی اس کی حرکتوں سے لطف اٹھا رہے تھے۔

"ارے ظالمو کوئی میری تصویر ہی نکالو۔ میرے شاہکار کے ساتھ۔" وہ بسورا تو کتنے ہی ہاتھ حرکت میں آئے اور سب نے اپنے سیل فون کا کیمرا آن کر دیا۔ فراز مسخروں کی طرح مختلف پوز دینے لگا معاوضہ۔

"جب تک سنو مین کو گھٹنے نہ ڈالیں تو تصویر کا حسن مکمل نہیں ہوتا اجازت ہے ساحر بھائی؟" وہ شوخی سے آنکھیں نچا کر بولا۔ ایک بار پھر قہقہہ پڑا ساتھ ہی فراز نے سنو مین کو دبوچ لیا۔ چونکہ یہ قدم کچھ زیادہ ہی جذباتیت میں اٹھا گیا تھا جبھی سنو مین دھڑام سے گر کر اس کے قدموں میں برف کا ڈھیر بن گیا۔ فراز تو جیسے دھک سے رہ گیا۔ یہ ٹوٹا تو اس کا غصہ دیکھنے والا تھا۔ وہ شدید طیش میں برف ٹھوکروں سے اڑانے لگا۔ عباس کی ٹوپی بیچ میں کب اس کے پیروں تلے آئی اور مسلی گئی اس کا دھیان ہی کہاں تھا۔ مگر نندنی بے ختیار چیخی تھی اور پھر یونہی غصے سے چلتی نیچے دوڑی آئی۔ اس کا پیروں کو چھوتا میکسی نما لباس اس کے جوتے کی ایڑی تلے آکر مسلا جانے لگا مگر اس کو پروا ہی کب تھی۔ اس کی آنکھیں غم و یاس کی مظہر تھیں تو چہرہ دکھ کی تصویر۔ اس نے پہلے جھک کر ٹوپی اٹھائی جھاڑی اور سینے سے بھینچ لی۔ اس کا چہرہ سفید تھا۔ سب حق دق رہ گئے تھے۔ ایسا سناٹا چھا گیا جیسے وہاں کوئی ہو ہی نہ نندنی البتہ اسی ہیجان زدہ کیفیت میں فراز پر برس رہی تھی۔

"شیم آن یو سر کی عزت اور تم نے اسے اپنے گندے بے ہودہ پیروں میں روند ڈالی۔" اس کی آنکھیں آنسوؤں سے جل تھل تھیں۔ صرف فراز ہی گنگ نہیں تھا دیگر لوگ بھی سکتہ زدہ تھے اس کا رد عمل ہی ایسا انوکھا اور شدید تھا۔ اتنی عام سی بات اور ایسا قہر خود عباس بھی بھونچکا رہ گیا تھا جبھی وہ صورت حال کی گمبھیرتا کے خیال سے خود آگے بڑھا۔

"ہوں... ہوں الس او کے مس نندنی! کیا ہو گیا لائیں مجھے دیں کیپ۔" عباس کو خود کو سنبھالنا پڑا کہ جن آنکھوں میں حیرت اور غیر یقینی تھی۔ ان میں اب معنی خیزیت تھی۔ وہ نظریں نندنی اور عباس کو فسانے گھڑتی نظروں سے دیکھتی تھیں۔ عباس نے آگے بڑھ کر اسے نارمل انداز کو اختیار کیا جیسے اس کے نزدیک یہ غیر معمولی بات ہو اور بڑا واقعہ ہی نہیں۔

"نہ... ہرگز نہیں... اب یہ اس قابل نہیں کہ آپ اسے پہنیں۔" نندنی کا لہجہ دکھ بھرا تھا۔ اس کی آنکھوں کی نمی ہر لمحہ بڑھتی جارہی تھی۔ کیپ کو اس نے ہنوز سینے سے بھینچا ہوا تھا۔ عباس میں ہمت نہیں تھی کہ اطراف میں موجود نگاہوں کی معنی خیز کھنکاروں کو برداشت کرتا۔ خاص طور پر آفاق کی نظریں جیسے انگارے تھیں دہکتے ہوئے۔

"واٹ نان سینس مس نندنی! بی ہیو یور سیلف۔ بچی نہیں ہیں آپ۔ ناؤ گیٹ اسٹ فرام ہیئر۔" وہ دبے ہوئے لہجے میں اتنا مدھم بولا تھا کہ نندنی ہی سن پائی۔ نندنی کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔ وہ کچھ دیر ساکن کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر ایک لفظ کہے بغیر پلٹ کر بھاگی تھی۔

"بے چاری عام سی لڑکی، حسن تھے ہی اتنی خام ہے یار۔" آفاق اس کے نزدیک آکر پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہوتا ہوا تاؤ دلانے والے انداز میں بولا تھا۔ عباس کسی طرح بھی خود پر ضبط نہ کر سکا تو اس پر بھی چلا اٹھا۔

"شٹ اپ آفاق صاحب کو ہیٹ۔ میں ہرگز کوئی بے ہودگی برداشت نہیں کروں گا او کے؟" اس نے انگلی اٹھا کر کہتے اسے گھور کر دیکھا اور لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد بھی وہ کھولتا رہا سب سے زیادہ غصہ ہی اسے نندنی پر تھا۔ رات کے کھانے کے بعد وہ چہل قدمی کو نکلا تھا۔ واپس ریسٹ ہاؤس آیا تو نندنی کو ٹیرس پر کھڑے پا کر اس کے قدم لمحہ بھر کو تھمے تھے پھر وہ ہونٹ بھینچے اس کی جانب پیش قدمی کر گیا تھا۔

نندنی نے بے اختیار گردن موڑی۔ وہ اس کے سامنے اپنے طلسمی سراپے کے ساتھ موجود تھا۔ عباس اس کے یوں غیر متوقع طور پر متوجہ ہونے پر تھوڑا سا حیران ضرور نظر آیا مگر کچھ کہاں نہیں وہ کہاں جانتا تھا نندنی اس ایک شخص کے قدموں کی چاپ سن کر بھی اسے پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ عباس مضبوط قدموں سے چلتا اس سے کچھ فاصلے پر آکر رک گیا تھا۔ اس کا انداز بے حد سنجیدگی اور گمبھیرتا لیے

ہوئے تھا۔ نندنی کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

"پوچھ سکتا ہوں نندنی صاحبہ یہ احمقانہ حرکت کیوں کی آپ نے؟" اس کی سرد بے حد مدھم آواز میں تنبیہ کا رنگ اتنا گہرا تھا کہ اسے نظر انداز کیا ہی نہیں جا سکتا تھا۔ نندنی کی رنگت متغیر ہوئی۔

"میں حیران ہوں آپ کو اتنی سوجھ بوجھ بھی نہیں کہ اس قسم کا رویہ آپ کے لیے مشکلات کھڑی کر سکتا ہے۔ پہلی فلم کے شوٹ کے بعد اگر خدانخواستہ اسکینڈل بن گیا تو پورا کیریئر داؤ پر لگ جائے گا۔ آپ کو اپنا نہیں تو میرا خیال کرنا چاہیے تھا۔ میں ہرگز بھی اس قسم کا اسکینڈل افورڈ نہیں کر سکتا۔" آخر میں وہ اپنی برہمی کو کسی طرح بھی ظاہر ہونے سے روک نہیں سکا۔ نندنی ہنوز خاموش تھی کسی مجرم کی طرح سر جھکائے گم صم۔ البتہ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں ٹوٹ کر بکھرنے لگی تھیں۔ عباس کی جھنجلاہٹ بڑھی۔

"سن رہی ہیں کیا کہہ رہا ہوں میں آپ سے؟" وہ بھڑکا تھا۔ نندنی کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس نے محض سر ہلایا۔ پلکیں ابھی بھی نہیں اٹھی تھیں۔ آنسوؤں میں البتہ روانی آ گئی تھی۔ عباس نے سرد آہ بھری۔

"رات جو میں نے ٹیکسٹ بھیجا تھا وہ پڑھا تھا آپ نے؟" عباس کی آواز میں پھر سے سرد پن غالب آنے لگا۔ نندنی کی ساری حسیات جاگ اٹھیں۔ وہ جیسے پوری جان سے متوجہ ہوئی سر ہلا کر رہ گئی اور عباس کا غصہ اس کے اثبات میں جواب ملنے پر ہی آسمان کی وسعتوں پر پرواز کرنے لگا تھا۔

"یہ اثر ہوا ہے آپ نے اس بات کا۔" وہ پھنکارا اور اسے آنچ دیتی نظروں سے گھورنے لگا۔ نندنی کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے سراسیمہ ہو کر عباس کو دیکھا جس کی رنگت شدید غصے کے باعث لال ہو رہی تھی۔

"کیوں کھڑی ہیں اس طرح رات کے وقت اکیلی کمرے میں جائیں پلیز۔ میرے لیے مشکلات کو مت بڑھائیں۔" وہ چیخ گیا تھا اور نندنی اپنی آنکھوں میں اترتی دھند کی پروا کیے بغیر پلٹ کر اندھا دھند اپنے کمرے کی جانب بھاگی تھی۔ صبح وہ ناشتے کے لیے بھی باہر نہیں آئی تھی۔ تقریباً گیارہ بجنے کو تھے۔ جب عباس کو خود اس کا خیال آیا تو وہ اس کی جانب چلا آیا۔ اس کی دستک کے جواب میں نندنی نے دروازہ کھولا اس کا چہرہ ستا ہوا اور پپوٹے بوجھل تھے۔ وہ سامنے سے ہٹ گئی تو عباس گہرا سانس بھرتا اندر چلا آیا۔

"آئی ایم سوری رات میں آپ سے مس بی ہیو کر گیا۔ ایکچولی میں کچھ اپ سیٹ تھا تو [illegible]!" عباس کی وضاحت اور معذرت نے نندنی کو ایسے تڑپ کے رکھ دیا جیسے کسی نے چابک رسید کیا ہو۔

"اٹس اوکے [illegible] پلیز نو ایکسکیوز۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں ٹوکا۔ بھلا یہ محبت کے اصولوں کی خلاف ورزی نہیں تھی۔ وہ دیوتا ہو کر داسی کے آگے جھکتا اچھا لگ سکتا تھا۔ عباس نے ایک نظر بغور اسے دیکھا۔ کل کے آف وائٹ لباس میں جس پر شکنیں پڑ چکی تھیں۔ بال پشت پر بکھرے تھے مگر اس بے ترتیبی میں بھی بلا کی خوب صورتی کے باعث ایک حسن تھا۔

"اگر آپ نظریں اٹھا کر کسی کا چہرہ دیکھ لیا کریں تو اس سے اور کچھ نہ سہی کم از کم یہ تو ہوگا کہ آپ لوگوں کے رویوں اور تاثرات کو پہچان کر اپنا بروقت بچاؤ کر سکیں گی۔" عباس حیدر کا لہجہ اصلاحی تھا۔ نندنی نے بے ساختہ ٹھٹک کر اسے دیکھا مگر اسے پہلے سے متوجہ پا کر اس کی نم لانبی پلکیں [illegible] انداز میں لرز کر فی الفور جھک گئیں۔

"مم... میں سمجھی نہیں؟" وہ واقعی گڑبڑا گئی تھی۔ عباس نے تذبذب کی کیفیت میں مبتلا ہوتے اسے دیکھا اور سرد آہ بھری۔

"آفاق صاحب سے احتیاط کیا کریں۔ وہ کچھ اچھے اخلاق کے مالک نہیں ہیں۔ میرا کام آپ کو مطلع کرنا تھا باقی آپ خود بہتر سمجھتی ہیں۔ میں ناشتا بھجوا رہا ہوں کر لیجیے گا۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ رکے بغیر پلٹ کر چلا گیا۔ نندنی گم صم متفکر کھڑی تھی۔

❀ ❀ ❀

"میم آپ کی طبیعت ٹھیک ہے تو شوٹ کی تیاری کریں۔ ساحر صاحب نے پوچھا ہے۔" نندنی اپنے کمرے میں تھی بیڈ پر دراز متفکر سوچوں میں الجھی ہوئی جب اس کے سیل پر

[illegible] کے اسسٹنٹ شیراز کی کال آئی تھی۔ اس نے ٹھنڈا سانس بھرا۔ قطعی اس بات کی سمجھ نہیں آئی تھی کہ ایسا کیا [illegible] کہ یہ ناگوار سلسلہ یہیں رک جائے۔ یہ کام اس کی فطرت اور مزاج کے یکسر بھی خلاف تھا مگر اس نے محض [illegible] قربت کی اندھی خواہش کی تکمیل کی غرض سے سراب کا پیچھا کیا ورنہ واقعی جیسے کسی دلدل میں آ پھنسی تھی۔

عباس نے جس انداز میں اسے آفاق کے حوالے سے [illegible] اور پھر ساری ذمہ داری اس پر ڈال کر بری الذمہ ہو گیا وہ بات جتنا بھی حقیقت کے قریب ہو مگر اذیت سے بھرپور تھی۔ عباس کی ذات میں واقعی وہ تپش تھی کہ ارد گرد کیا سب فراموش کر دے۔ امیر کبیر مگر بھاری تن و توش کا آفاق اسے اپنی حریصانہ نظروں کے ساتھ شدید قسم کے غیر محفوظ کے احساس سے دوچار کیا تھا۔ یہ ذہنی ہیجان ہی تھا [illegible] بیمار پڑ گئی تھی۔ اتنا شدید بخار تھا کہ اگلے روز اسے اپنا ہوش نہیں رہا تھا۔ وہاں اس کی بیماری کے حوالے سے سب کا یہی خیال تھا کہ موسم کی شدت کو برداشت نہیں کر پائی اور [illegible] کی تھکن کی شدت سے [illegible] [illegible] [illegible] یہی نوبت تک پہنچ پایا تھا۔

"ارے ارے ریلیکس مس نندنی [illegible]" [illegible] آنکھوں سے اس کی بے بسی کا نظارہ کر رہی [illegible] اس حیثیت آمیز آواز میں اتنی [illegible] کہ نندنی کا بوجھل ہوتا ذہن جھٹکا کھا کر جاگا اور [illegible] بے ساختہ گردن موڑی تھی۔ زندگی جیسے تمام تر دلکشی [illegible] ہاتھ بانہیں کھولے اسے اپنی آغوش میں سمیٹ گئی۔ وہ [illegible] سے عباس کو تکتی اپنی خوش بختی کا خود کو یقین دلانے کی [illegible] وہ مکمل طور پر باور نہیں ہے۔ ابھی زندگی کی سب سے [illegible] اور [illegible] موجود ہے۔ عباس مجسم حقیقت بنا [illegible]

"بہت پریشان کر کے رکھ دیا آپ نے۔ اب اور نہ کبھی اس بیماری کو پلیز دکھائیں ٹمپریچر ہے ابھی۔" عباس نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اپنے ہاتھ میں اس کی کلائی تھام لی اور نندنی کی جیسے نبض تھم گئی تھی جسم الگ پسینے سے شرابور ہونے لگا۔ لمس تھا کہ انگارہ جس نے پورے وجود کو دہکا ڈالا تھا۔ اگر عباس مزید چند سیکنڈ بھی اپنا ہاتھ نہ ہٹاتا تو لازمی وہ اپنی جان سے گزر جاتی۔ اس کی آنکھیں خود بخود بند ہونے لگیں۔ اعصاب لرز رہے تھے اور ضبط آندھیوں کی زد پر آئے پتے کی طرح لرزتا تھا۔ نارسائی کا احساس اس پل جان لیوا حد تک سفاک اور بھیانک تھا۔ جبکہ دوسری جانب عباس اپنے لمس اپنے قرب کی تباہ کاریوں سے یکسر بے خبر اسی متوازن لہجے میں مخاطب تھا۔

"کیسا محسوس کر رہی ہیں اب آپ خود کو؟" اور نندنی کو اپنا آپ [illegible] ہوا محسوس ہونے لگا۔ کیا بتاتی وہ اسے کیسے بتاتی۔ اس کا بس ہی کیا تھا۔ یہی بے بسی کا شدید احساس تھا جس نے اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھرنے کے بعد چھلکا دیں۔ اس میں تاب نہیں تھی کچھ بولنے کی۔ اسے [illegible] [illegible] اس نازک ترین لمحے [illegible] کی مجبوریت سے آگے ہار کر دوں کا [illegible] یہ بھی شکر ہوا تھا کہ عباس حیدر کی توجہ بٹ گئی۔ اس کے سیل پر کال آ رہی تھی۔ وہ اس سے معذرت کرتا پلٹ کر باہر چلا گیا اور نندنی خود سے لڑنے کو تنہا رہ گئی۔

"میم پلیز ٹیل می! ساحر صاحب کا کہنا ہے کہ آپ تھوڑی سی ہمت کریں تو کچھ سین فلمائے جا سکتے ہیں۔ ایکچولی آج سنو فالنگ زوروں پر ہے نا۔" شیراز کی کال دوبارہ آئی تھی۔ شیراز اس کی خاموشی سے تنگ آ کر اپنی بات پر زور دینے کو عباس کا حوالہ دے رہا تھا۔ نندنی نے سرد آہ بھر لی۔ [illegible] جانتی تھی اب وہ انکار کی پوزیشن میں نہیں رہی ہے۔ انکار کی صورت عباس کی خفگی کا سامنا ہوتا جسے وہ برداشت کرنے کا یارا نہیں رکھتی تھی۔ [illegible] اور پھر وہ اٹھ کر اپنی

تیاری میں مشغول ہوگئی تھی۔ یہ سین اسے تنہا ہی لوکیٹ کروانے تھے۔ یہ ایک امیر کبیر لڑکی کی کہانی تھی جو اس علاقے میں بغرض سیاحت آئی ہے۔ یہیں اس کی ملاقات فراز یعنی ہیرو سے ہوئی تھی۔

وہ خاصی بے دلی سے تیار ہوئی تھی۔ میک اپ آرٹسٹ شہلا صدیقی تھیں جنہیں عباس نے نندنی کی شائی اور گریزاں نیچر کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں آنے کے بعد ہائر کیا تھا۔ اس تعاون کے لیے نندنی چاہ کر بھی اس کی مشکور نہیں ہوسکی تھی کہ اس کے اعصاب پر تو مووی کے کئی بولڈ سین اور آفاق کی حریصانہ نظروں کا پہاڑ جیسا بوجھ دھرا ہوا تھا۔

"مجھے لگتا ہے آپ خود کو فریش نہیں پا رہیں نندنی یہ آپ کا پہلا پراجیکٹ ہے جو واضح رہے آپ بہ حرص حسب کے لیے کر رہی ہیں۔ یونو وہ اتنے لکی ہیں کہ مٹی کو بھی ہاتھ لگاتے ہیں تو سونا بن جاتی ہے۔ اس مووی کے نوے فیصد چانسز کلک کر جانے کے ہیں پھر بھی آپ بالکل ایکسائیٹڈ نہیں ہیں۔" شہلا صدیقی کی حیرت اپنی جگہ بجا تھی۔ نندنی اب اسے کیا جواب دیتی۔ محض مضمحل سا مسکرائی۔

"ایکچولی میں ابھی خود کو فریش اینڈ ایکٹیو فیل نہیں کرتی اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"آپ بہت امپریسیو اینڈ فیسی نیٹنگ حد تک حسین ہیں۔ میک اوور کی تو بس فارمیلٹی نبھانا پڑتی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کو اس کی ضرورت نہیں۔" وہ اس کی تعریفوں میں رطب اللسان ہوچکی تھی۔ تب ہی نندنی کی تیاری مکمل ہوئی۔ نندنی کے چہرے پر البتہ کوئی تاثر نہیں ابھرا۔ وہ اسی سپاٹ انداز میں اٹھ کر باہر آگئی۔ بے دلی اور یاسیت اس کے ہر انداز سے عیاں تھی۔ وہ اس پل بلیو جینز پر وائٹ ٹاپ اور بہت ساری پاکٹس والی تیز گلابی رنگ کی بہت اسٹائلش جیکٹ میں ملبوس تھی۔ سر پر گلابی ہی اونی ٹوپی تھی جس کے اطراف سے لہراتے اس کے سلکی بال شانوں اور کمر پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس وقت وہ الٹرا ماڈرن سی لڑکی دکھائی دیتی تھی مگر اس کی جاذبیت اور معصومیت اسے کسی نازک سی گڑیا کی طرح دکھا رہی تھی۔ عباس نے دانستہ اس سے نگاہ ہٹالی۔ سامنے بل کھاتی سڑک تھی۔ دائیں جانب [illegible] چھوٹے پہاڑ اور بائیں جانب گہری کھائیاں اور [illegible] ندی جو اتنی بلندی سے دیکھنے پر ایک لکیر کی صورت نظر آرہی تھی۔ آسمان نیلا تھا۔ چمکیلا بلور جیسا۔ مگر گھنے درخت سورج کے جالے کی راہ میں حائل تھے کہ وہ اپنی روشنی زمین تک نہیں پہنچا سکتا۔ اس کے اردگرد بادلوں جیسی تاریکی تھی۔ کہیں کہیں ڈھیٹ کرن پتوں پر ناچ اٹھتی تھی بس۔ وہ سب [illegible] مناظر سے لطف اندوز ہوتے آکر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ عباس نے گہرا سانس کھینچا اور سبزے کی باس اور جنگلی پھولوں کی مہک کو محسوس کرنا چاہا۔ یہاں تو سبزے کا [illegible] رنگ اور ہی تھا اور عجیب پھول جو اس سے پہلے اس نے کبھی نہیں دیکھے تھے بلکہ پھولوں کے رنگ بھی نئے تھے۔

عریشہ کی اس کے معاملے میں اپنائی گئی ہٹ دھرمی اور بے حسی اسے ہر لمحہ اذیت دینے میں مصروف تھی۔ بھلا [illegible] سے قبل کب اس نے بے مائیگی کے احساس کو چلتے [illegible] برداشت کرنے کا ہنر آتا۔ اس نے گہرا سانس بھرا اور [illegible] سے باہر نگاہ کی جہاں قدرت کی صناعی ہر سو بکھری پڑی تھی۔ ترچھی چھتوں والے گھر، پہاڑوں سے گرتے برف کی صورت جمے جھرنے اور مختلف رنگوں کے فلک بوس پہاڑ، خوبانی، اخروٹ کے درختوں کی یہاں بہتات تھی مگر ہر شے کو برف کی چادر بہت نرمی سے ڈھانپتی جارہی تھی۔ ونڈ اسکرین پر گرتی برف کو ہٹانے میں مصروف تھے۔ مزید چند منٹ ڈرائیو کے بعد گاڑی روک دی گئی۔

"یہاں سے آگے پیدل جانا ہوگا سر جی۔" [illegible] کے کہنے پر عباس جو اپنے خیالوں میں محو تھا چونک کر متوجہ ہوا اور گہرا سانس بھرتا اپنی طرف کا دروازہ کھولنے لگا۔ باہر نکل کر اس نے جگہ کا جائزہ لیا۔ یہ نیچے وادی کو جاتا ٹیڑھا میڑھا راستہ تھا جس پر پھسلن ہورہی تھی کہ اردگرد پھیلی گھاس پر گرتی [illegible] نے راستے کو مزید دشوار بنا دیا تھا ایک جانب گہری اور تاریک گھاٹیاں تھیں دوسری جانب بہت بڑے اور اونچے پہاڑ تھے جو آسمان کے سروں سے ہم آغوش تھے۔

"راستہ تنگ ہی نہیں خطرناک بھی ہے ہینڈا دھیان سے

"عباس نے سر سے برف جھاڑتے ہوئے اپنے [illegible] کو آگاہ کیا تھا۔ پھر یہ چھوٹا سا قافلہ اس سرسبز راستے پر [illegible] تھا۔ سبھی بے حد چوکنا تھے ہر قدم پھونک پھونک کر [illegible] رہے تھے۔ شیراز ہی یہاں سب کو گائیڈ کر رہا تھا۔ باقی سب [illegible] کے پیچھے تھے۔ نندنی سب سے آخر میں تھی۔ وہ اتنی اپ [illegible] اور غائب دماغ ہورہی تھی کہ ویسی چابک دستی اور [illegible] کا مظاہرہ نہیں کرپارہی تھی جو اس راستے پر چلنے کے لیے ضروری تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا دو سے تین مرتبہ پیر [illegible] مگر وہ بروقت سنبھل گئی تھی۔ چوتھی مرتبہ یہ بے احتیاطی [illegible] گویا لے ڈوبی تھی۔ اس کا پیر پھسلا تو وہ خود کو چاہنے کے [illegible] سنبھال نہیں سکی اور دل خراش چیخ کے ساتھ ہزاروں [illegible] گہری کھائی میں نیچے لڑھکتی چلی گئی۔

❁ ◉ ❁

سکندر سونے کی تیاری تقریباً مکمل کرچکا تھا۔ دھیمے [illegible] میں دروازہ بجا کر لاریب نے اندر قدم رکھا۔ سکندر کی [illegible] اس کی پھیل جانے والی آنکھوں سے عیاں تھی۔

"مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے تم سے زیادہ وقت نہیں [illegible] گی۔" آنکھیں چار ہونے پر اس نے اپنے مخصوص تنفر [illegible] انداز میں اپنی آمد کی وضاحت پیش کی۔ سکندر نے گہرا [illegible] بھر کر سرہانے پڑی اپنی شرٹ اٹھائی اور پہننے لگا۔

"ڈنر کے پاس گئے تھے تم؟" بیڈ سے کچھ فاصلے پر موجود کرسی پر بیٹھنے کے بعد اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ اپنے مقصد کی بات کریں۔" اس کا چہرہ ہنوز سپاٹ تھا۔ لاریب کو عجیب سی توہین محسوس ہوئی۔ (بھاڑ میں جاؤ میری طرف سے پتا نہیں خود کو سمجھنے کیا لگا ہے) وہ جل گئی [illegible] لعنت بھیجنے والے انداز میں اسے دیکھا اور سر جھٹک کر خود کو اس احساس سے نکالا۔

"میں وقاص کی گھٹیا حرکت کی وجہ سے پریشان [illegible] تشویش کی بات تو ہے ناں اسے اتنی جرأت آخر ہوئی [illegible] سکندر وہ اس سے پہلے بھی ایسی چیپ حرکت کرچکا [illegible] یاد ہے جب وہ میرے بدلے میں امامہ کو پکڑ چکا تھا یہیں میرے کمرے کے باہر!" وہ اپنے مخصوص انداز میں بات کررہی تھی جبکہ سکندر کے پتا نہیں کتنے زخم ادھڑ گئے تھے۔

"آپ کے خیال میں یہ بھولنے والی بات ہے؟ شک آپ نے مجھ پر کیا تھا بلکہ الزام لگایا تھا اسی طرح رات کے وقت تفتیش کرنے آئی تھیں نا؟" سکندر نے اپنی سرد نظریں اس کی آنکھوں میں گاڑھ دیں۔ اس کا لہجہ و انداز پھنکارتا ہوا تھا۔ لاریب کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزرا۔ اس نے بے ساختہ انداز میں نظریں چرائیں۔

"ہاں بس وہ غلطی تھی میری، میں تب وقاص سے اتنی گھٹیا حرکت کی توقع نہیں کرتی تھی۔" اس نے بالآخر اعتراف جرم کرکے سکندر کے ہونٹوں پر زہرخند بکھیر دیا تھا۔

"غلطیوں کا سلسلہ موقوف کیوں نہ ہوا پھر؟" اس کا لہجہ آنچ دینے لگا تھا۔ لاریب نے چونک کر مبہم نظروں سے اسے دیکھا۔ اس سے پہلے کہ کچھ کہتی وہ اسی برہم انداز میں پھر گویا ہوا۔

"وقاص سے آپ کو ایسی حرکت کی توقع نہیں تھی اور مجھ سے تھی۔ کیا آپ مجھے اتنا ہی گرا ہوا انسان سمجھتی ہیں؟" لاریب کا رنگ فق سا ہوگیا اس نے گڑبڑا کر اسے دیکھا تھا۔ سکندر نے یہیں اکتفا نہیں کیا۔

"اور گستاخی معاف محترمہ میں بہرحال انسان ہوں۔ فطری تقاضوں سے مبرا نہ سمجھیں مجھے۔ اس قسم کی بے احتیاطی کسی دن مہنگی نہ پڑ جائے آپ کو۔ مزید یہ کہ اس قسم کے معاملات میں سارا قصور ساری غلطی مرد کی ہی نہیں ہوا کرتی۔" سکندر کا اشارہ اس طرح رات کو اس کے پاس چلے آنے کی طرف تھا۔ لاریب نادان نہیں تھی کہ سمجھ نہ پاتی جبھی احساس ذلت اور سبکی کے ساتھ ساتھ خجالت سے بھی منجمد ہوکر رہ گئی۔ چہرہ ایسے دہک اٹھا جیسے کسی نے آگ سلگا ڈالی ہو۔

"ٹھیک ہے میں صبح بات کروں گی تم سے تم اچھے خاصے گھٹیا ہوچکے ہو ویسے۔" ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے وہ شدید غصے میں دل کی کیفیت کو الفاظ کا روپ دے گئی تھی۔ جو

سے بھنگی پڑی۔ سکندر کو تو جیسے پتنگے لگ گئے تھے۔ جبھی وہ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور لاریب کی کلائی وحشی انداز میں دبوچ کر اپنے مقابل کیا۔

"میرا خیال ہے آج آپ کو شرافت اور گھٹیا پن کے درمیانی فرق کو اچھی طرح سمجھا ہی دوں۔" اس کے محض ایک زوردار جھٹکے کے نتیجے میں لاریب کسی پلاسٹک کی گڑیا کی مانند ہوا میں لہرا کر بستر پر منہ کے بل جا گری تھی۔ سکندر کے فقرے کی ذومعنیت اور بلا کے زہریلے پن نے اس کے چہرے کو سراسیمگی کا اشتہار بنا دیا تھا۔ دھڑکنوں میں جیسے طوفان برپا ہو کر رہ گیا۔ سکندر کے چہرے پر وحشت آمیز غیض بھرے تاثرات تھے اور تیور حد سے بڑھ کر جارحانہ۔

"مم...... میں مذاق کر رہی تھی سکندر...... پلیز مجھے جانے دو۔" اس کا سارا اعتماد و طنطنہ سکندر کے غیض و غضب کے سامنے پل بھر میں رخصت ہو گیا۔ ثابت ہوا تھا وہ جتنی بھی بے نیاز اور روشن خیال نظر آئے عام سی لڑکی تھی۔ خطرے کے وقت پانی پر جھاگ ثابت ہونے والی۔ مگر سکندر کا غم و غصے سے سلگتا دماغ اس وقت کسی مصلحت یا گنجائش کا متقاضی نہیں تھا۔ وہ طیش سے بپھرا ہوا تھا جبھی اس پر جھک کر جارحیت بھرے انداز میں اس کا چہرہ اپنے بے رحم سخت فولادی ہاتھ میں جکڑ لیا۔

"تمہارے نزدیک میں سر سے پیر تک مذاق ہوں۔ میری عزت نفس، میری مردانگی، میری انا کسی کو بھی خاطر میں لانا تمہاری توہین ہے۔ تمہارے نزدیک میں موم کا پتلا ہوں کہ تم جب جی چاہے جس انداز میں چاہو مجھے استعمال کرو اور پھینک دو۔ میں تمہیں بتانا چاہوں گا لاریب بیگم کہ میں انسان ہوں جیتا جاگتا۔ جذبات و احساسات سے مبرا نہیں ہو سکتا۔ تمہارے نزدیک یہ ایک بے معنی کھیل ہو گا مگر میرے لیے نہیں یہ میری زندگی اور موت کا معاملہ بن چکا ہے۔" وہ اس کی ہراس سے پھٹ جانے والی نم آنکھوں کو گھورتا ہوا پھنکار کر بولتا رہا۔ لاریب کی اس کے خوفناک تیوروں کے آگے حواس باختگی کا عالم بھی عجب بے بسی لیے ہوئے تھا۔ مارے بے بسی و توہین کے ضبط کا پارہ تمام ہوا تو ٹپ ٹپ آنسو اس کی لانبی پلکوں سے ٹوٹ کر بکھرے اور سکندر کے ہاتھ بھگو گئے۔ سکندر یوں ٹھنڈا پڑ گیا جیسے کسی نے بھڑکتی [illegible] یکلخت پانی ڈال دیا ہو۔

"یہاں سے چلی جاؤ لاریب اور کوشش کرنا مجھے اس طرح سے ڈسٹرب نہ کرو۔ میں ایک بار پھر تم پر [illegible] ہوں۔ حالانکہ نہ تو تم اس قابل ہو نہ مجھے [illegible] مگر ایک بات یاد رکھنا اب مجھ سے مذاق کا [illegible] ورنہ انجام کی ساری ذمہ داری تم پر عائد ہوگی۔" اسے سیدھا ہوتا ہوا وہ بے حد سرد انداز میں کہہ رہا تھا...... وہ حال تھا کہ "جان بچی سو لاکھوں پائے۔" وہ اٹھ کر [illegible] دھند بھاگی۔ اس طرح کہ سکندر کو گمان گزرا وہ اس کی بات خاص طور پر ڈھنگ سے سن بھی نہیں پائی۔ [illegible] کرنا تو دور کی بات تھی۔ توہین کا سلگتا ہوا احساس اسے خاکستر کرنے لگا۔ وہ بستر پر اوندھے منہ گرا تو گلابی خوشبو [illegible] دوپٹے سے چہرہ مس ہوا تھا۔ اس نے چونک کر [illegible] لاریب کا دوپٹہ بستر پر پڑا تھا۔ جو وہ یہیں چھوڑ گئی تھی۔ [illegible] عجیب سے احساسات سے مغلوب ہو گیا۔

"جب بھی آتی ہو شدید ترین کرب کے ساتھ اپنی [illegible] کوئی نشانی چھوڑ جاتی ہو لاریب بی بی یہ بے پروائی تو [illegible] بات نہیں۔" وہ اٹھا تھا اور دوپٹہ اٹھا کر الماری کے سب سے نچلے خانے میں اس کے سنہری جھمکے اور ٹوٹی ہوئی چوڑیوں کے ٹکڑوں کے ساتھ رکھ دیا۔ اب طیش [illegible] سا دل گداز احساس تھا جو اسے جکڑ رہا تھا۔

(وہ پریشان تھیں، مجھے ان کی بات تو تحمل سے سننا چاہیے تھی۔ پریشانی بانٹنے کے بجائے میں اپ[illegible] کریدنے میں لگا جاتا ہوں۔ یہ تو محبت کے اصول کے سراسر منافی ہے۔ پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے مجھے) ملول انداز میں لائٹ بند کر کے بستر پر لیٹنے کے بعد [illegible] خود اپنے اوپر خفا ہوتا رہا تھا۔

❀ ● ❀

وہاں اس ویران اور سنسان جگہ پر یکلخت افراتفری مچ گئی تھی۔ حادثہ ایسا تھا کہ کوئی بھی شخص عجب [illegible]

ہونے سے نہیں بچا سکا۔ لیکن عباس حیدر کی پریشانی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ اسی لمحے تاریک اور گہری کھائی میں خود اتر کر نندنی کو زندہ نکال لانے پر تلا ہوا تھا مگر اسے بڑی مشکلوں سے روکا گیا۔

"ٹیک اٹ ایزی ساحر بھائی! مس نندنی کو میں یہاں سے ٹارچ کی روشنی میں دیکھ سکتا ہوں مطلب یہ کہ وہ لڑھک کر بہت نیچے پستی میں جا گری ہیں۔ ہم یہاں سے انہیں احتیاط سے نکال سکتے ہیں مگر بے احتیاطی خطرناک ہو سکتی ہے۔" شیراز جو پگڈنڈی پر لیٹ کر بھاری ٹارچ سے نیچے کھائی میں روشنی ڈال کر جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ اچھی خبر کے ساتھ پرجوش انداز میں اٹھا مگر عباس جھنجلا سا گیا تھا۔ جبھی غصے میں اس پر الٹ پڑا۔

"کمال کرتے ہیں آپ شیراز صاحب! معاملہ انسانی جان کا ہے۔ احتیاط کا دامن پکڑے بیٹھے رہیں تو کوئی جان سے بھی ہاتھ دھو سکتا ہے۔ ہٹیں آپ میں خود دیکھتا ہوں۔" وہ اتنے حتمی دوٹوک اور قطعی انداز میں بولا تھا کہ پھر کسی کو کچھ بھی کہنے کی ہمت نہیں ہو سکی اور وہاں موجود ہر شخص نے حیرت و تحیر کے عالم میں دیکھا کہ عباس نے اپنی جان کو کھلے خطرے میں ڈال کر کھائی میں اترنے کے بعد نندنی تک رسائی حاصل کی تھی۔ وہ سب اوپر ہق دق ہی رہ گئے تھے۔

"ساحر بھائی آپ واپس چل کر نہیں، بیٹے گا یہ سراسر رسک ہے آپ رکیں میں کرتا ہوں کچھ۔" شیراز ہنوز اسی انداز میں لیٹا ہوا ٹارچ سے ان دونوں پر روشنی ڈال رہا تھا۔ عباس نندنی تک پہنچنے میں تو احتیاط سے کام لے چکا تھا وہ تنہا تھا تو پتھروں کی آڑ اور سہارا لے کر نیچے اتر گیا تھا مگر واپسی پر نندنی کے بے ہوش وجود کو لے کر یہ مرحلہ طے کرنا ہرگز بھی آسان کام نہیں تھا۔ ان کے پاس پیراشوٹ کی رسی اور دیگر ضروریات کی ساری چیزیں موجود تھیں جو کسی ایسے ہی حادثے کی صورت میں احتیاطاً رکھ لی گئی تھیں مگر عباس نیچے اترتے ہوئے اس احتیاط کو خاطر میں نہیں لایا تھا۔ دراصل وہ نندنی کے ساتھ ہو جانے والے اس حادثے کی وجہ سے اتنی تشویش اور فکرمندی کا شکار ہو گیا تھا کہ حواس سلب ہو گئے تھے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں اس پل ساتھ چھوڑ چکی تھیں۔

مگر اب نندنی کی حالت کا جائزہ لینے کے بعد وہ قدرے ریلیکس تھا۔ جس قسم کا لباس نندنی پہنے ہوئے تھی جسمانی چوٹوں سے تو بچت ہو گئی تھی ہاں البتہ چہرے کے ساتھ گردن پر کچھ خراشیں ضرور تھیں جن سے خون رس رہا تھا۔ اور بے ہوشی کی وجہ خوف کی گہری علامت ہی ہو سکتی تھی۔ عباس نے احتیاطاً اس کی دھڑکن چیک کی تھی جو نارمل تھی۔ اس نے بے اختیار سکون کا سانس لیا۔ چند لمحوں کے توقف سے اوپر سے رسی نیچے پھینکی گئی تھی جس کے ساتھ عباس کو اپنے ساتھ ساتھ نندنی کو بھی باندھنا تھا تاکہ پیر پھسلنے یا پھر لڑکھڑانے کی صورت میں وہ کھائی کی تاریکیوں میں گرنے سے محفوظ رہیں مگر درحقیقت کٹھن اور اعصاب شکن مرحلہ یہی تھا۔ وہ جتنا بھی لاتعلق اور بے نیاز رہتا تھا مگر ایک یکسر غیر انجان نوجوان لڑکی کو خود سے اتنا نزدیک لا کر رسیوں سے بندش کرنے کا تصور ہی اسے عجیب سی کنفیوژن میں مبتلا کر رہا تھا۔ محض ایک سال قبل جب وہ خود بطور ہیرو فلموں میں کام کرتا تھا تب اس کے لیے یہ بے حد معمولی اور عام بات تھی مگر عریشہ سے شادی کے بعد وہ بہت محتاط ہو گیا تھا۔ وجہ یہی تھی وہ عریشہ کو دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔ یہ عادت اتنی پختہ ہو چکی تھی کہ اب اس کے آس پاس ایسی کسی بات کا خیال بھی عجیب تھا۔ ایک لمحے کو وہ پچھتایا بھی خوامخواہ جذباتیت میں خود نیچے اترنے کی جلدی کی یہ کام ذرا تحمل اور بردباری کے مظاہرے کے ساتھ کسی سے بھی لیا جا سکتا تھا مگر اب اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار بھی نہیں تھا۔

برف گرنے کی رفتار میں تیزی اور شدت آ رہی تھی۔ اوپر سے اس سے بار بار پوچھا جا رہا تھا اگر وہ ریڈی تھا تو پھر اس کو کھینچا جاتا۔ اس نے خود پر جبر کرتے ہوئے اس ناگوار کام کو انجام دینا شروع کیا۔ پہلے اس کو اپنے کمر کے گرد لپیٹ کر گرہ مضبوط کی پھر ہنوز بے سدھ پڑی نندنی کے دودھیے سحر انگیز وجود کو ایک بازو کے حصار میں سمیٹ کر دوسرے ہاتھ سے اس کے ڈولتے جسم کو اپنے گھٹنے پر ٹکا کر اسے اپنے ساتھ باندھنا شروع کیا۔ یہ کام گرتی ہوئی برف اور اس کی کیفیات

کی بدولت مزید دشوار ہو چلا تھا۔ اسے اس پل شدت سے عریشہ کے ساتھ ہونے والی اپنی دھواں دھار لڑائی کا ایک ایک لفظ یاد آ رہا تھا جو محض اس کے حسن و خوب صورتی کے باعث اسے ریفیوز کرانے کا ٹھان چکی تھی۔ پتا نہیں عریشہ کا ذہن اس قسم کی صورت حال تک رسائی حاصل کر سکا تھا کہ نہیں مگر وہ ضرور اس وقت خود سے نظریں چراتا مضطرب ہوا جاتا تھا۔ اگر عریشہ کو یہ سب پتا چل جائے تو وہ اس کی دلی حالت کا اندازہ کر سکتا تھا۔ رسی کو کھینچ لیا گیا۔ عباس پراگندہ ذہن کے ساتھ اوپر چڑھنے کی کوشش میں اتنی بار پھسلا کہ اوپر موجود انہی کی سمت متوجہ لوگ پریشان اور متفکر ہو گئے تھے۔ دوسری سمت نندنی تھی جسے عین اس لمحے ہوش آ گیا تھا جب وہ اسے سنبھالے تقریباً کھائی کے سرے پر موجود اپنے ساتھیوں کا سہارا لے کر نیم پختہ سڑک پر گرنے کے انداز میں شکستہ سا بیٹھا تھا۔ نندنی اس کے جسم سے بندش کی بنا پر وہ ایک طرح سے اس کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔ وہ ہوش میں نہیں آئی تھی حواسوں سے باہر ہو گئی تھی۔

یہ قربت تو اس نے خوابوں میں نہیں سوچی تھی۔ بے اختیار ایک کراہ اس کے لبوں سے آزاد ہوئی اور عباس ان بندشوں کو کھولتا چونک کر اس کی سمت متوجہ ہو گیا۔ لیکن اس سرسری بے حد خجالت آمیز نگاہ کو وہ فی الفور چرا بھی گیا تھا۔ جبکہ نندنی کی تو کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ہی بے کار ہو چکی تھیں۔ حالانکہ وہاں موجود دیگر لوگ اسے ہوش میں پا کر اس سے خیریت کے متعلق سوال کر رہے تھے۔ مگر وہ کچھ سنتی تو کہتی بھی کچھ۔ ایک عجیب سی دیوانگی کا قبضہ تھا اس کے حواسوں پر نظریں دیوانوں کی طرح عباس کے ایک ایک نقش کو ازبر کرنے کی کوشش میں تھیں۔ اس کے لیے عباس کے چہرے میں اتنی کشش اتنی جاذبیت تھی کہ صدیوں تک بھی نظر نکا کر دیکھتی تو بھی نیت سیراب ہوتی نہ دل بھرتا۔

"تم لوگ کھڑے تماشا دیکھنے کے بجائے یہ بندشیں کھلوا کیوں نہیں دیتے۔ میری جان مصیبت میں پڑی ہوئی ہے اور کسی کو احساس تک نہیں ہے۔" وہ عباس حیدر کے غصے میں پیچ و تاب کھاتی سرد آواز پر جیسے خوابوں کی حسین راہگزر پر چلتے یک دم کھولتے ہوئے پتھروں میں آن گری۔ اللہ اکبر عباس اس کی اس دیوانگی کو سمجھ کر جان کر ہی تنا خفا ہو تو بلا دریغ اپنے ماتحتوں پر برس پڑا تھا یا کوئی اور وجہ تھی۔ جو بھی وجہ بھی تھا نندنی کے بے حد تکلیف کا سبب تھا۔ وہ جیسے کسی سنہرے جال میں پھڑ پھڑائی۔

عباس کی پرکشش آنکھوں میں قہر سامان تاثرات کے علاوہ کسی کے لیے ہو سکتے تھے۔ اس نے سمجھ کر دھڑکنوں میں جو بھونچال اٹھ ہوا تھا یکدم تھم سا گیا۔ ایسا پھیلا تھا کہ دل دھڑکنا بھی بھول گیا۔ شیراز نے آگے بڑھ کر عباس کی مدد کی تھی۔ جیسے ہی بندشیں ڈھیلی ہوئیں نندنی سرعت سے فاصلے پر ہو گئی۔ اس کے تن بدن میں قیامت کی حدتیں اور ملال تھا۔ دیکھا جاتا تو اس میں عباس کا کوئی بگڑا نہیں تھا اور اس کا کچھ بچا نہیں تھا۔ واپس گاڑی تک آتے اس کے آنسو بے آواز بہتے رہے تھے۔ شوٹ ایک بار پھر ملتوی ہو گیا تھا اور عباس کا موڈ صرف اسی ایک بات کو کر تو اتنا قہر آلود نہیں ہو رہا تھا۔

"آئی تھنک آپ کو کوئی اندرونی شدید چوٹ آئی ہے میم۔" فراز کو اس کے اس طرح زار و قطار رونے کی یہی وجہ سمجھ میں آ سکتی تھی۔ نندنی کے دل پر کسی نے جیسے پیر رکھا۔

(چوٹ تو لگی ہے اور اتنی گہری جس کا علاج اب عمر بھر ہو سکے۔ کیا کوئی برزخ سے بھی زندہ سلامت بچ کر آیا ہے۔ میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تھا مجھے ایسا فیصلہ کرنا ہی نہیں چاہیے تھا) اس کے آنسوؤں میں شدت اور روانی آ گئی۔ عباس کا موڈ اتنا خراب تھا کہ وہ باقی سب سے رخ پھیر کر بیٹھا ہوا مسلسل کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ نندنی کے لیے یہ رویہ تکلیف اور بے پناہ اذیت کا باعث تھا۔ جن آنکھوں میں اپنے لیے محبت کے چراغ جلتے دیکھنے کی خواہش تھی ان میں بےزاری کوفت اور ناگواری، ناپسندیدگی کو دیکھنا اس کے لیے اور ضبط کی ساری طنابیں توڑ گیا تھا۔ اس کے وجود میں رہ رہا تھا۔ ایسا زہر جو ہر پل اس کے وجود کو نیلا کرتا جا رہا تھا۔

❀ ❀ ❀

اک ہاتھ میں خوابوں کی دولت اک ہاتھ میں کاسہ دے ...

مرنا کی نشیں تیری چوکھٹ پر ایک سجدہ کرنے آئے ہیں
وہ منے یا اب رد کردے جو چاہے وہ حالت کردے
ہم دور سے چل کر آئے ہیں اک عرض تمنا لائے ہیں
وہ شہزادہ کسی جنگل سے آنے کا رستہ بھول گیا
کہ شہزادی کے ہاتھوں میں جو پھول ہیں مرجھائے ہیں
تو دور کہیں سے آتا ہے چپ چاپ چلا بھی جاتا ہے
سے دیکھ کر کسی دن روزن سے جو تو نے خواب دکھائے ہیں
کوئی صحرا پار نہیں بھٹکا کوئی دریا بیچ نہیں ڈوبا
جھوٹے سچے قصے تو کچھ لوگوں نے پھیلائے ہیں
کی عمر خلش تو رہتی ہے بس تجھ سے بات یہ کہنی ہے
جب وقت گزر جائے تو یہاں کچھ لوگ بہت پچھتائے ہیں

نندنی نے اس غزل کو اپنی ڈائری میں نوٹ کیا۔ بار بار پڑھا اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی گئی۔ ہاں یہی انجام ہوتا تھا اس کی وحشت بھری محبت کا نارسائی اور خواری کے ہاتھوں یہ انجام کہ وہ از خود یہ فیصلہ کرے۔ اس شخص سے دوری اختیار کرلے جسے اس نے ایک عمر کی آبلہ پا تلاش کے بعد کھوجا اور پایا تھا مگر نہیں پایا ہی تو نہیں تھا یہی تو اذیت و اضطراب کی اصل وجہ تھی۔ اسے سردی کبھی پسند نہیں رہی تھی۔ وہ سرد موسم برداشت نہیں کر پاتی تھی۔ مگر عباس کی وجہ سے اس نے سرد موسم کو برداشت کیا تھا مگر وہ عباس کا سرد رویہ نہیں سہار سکی۔ اس کے رویے کی سرد مہری سے کی تپش روح کا جھلسا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کا وہ جمود تاثر وہ تو جیسے برف میں دب جانے والی لاش کی مانند اکڑ گئی تھی۔ کتنا تکلیف دہ تھا یہ مگر سچ تھا ایسا سچ جس سے وہ نظریں چرا ہی نہیں سکتی تھی۔ نصیب کے بغیر کچھ نہیں ملتا چاہے جتنی بھی جدوجہد کر لی جائے۔ وہ اسے نہیں ملا۔ عباس کے لہجے کی تبدیلی اور آنکھوں کی ناگواری تھی جس نے اس کی دنیا زیر و زبر کر دی تھی۔ وہ سب کچھ سہہ سکتی تھی بس یہی نہیں جو اس نے عباس کے چہرے پر عباس کی نظروں میں اپنے لیے احساس دیکھا تھا۔

محبت اور عزت میں چناؤ کا مرحلہ آیا تو دل کی تمام تر ریزہ ریزہ اور بربادی والتجا کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے عزت کا انتخاب کر لیا تھا۔ یہ مرحلہ جتنا بھی کٹھن تھا مگر اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔ جانے مزید کتنی دیر وہ بلکتی اور سسکتی رہی تھی پھر اٹھ کر واش روم میں گئی۔ اچھی طرح منہ دھویا پھر چہرہ تولیے سے پونچھ کر باہر آ گئی۔ بیڈ پر پڑا اپنا اسکارف اٹھا کر اچھی طرح خود کو کور کیا پھر دروازہ کھول کر کمرے سے باہر قدم رکھ دیا۔ راہداری عبور کر کے عباس کے کمرے کے باہر آن رکی۔

"مجھے ساحر صاحب سے ضروری بات کرنی ہے کیا میں اس وقت ان سے مل سکتی ہوں؟" اس نے اسی وقت کمرے سے باہر آتے شیراز کو مخاطب کیا تھا تو بھی اس کی آواز بوجھل تھی۔

"اوہ آیئے میم ساحر صاحب میٹنگ میں ہیں۔ میں ان کے آرڈر پر آپ کو ہی بلانے آ رہا تھا۔" شیراز نے شائستگی سے کہتے اسے بے حد تعظیم دیتے ہوئے دروازے سے ہٹ کر راستہ دیا۔ نندنی کچھ کہے بغیر دروازہ دھکیلتی اندر داخل ہو گئی۔ عباس سامنے ہی صوفے پر بیٹھا نظر آیا۔ اس کی صورت سے ہی بے پناہ سنجیدگی جھلک رہی تھی۔ دیگر لوگ آس پاس صوفوں پر براجمان تھے۔

"آیئے محترمہ مجھے آپ سے کچھ اہم بات ڈسکس کرنا ہے۔" عباس نے رسان سے کہتے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ صاف لگتا تھا جو بھی بات تھی ابھی تک اس نے ... آشکار نہیں کی تھی۔ نندنی نے اس کی بات نظر انداز کی اور یونہی کھڑی رہی۔ گلا کھنکار کر اسے مخاطب کرنے سے قبل اس نے جھکی نظروں کے ساتھ سر بھی جھکا لیا تھا۔

"مجھے بھی آپ سے کچھ کہنا ہے ... مجھے امید ہے آپ ... انداز ہے کہ آپ کا بہت ... تیار ہوں۔ معذرت خواہ ہوں ... کرنے سے قاصر ہوں ... معذرت۔" اس نے جتنی ... بہت واضح انداز میں پہنچا دیا تھا ... گیا۔ ہر شخص اپنی جگہ ... [illegible]

کی خاطر اس نے یہ ہنگامی میٹنگ کی تھی اور جسے کرتے وہ کسی حد تک کنفیوژ بھی تھا وہ اس چھوٹی سی عام سی لڑکی نے کتنے دھڑلے سے کر دکھایا تھا۔ اس کے سر پر دھماکہ ہوا تھا۔

"میرا خیال ہے مس نندنی اس حادثے سے خوفزدہ ہوگئی ہیں۔"

"یہ سراسر حماقت ہے میم پلیز اس فیصلے پر نظرثانی کیجیے۔ کیونکہ ایسے گولڈن چانس زندگی بار بار نہیں دیتی۔"

"محترمہ آپ اپنے پیروں پر خود کلہاڑی مار رہی ہیں آپ کا وہ کیریئر جو ابھی شروع بھی نہیں ہوا خطرے میں جا پڑے گا۔ آپ جتنا بھی سر پٹخیں کہ ساحر صاحب نے آپ کو نہیں نکالا بلکہ آپ نے خود ان کی فلم میں کام سے انکار کیا ہے کوئی ڈائریکٹر یا پروڈیوسر مان کر نہیں دے گا۔" مختلف تبصرے اور مشورے یکایک ابھرنے لگے۔ اس کے اس فیصلے کو سراسر جذباتیت اور بے وقوفی سے تعبیر کیا جا رہا تھا مگر وہ مطمئن اور مضبوط نظر آ رہی تھی۔

"میں چلتی ہوں گڈ بائے۔" اس نے چیک وہاں رکھا اور عباس سے نگاہ ملائے بغیر تیزی سے پلٹ گئی۔ عباس شاکڈ تھا معاوضہ سنبھالا اور نندنی کا صوفے پر بے پروائی سے ڈالا گیا چیک جھپٹ کر خود بھی اس کے پیچھے اس کے کمرے تک آ گیا۔ دستک کے جواب میں دروازہ کھولنے والی نندنی اسے یوں لال بھبوکا چہرے کے ساتھ روبرو پا کر دھک سے رہ گئی۔

"میں اچانک اور حتمی فیصلے کی وجہ جاننا چاہوں گا۔" اس کا لہجہ خشک، روکھا اور بے تحاشہ برہم تھا۔ نندنی کا دل مٹھی میں آ گیا۔

"آئی ایم سوری فار دیٹ بٹ..."

"شٹ یور ماؤتھ محترمہ آپ کیا سمجھتی ہیں کہ..."

"میں جانتی ہوں میں آپ کے ساتھ بدعہدی کر رہی ہوں مگر..."

"مجھے ہر صورت اس فیصلے کا محرک جاننا ہے ایسے نہیں جا سکتی ہیں آپ۔" وہ اس کی بات پھر سے کاٹ کر حلق کے بل چیخا۔ اسے یہ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی جو کام وہ خود کرنے جا رہا تھا ایک بار پھر صرف عریشہ کو منانے، اس کی خوشی کی خاطر وہ اگر کسی اور نے کر دیا تھا تو اس کی انا پر کاری ضرب کیوں لگی تھی۔

"کچھ پوچھ رہے ہیں... آپ سے جواب... پابند ہیں آپ۔" عباس کی... خون سا اترتے دیکھ کر نندنی دہل سی گئی۔

"میں اس کی وجہ بتانے سے قاصر ہوں۔ مگر یقین کیجیے میری وجہ سے آپ کا بہت شدید نقصان ہو چکا ہے۔ میرا اشکن رکھ لیں اصلی جواہر لگے ہیں اس میں کسی حد تک آپ کا..." اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی کہ... سے بھڑک اٹھنے والے عباس کا ہاتھ زناٹے سے... صورت نندنی کے حواس چھین کر لے گیا تھا۔ اسے توقع نہ تھی... کہاں تھی عباس کے اتنے شدید ردعمل کی جبھی گال پر ہاتھ رکھے پتھرائی ہوئی سی کھڑی رہ گئی۔

"آپ خود کو بہت برتر سمجھتی ہوں گی اس دولت کی... مگر ہر نقصان نہ تو پیسے سے بھرنے والا ہوتا ہے نہ ہر شخص اس پیسے کے آگے بکنے والا ہے آپ نے؟" عباس کی آنکھوں سے پھوٹتا دہکتا آتش فشاں نندنی کو بھسم کرنے لگا۔ اسے لگا وہ کسی بھی پل چکرا کر لہرا کر فرش پر جا گرے گی۔ مارے ذلت و رنج کے اس کا رنگ بالکل پیلا پڑ چکا تھا۔ عباس ہونٹ بھینچے چند ثانیے اسے سلگتے دیکھتا رہا پھر سر جھٹک کر پلٹا اور کمرے سے نکل گیا۔ نندنی بیڈ پر گرتی ہوئی سر تھام کر انگلیوں سے کنپٹیاں دبانے لگی تھی۔

اپنے کمرے میں آتے ہی عباس نے اپنے منتظر لوگوں کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔ اس کا موڈ ایسا آتش فشانی ہو رہا تھا کسی کو کچھ پوچھنے یا کہنے کی جرأت نہیں ہوسکی سب عجلت میں ایک دوسرے کے پیچھے نکل گئے۔ عباس ہونٹ بھینچے کمرے کے وسط میں کھڑا رہا تھا۔ پھر اضطراری کیفیت کے زیر اثر آگے بڑھ کر سگریٹ کیس میں سے سگریٹ نکال کر سلگائی۔ کش پہ کش دھواں بکھیرتے ہوئے بھی وہ بے حد مضمحل نظر آتا تھا۔ کل کے نندنی کے حوالے سے اس کے رویے نے اسے خود اپنے آپ سے خفت زدہ کر دیا تھا۔ جبھی اس نے عریشہ سے خود ساختہ جھگڑے میں موجود انا کو نکال دیا تھا تو صرف یہی نہیں تھی کہ اسے عریشہ کے خدشات درست لگنے لگے تھے بلکہ وہ اپنے تئیں خود کو عریشہ کا مجرم بھی سمجھ رہا تھا۔ جب نندنی کے خلاف ہوا تو اس نے عریشہ سے رابطہ کر لیا تھا جبکہ اس سے قبل وہ ضد میں تھا اور عریشہ کی جانب سے پیش رفت چاہ رہا تھا۔

عریشہ کا اس سے رابطہ نہ کرنا اس کی بے حسی، کٹھور پن، نخوت اور سرکشی کی علامت تھی جس نے عباس کو بہت ہرٹ بھی کیا تھا مگر وہ اس سے اتنی شدید محبت کرتا تھا کہ ان معمولی باتوں کو اہمیت دے کر دل میں رکھ کر بغض پال کر اپنی زندگی کی خوب صورتی کو زائل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے عریشہ سے رابطہ کرنا چاہا تو کافی دیر کوشش کے بعد سماعتوں کو عریشہ کی بردار و رو کھی آواز سننے کو ملی مگر وہ دل برا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"خیریت ہے نا عریشہ۔ تم کال کیوں نہیں پک کر رہی تھیں میری؟"

"خیال آ گیا آپ کو میرا... اس حسن کی شہزادی حوروں کی ملکہ کی ناز برداریوں سے نجات مل گئی؟" عباس کا دل اس طنز پر خفت و تنفر سے بھرتا چلا گیا۔ وہ ہونٹ بھینچے اس کی تلخی سہتا رہا۔

"میں تمہاری اس ناراضی کی وجہ سے ہی عریشہ... نندنی کو اپنی فلم کی کاسٹ سے نکال چکا ہوں۔ میں اس بات کی پروا نہیں کر رہا ہوں کہ میرا کتنا نقصان ہوا۔ روپیہ پیسہ ایک طرف میرا کیریئر میرا امیج داؤ پر لگتا ہے۔ عریشہ میں تمہاری خوشی کی خاطر کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔ موڈ تو ٹھیک کرو پلیز۔" عریشہ کے برعکس اس کا لہجہ مدھم تھا۔ اس میں جو اپنائیت جو خصوصیت کے ساتھ مان تھا وہ صرف عریشہ کے لیے ہی تھا۔ محبت کے سفر میں سارا بوجھ اس کے سر ہوتا ہے جو اس کا بیڑہ اٹھاتا ہے جس نے چاہ کی ہوتی ہے وہ جانتا تھا کبھی کبھی بھی عریشہ پر کسی قسم کا کوئی دباؤ ڈالا تھا نہ اس سے کوئی مطالبہ کیا تھا۔ وہ تو آج تک اس کی چاہت اس کی خواہش کے مطابق ہی خود کو ڈھالتا آیا تھا۔ اس وقت بھی اسے خوش کرنا منانا چاہا مگر عریشہ کو کتنا احساس ہوا اور اس نے کسی حد تک قدر جانی اس کا اظہار اس کے الفاظ سے بخوبی لگایا جا سکتا تھا۔

"نکال دیا ہے تو میں کیا کروں؟ میری وجہ سے تو نہیں کیا! اگر ایسا کرنا ہوتا تو اس وقت کرتے جب میں نے کہا تھا۔" اس نے تلخی سے کہا اور اگلے لمحے فون کاٹ دیا۔ عباس کے وجیہہ چہرے پر ایک سایہ لہرانے لگا۔ عریشہ کی شدید ناراضی اس کی بے چینی کو بڑھاوا دے رہی تھی۔ وہ شکستہ ہو رہا تھا۔ اس کی ہمیشہ یہ خواہش رہی تھی کہ عریشہ اسے سمجھے اس پر اعتماد کرے تاکہ وہ اپنا کام پوری توجہ سے کر سکے۔ وہ جانتا تھا یہ شوبز کی دنیا تھی جہاں رائی کا بھی پہاڑ بنتا تھا۔ یہ تو پھر بہت بڑی بات ہوتی۔ وہ خوامخواہ خبروں میں رہنے اور اسکینڈلائز ہونے کو سخت ناپسند کرتا تھا مگر عریشہ نے اس کے لیے ہمیشہ ایسے مسائل پیدا کیے تھے کہ وہ بار بار اپنے فیصلے بدلنے پر مجبور ہوا جاتا تھا۔ دوسرا شدید اور کاری وار اسے اس وقت سہنا پڑا تھا نندنی نے اس کے پورے چینل کے سامنے انکار کا طمانچہ اسے مارا۔ یہ اس جیسے مشہور و معروف نامور ڈائریکٹر کی ذلت کی انتہا تھی۔ جس کی فلم میں کام کرنے کو شوبز کے چمکتے ستارے بانگ دہل اپنی خوش نصیبی گردانتے تھے ایک غیر معروف بالکل نئی آنے والی لڑکی نے اس کی فلم سائن کرنے کے بعد خود ہی رد بھی کر دی تھی۔ اس پر حد یہ کہ ایڈوانس کا چیک واپس کرتے اپنے پاس سے خیرات دینے کی بھی کوشش کی۔ وہ حواسوں میں رہتا بھی تو کیسے۔ گویا سبکی اور تضحیک کی بھی حد ہو گئی تھی۔ حالانکہ جب عریشہ کی ناراضی دور کرنے کو ہی سہی اس نے نندنی کو اپنی کاسٹ سے نکالنے کا فیصلہ کیا تھا تو یہ زیادتی کا احساس اس کے دل پر کسی بوجھ کی طرح دھرا تھا۔

"سر میم نندنی واپس جا رہی ہیں۔" اس کے سیکرٹری کا فون اس کے سیل پر بڑی اہم اطلاع کے ساتھ آیا تھا۔ جو اس کے اشتعال کو مزید بڑھا گیا۔

"تو یہ بات تم مجھے کیوں بتا رہے ہو؟" وہ جواباً پھاڑ کھانے کو دوڑا۔

"سر... وہ... !"

"شٹ اپ۔" وہ زور سے دھاڑا اور سلسلہ منقطع کر کے سیل فون اسی مشتعل انداز میں دیوار پر دے مارا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ وہ مارے تذلیل کے وحشی اور پاگل ہوا جا رہا تھا۔

❀ ◉ ❀

صالحہ ہال کمرے کے آف وائٹ مخملیں صوفے پر دونوں ٹانگیں اوپر رکھے چوکڑی مار کر بیٹھی اپنی پاٹ دار آواز کا جادو جگا رہی تھی۔ ترچھی نظریں لاؤنج کے کھلے دروازے سے نظر آتے فراز پر تھیں جو ابھی کچھ دیر پہلے گھر پہنچا تھا۔ جھنجلایا ہوا۔ بے حد خفا اور ناراض ہر کسی کی بات کے جواب میں کاٹنے کو دوڑنے لگتا۔

"اُفوہ آخر آپ کو ہوا کیا ہے برادر؟ اس ناراضی اور اچانک واپسی کی کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیے۔ آپ تو شوٹ کے لیے ناردرن ایریا گئے تھے نا؟" نبیل کالج سے واپس آیا تو اسے دیکھ کر نرمی سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"ساری کسی کا دل توڑنے اور دکھانے کی سزائیں ہیں۔ عذاب تو بھگتنا پڑتا ہے پھر۔" صالحہ نے مزہ لے کر کہا اور اٹھ کر دونوں کے قریب آگئی۔ فراز پر مجال ہے اثر ہوا ہو جیسے آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا تھا لیٹا رہا۔

"صالحہ باجی آپ تو جائیں یہاں سے پلیز۔ بھائی کا موڈ آف ہے۔ ایسا نہ ہو آپ پر اتر جائے سارا غصہ۔" نبیل نے اس بلا کو ٹالنا چاہا۔ جانتا تھا فراز کو اس سے کتنی چڑ ہے۔ اس کی موجودگی میں تو خاص طور پر ایک لفظ نہیں بولے گا۔ جبکہ نبیل کے پاس ٹائم کم تھا۔ اسے فریش ہو کر کھانا بھی کھانا تھا اور بھائی کی دل سوزی بھی کرنا تھی اس کے بعد اسپتال بھی سدھارنا تھا جہاں آج اس کی ڈیوٹی تھی مگر صالحہ نے مکھی اڑانے والے انداز میں ہاتھ ہلا کر بے نیازی سے دونوں کو دیکھا پھر بے ڈھب ہنسی ہنستے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ارے مجھے کیوں پروا ہونے لگی ایک ناکام ارادوں کے مالک شخص کے غصے کی اونہہ، گئے تھے موصوف مہ ناز ہیرو بننے۔ سارے خواب ہی چکنا چور ہو گئے۔ ارے ہر کوئی ساحر جیسا خوب صورتی اور قسمت کا بادشاہ نہیں ہوتا۔ مائی گاڈ کیا حسن و جمال ہے ظالم کا۔ نظر تو اسے اسکرین پر بھی چندھیانے لگتی تھی۔ سنا ہے حقیقت میں اس سے بھی چارمنگ اور حسین ہے۔ تم نے تو دیکھا ہوگا فراز بتاؤ! آئیز واقعی گرین ہیں یا لینز یوز کرتا ہے؟ پتا نہیں کم بخت ایک بیوی کی خاطر کام کیوں چھوڑ دیا۔ اب تو اسکرین پر نظر نہیں آتا۔" اشتیاق، بے چینی، شوخی اور آخر میں تلخی، جھنجلاہٹ لیے اس کے لہجے کا اتار چڑھاؤ ان دونوں کے لیے کوفت اور بے زاری کا باعث تھا مگر رواداری کا تقاضا کہ خاموشی سے برداشت کیا جاتا۔ عقل میں بے شک پیچھے سہی مگر عمر میں دونوں سے آگے تھی وہ۔

"آپ اپنے کمرے میں چلیں نا تھکے ہوئے ہیں تھوڑی دیر آرام کر لیں مما سے کہ کر چائے بھجواتا ہوں۔" نبیل نے نرمی سے کہا۔ ایک طرح اسے صالحہ کے تسلط سے نجات کی راہ سجھائی۔ بات فراز کی بھی سمجھ میں آگئی تھی جبھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی پل شرجیل ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کیے بازو پر کوٹ رکھے دروازے کے پاس سے گزرتا ان دونوں کو دیکھ کر ٹھٹک کر ہوتا رک گیا۔

"تم... تم کب آئے فراز؟" اس کے خوبرو چہرے پر حیرانی بھی جھلکی تھی۔ وہ ہر لحاظ سے مکمل اور شاندار تھا۔ فراز نے اسے دھیان سے دیکھا۔

"کیسے ہیں شرجیل بھائی؟" وہ اٹھ کر اس کے گلے لگا تھا شرجیل نے محض سر ہلایا پھر اسے دیکھا گویا سوال اپنی جگہ قائم تھا۔

"ابھی کچھ دیر قبل، بھابی ٹھیک ہیں؟" فراز کو اس لمحے اس نازک سی لڑکی کا خیال آیا جس کی آنکھوں میں زندگی کی امید کا وہ بھی گواہ تھا۔

(جاری ہے)

ترستے تھے جو ہمیں ملنے کو بھی
نجانے آج کیوں وہ میرے سائے سے بھی کتراتے ہیں
ہم بھی وہی ہیں دل بھی وہی ہے
نجانے کیوں لوگ بدل جاتے ہیں

"سندس امی سے معافی مانگو۔" حسن نے چائے کی پیالی اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے تحکمانہ انداز میں کہا تو سندس نے نہایت ہی اطمینان سے جواب دیا۔

"جی نہیں، بالکل بھی نہیں، اب سندس صرف غلطی پر معافی مانگے گی سمجھے حسن علی صاحب...؟" اس کا انداز اور لہجہ دونوں ہی حسن کے لیے اچھنبے کی بات تھی، وہ انتہائی حیرت اور تعجب سے بیوی کو دیکھ رہے تھے جو ہر بار ان کے حکم پر اماں کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑی رہتی تھی اور اس وقت اس کی ذہنی کوفت اور اندرونی اذیت کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا تھا اس کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ اور آتش فشانی کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا اسے ہمیشہ ہی بے قصور ہوتے ہوئے بھی اماں کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑا رہنا پڑتا تھا، کبھی چائے کی پیالی تو کبھی کھانے کی ٹرے ہاتھ میں لیے کتنی کتنی دیر کھڑی رہتی، اگر اس کے ہاتھ سے وہ چیزیں لے لی جاتیں تو سمجھو اسے معافی مل جاتی۔

اس کی شادی کو ایک سال ہو گیا تھا اس ایک سال میں نجانے وہ کتنی بار ٹوٹ کر بکھری تھی کتنی بار ہرٹ کی گئی تھی، کتنی بار اس کی توہین ہوئی تھی۔

اور کبھی تو یوں بھی ہوتا ہے کہ بندہ قصوروار ہو کر بھی معافی مانگنے سے انکار کرتا ہے اپنی انا اور عزت کا مسئلہ کھڑا کر دیتا ہے لیکن یہاں تو اس بے قصور سے معافیاں منگوائی جاتیں وہ صرف اماں ہی کے آگے نہیں جھکائی جاتی کبھی ساس کبھی جٹھانی کبھی دیورانی کبھی نند تو کبھی دیور مگر آج... آج اس روبوٹ نے کیسے زبان استعمال کی...

حسن دیر تک غصے سے اسے گھورتے رہے اس کے اطمینان پر وہ آگ بگولہ تھے۔

"سندس تم ہوش میں تو ہو جو میرے حکم کو ماننے سے انکار کر رہی ہو؟"

"جی جناب حسن صاحب میں بفضل تعالیٰ مکمل

ہوش و حواس میں ہوں اور آپ کے بیجا اور غلط حکم کو ماننے سے انکار کر رہی ہوں۔"

"تمہیں شاید اپنے انجام کی فکر نہیں ہے۔" حسن نے غصے سے پیالی میز پر رکھی۔

"جی بالکل فکر ہے بلکہ یقین ہے کہ آپ بھی ایک عام مرد کی طرح یہی کہیں گے کہ میں تمہیں اپنی زندگی سے نکال دوں گا تمہیں طلاق دے دوں گا' یہی تو ایک حربہ ہے آپ کے پاس لیکن آپ کے اس فیصلے کو سن کر نہ تو میں گڑگڑاؤں گی نہ آپ کے قدموں پر گر کر اپنی عزت اور رشتے کی بھیک مانگوں گی نہ آپ کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کروں گی۔ مسٹر حسن میرا خیال ہے کہ میں بھی قانون جانتی ہوں اگر آپ ایڈووکیٹ ہیں تو الحمدللہ میں بھی آپ کی ہم پلہ ہوں شاید آپ بھول گئے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"سندس..." حسن زور سے چیخے۔ "لگتا ہے آج اس گھر میں تمہارا آخری دن ہے۔"

"آہستہ... دھیمی آواز میں بات کریں اپنی کمزوری اور غلطی کو چھپانے کے لیے آواز میں گھن گرج تو پیدا کی جاسکتی ہے لیکن اپنی بات کا یقین نہیں دلایا جاسکتا۔"

"سندس تم ابھی اسی وقت میرے گھر سے نکل جاؤ۔ میں تمہاری گستاخ شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔"

انہوں نے چیخ کر کہا تو سندس مسکرائی۔

"بہت خوب... سچی باتیں کیں تو گستاخی کا لیبل لگا دیا۔ سر جھکا کر ظلم پر ظلم سہے جاؤں تو ٹھیک، جی حضوری کرتے رہو تو بہتر، بے قصور معافیاں مانگتی رہوں تو گھر میں رہ سکتی ہوں ورنہ گھر کو خالی کرنے کا حکم مل گیا۔ ویسے بھی یہ "گھر" نہیں ہے یہ تو مکان ہے سیمنٹ اور گارے کا بنا ہوا۔ مکان جس کے مکین تنگ نظر ہیں جھوٹی انا پر جی رہے ہیں' خود پرست ناانصاف' حسن صاحب' مجھ میں خدانخواستہ کوئی عیب ہے نہ کریکٹر لوز ہے' جو میں اس طرح بے زبان جانور کی طرح اس مکان میں زندگی بسر کروں۔ وہ وعدے وہ چاہتیں وہ یقین واعتماد سب کہاں فنا ہوگئے' میں آپ کی محبت کے سہارے اس گھر میں آئی تھی' اور اسی محبت کو امر کرنا چاہتی تھی مگر مجھ اکیلی سے یہ سب نہ ہوسکا' آپ سب اس واحد ہستی کو بھولے ہوئے ہیں جو انصاف کرتا ہے' ظالم اور مظلوم کا فرق بتاتا ہے' سب اس مالک کے فیصلے اور انصاف سے بے خبر ہیں' میں باخبر ہوں... مجھے خوشی ہے کہ آپ نے خود ہی مجھے یہاں سے جانے کا حکم دے دیا' میں آپ کا حکم سر آنکھوں پر قبول کرتی ہوں۔ میں اس امید کے ساتھ یہاں سے جا رہی ہوں کہ نہ صرف آپ بلکہ ہر فرد میری کمی کو محسوس کرے گا' میرے ساتھ کی زیادتیاں یاد کرے گا اور... اور آپ میرے بنا خود کو بالکل ادھورا تصور کریں گے جب آپ کو اپنی زیادتیاں اور بے جا ضد یاد آئے گی تب وہ لمحہ... مجھے تو سوچ کر آپ پر ترس آرہا ہے۔" اس نے ہمدردانہ لہجے میں کہا تو حسن کا غصہ اور بڑھ گیا۔

"مجھ پر ترس کھانے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے چلی جاؤ میرے سامنے سے۔" یہاں ان کی آواز میں شکست کی دراڑیں پڑنے لگی تھیں۔

"او کے اللہ حافظ اپنا خیال رکھیے گا۔ میں اس گھر سے جا رہی ہوں' آپ کی زندگی سے نہیں' کبھی میری ضرورت محسوس کریں تو میرے میکے اور میرے دل کے دروازے آپ کے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔" اس نے کمرے میں جا کر بیگ اٹھایا اس میں اپنے جوڑے رکھے اور بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ کسی نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔

وہ جب میکے پہنچی تو گیٹ پر ہی عکاشہ نے پرجوش مگر حیرت اور تعجب کے ملے جلے جذبات سے خیر مقدم کیا۔

"ارے باجی آپ اس طرح اچانک' حسن بھائی کہاں ہیں آپ اکیلی کیوں آئی ہیں اور اس وقت؟"

"ارے بھئی ایکدم اتنے سارے سوالات وہ تو ایک ہی سانس میں سوال پر سوال۔" سندس نے مسکراتے ہوئے بہن کو ٹالا۔

"جواب نمبر 1 کہ حسن اس شہر میں نہیں

نمبر 2 کی وجہ سے اکیلی آئی ہوں۔ نمبر 3 رات سے پہلے یہاں پہنچنا چاہتی تھی اس وجہ سے اس ٹائم آئی ہوں۔"

"ویسے یہ بیگ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کا قیام لمبے عرصے کے لیے ہے' دوسرا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ حسن آفس کے کام کے سلسلے میں دوسرے شہر گئے ہوں گے' ہے نا یہی بات۔" وہ چہکی۔ "چلو اس بہانے آپ لمبے عرصے کے لیے رہیں گی۔" دونوں باتیں کرتے کمرے میں آگئیں جہاں عرشیہ بیگم پاندان لیے بیٹھی تھیں۔

"امی ذرا دیکھیں تو کون آیا ہے۔" عکاشہ کی آواز پر انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا اور تیزی سے تخت سے اٹھیں۔ بیٹی کو گلے سے لگایا' ماتھا چوما' ڈھیروں دعائیں دیں۔

"بیٹا حسن کہاں ہیں؟" انہوں نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔

"ارے امی میرے آنے کی خوشی نہیں ہے آپ لوگوں کو عکاشہ بھی حسن کو پوچھ رہی ہے آپ بھی۔"

"ارے پگلی تیرے آنے کی خوشی بھلا کیسے نہیں ہوگی' پاگل ہو گئی ہے لڑکی تو تو ہماری زندگی ہے مگر چندا اب تجھ سے زیادہ ہمارے لیے حسن ہے' حسن اصل ہے اور تو سود ہے۔" وہ ہنس پڑیں۔

"اچھا تو یہ کریں کہ ابھی سود سے کام چلالیں۔ اصل بھی آجائے گا۔" عکاشہ بیگ کمرے میں رکھ کر فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال لائی۔

"باجی پہلے پانی پییں۔"

"گڑیا فرسٹ کلاس سی چائے بنا دو سر میں درد ہو رہا ہے۔"

عکاشہ چائے بنانے چلی گئی تو عرشیہ بیگم نے بیٹی کو دیکھا۔ "اری چندا... حسن میاں رات کو آئیں گے تاکہ رات کھانے میں خاص اہتمام کرواؤں؟" انہوں نے بیٹی سے پوچھا آخر ماں تھیں عجیب وسوسے ذہن میں آرہے تھے۔

"میری پیاری امی جان حسن آفس کے کام کے سلسلے میں دوسرے شہر گئے ہیں موقع غنیمت جان کر میں کچھ دن رہنے آگئی ہوں۔" اس نے بڑے اطمینان سے ماں کو مطمئن کردیا۔

"باجی کتنے دن رہیں گی؟" عکاشہ نے کچن سے سر نکال کر سوال کیا تو سندس مسکرائی۔ "دیکھو گڑیا یہ تو ان کے کام پر منحصر ہے جب ختم ہوجائے گا لوٹ آئیں گے۔" عکاشہ بچوں کی طرح خوش ہوگئی۔

"اللہ کرے کام لمبا ہوجائے۔" اس نے دعا کی تو سندس جی جان سے لرز گئی۔

"اللہ نہ کرے... اللہ تعالیٰ حسن کو عقل دے میں نہیں چاہتی میرا گھر اجڑے۔" اس نے دل ہی دل میں اپنے رب سے دعا کی۔

"کیا ہوا باجی! کیا سوچنے لگیں؟" عکاشہ نے سوال کیا تو وہ ایک دم بات بنا گئی۔ "سوچ رہی ہوں کہ اتنے دنوں میں کتنی پکنک کریں گے اور کتنی شاپنگ۔" وہ ہنسی۔

"کیا نئے مہمان کے لیے شاپنگ کرنی ہے۔" عکاشہ نے اسے چھیڑا۔

"اس کے لیے بھی اور تیرے لیے بھی اب شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔" سندس نے جواباً چھیڑا تو وہ مسکرا کر کچن میں چلی گئی۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿

"سندس میرے کپڑے استری ہوگئے؟" ساس کی تیز آواز ابھری اور دوسرے ہی لمحے زبان بند ہوگئی کیونکہ سندس گھر میں کب تھی جو ان کی پکار کا جواب دیتی۔

"ارے ہٹو کیوں تنگ کر رہے ہو یہ سوال میری سمجھ میں نہیں آرہا جاؤ چچی سے پوچھو۔" شبانہ نے کھسیا کر بچے کو پرے دھکیلا اور فوراً ہی خیال آیا اب وہاں سندس کہاں جو لمحوں میں سوال حل کر دیتی تھی۔

"بھابی کھانا لگاؤ۔" دیور نے بیسن سے منہ دھوتے ہانک لگائی۔ مگر وہاں میز خالی پڑی تھی۔

رات کو کبھی بھی لڑائی کے بعد ہلکی سسکی کی آواز آتی تو حسن کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا اور روٹھی بیوی پر ٹوٹ کر پیار آتا تو وہ اسے خود سے قریب کر لیتے اور یوں لمحوں میں بیڈروم کا ماحول خوبصورت اور حسین ہو جاتا' وہ کتنی جلدی مان جاتی تھی' حسن سے زیادہ دیر ناراض رہ ہی نہیں سکتی تھی۔ اب خالی خالی بیڈروم کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔ نہ وقت پر کپڑے دھل رہے تھے نہ استری ہو رہے تھے۔ نہ کوئی صبح پیار سے جگانے والا تھا' نہ رات کو تھکاوٹ سے چور گھر میں داخل ہو تو یہ کہنے والا تھا کہ "آپ ہاتھ لے کر فریش ہو جائیں میں نے کپڑے باتھ روم میں ٹانگ دیئے ہیں' میں جب تک چائے تیار کرتی ہوں۔"

یہ کیسی زندگی بسر ہو رہی ہے نہ کوئی مزا نہ سرور۔ لڑائی جھگڑے بھی ہوتے مگر وقتی طور پر پھر حالات خود ہی بہتر ہو جاتے مگر اب .. ایسی دوریاں .. یہ جدائی' یہ خاموشی یہ اداسی

❁ ❁❁❁ ❁

"سندس تم سچ سچ کیوں نہیں بتاتیں کہ آخر اصل بات کیا ہے؟ آج تمہیں آئے پورا ایک ماہ ہو گیا۔ یہ مدت کچھ کم تو نہیں ہے نہ تو حسن آئے نہ ان کے گھر سے کوئی آیا نہ کوئی فون نہ کوئی خبر' آخر بات کیا ہے؟ بیٹا ہم نے جب تمہیں رخصت کیا تھا تب ماں اور باپ دونوں بن کر نصیحت کی تھی' تمہیں پتہ ہے تمہارے ابا نے ہم پر کتنی بڑی ذمہ داری ڈالی تھی ہم نے احسن طریقے سے اس ذمہ داری کو نبھایا چندا ہم بہت تھک گئے ہیں۔ بڑے حوصلے اور ہمت سے زندگی کی رتھ کو گھسیٹ رہے ہیں اب مزید ہمیں کسی اور امتحان میں تو نہ ڈالو۔" ان کی آواز ٹوٹنے لگی تھی۔ تب سندس تڑپ اٹھی' ان کے قریب چلی آئی۔ ان کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بوسہ دیا۔

"امی اس طرح سے خود کو کمزور ظاہر نہ کریں آپ نے ابو کے بعد جس حوصلے ہمت سے حالات کا مقابلہ کیا وہ ہم جانتے ہیں دو بیٹیوں کی ذمہ داری اتنی کم عمری میں کیسے نبھائی ہمیں پتہ ہے' اب مزید ہم آپ کو پریشان کریں گے بس ذرا سی ناراضگی ہو گئی تھی حسن سے تو میں کچھ عرصہ ان سے دور رہوں گی تو عقل ٹھکانے آ جائے میں خود ہی آئی ہوں بس جیسے ہی حسن لینے آئیں گے چلی جاؤں گی۔" وہ رکی تو عرشیہ بیگم نے اسے قریب کیا۔

"پر بیٹا! جب تم رخصت ہو رہی تھیں تب میں نے نصیحت کی تھی خوشی خوشی آؤ تو سو بسم اللہ میرے گھر کی دہلیز کو ناراضگی کی حالت میں عبور کرنا .. تو پھر .. " وہ ادھوری بات کے ساتھ بیٹی کے جواب کی منتظر تھیں۔

"مگر امی .. آپ کا ہی تو کہنا ہے کہ بیجا ظلم سہہ کو شے دینا ناعاقبت اندیشی ہے' بزدلی ہے .. اس طرح ظالم مزید مظالم ڈھاتا ہے۔ ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا بہادری ہے' جہاد ہے' مزید دوسرے لوگوں کو ظلم سے بچانا عبادت ہے تو پھر آخر میں کب تک ان لوگوں کا ظلم سہوں' ایک روبوٹ کی طرح صرف بٹن دبنے کی منتظر رہوں۔ مجھ میں آخر کیا کمی ہے' معافی کا شعبہ میرے نصیب میں ہے بنا غلطی کے ہر ایک کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی رہوں' میری انا میری خودداری میری شخصیت بالکل مسخ ہو کر رہ گئی ہے امی' میں نے کوئی غلط طریقے سے شادی نہیں کی بزرگوں کی مرضی سے روایتی انداز میں بیاہ کر گئی ہوں پھر ساتھ میں جہیز بھی حیثیت سے بڑھ کر لے کر گئی ہوں' کبھی کسی سے بدتمیزی نہیں کی' ہر ایک کا حق کیا' ہر ایک کی مرضی کا خیال رکھا پھر آخر مجھے اور کتنا گرایا جائے گا اور کتنی میری توہین کی جائے گی۔ مجھے سب سے زیادہ دکھ اور صدمہ اس بات کا ہے کہ حسن بھی اب وہ حسن نہیں رہے .. اب تو انہیں خامیاں ہی خامیاں نظر آ رہی ہیں نجانے میری ساری خوبیاں کہاں دفن ہو گئی ہیں۔" اس کے لہجے میں غصہ اور نفرت تھی۔

"بیٹا! ایسا کیوں ہوا ہے تم خود سوچو کہ کہیں کسی کوتاہی یا لغزش تو نہیں ہوئی؟" عرشیہ بیگم نے ...

"ہاں امی ایک بات جو میری سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ... بڑی بھابی نسرین (نند) کو سوٹ بنا دیئے' دیور کو موبائل لا دیا' اماں کی چپل لے آئیں پھر تو ... اس وقت مجھ پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ میری ... سب کے منہ بن جاتے ہیں اور بات بات پر معافی مانگنی پڑتی ہے اور ہاں گھر کا ہر کام صرف اور میری ذمہ داری ہے۔ بڑی بھابی کی کمر میں ہمیشہ ... رہتی ہے' نسرین کو سارا دن بیڈ پر لیٹنے کے یا پھر ... پر دراز ٹی وی دیکھنے کے کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔ ... کا بچہ بہت ضدی ہے سارا وقت ضد کرتا ہے روتا ... اسے کوئی کام کرنے نہیں دیتا .. اب آپ ... سارا دن خدمت کروں' کام کروں اور ہاتھ ... کھڑی رہوں .. یہ کہاں کا انصاف ہے؟" وہ محو ... تھی۔

"بیٹا! تم بھی ساس' نند اور دیور کو کچھ نہ کچھ لا کر ... کرو' ان کا بھی حق بنتا ہے تمہارے میاں کی کمائی ..." عرشیہ بیگم نے نرمی سے سمجھایا تو سندس نے پھر ... تفصیل بتائی۔

"بڑے بھیا اور شکیل (دیور) اپنی اپنی تنخواہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ مہینے پر چھوٹی سی رقم اماں کی ہتھیلی پر رکھ دیتے ہیں جبکہ حسن تو ساری تنخواہ اماں کو دے دیتے ہیں کئی بار میں نے ان سے کہا کہ آپ بھی ان لوگوں کے لیے کچھ نہ کچھ لے آیا کریں تو حسن ناراض ہو گئے کہ ساری تنخواہ تو ... کے حوالے کر دیتا ہوں کہاں سے لاؤں گا .. ؟ مگر ... سسرال والے ان باتوں کو کہاں سمجھتے ہیں۔ کسی ... ایک سوٹ بنا دیا اور اس نے ہزار جھوٹ بول دیئے ... یقین کرتا ہے' دیور کو موبائل دلایا' اور اسے مختلف ... طریقوں سے میرے خلاف کیا' وہ فوراً ان کی باتوں میں ... اب آپ بتائیں میں اس قید خانے میں گھٹ گھٹ کر کب تک زندگی گزاروں میری انا' میری خودداری' میری شخصیت' کوئی معنی نہیں رکھتی۔"

"امی میں آپ کی پریشانی سمجھ رہی ہوں آپ عکاشہ کے سسرال کی وجہ سے پریشان ہوں گی کہ .. بڑی بیٹی گھر آ کر بیٹھی ہے تو میں یوں کرتی ہوں کوئی کرایہ کا مکان لے لیتی ہوں' جاب تو مجھے مل ہی جائے گی۔"

اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی اتر آئی' عرشیہ بیگم نے تڑپ کر اسے گلے لگا لیا اور رو پڑیں۔

"تو .. تو پگلی ہو گئی ہے' سب کو اب ایک ہی آنکھ سے دیکھنے لگی ہے۔ میں نے ایسا کب سوچا ہے چندا میں تو تیرا گھر ہمیشہ بسا دیکھنا چاہتی ہوں' دل سے ایسے وسوسے نکال دے' ایسے وقت میں ایسی باتیں نہیں سوچتے' بچے پر غلط اثر پڑتا ہے کیا میں ایک بیٹی کا گھر اجاڑ کر دوسری کا گھر بساؤں گی' ہرگز نہیں' تم دونوں کے سہارے تو یہ ضعیفی کا سفر طے کر رہی ہوں' اری پگلی اس کی سسرال والوں سے تو میں نے پہلے ہی کہہ دیا کہ سندس کو لیڈی ڈاکٹر نے ریسٹ کرنے کو کہا ہے تب ہی کچھ عرصے کے لیے یہاں چلی آئی ہے۔ میری بچی تو ثابت قدم رہ فتح تیری ہو گی' منزل خود چل کر تیرے پاس آئے گی اور اللہ پاک نے بھی میری بات کی تصدیق کر دی چلو اٹھو نماز پڑھو اور گڑگڑا کر دل سے دعا مانگو۔ وہ رب کریم ضرور سنے گا۔ راہ سے بھٹکے ہوئے ضرور راہ راست پر آئیں گے۔"

وہ نماز کے لیے اٹھیں تو سندس بھی کھڑی ہو گئی۔ نماز ختم کر کے جائے نماز ریک پر رکھتے ہوئے عکاشہ نے بہن کی طرف دیکھا۔

"باجی! اچھا کیا جو آپ ان لوگوں کو عقل سکھانے کے لیے یہاں چلی آئیں۔ ہوش ٹھکانے آ جائیں گے سب کے' خاص طور پر حسن بھائی کے۔"

"واہ بٹیا یک نہ شد دو شد .. اری پگلی! مقابلے سے فرار بزدلی ہے .... سندس گھر میں رہتی' ان حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی کم عقلوں کو عقل سکھاتی' بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھاتی تو یہ بہادری اور جہاد کہلاتا' بیشک اس وقت سب کے چودہ طبق روشن ہو گئے ہوں گے مگر

وہیں اپنی انا کے خول میں تڑپ رہے ہوں گے ہاتھ پاؤں مار رہے ہوں گے' مگر سوال یہی کہ اب بلی کے گلے میں گھنٹی باندھے گا کون ...؟"

"مجھے امید ہے حسن ہی یہ قدم اٹھائیں گے۔" سندس نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿
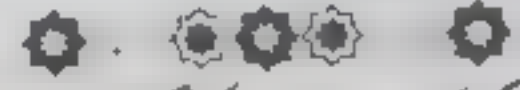
"ماں دیکھا آپ نے سندس کو گئے ایک ماہ ہوگیا ہے بلکہ زیادہ ہی ہوگیا ہے' پلٹ کر آئی نہیں۔" ہاجرہ (جٹھانی) نے ساس کو بھڑکانا چاہا۔

"پڑھی لکھی تھی نا بس اسی کا غرور تھا' پتہ نہیں خود کو کیا سمجھتی تھی۔ ارے کنجوس کو اس گھر میں رہنا ہی نہیں تھا' کبھی کوئی چیز مجھے نہیں دلائی۔" دیورانی نے بھی بولنا ضروری سمجھا۔

"وہ سمجھتی تھی حسن بھائی پہلے کی طرح خوب لاڈ نخرے سہیں گے ایسی حالت میں زیادہ توجہ دیں گے۔" نند بھی کنواری ہونے کے باوجود بڑی بے باکی سے بزرگوں کے سامنے گویا تھی۔

"خبردار چپ ہوجاؤ' زیادہ زبانیں چلانے کی ضرورت نہیں' تم لوگ گمراہ لوگوں میں شمار ہوتے ہو' اپنے انجام سے بے خبر اور ان گمراہ لوگوں کی سربراہی تمہاری ماں کررہی ہیں۔ میں آج تک خاموش تھا اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں ساری زندگی آنکھیں اور کان بند رکھوں گا' عائشہ بیگم..... آجائیں راہ راست پر! سمجھ لیں کہ ایک منصف رب اوپر بھی ہے' تم سب حاکم اور قوت والے نہیں ہو' تم سب حقیر سے بندے ہو..... اللہ پاک کی ذات کو اس کے غضب کو اس کے انصاف کو بھولے ہوئے ہو۔ جب سے وہ نیک سمجھدار محنتی لڑکی اور اس گھر کی اصل بہو گئی ہے گھر ویران ہوگیا ہے' کھنڈر لگ رہا ہے' نہ وقت پر کوئی کام ہوتا ہے' نہ وقت پر کھانا ملتا ہے' نہ کپڑے دھلے ملتے ہیں' نہ استری ہوتی ہے' سارے کا سارا نظام تلپٹ ہوگیا۔ ارسلان کی مس کل اس کی شکایت کررہی تھیں کہ اس کا ہوم ورک مکمل نہیں ہوتا۔ ایک سچا نیک اور قسمت والا ستارا گھر سے چلا گیا ہے' ایک ہیرا جس کی ... قدر نہیں کی ... اب تم سب کی یہ سزا ہے کہ سب ... اور معافی مانگ کر اسے گھر واپس لاؤ گے ... وہ ... کے بچے کی ماں بننے والی ہے ایسی حالت میں ... کوفت اور اذیت کے دن بسر کررہی ہے۔"

حشمت صاحب اپنے دل کا غبار نکال ... اور جذبات سے ان کا چہرہ سرخ ہورہا تھا' ان کی ... گرج آج شادی کے بعد پہلی بار ... عائشہ بیگم ... سب دنگ' ایک ٹک صرف انہیں دیکھے جارہے تھے ... میں اتنی ہمت اور سکت نہیں تھی کہ کچھ کہتا' حسن ... کے آفس جاچکے تھے' ورنہ وہ بھی ہوتے تو آج باپ ... روپ دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ گھر میں کوئی بھی ... بیوی سیاہ کرے یا سفید انہیں کسی سے کوئی سروکار ... بالکل بے زبان' صرف اپنے کام سے کام رکھتے ... آج اچانک کیسے کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے ... کے سارے دم بخود تھے' نہ اقرار کرتے بن رہی تھی ... حشمت صاحب کو جو کچھ کہنا تھا کہہ کر جاچکے تھے ... کو عجیب شش و پنج میں ڈال گئے تھے۔ انکار کی صورت میں گھر میں قیامت آجائے گی اور اقرار کی صورت ... سب کی بے عزتی ہورہی تھی۔ سب کو سندس ... جھکنا ہے' یہ تو بہت مشکل کام ہے' سب اپنی اپنی ... سوچ رہے تھے۔

شام کو حسن آفس سے آئے تب بھی کسی نے حشمت صاحب کے فیصلے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ مگر ... اپنی اپنی جگہ سنجیدگی سے اپنے سلوک اور رویوں کے ... میں احتساب کررہے تھے۔

رات جب حسن بستر پر لیٹے تو آج شدت سے سندس کی یاد آگئی۔ کچھ دن اس کی برتھ ڈے تھی ... پچھلی برتھ ڈے دونوں نے بے حد خوبصورت ... میں سلیبریٹ کی تھی۔ حسن نے اس سے فرمائش ... کہ دونوں ایک دوسرے کو مشترکہ گفٹ دیں گے ... دونوں کا حق ہوگا' ایک جیتا جاگتا وجود ننھا سا گول ...

... اور اب جبکہ سندس اس تخلیقی دور سے گزر رہی تھی جہاں قدم قدم پر اسے حسن کی مدد درکار تھی وہاں حسن نے اسے بری طرح اگنور کیا ہوا تھا۔

میں کتنا بدل گیا ہوں' مجھے کیا ہوگیا ہے؟ میں کیوں ان لوگوں کی باتوں پر یقین کرلیتا ہوں؟ اللہ نے مجھے بھی تو عقل و شعور عطا کیا ہے۔

وہ دیر تک اپنے مالک حقیقی سے معافی مانگتا رہا' اپنا احتساب کرتا رہا' سچ کہا تھا سندس تم نے میں اب تمہارے بنا تنہا نہیں رہ سکتا۔

آج کاشان نے بھی اسے آفس میں بہت دیر تک سمجھایا تھا۔ "تم دوسروں کے کیس ڈیل کرتے ہو . دوسروں کو انصاف دلاتے ہو' حقدار کو اس کا حق دلاتے ہو مگر یار چراغ تلے اندھیرے کے مصداق خود کی زندگی کو کیوں اندھیروں کی نذر کررہے ہو' سندس بھابی نے جو قدم اٹھایا ہے بالکل درست ہے' قصوروار تم سب ہو جیسا کہ تم خود ہی بتارہے ہو پھر ایسے میں انا اور خودداری کا بھرم رکھو گے تو ٹوٹ کر بکھر جاؤ گے. اپنے گھر کو برباد مت کرو ایک ذرا سی تمہاری کوشش اس گھر کو پھر سے آباد کرسکتی ہے' اور پھر تم ہی کہہ رہے ہو کہ آج کل وہ بیمار بھی ہیں تم پہل کرو جاؤ اور انہیں گھر لے آؤ' لیکن اس یقین اور عہد کے ساتھ کہ تم انہیں مکمل انصاف توجہ اور محبت دو گے اور گھر والوں سے دلواؤ گے۔" تب ہی حسن نے فیصلہ کرلیا تھا وہ سندس کو لینے جائیں گے' گھر میں کسی کو بھی بتائے بناء ورنہ پھر ... رکاوٹیں حائل ہوں گی۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿

عکاشہ نے کال ریسیو کی تو دوسری طرف سے حسن کی آواز ابھری۔

"اوہ حسن بھائی السلام علیکم! مزاج بخیر..... کیسے یاد آگئی آپ کو یہ سالی. خیر تو ہے ...؟"

"عکاشہ شرمندہ تو نہ کرو۔ میں بھولا تو نہیں تھا۔"

"چلیں مجھے تو نہیں بھولے مگر اپنی بیوی سندس کو تو بھولے ہوئے ہیں نا۔" اس نے پھر طنز کیا۔

"پلیز عکاشہ میری چھوٹی بہن مجھے معاف کردو انسان سے غلطی ہوجاتی ہے' صبح کا بھولا شام کو لوٹ آئے تو اس کا خیر مقدم محبت اور خلوص سے کرنا چاہیے۔" حسن نے اسے سمجھانا چاہا تو وہ بولی۔ "جناب بھولے شاہ آپ کو مجھ سے معافی مانگنے کی بجائے روٹھی ہوئی شریک حیات سے معافی مانگنی چاہیے۔" اس نے مشورہ دیا۔

"پیاری بہن وہاں تک پہنچنے کے لیے سیڑھی اور سفارش کی ضرورت ہے نا' اس وجہ سے تم سے رابطہ کیا ہے۔ تم میرا ایک کام کروگی؟" انہوں نے عاجزانہ انداز میں سوال کیا۔

"بالکل جی ... وقت پڑنے پر کیسے عکاشہ یاد آگئی؟" اس کے شریر لہجے پر حسن مسکرائے۔

"تم کالج ٹائم کے بعد لبرٹی مجھ سے مل سکتی ہو؟"

"یا اللہ خیر کیا پروگرام ہے آپ کا کہیں بم وم تو نہیں رکھوانا ہے؟"

"ارے نہیں یار میں تمہارے ساتھ سندس کے لیے کچھ شاپنگ کرنا چاہتا ہوں اور پھر تم اسے کسی بھی بہانے سے تیار کردینا میں رات کو اسے لینے آرہا ہوں۔" ان کی آواز میں خوشی رقصاں تھی۔

"واؤ ... یہ آخری جملہ کچھ معنی رکھتا ہے بھئی' ہم نے بڑی ایمانداری اور خلوص سے نہایت احتیاط سے آپ کی امانتوں کی حفاظت کی ہے اچھا ہے خیر خیریت سے اپنے اصل مقام تک پہنچ جائیں میں جاکر باجی کو ...!"

"ارے نہیں پگلی باجی کو کچھ نہیں بتانا بس کسی بھی بہانے سے تیار کردینا۔" انہوں نے کہا تو عکاشہ شرارت سے بولی!

"اور اس ساری محنت اور کارروائی کے بدلے مجھے کیا ملے گا؟"

"میری بہنا تمہیں بھی ایک فرسٹ کلاس سوٹ معہ میچنگ کے ملے گا خوش ..." وہ ہنسے۔

"جی آپ کہتے ہیں تو مان لیتے ہیں خوش ہو ہی جاتے ہیں۔" وہ ہنسی۔

☆☆☆

"امی عکاشہ ابھی تک نہیں آئی۔ ڈھائی بج گئے۔" سندس نے پریشانی کا اظہار کیا۔

"ارے ہاں میں بتانا بھول گئی کوئی پریکٹیکل تھا کہہ رہی تھی لیٹ آئے گی۔" عرشیہ بیگم نے بتایا۔ تب ہی عکاشہ بڑا سا شاپر لیے گھر میں داخل ہوئی۔

"یہ کیا؟" عرشیہ بیگم نے سلام کا جواب دے کر اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔

"بس کچھ چیزیں اچھی لگیں باجی کے لیے خرید لیں۔ یہ دیکھیں ایک سوٹ آپ کا ایک میرا...... کیسا ہے؟"

"بہت خوبصورت ہے مگر اتنے پیسے خرچ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" سندس نے ستائشی نظروں سے سب چیزوں کو دیکھتے ہوئے کہا تو عکاشہ مسکرادی۔

"ضرورت بھی بتادوں گی ذرا صبر کریں۔" عرشیہ بیگم کے جانے کے بعد اس نے اس طرح ذومعنی انداز میں بات کی کہ سندس کچھ نہ سمجھ سکی۔

"میرے سسرال والے آرہے ہیں۔ جنید بھی...... ارے امی کو تو بتادو......"

"نہیں امی کو نہیں بتانا ہے سرپرائز ہے بس آپ جلدی سے شام کے لیے تیار ہوجائیں۔"

"عجیب لڑکی ہے سسرال والے اور دلہا تمہارا آرہا ہے اور جلدی سے میں تیار ہوجاؤں۔" سندس ہنسی۔

"ہاں تو میں بھی تیار رہوں گی نا۔"

شام کو دونوں بہنیں تیار ہوئیں عرشیہ بیگم نے دونوں کو تیار ہوتے دیکھ کر بھی کوئی سوال نہیں کیا بلکہ خود بھی تیار تھیں اور لگتا تھا جیسے انہیں بھی کسی کا انتظار رہے۔

کال بیل کی آواز پر عکاشہ دروازے کی طرف بھاگی اور سامنے تمام تر وجاہتوں کے ساتھ حسن کھڑے تھے۔ سندس کی عجیب کیفیت تھی۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ عرشیہ بیگم نے آگے بڑھتے ہوئے حسن کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ بیٹی کو سدا سہاگن رہنے کی دعائیں دیں۔ عکاشہ مسکرا رہی تھی۔

"بیٹھو بیٹا۔" انہوں نے صوفے کی طرف اشارہ کیا جہاں پہلے سے سندس بیٹھی تھی۔ آج اس پر بلا کا نکھار آرہا تھا۔ وہ تو روز اول کی طرح کھلی کھلی سی لگ رہی تھی۔ عرشیہ بیگم نے عکاشہ کو چائے ناشتا لانے کو کہا اور خود نماز ادا کرنے کے لیے کمرے سے نکل گئیں۔

"سندس ڈیئر...! واقعی میں نے تمہارے بنا ایک ایک پل کیسے گزارا، یہ میں ہی جانتا ہوں۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے میں تم بن ادھورا ہوں۔ اپنے حسن کو معاف کردو آئندہ پھر کبھی تمہارے ساتھ کوئی زیادتی یا ناانصافی نہیں ہوگی' پلیز۔" انہوں نے دونوں ہاتھ جوڑ لیے اور سندس نے ان ہاتھوں پر اپنا چہرہ رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو موتی کی مانند گرنے لگے۔ چند لمحے بعد اس نے سر اٹھا کر حسن کو دیکھا۔

"اباجی' امی اور باقی سب کیسے ہیں...... کیا وہ لوگ مجھے یاد کرتے تھے...؟"

اس جملے کے ساتھ ہی ایک شور سا ہوا۔

"آؤ آؤ' سمدھن جی...... سمدھی جی بیٹھیے نا۔" کمرے میں ایک کے بعد ایک سندس کا سارا سسرال موجود تھا۔

"لو بھئی حسن میاں تو باراتیوں سے پہلے پہنچ گئے۔" اباجی کا مزاحیہ فقرہ قہقہوں کی گونج بن گیا۔

ہر طرف حسین ملن کے مہکتے پھول کھل اٹھے تھے۔

ہما یعقوب
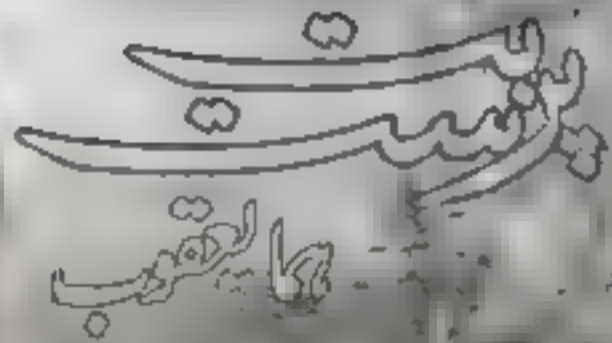
یہ پھیلی ہوئی رات ڈھلے نہ ڈھلے
یہ یورشِ حالات ٹلے نہ ٹلے
روشن کر چراغ دہر و کعبہ
پھر شمع خرابات جلے نہ جلے

"ہیلو شیری! کیسے ہو؟"

"ٹھیک ہوں۔" بہت ہی کمزور آواز میں جواب آیا تھا۔ میرے اکلوتے بیٹے کی کمزور آواز نے میرا دل جکڑ لیا تبھی وہ اداس لہجے میں بولا۔

"پاپا! آپ آجائیں' میرے دوست کہتے ہیں کہ دل کی سرجری میں لوگ مرجاتے ہیں۔"

"اللہ نہ کرے۔" میں نے بے ساختہ کہا۔

"شیری! بیٹے میں جلدی آجاؤں گا' تم بالکل ٹھیک ہوجاؤ گے۔ ڈاکٹر عرفان کہہ رہے تھے کہ وہ ہر روز دل کی سرجری کرتے ہیں اور سارے لوگ ٹھیک ہوجاتے ہیں۔" میں شاید بیٹے کی بجائے خود کو تسلی دے رہا تھا۔

"پاپا! آپ کب آئیں گے؟" شیری نے روتے ہوئے پھر وہی سوال کیا جس کا جواب میں خود کو بھی نہ دے پا رہا تھا۔

"بیٹا' ماما کو فون دو۔"

"السلام علیکم!" زرینہ کی پریشان آواز نے اور پریشان کردیا۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہو؟"

"ٹھیک ہوں۔" زرینہ کا دوبارہ مختصر جواب اور اس کے بعد جیسے باتیں ختم ہوگئیں۔

"زرینہ! میں واپس آنا چاہتا ہوں' میرا بیٹا زندگی کی جنگ لڑ رہا ہے اور میں پردیس میں کیا کروں گا' اگر اسے کچھ ہوگیا تو میں مرنے سے پہلے مرجاؤں گا۔" زرینہ کی طرف سے مکمل خاموشی تھی۔

"اگر آپ آگئے تو علاج کیسے ہوگا' آپ کی نئی نئی نوکری ہے اور علاج کا خرچ بھی آپ کی کمپنی برداشت کررہی ہے' کیسے ہوگا؟"

"اسی مجبوری نے مجھے نیویارک میں قید کردیا ہے۔ زرینہ! شاہ جی کے مزار پہ دیگیں چڑھانا اور منت ماننا۔ پیر صاحب کو میں نے فون کردیا ہے وہ دعا کریں

کہ تم جاکر تعویز لے آنا اور جو وہ طریقہ بتائیں ویسے ہی عمل کرنا۔ سن رہی ہو نا؟" جواب میں زرینہ صرف اچھا ٹھیک ہے ہی کہہ سکی۔ اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ مجھے تعویز اور منتوں پر پورا لیکچر دیتی اور میرے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوکر ایسے کمزور عقیدے پر طعنہ دیتی مگر اس وقت شاید بیٹے کی وجہ سے خود یہ کسی کوتاہی کا الزام نہ لینا چاہتی تھی۔ اسی لیے خاموش ہوگئی اور مجھے دعا کرنے کے لیے کہہ کر خدا حافظ کہہ دیا۔ شاہ جی بہت باکمال پیر ہیں ان کے تعویز میں بہت برکت ہے اور اب مجھے یقین ہوگیا تھا کہ شیری بالکل ٹھیک ہوجائے گا یہ سوچ کر میں خود کو تسلی دیتا نیند کی وادیوں میں کھوگیا تھا۔

❀ ... ❀ ❀

صبح سات بجے احمد کی چیخ و پکار سے آنکھ کھلی اور مجھے اٹھتے دیکھ کر وہ اسی انداز میں بیڈ پر ڈھ گیا۔

"کیا ہوا جو تم مینڈک بنے ہوئے ہو؟" اور پھر اس نے مجھے بھی وہی کہانی سنانی شروع کردی جو وہ محمود کو سنا چکا تھا۔

"یار احمد!" دراصل میرا نام بھی اتفاق سے احمد ہے۔ "ساتھ والے کمرے میں وہ راج کپور ہے نا وہ ہندو، وہ انڈیا سے پتنی لایا ہے۔" پتنی پر خاصا زور دیا گیا۔

"بیوی یا پتنی سب ہی لاتے ہیں اس میں کیا خاص بات ہے؟" میں نے کہانی ختم کرنے کا سگنل دیا۔

"یار وہ ساڑھی باندھتی ہے اور مانگ میں ایک کلو سندور بھی ڈال رکھا ہے جب کہ چھپا پتا نہیں کیوں اوپر کو اٹھی رہتی ہے ہر روز راج کے ساتھ واک پر جاتی ہے۔ تمام لوگ دیکھتے ہیں اور تصویریں بھی بناتے ہیں۔ نمونہ ہے بالکل" اور اس کی بات ختم ہونے سے پہلے میں باتھ روم جاچکا تھا۔ نہا کر باہر آیا تو محمود ناشتہ بنا چکا تھا۔ وہ صبح ڈیوٹی سے آتا اور ہم تینوں کے لیے ناشتا بناتا۔ ہم دونوں یعنی میں اور احمد آفس چلے جاتے جب کہ محمود سو جاتا۔

"شیری کیسا ہے؟" محمود نے میرا پریشان چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

"ٹھیک ہے، سرجری ہے کل، اللہ اسے صحت دے۔"

"آمین!" محمود اور احمد دونوں نے کہا، دونوں شیری کا اکثر پوچھتے رہتے تھے اور بات بھی کرتے۔ اس غیر ملک میں یہ ہی دونوں تھے جو مجھے مشورہ بھی دیتے اور تسلی بھی۔ آفس میں آج پورا دن پتا نہیں کیسا گزرنے والا تھا مگر میں پھر بھی جانا چاہتا تھا۔

"بے شک اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔" ٹی وی میں قاری کسی آیت کی تلاوت کررہا تھا جس کا ترجمہ میں نے گھر سے نکلتے ہوئے سنا۔

شام سات بجے آفس سے آکر میں اور احمد کھانا بنا رہے تھے جب کہ محمود ڈیوٹی پر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ وہ ایک کمپنی میں پروڈکشن ڈیپارٹمنٹ میں تھا احمد ہم دونوں کو مسز راج کی کسی اخباری نمائندے کی طرح رپورٹ دے رہا تھا۔

"مسز راج بالکل جاہل ہے تھوڑی کالی مگر نقوش اچھے ہیں اور انگریزوں کو تو گھور گھور کے دیکھتی ہے اور انگریز انہیں گھورتے ہیں۔ صبح واک پر جاتی ہے، راج جوگنگ کرتا ہے اور وہ جوگن بنتی ہے کسی بھگوان کی۔ جس جس کی ٹانگیں ننگی دیکھتی ہے تو توڑنے کو بھاگتی ہے جب کہ راج پکڑنے کو۔ رام رام اونچی آواز میں کانوں کو ہاتھ لگا لگا کر کہتی ہے۔" احمد کا خبرنامہ جاری تھا اور اس سے بچنے کے لیے میں نے اور محمود نے اسے زبردستی ٹیبل پر بٹھا دیا اور کھانے سے منہ بند

فضہ اسلم

السلام علیکم! ڈیئر قارئین میرا نام فضہ اسلم ہے اوکاڑہ شہر کے ایک نواحی گاؤں سے میرا تعلق ہے ہماری کاسٹ رائے کھرل ہے ہم زمین دار لوگ ہیں۔ میرے دو بھائی اور ہم پانچ سسٹرز ہیں۔ میری تین بہنیں اور ایک بھائی میرڈ ہے۔ میری ایک سسٹر کی ڈیتھ ہوچکی ہے ان کا ایک ہی بیٹا ہے گھر میں میرا نمبر پانچواں ہے۔ 3 مارچ میری ڈیٹ آف برتھ ہے میٹرک کیا ہے ... کررہی ہوں آنچل کافی عرصے سے پڑھ رہی ہوں۔ بڑی مشکلوں سے ہم شہر سے آنچل منگواتے ہیں میری سسٹر شازیہ آنچل کی دیوانی ہے اور وہ تمام آنچل سنبھال کے رکھتی ہے کسی کو نہیں دیتی پڑھنے کے لیے۔ میری کزن فرینڈ آبرو بھی آنچل پڑھتی ہے آنچل کی فیورٹ رائٹرز سمیرا شریف نازیہ کنول نازی ام مریم نمیرا نگاہ ہیں۔ شاعری سے لگاؤ ہے خود بھی لکھتی ہوں۔ میرے فیورٹ شاعر وصی شاہ ہیں فیورٹ کلر پنک وائٹ بلیک اور پھولوں میں گلاب کا پھول پسند ہے ایکٹریس فیورٹ ریما صبا قمر صنم بلوچ ہیں۔ میری آنچل فرینڈز میں بشریٰ باجوہ جانان ثنا علی گلشن غزالہ روبی ہیں۔ بشریٰ باجوہ سے مل بھی چکی ہوں۔ پسندیدہ رشتہ ماں کا اور دوستی کا ہے۔ میں بہت حساس اور نرم مزاج ہوں ... بے حد پسند ہے اور دکھی بھی۔ دریائے راوی ہمارے گھر سے قریب ہی ہے مجھے کھانے میں بریانی پسند ہے کچھ بھی کھانا بنا سکتی ہوں باقی شازیہ باجی ہی زیادہ کام کرتی ہیں۔ مجھے پرخلوص محبت کرنے والے لوگ پسند ہیں۔ مجھے مغرور لوگ پسند نہیں ہیں سادگی پسند کرتی ہوں۔ فیورٹ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آنچل کے تمام سلسلے میرے فیورٹ ہیں مجھے آنچل سے بے حد پیار ہے۔ پسندیدہ موسم بہار کا ہے جب ہر طرف ہریالی چھا جاتی ہے میرا آنچل فرینڈز کو یہی پیغام ہے کہ وہ نماز پڑھا کریں اللہ سے دل کی بات کریں اللہ سے دوستی رکھیں۔ وہ آپ کی سنتا ہے۔ آنچل کے لیے آنچل کے اسٹاف رائٹرز قارئین کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہنستا بستا قائم دائم رکھے آمین۔

کرنے کی کوشش کی کہ ایسے ہی چپ کر جائے مگر وہ کہاں چپ ہونے والا تھا۔ پھر شروع ہوگیا۔

"یار احمد! ہم دونوں صبح واک کے لیے چلیں گے اور تمہیں بھی وہ نمونہ دکھاؤں گا۔" اور میں نے "جو حکم سرکار" کہہ کے جان چھڑائی۔ محمود ڈیوٹی کے لیے روانہ ہوگیا اور ہم سونے کی تیاری کرنے لگے۔

❀ ... ❀ ❀

صبح احمد کی کھینچا تانی نے نیند بھگا دی تھی اور مجھے مجبوراً اٹھنا پڑا۔

"کیا ہوا؟" میں نے بے زاری سے پوچھا۔

"رات کو بتایا تو تھا صبح پارک جانا ہے۔" احمد نے افراتفری میں جواب دیا۔

"کیوں؟" میں جانا نہیں چاہتا تھا، اکلوتے بیٹے کی سرجری اور بیوی کے تنہا مشکل میں ہونے کا احساس اعصاب پہ جمود کا باعث بن رہا تھا۔ آج آفس بھی نہیں جانا تھا اور شاید احمد بھی میرا دھیان بٹانا چاہتا تھا۔ میں نے نا چاہتے ہوئے بھی جوگرز پہنے اور ساتھ چل دیا۔ پارک میں ایک بنچ کے پاس احمد رک گیا جہاں مسز راج کچھ رکھے بیٹھی تھی۔

قریب سے دیکھا تو وہ آٹے کا کوئی بھگوان بنائے پوجا میں مصروف تھی جسے ٹھاکر جی کہہ رہی تھی۔ پارک سے کچھ پھول بھی لیے گئے تھے جو وقفے وقفے سے آٹے کے ٹھاکر پر پھینک رہی تھی۔ وہ ایک ہندوستان دیہاتی عورت تھی اور حلیے سے اَن پڑھ بھی نظر آرہی تھی۔ نیویارک کے اس پارک میں انہوں نے مندر کھول لیا تھا، تبھی ایک کتا آیا اور آٹے کا ٹھاکر اٹھا کر بھاگ گیا۔ میں اور احمد کتے سے ٹھاکر کی جان بچانا چاہتے تھے اور ہم دونوں بھاگے بھی جب کہ کتا کافی

دور نکل گیا تھا۔ ہم دونوں مسکرائے مسز راج کی طرف دیکھا تو وہ افسردہ صورت لیے کھڑی رہ گئی اور ایک مرتبہ پھر آنکھیں بند کیے کہہ رہی تھی۔

”اے مہاراج! تم بڑے دیاان اور رحمدل ہو کر کسے کو بھی نہ دھتکارا۔“ جب کہ میں چکرا کر رہ گیا۔

ہر ایک سے مانگا مگر اللہ سے مانگنے کی توفیق نہ ہوئی۔ میں اس معصوم بت پرست عورت پر ہنسا اور مجھ پر ساری کائنات ہنس رہی تھی۔ میں نے دعا کے لیے اللہ کے سامنے ہاتھ کیوں نہ اٹھائے۔ آج خود کا تجزیہ کیا تو میں بھی بت پرست ہی نکلا۔ کیوں یاد نہ رکھا کہ میرا پروردگار تو رحمان ہے رحیم ہے کریم ہے جب کہ یہ بات تو ہندو عورت بھی جانتی ہے کہ رب بڑا دیاان اور رحم کرنے والا ہے اور اسی جاہل عورت کی وجہ سے میں نے خود کو پہچانا۔ یہ اس کا مجھ پر احسان تھا جو بات زرینہ مجھے دس سال سے سمجھا رہی تھی اس معصوم عورت نے ایک پل میں سمجھا دی۔ آج مسلمان ہو کر میں سب سے پہلے اللہ کے سامنے جھکنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر میں شیری کی سرجری تھی مگر میں اپنے رب سے بہت عرصے بعد مل رہا تھا اس کے سامنے سجدہ ریز رہنا چاہتا تھا۔ پتا نہیں کتنی دیر گزر گئی احساس تب ہوا جب مجھے محمود نے بلایا اور خوش خبری سنائی کہ شیری کی سرجری کامیاب ہوگئی اور وہ بالکل ٹھیک ہے اور میں ایک مرتبہ پھر اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا جس کے لیے کیا گیا ایک سجدہ تمام سجدوں سے نجات دلا گیا ہے اور ایسا سکون نصیب ہوا جس کے لیے میں کئی سالوں سے ترس رہا تھا۔ بے شک اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

❁

روبی بھابی

ثوبیہ رحمان

رات کی رانی کا جھونکا تھا کسی کی یاد تھی
دیر تک آنگن میرے احساس کا مہکتا رہا
تیز رو چلتے ہیں ساغر قافلے اس نام سے
رہنماؤں سے ہمیشہ راہزن اچھا رہا

”روبی بیٹی مجھے چائے دے دو، روبی بیٹا مجھے دوپہر کو کھانے میں دلیہ بنا دینا پیٹ میں درد ہے، روبی بھابی پلیز جلدی سے میری شرٹ پریس کردیں مجھے یونیورسٹی سے دیر ہو رہی ہے۔“

روبی بھابی جلدی سے مجھے پراٹھا بنادیں آج مجھ سے جلدی اٹھا ہی نہیں گیا اب کالج سے دیر ہو جائے گی۔ ارے بیگم کہاں ہو بھئی جلدی سے مجھے ٹائی ڈھونڈ کر دے دو اور میرا ناشتہ کمرے میں ہی لادو۔“

ساس سسر دیور نند کے بعد میاں کی آواز سنائی دیتی۔

”بھئی جلدی کرو آج مجھے آفس جلدی پہنچنا ہے۔“ میاں صاحب پھر سے دہائی دیتے۔

ہر روز صبح صبح ایسی ہی ہلچل ہوتی تھی اور اکیلی روبی بھابی ہوتیں جو بڑی مستعدی سے سب کے کام نپٹاتی ایک بھی شکن ماتھے پر لائے بغیر اور ایک بے حد پیاری معصوم سی مسکراہٹ کے ساتھ۔

میں حیرت سے انہیں ہر روز دیکھا کرتی تھی کہ وہ انسان ہیں یا کوئی مشین اور پھر وہ کتاتی بھی نہیں تھیں۔ سب سے ہمیشہ خوشدلی کے ساتھ پیش آیا کرتیں۔ اس کے بعد میں یعنی دوسری بہو آنا بیہ مگر میں نے بھابی کی طرح کبھی بھی سب کے آگے پیچھے پھرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں سروس کرتی تھی اور دوسرا مجھے عادت بھی نہیں تھی۔ میکے میں بھی میں صرف اپنے لیے ناشتا اور شام کی روٹیاں پکایا کرتی تھی اور کسی کام کی نہ مجھے عادت تھی اور نہ کبھی امی اور بھابی نے کہا تھا اور اب جو یہاں روبی بھابی کو صبح سے لے کر شام تک پھرکی کی طرح گھومتے دیکھا تو میری حیرت کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا کہ وہ اکیلی کیسے سارے کام نپٹا لیتی ہیں اور میں خود تو یہاں بھی رات کی روٹیاں اور اپنے اور علی کے لیے ناشتا بناتی تھی۔ دل میں یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں سسرال والے مجھے بھی مشین بننے کو نہ کہہ دیں مگر صد شکر کہ ایسا نہیں ہوا۔ کسی نے بھی مجھ پر کام کے لیے زور نہیں دیا تھا۔ کچھ میرا انداز بھی سب کے ساتھ لیا دیا سا ہوتا تھا اور مجھے روبی بھابی کی طرح ہر وقت ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار بننا بھی پسند نہیں تھا۔ شاید اسی لیے سسرال والے مجھ سے محتاط ہو کر ملتے تھے۔

✿ ✿ ✿

میں اپنے ماں باپ کی لاڈلی اور چار بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی۔ ہم بفضل خدا کافی امیر تھے۔ میری پرورش خاصے ناز و نعم میں ہوئی تھی۔ میری ہر خواہش منہ سے نکلنے سے پہلے پوری ہو جایا کرتی تھی۔ میں شروع سے ہی خاصی نک چڑی تھی اور کچھ ماں باپ اور بھائیوں کے لاڈ پیار نے بے پناہ حسن اور تعلیم نے مجھے اور بھی مغرور بنا دیا تھا۔ تعلیم مکمل کرتے ہی مجھے ایک پرائیویٹ کمپنی میں شاندار سی جاب مل گئی تھی گو کہ جاب میری ضرورت نہیں تھی صرف شوق تھا۔ علی بھی اسی کمپنی میں جاب کرتا تھا آتے جاتے ہماری نظریں ٹکرا جاتیں تھیں علی کی نظروں نے مجھے پسندیدگی کا پیغام دیا تھا اور آہستہ آہستہ میں بھی اس کی محبت میں گرفتار ہوگئی۔ میں جو کبھی کسی کو گھاس نہیں ڈالتی تھی اب اپنے دل پر گزرنے والی کیفیت پر حیران تھی۔ ہم نے کوئی لمبا چوڑا عشق نہیں لڑایا تھا اس کے اور میرے گھر والوں کی رضامندی سے جلد ہی ہماری شادی ہوگئی تھی۔ بقول علی کے تم تو مجھے پہلی نظر میں ہی اچھی لگی تھیں۔ تو تب ہی میں نے

اپنے گھر والوں کو تمہارے لیے قائل کرلیا تھا۔ جیسے ہی تمہاری طرف سے پسندیدگی کی سندملی میں نے ان کو رشتہ کے لیے بھیج دیا تھا جو کہ کوئی بھی خامی نہ ملنے پر منظور کرلیا گیا تھا' اور یوں ہماری شادی ہوگئی تھی۔

روبی بھابی میری ساس کی رشتے میں بھانجی لگتی تھیں' ماں باپ فوت ہوچکے تھے اور کوئی بہن بھائی تھا ہی نہیں' بے سہارا تھیں' کوئی بھی رشتے دار ان کو سہارا دینے پر تیار نہ تھا' ایسے میں میری ساس کی نرم دلی عود کر آئی اور وہ ان کو اپنے بڑے بیٹے کی دلہن بنا کر لے آئیں۔ روبی بھابی میٹرک پاس' پستہ قامت' گندمی رنگت کی ایک قبول صورت لڑکی تھیں۔ سسرال میں سب نے ان کو خوشدلی سے قبول کیا تھا۔ ہر کوئی ان کے ساتھ عزت سے پیش آتا تھا' پانچ برس ہوگئے تھے ان کی شادی کو مگر ابھی تک ان کی گود ہری نہیں ہوئی تھی مگر وہ ناامید نہیں ہوئی تھیں' کہ ہماری ساس کی تسلیاں دلاسے اور ان کے میاں کی حوصلہ افزائی ان کے ساتھ تھی۔

ہر کوئی ان کے گن گاتا تھا' بڑی نندیں آتیں تو ان کی زبان پر بھی صرف روبی بھابھی' روبی بھابی ہوتا تھا۔ اور وہ بھی خندہ پیشانی سے ان سے ملتی تھیں' جبکہ میں تو صرف سلام دعا کے بعد اپنے کمرے میں گھس جاتی تھی۔ وہ میرے بارے میں کیا سوچتی ہیں' کیا کہتی ہیں مجھے اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔

✿......✿......✿

اس دن اتوار تھا' آفس سے چھٹی تھی' میں لیٹ سو کر اٹھی تھی۔ علی ناشتا کرچکے تھے کہ بارہ بج رہے تھے اور وہ میرے انتظار میں بھوکے تو نہیں رہ سکتے تھے' میرا ناشتا کرنے کا کوئی موڈ نہیں تھا' سوچا اب لنچ ہی کرلوں گی۔ لہٰذا اپنے لیے چائے بنانے کے لیے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"ارے انابیہ پلیز ذرا جلدی سے یہ چائے کی ٹرے اندر پہنچادو۔ میں سالن دیکھ لوں۔" جیسے ہی میں کچن میں داخل ہوئی بھابی نے مجھے ٹرے تھما کر کہا۔ میں نے بادل ناخواستہ ٹرے پکڑی اور لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں سب ہی نندیں اور دیور ایک دوسرے سے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

سب کو چائے سرو کرنے کے بعد میں واپس مڑنے لگی تو ساس محترمہ نے پکارلیا۔

"انابیہ بیٹا' تم بھی کام میں روبی کا ہاتھ بٹادیا کرو اور کبھی سب کے درمیان آکر بیٹھ جایا کرو' کیا ہر وقت کمرے میں گھسی

رہتی ہو۔"

میں نے ایک بیزاری نظر سب پر ڈالی' جو کہ میری ہی طرف متوجہ تھے۔ پھر سرد لہجے میں یہ کہتے ہوئے کہ مجھے عادت نہیں ہے' کام کرنے اور فضول میں ہنسنے بولنے کی' کہہ کر میں رکی نہیں تھی اور پھر سے اپنے کمرے میں گھس گئی تھی۔ موڈ جو خراب ہوگیا تھا' دوپہر کے کھانے پر بھی علی کے کہنے پر باہر نکلی تھی۔ کھانے سے فارغ ہوکر بھابی اور ثانیہ (نند) برتن سمیٹنے لگی تھیں' جبکہ میں پھر سے اپنے کمرے میں بند ہوگئی تھی۔

کافی دیر تک کروٹیں بدلنے کے باوجود نیند نہیں آرہی تھی۔ لہٰذا باہر نکل آئی۔ سوچا چلو لاؤنج میں جاکر T.V دیکھ لیتی ہوں' سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں بند تھے۔ آج گرمی بھی پہلے کی نسبت زیادہ تھی۔ ابھی لاؤنج کی جانب قدم بڑھائے ہی تھے کہ بھابی کے کمرے سے گھر گھر کی آواز آنے لگی۔ "ہائیں یہ کیسی آواز ہے؟" T.V دیکھنے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے میں ان کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ دستک دے کر اندر داخل ہوئی تو دیکھا وہ سلائی مشین پر جھکی کچھ سلائی کررہی تھیں۔

"کیا سلائی کررہی ہو بھابی؟" میرے اچانک بولنے پر وہ چونکیں' پھر اپنی وہی معصوم مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر بولیں۔

"عظمیٰ (نند) کا سوٹ سلائی کررہی ہوں' کہہ رہی تھی جلدی سلائی کردینا' کافی دنوں سے آیا پڑا ہے مگر وقت ہی نہیں ملا آج وقت ملا تو سوچا اسے ہی آج نپٹالوں۔" وہ اپنے مخصوص مدھم لہجے میں بول رہی تھیں۔ میں نے ذرا سا کپڑے کو چھوا تو اندازہ ہوا کہ کافی مہنگا ہے۔ دل جل کر خاک ہوگیا' ادھر میرے تو ہر وقت تنگی کے رونے رونی رہتی ہے اور کپڑے جب دیکھو بیش سے ایک پہنے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد میرا دل یکدم اچاٹ ہوگیا۔ پھر بھابی کے روکنے کے باوجود میں معذرت کرتی اٹھ گئی۔ ابھی اپنے کمرے میں داخل بھی نہ ہوئی تھی کہ ایک مصیبت نازل ہوگئی۔

"بھابی!" میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ثانیہ کھڑی تھی۔

"ہاں بولو۔" میں نے ہمیشہ کی طرح سرد لہجے میں کہا۔ وہ کچھ تذبذب میں پڑگئی پھر ذرا جھجک کر بولی۔

"وہ... وہ... بھابی... آج برتن پہلے سے کافی زیادہ ہیں اگر آپ میرے ساتھ دھلوادیں تو آپ کی..."

"مجھے عادت نہیں ہے یہ ماسیوں والے کام کرنے کی۔" اس کی بات مکمل کرنے سے پہلے میں رکھائی سے کہتے ہوئے

اپنے کمرے میں گھس گئی۔ رات سے پہلے میں باہر نہیں نکلی تھی۔ ڈنر پر آئی تو پتہ چلا کہ محترمہ ثانیہ صاحبہ کا موڈ آف ہے۔ کیوں آف ہے؟ یہ مجھے خوب پتہ تھا۔ مگر میں نے بھی پروا نہیں کی تھی۔ البتہ اگلے دن آفس سے واپسی پر بازار سے ثانیہ کے لیے ایک خوبصورت نازک سا جیولری سیٹ خرید لائی تھی۔ آکر ثانیہ کو دیا تو وہ پہلے حیران ہوئی پھر یکدم خوش ہوکر بولی۔

"ارے بھابی بھلا اس کی کیا ضرورت تھی؟"

"بس یونہی اچھا لگا تو میں تمہارے لیے خرید لائی' کہو کیسا لگا؟" میں نے زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے کہا۔ (آخر اس کی ناراضگی بھی تو ختم کرنی تھی)

"بہت اچھا لگا تھینک یو' تھینک یو سو ویری مچ بھابی' میں سب کو دکھاتی ہوں۔" کہتے ہوئے وہ اندر بھاگ گئی تو میں بھی اطمینان کی سانس خارج کرتے ہوئے اپنے کمرے میں آگئی۔

✿ ✿ ✿

آج موسم خاصا خوشگوار تھا' گرمی بھی کافی کم تھی۔ لگتا تھا آج بارش ہوگی اور کچھ دیر بعد شروع بھی ہوگئی۔ میں نے بھی موسم انجوائے کرنے کے لیے آفس سے چھٹی کرلی۔ اور اب لان میں بھیگتے ہوئے بارش انجوائے کررہی تھی۔ گرمیوں کی بارش تو ویسے بھی میری کمزوری تھی۔ اچھی طرح نہانے کے بعد میں نے کمرے میں جاکر کپڑے نکالے' شاور لیا' کپڑے بدلے اور لاؤنج کا رخ کیا۔ جہاں سبھی جمع تھے۔ میں بھی ایک کرسی پر جاکر بیٹھ گئی۔ اسی وقت وقاص صاحب (چھوٹا دیور) مخاطب ہوئے۔

"امی آج تو آلو والے پراٹھے کھانے کو دل چاہ رہا ہے۔"

"ارے دل چاہ رہا ہے تو بنائیں گے' موسم کی مناسبت سے اچھے لگیں گے۔" امی بھلا لاڈلے کی بات ٹال سکتی تھیں' جھٹ بولیں اور چونکہ روٹیاں میں نے ہی بنانی تھیں' لہٰذا روئے سخن میری طرف ہوا اور میں تو اتنا لمبا کام وہ بھی گرمی میں کرنے کا سوچ کر ہی دہل گئی۔ سو حسب عادت جھٹ انکار کردیا۔

"اوہ سوری میں نے کبھی ایسے پراٹھے بنائے ہی نہیں۔"

میرے جواب پر جہاں سب چپ ہوئے تھے وہاں وقاص کا منہ دیکھنے والا تھا۔ جس کی میں نے ذرا پروا نہ کی۔ کچھ دیر تک وہاں بیٹھی رہی' جب ہر طرف سے نولفٹ کا اشارہ ملا تو اٹھ گئی۔

اف! بوریت اب کیا کروں؟ لان میں ٹہلتے میں سوچنے لگی اوہ آج اسماء کی طرف چکتی ہوں۔ اپنے خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے میں فٹافٹ تیار ہوگئی۔ کسی سے اجازت لینے کی زحمت نہیں کی تھی۔ لہٰذا صرف بتا کر میں اپنی گاڑی زن سے نکال لائی۔ خاصا وقت اسماء کی طرف گزار کر اپنا رخ مارکیٹ کی طرف کیا۔ تھوڑی سی اپنی شاپنگ کرنے کے بعد میں شہزاد رائے کا کیسٹ خرید کر گھر آگئی۔ آتے ہی پہلا ٹکراؤ وقاص سے ہوا۔ وہ منہ پھیر کر جانے لگا تو میں نے آواز دے کر روک لیا۔

"وقاص یہ کیسٹ میں تمہارے لیے لائی تھی۔" میں نے کیسٹ اس کے آگے کیا جسے پہلے اس نے حیرت سے دیکھا' پھر کچھ توقف سے بولا' اب کی بار لہجہ بھی بدلا ہوا تھا۔

"ارے بھابی اس کی کیا ضرورت تھی؟" تو جواباً میں نے صرف مسکرانے پر ہی اکتفا کیا۔

"چلیے بھابی ہم یہ کیسٹ سنتے ہیں۔" وہ خوشگوار موڈ کے ساتھ بولا۔

"نہیں اب میں آرام کروں گی۔" اس سے معذرت کرتے ہوئے میں کچن کی طرف بڑھ گئی۔ دیکھا تو بھابی چائے بنارہی تھیں' مجھے دیکھ کر خوشدلی سے مسکرائیں۔

"آؤ انابیہ چائے بنارہی ہوں' پیوگی؟"

"جی بھابی ضرور۔ ویسے بھی میں کچن میں چائے کے لیے ہی آئی تھی۔"

"چائے بن گئی ہے' تم ایسا کرو یہ چائے لے جاؤ' اپنی بھی لے جاؤ۔"

"نہیں میں یہیں پیوں گی۔" کہتے ہوئے میں ٹرے تھام کر لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔ سب کو سرو کرنے کے بعد میں واپس مڑنے لگی تو ساس نے پکارلیا۔

"انابیہ بیٹا میرا ایک کام تو کردو۔ حلیمہ بھی آج نہیں آئی۔ روبی اور ثانیہ اپنے کاموں میں مصروف ہیں اگر تم کردو تو...؟" آخر میں وہ ہچکچی لہجے میں بولی تھیں۔

"جی کہیے۔" میں نے خوشدلی جھاڑی۔

"میرا یہ سوٹ تو پریس کردو۔" انہوں نے پاس پڑا کاٹن کا سوٹ میری طرف بڑھایا' جسے دیکھ کر ہی میرے ماتھوں سے پسینہ آگیا۔ (کاٹن کا سوٹ وہ بھی ایک گھنٹے سے پہلے استری نہیں ہوگا)

"اوہ سوری مجھے ابھی آفس کا کچھ کام کرنا ہے۔ لہٰذا میرے پاس بالکل بھی وقت نہیں ہے۔ پلیز ڈونٹ مائنڈ!" کہتے ہوئے میں ان کے چہرے کے تاثرات دیکھے بغیر وہاں سے

نکل آئی۔ اب چائے کا بھی موڈ نہ رہا تھا۔ کمرے میں آ کر سوچا کہ اب کیا کیا جائے؟ ان کا موڈ خراب ہوگیا ہوگا' یکدم ذہن میں وہی ترکیب آئی جو میں نے وقاص اور ثانیہ پر آزمائی تھی۔ ہوں یہ ٹھیک ہے' یک دم میرا ذہن ہلکا پھلکا ہوگیا۔ اگلے دن آفس سے واپسی پر میں ان کے لیے لان کا بڑا ہی خوبصورت اور قیمتی سوٹ لے آئی۔

"امی دیکھیں یہ میں آپ کے لیے پسند کر کے لائی ہوں۔" ان کو سوٹ تھماتے ہوئے میں نے لہجے کو خوشگوار بناتے ہوئے کہا۔

انہوں نے کپڑا تھام کر بغور جائزہ لیا پھر مجھے دیکھا پھر بولیں۔

"ارے بیٹی اس کی کیا ضرورت تھی؟"

"بس یونہی امی' سوچا کہ آپ کے لیے کبھی کچھ کیا ہی نہیں' یہ سوٹ اچھا لگا تو آپ کے لیے خرید لیا۔" بھابی اور ثانیہ بھی اشتیاق سے دیکھ رہی تھیں۔

"بیٹھو بیٹی! تم تھک گئی ہوگی۔" وہ خوشگوار لہجے میں بولیں۔

"نہیں' می! مجھے آرام کر کے ایک ضروری کام سے جانا ہے لہٰذا میں اب چلوں گی۔" ان کی پیشکش مسترد کرتے ہوئے میں لاؤنج سے نکل آئی۔ میں دیکھ رہی تھی کہ جب سے میں نے گفٹ دینے شروع کیے تھے سب ہی مجھ سے خوش رہنے لگے تھے۔ یہ سوچ کر میں بھی شادمان رہنے لگی کہ چلو کام سے تو جان چھوٹی۔ چار پیسے گفٹ پر خرچ کر دیا کروں گی' اس طرح کوئی ناراض بھی نہیں ہوگا اب تو سب ہی میری تعریفیں کرنے لگے تھے۔ جس پر میں خوشی سے پھولے نہ سماتی کہ بھابی سارا دن کولہو کے بیل کی طرح جتی رہتی ہیں اور میں آٹھ گھنٹے آفس میں لگا کر باقی وقت تعریفیں سمیٹتی تھی۔

☆☆☆

اس دن سر میں شدید درد ہو رہا تھا میں آفس سے چھٹی لے کر گھر آ گئی۔ گھر آ کر آرام کیا' پھر فریش ہو کر کمرے سے نکل آئی۔ لاؤنج کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کہ اپنا اور بھابی کا نام سن کر رک گئی۔ سب ہی وہاں جمع تھے۔ یقیناً ہماری تعریفیں ہو رہی ہوں گی۔ چوری چھپے سننے کے لیے میں وہیں دروازے کے باہر ہی رک گئی۔ بلکہ چائے کی ٹرالی لاتی ہوئی بھابی کو بھی روک لیا۔ کہ ہماری تعریفیں ہو رہی ہیں۔ آئیں آپ بھی سنیں۔ وہ رک گئیں۔

"امی مجھے اچھی طرح سے اندازہ ہوگیا ہے کہ کیسی لڑکیاں گھر بسانے کے قابل ہوتی ہیں۔" وقاص کی آواز ابھری۔

"اچھا کیسی لڑکیاں ہوتی ہیں؟" ثانیہ کی آواز آئی۔

"روبی بھابی جیسی۔"

"اچھا اور انا یہ بھابی جیسی؟" ثانیہ نے سوال کیا۔

"ان جیسی ..." اس کی تمسخرانہ آواز آئی۔

"ارے ان جیسی گھر بسانے کے قابل تو کیا منہ لگانے کے قابل بھی نہیں ہوتیں۔ وہ روبی بھابی کی جوتی کے برابر بھی نہیں' گفٹ دے کر سمجھتی ہیں کہ وہ ہمارے دل جیت لیں گی' ہم ان کی تمام بدعادات کو نظر انداز کر دیں گے' مگر وہ یہ نہیں جانتیں کہ گفٹ دینے سے وہ خود تو خوش ہو سکتی ہیں' ہم بھی ان کا دل رکھنے کے لیے ان کے سامنے خوشی کا اظہار کر دیتے ہیں' مگر اس طرح وہ ہمارے دلوں میں گھر نہیں کر سکتیں۔ اس قدر خود غرض' بداخلاق اور مطلب پرست ہیں کہ حد نہیں۔ اپنا موڈ ہوا تو مسکرا لیا' ورنہ دفع دور کے مصداق دور دور پھرتے رہنا' منہ پھلائے رکھنا' روبی بھابی کس قدر اچھی ہیں' اس لیے نہیں کہ وہ کام کرتی ہیں یا ہمارے آگے پیچھے پھرتی ہیں' بلکہ اس لیے کہ وہ ہمیشہ اخلاق سے پیش آتی ہیں۔ کبھی وہ صرف اپنے مطلب کے لیے میٹھی نہیں بنیں' بلکہ ہمیشہ انہوں نے بے غرض ہو کر خوش اخلاقی برتی' سب کی عزت کرتی ہیں' کبھی ایک بھی شکن ان کے ماتھے پر نہیں آئی۔ امی آپ بھی سن لیجیے' میری بیوی روبی بھابی جیسی ہونی چاہیے' آپ لوگ شکل پر مت توجہ دیجیے گا۔ بس اس کا اخلاق' اس کی سیرت دیکھیے گا' روبی بھابی جیسے سب گن ان میں پورے ہوں۔ انا یہ بھابی جیسی بالکل بھی نہ ہوں۔ جنہیں اپنی خوب صورتی' تعلیم اور اونچی پوسٹ پر غرور کرنے کے سوا کچھ آتا ہی نہیں۔" الفاظ تھے کہ پگھلا ہوا سیسہ جو میرے کانوں میں انڈیلا گیا تھا۔ میں اپنی جگہ سن کھڑی تھی۔ نہ آگے بڑھنے کا حوصلہ تھا نہ پیچھے مڑنے کی سکت۔ روبی بھابی نے میری طرف دیکھا' اپنی وہی معصوم' بے ریا مسکراہٹ چہرے پر سجا کر میرا کندھا تھپتھپاتے ہوئے ٹرالی گھسیٹتے اندر چلی گئیں۔ جبکہ میں شرمندگی کی دلدل میں دھنستی چلی گئی۔ روبی بھابی میرا حسن' تعلیم' اسٹیٹس' میری تمام خوبیاں پیچھے دھکیلتے ہوئے مجھ سے جیت گئیں۔

لمحہ فکریہ

اقرا سیف

خوابوں کی راکھ آنکھوں میں اپنے سجائے کون
اپنے نفس کو آپ ہی ایسے جلائے کون
تقدیر کا ... میں سامنا کیسے کروں بتا
لکھا ہے جو بھی ہاتھ میں اس کو مٹائے کون

عائشہ نے جیسے ہی گھر کی دہلیز کو پار کیا' اماں کی آس اور ابا کی حسرت بھری نگاہوں کو اپنا منتظر پایا۔

"السلام علیکم اماں !"

"وعلیکم السلام بیٹی آج دیر کر دی آنے میں۔" حاجرہ کی آواز میں نرمی تھی۔

"وہ اماں اسکول سے واپسی پر ابا کی دوائیاں لانی تھیں' میڈیکل اسٹور پر رش تھا جس کی وجہ سے دیر ہوگئی۔" عائشہ آدھی بات گول کر گئی تھی۔ کیسے بتاتی کہ مہینے کے آخری دنوں کے لیے بچائے ہوئے کرائے کے پیسے دوائیوں کے عوض چلے گئے' اسکول سے گھر تک کا آدھے گھنٹے کا سفر ایک ڈیڑھ گھنٹے میں پیدل دہکتی ہوئی تارکول کی سڑک پر طے کر کے آئی تھی۔

"تم ہاتھ منہ دھولو میں کھانا نکالتی ہوں۔" حاجرہ کی فکر سے بھرپور آواز عائشہ کو سنائی دی۔ جیسے وہ اس کے دل کا حال بنا کہے ہی جان گئی ہوں۔

عائشہ اثبات میں سر ہلا کر نم آنکھوں کے ساتھ واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ ٹھنڈے ٹھار پانی کو اس آگ جیسی گرمی میں خود پر بہانے کے بعد اسے اپنے اندر سکون اور اطمینان اترتا ہوا محسوس ہوا۔ کھانے میں دال اور چٹنی نے پیٹ کے انگاروں پر کسی مرہم کا کام کیا تھا۔ خالی برتن دھو کر ٹوکری میں رکھنے کے بعد وہ کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

☆ ☆ ☆

مولوی خدا بخش محلے کی مسجد میں امامت کروانے کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ وہ ایک سادہ اور قناعت پسند طبیعت کے حامل انسان تھے۔ انہوں نے ساری زندگی حق اور صداقت کا سبق پڑھاتے گزار دی تھی۔ محلے والوں کے دکھ درد بانٹ کر ان میں خوشیاں تقسیم کرنا ان کی زندگی کی اولین ترجیح رہی تھی۔ ان کی زندگی کا کل اثاثہ عائشہ اور عمر ہی تھے' مگر عمر ۱۵ سال کی عمر میں ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں عدم سدھار گیا' خدا بخش جیسے صابر و شاکر بندے نے اپنے بڑھاپے کا سہارا اس ہستی کو واپس کر کے بھی کوئی شکوہ زبان پر نہیں لایا تھا۔ کیونکہ خدا کی امانتوں کو بنا خیانت اسے لوٹانا ہی ہے پھر شکوہ اور شکایت کیسی؟ زندگی کی گاڑی پھر سے چلنے لگی مگر اس گاڑی نے چلنے سے انکار تب کیا جب مولوی خدا بخش کو ٹی بی جیسے

مہلک مرض نے گھیر لیا۔ اس گاڑی کو دوبارہ چلنے کے قابل عائشہ نے بنایا وہ ایک اسکول میں ٹیچنگ کرنے لگی۔ اسے یہ نوکری حاجرہ اور خدا بخش کی دعاؤں کا ثمر لگتی تھی۔ جو اتنے اچھے اسکول سے پہلے انٹرویو کے بعد ہی اسے کال آ گئی تھی۔ آمدنی کا ایک کثیر حصہ خدا بخش کی دواؤں میں خرچ ہونے لگا۔ گھر کی ضروریات بمشکل ہی سہی مگر پوری ہونے لگی تھیں۔

☆......☆......☆

"مے آئی کم ان میم؟" عائشہ پرنسپل کے آفس کے باہر کھڑی اجازت طلب کر رہی تھی۔

"یس کم ان!" پرنسپل ناعمہ کی آواز کمرے میں ابھری۔

وہ اجازت پاکر اندر کی جانب بڑھ گئی۔ عائشہ کی سوالیہ نظریں پرنسپل ناعمہ کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ ناعمہ نے ان سوالیہ نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"مس عائشہ ایکچوئیلی بات یہ ہے کہ آج کل ہر چیز میں تبدیلی آرہی ہے' وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ بہت سی تبدیلیاں اس روئے زمین پر رونما ہو رہی ہیں۔ آپ میری بات سمجھ رہی ہیں ناں!" میڈم ناعمہ نے تمہید باندھنے والے انداز میں کہا۔

"یس میم! میں سمجھ رہی ہوں آپ کہیں کیا کہہ رہی ہیں۔"

"مس عائشہ بات یہ ہے کہ ہمیں اب عربی ٹیچر کی ضرورت نہیں ہے۔" پرنسپل ناعمہ نے اصل بات عائشہ کے آگے رکھتے ہوئے کہا۔

"مگر میم کیوں؟ کیا آپ نے کوئی اور ٹیچر ہائر کرلی ہے؟" عائشہ کی پست آواز آفس میں گونجی۔

"نہیں مس عائشہ ہمیں کسی اور ٹیچر کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم عربی سبجیکٹ کو اپنے نصاب میں سے ختم کر رہے ہیں۔ اس کی جگہ میوزک اور کچھ دوسرے کورسز شامل کر رہے ہیں۔ آج جتنے بھی اسکولز ہمارے برابر کھڑے ہیں سب میں یہی سسٹم ہے' اس سلسلے میں میں نے کل پیرنٹس میٹنگ کال کی ہے جس میں سب پیرنٹس کو اس نیو ایڈمیشن کا بتایا جائے گا اور کل میٹنگ کے بعد آپ مجھ سے مل کر جائیے گا' اس ماہ کی تنخواہ میں آپ کو دے دوں گی۔"

عائشہ بے جان قدموں کے ساتھ آفس سے باہر نکل آئی' سارے راستے وہ سوچوں کے گرداب میں پھنسی رہی' گھر پہنچنے تک وہ ایک اہم فیصلے پر پہنچ چکی تھی۔ بس اب اس فیصلے پر عمل درآمد کرنا تھا۔

☆......☆......☆

مقررہ وقت پر تمام پیرنٹس ہال میں جمع ہو چکے تھے۔ جو کہ اپنی تمام مصروفیات کو پس پشت ڈالے صرف اپنے بچوں کے مستقبل کے فیصلوں کو سننے کے لیے یہاں جمع تھے۔ وہ سب ایک رعایا کی طرح لگ رہے تھے جو کہ اپنے حکمران کے انتظار میں بیٹھی ہو۔

عائشہ کے پر اعتماد قدم ڈائس کی جانب اٹھنے لگے کیونکہ یہی وقت صحیح اور غلط کے فیصلے کا تھا اگر آج یہ فیصلہ نہ ہوا تو شاید وقت کی دیوی دوبارہ یہ موقع نہ دے اسی لیے یہ اہم فیصلہ آج اور ابھی ہونا چاہیے تھا اگر آج نہیں تو شاید پھر کبھی نہ ہو۔ یہی سوچتے ہوئے اس نے مضبوط قدم آگے کی جانب بڑھا دیے۔

"السلام علیکم! ہم آنے والے معزز والدین کو خوش آمدید کہتے ہیں۔" مائیک میں ابھرنے والی آواز عائشہ خدا بخش کی تھی۔ "یقیناً آپ سب لوگ اپنا قیمتی وقت ہمیں دے رہے ہیں' ہم بھی آپ کے وقت کا ضیاع نہیں چاہتے۔ آج آپ کو یہاں اس لیے بلایا گیا ہے کہ بہت سے اسکولز جو کہ معیاری ہونے کے ساتھ ساتھ بہت کامیاب بھی ہیں' اپنے نصاب میں سے عربی مضمون کو ختم

کر رہے ہیں' ہمارے ملک میں آکسفورڈ نظام تعلیم رائج ہو رہا ہے' ہم لوگ انگریزی زبان سیکھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں' بچوں کے منہ سے انگریزی الفاظ سن کر ہمیں خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اگر ہماری حکومت نصاب میں سے عربی کے مضمون کو ختم کر رہی ہے تو ہمیں اس کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے' ہم اسلامی ملک کے باشندے ہیں۔ وہ اسلامی ملک جسے حاصل ہی اسلام کے نام پر کیا گیا' تاکہ ہم مسلمان اسلامی روایات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ مگر آج ہم اسلامی روایات کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔ اور مخلوط نظام تعلیم کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا رہے ہیں۔ آج ملک جن مسائل کا شکار ہے اس کی وجہ اسلامی تعلیمات سے عدم توجہی ہے' قرآن مجید اور جائے نماز طاقوں میں سجائے جاتے ہیں' تسبیح کے دانے ہمارے ہاتھوں کی پوروں سے جدائی پر بین کر رہے ہیں۔ غلاف قرآن اپنی بے حرمتی پر ماتم کناں ہے۔ اسلام اور اس کی تعلیمات کی عمارت ہمارے سینوں میں بہت شکست خوردہ ہے۔ ہدایت کا چراغ گمراہی کی آندھیوں سے بجھ گیا ہے جس کی وجہ سے پھیلنے والے اندھیروں نے ہماری زندگی کا احاطہ کر لیا ہے اور اس پستی سے نکلنے کے لیے کوئی راہ فرار ہمیں نظر نہیں آتی' ہم سب ان اندھیروں کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہراتے ہیں' کبھی یہ حقیقت کیوں نہیں مانتے کہ اس کے ذمہ دار ہم ہیں' ہماری ذات ہے......؟ آج ہم اپنے بچوں کے منہ سے مائیکل جیکسن کا نام سن کر فخر محسوس کرتے ہیں' کیا کبھی سوچا کہ انہیں اصحابہ کرامؓ کے نام بھی آتے ہیں یا نہیں؟ آج ہم دیوتاؤں کو پوجنے کے سب طریقے جانتے ہیں کیا کبھی خدا کے آگے جھکنے کا طریقہ اپنے بچوں کو سکھایا؟

جنہیں شاید یہ تک نہ پتا ہو کہ ارکان اسلام کتنے ہیں؟ باقی تمام اسکولز کی طرح یہ اسکول بھی اسلام کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر میوزک اور آکسفورڈ نظام تعلیم متعارف کروانا چاہتا ہے' اگر ہم اس کی جگہ آدھا گھنٹہ بچوں کو قرآن کی تعلیمات سکھائیں' انہیں صحابہ اکرامؓ کی زندگیوں کا احوال بتائیں' انہیں سنت نبوی کا منور راستہ دکھائیں' انہیں دین اسلام کی پیروی کا درس دیں انہیں حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کریں تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ مستقبل میں آپ کو اپنے بچوں کی تربیت میں کوئی جھول نظر نہیں آئے گا۔ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے' یہی وقت ہے پہلا قدم اٹھانے کا"

یہ کہنے کے ساتھ ہی عائشہ نے ڈائس چھوڑ دیا اور پرنسپل ناعمہ عائشہ کی باتیں سن کر اپنی آنکھوں سے اسے دیکھے گئیں انہیں عائشہ کی ہستی بہت معتبر اور عظیم لگی تھی۔

فیصلہ تو ہو چکا تھا' حق ہمیشہ خود کو منوا کر رہتا ہے' اسی سوچ کے ساتھ پرنسپل ناعمہ اندر کی جانب بڑھ گئیں۔

☆

عفت سلطان

میرا نام عفت سلطان ہے' میری عمر 26 سال ہے' راولپنڈی میں رہتی ہوں' میرا پسندیدہ لباس شلوار قمیص ہے۔ ہم ذات کے جٹ ہیں' ہم تین بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ میرا پسندیدہ رنگ [illegible] ہے' مجھے ان لوگوں سے نفرت ہوتی ہے جو اپنے وعدے پر قائم نہیں رہتے اور ان لوگوں سے جو اپنی تعریف خود کرتے ہیں۔ خوبی یہ ہے کہ ہر حال میں خود پر قابو رکھتی ہوں اور خامی یہ ہے کہ ہر مسئلے پر بے تحاشا سوچتی ہوں۔ امید ہے آپ کو میرا تعارف پسند آئے گا' شکریہ۔

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

شبانہ عرفان...... قصور

جواب:۔ وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ للمومنین. روزانہ قرآن پڑھیں۔ جتنا بھی پڑھیں۔ پانی پہ پھونک کر پئیں۔ انشاءاللہ شفاء ہوگی۔

طاہرہ ساجد...... نیو کراچی

جواب:۔سورۃ الفلق اور سورۃ الناس۔ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد 21,21 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

علاج کرائیں۔

ماھیر ظفر...... گجرات

جواب:۔سورۃ قریش بعد نماز عشاء 21 مرتبہ روزانہ۔ اول و آخر درود شریف۔ 3,3 مرتبہ۔کامیابی کے لیے۔

ہر نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر یا قوی 11 مرتبہ پڑھا کریں۔

نازیہ خالد...... گوجرانوالہ

جواب:۔سورۃ العصر روزانہ سرہانے کھڑے ہو کر 21 مرتبہ پڑھا کریں جب بچہ سو جائے۔

عائشہ زاہد...... لاہور

جواب:۔گھر میں جنات ہیں۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 1,1 تسبیح روزانہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اپنے اوپر دم کیا کریں۔

طاہرہ جبیں...... راولپنڈی

جواب:۔سورۃ اخلاص' سورۃ الفلق' سورۃ الناس 11,11 مرتبہ صبح و شام پانی پر دم کر کے پیا کریں، روزانہ۔ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔

بھائی کو بھی پلائیں۔

شمائلہ رفیق...... سمندری

جواب:۔سورۃ فرقان والا وظیفہ جاری رکھیں۔ساتھ ہی بعد نماز عشاء سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی 1,1 تسبیح بھی کریں۔ بندش سخت ہے رشتے آتے ہیں تو رکاوٹ آجاتی ہے۔ صدقہ دیں' گوشت کا ہر ہفتہ۔

جن کا مسئلہ ہے ان کا نام مع والدہ کے نام کے ساتھ بتائیں۔

مسرت جبیں...... چیچہ وطنی

جواب:۔سورۃ مزمل 3 مرتبہ چینی پر دم

کر لیں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ گھر کے لڑائی جھگڑے کے لیے۔

سورۃ القریش 111 مرتبہ بعد نماز عشاء اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ تنویر خود پڑھے اپنے کام کے لیے روزانہ۔

نویدہ پر تعویذات ہیں، علاج کروائیں۔

ت س...... کوہاٹ

جواب:۔(۱) آیاتِ شفا 101 مرتبہ تیل پر دم کر لیں اور روزانہ مالش کریں۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

(۲) سورۃ القریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف، روزانہ۔

جائیداد/ کاروبار/ امتحان تینوں کے لیے دعا کریں۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

جواب:۔بعد نماز عشاء سورۃ عبس 3 مرتبہ۔پانی پر پڑھ کر دم کیا کریں، روزانہ۔

(۱) پورے گھر میں چھڑکا کریں (حمام کے علاوہ)

(۲) کاروبار والی جگہ پر جب کام شروع کریں۔

(۳) گھر کے تمام افراد کو پلائیں۔

روزانہ یہ عمل کرنا ہے۔ اسی حساب سے پانی رکھیں۔

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے شمارہ دسمبر ۲۰۱۳ء

نام ______ والدہ کا نام ______ گھر کا مکمل پتا ______

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پذیر ہیں ______

d sh@aanchal com pk

بیاضِ دل

میمونہ رومان

فصیحہ آصف خان ملتان

آیا ہی تھا خیال تمہارا
اک روشنی سی ساتھ چمنے لگی

عائشہ پرویز......کراچی

لحاظ عشق نہ ہوتا تو تجھ سے رنجشیں ہوتیں
شکایت صرف اتنی ہے کہ تو سمجھا نہیں مجھ کو

فریدہ فری یوسف زئی لاہور

جی رہی ہوں اس اعتماد کے ساتھ
کہ زندگی کو میری ضرورت ہے

مدیحہ کنول سرور چشتیاں

نہ سوال بن کر ملا کرو نہ جواب بن کر ملا کرو
میرے خواب میرے خواب ہیں مجھے خواب بن کر ملا کرو

نوشین اقبال نوشی . بدر مرجان

کسی بچے کے کھلونے جیسا
میرا ہونا بھی نہ ہونے جیسا

نوشی بدر مرجان

وہ روز مجھے فریب دیتا ہے
خیر اسے یہ زیب دیتا ہے

مدیحہ نورین برنالی

اب کیا ڈھونڈتے ہو جلے ہوئے کاغذ کی راکھ میں
وہ افسانہ ہی جل گیا جس کا عنوان تم تھے

علمہ شمشاد حسین کورنگی، کراچی

...کتے ہیں بھی بالکل میری طرح ہیں
...الفاظ سے بھرپور مگر خاموش

سباس گل رحیم یار خان

...و جیون اچھال دیتے ہیں
...لمحے دکھ نکال دیتے ہیں
ٹوٹے بکھرے ہوئے سماج کو ہم
نئے فکر و خیال دیتے ہیں

صدف مختار بوسال مصور

پسِ کارواں سر رہگزر میں شکستہ پا ہوں تو اس لیے
کہ قدم تو سب سے ملا لیے میرا دل کسی سے ملا نہیں
میرا ہم سفر جو عجیب ہے تو عجیب تر ہوں میں آپ بھی
مجھے منزلوں کی خبر نہیں اسے راستوں کا پتا نہیں

منیبہ نواز صبور شریف

اتنا آسان بھی نہیں اپنی ہستی سے گزر جانا
اترا جو سمندر میں دریا تو بہت رویا
جو شخص نہ رویا تھا تپتی چھاؤں میں
دیوار کے سائے میں بیٹھا تو بہت رویا

ارسہ عرفان . عارف والا

آدمی آدمی کو کیا دے گا
جو بھی دے گا وہی خدا دے گا
میرا قاتل ہی میرا منصب ہے
کیا میرے حق میں فیصلہ دے گا

ایس انمول بھابڑہ شریف

تم میں ضیاء حسن ہے تو ہم میں ضیاء عشق
تم اپنے گھر کے چاند ہم اپنے گھر کے چاند

صدف سلیمان شورکوٹ

کچھ رات کی آنکھیں بھیگی ہیں اور چاند بھی روٹھا روٹھا ہے
یادیں اس کی ساتھی ہیں اور چاند بھی روٹھا روٹھا ہے
کس موڑ پر بچھڑا یاد نہیں ہونٹوں پر کوئی فریاد نہیں
اس وعدے کی بھی خبر نہیں وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے

مہوش کنول . لانڈھی

سانسوں کے سلسلے کو نہ دو زندگی کا نام
جینے کے باوجود بھی کچھ لوگ مر گئے

شاہ زندگی ..راولپنڈی

شکوہ خدا سے کیا مقدر میں کچھ نہ تھا
ہم غوطہ زن ہوئے سمندر میں کچھ نہ تھا
دیکھا جو دور سے تو سبھی لعل و جواہر تھے

جو دوستوں کو تو... آخر میں کچھ نہ تھا

ثمینہ کوثر عطاری ڈوگہ گجرات

چاہتا نہیں تھا اسے لاجواب کرنا
جب میرے پاس اس کے ہر سوال کا تھا

زنیرہ طاہر بہاول نگر

یک ہندسہ کسی پہ تقسیم نہیں ہوتا
اعشاریہ لگانا کیسی ترمیم کرنا
دو دل ہوجاتے ہیں ایک تو قیامت کیا ہے
چاہتا ہے زمانہ انہیں تقسیم کرنا

صائمہ انعام کراچی

نہیں! پوچھ نہ مجھ سے کہ محبت کیا ہے؟
آنکھوں میں ابل آتے ہیں اس نام کے ساتھ

ماریہ انصاری کراچی

باتوں پر وہ قائم نہیں رہتا تابش
کے انکار کو انکار نہ سمجھا جائے

عیشا نور کراچی

ہرے زخم آنکھ سے رستے ہیں رت بھر
کسی کو نیند تو دیکھے سحر کے خواب

سمیرا گل صدیقی ملتان

...میں جلتی آگ خیالوں میں کھلتے پھول
...صداقتیں کسی کافر نگاہ کی

مبشرہ سحر . عبدالحکیم

کیسے بتائے کہ وہ تنہا کیوں ہے؟
جو اپنا تھا وہی اور کسی کا کیوں ہے؟
دنیا ہے تو پھر ایسی یہ دنیا کیوں ہے؟
ہوتا ہے تو پھر یہی ہوتا کیوں ہے؟

سمیرا اشتیاق ملک . اسلام آباد

کسی سے وہ درمیان رہتا ہے
جو ملا نہیں اس کا دھیان رہتا ہے

فائزہ بھٹی . پتوکی

کہتے ہو کوئی یاد نہیں خاور
بھولے ہی کبھی دیکھو ذرا صورت اپنی

یاسمین کنول......پسرور

بہاریں بھی پلٹ آتی ہیں آخر
تم آؤ گے ہمیں اتنا پتا ہے
یہ شہرِ آرزو کی سمت چلنا
ہمیں ظالم بہت مہنگا پڑا ہے

الفت اینڈ فائزہ عباسی ہارون آباد

کہاں ہے ارض و سما کا خالق کہ چاہتوں کی رگیں کریدے
ہوس کی سرخی رخِ بشر کا حسین غازہ بنی ہوئی ہے
کوئی مسیحا ادھر بھی دیکھے کوئی تو چارہ گری کو اترے
افق کا چہرہ لہو میں تر ہے زمین جنازہ بنی ہوئی ہے

ثانیہ عبدالغفور بلیانی سرگودھا

جن لوگوں کے دم سے میری زندگی تھی روشن
وہی لوگ آج میری نگاہوں سے اوجھل ہیں

چندا شیخ ملتان

مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں مجھے کام ہے اپنے کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

فوزیہ سلطانہ تونسہ شریف

بہت امید رکھنا اور پھر بے آس ہونا بھی
بشر کو مار دیتا ہے بہت حساس ہونا بھی

ارم کمال فیصل آباد

جنگ لڑنی پڑتی ہے اپنے زورِ بازو پر
زندگی کے میدان میں معجزے نہیں ہوتے

فریحہ شبیر شاہ نکڈر

تجھے بھول جانے کی کوشش کبھی کامیاب نہ ہوسکی
تیری یاد اک گلاب ہے جو ہوا چلی تو مہک اٹھی

سلمٰی ملک . . قادر پوروالا

اب بہت دیر ہوگئی ہے میر
مشورہ چھوڑیئے دعا کیجیے

مہوش کنول . ڈب بلوچاں

میری بے بسی پر نہ مسکرا یہ وقت وقت کی بات ہے
کبھی ساتھ شمس و قمر چلے کبھی سایہ بھی ساتھ چھوڑ دے

دِش مُقابلہ

طلعت آغاز

مغلئی پسندے

اجزاء:۔

گوشت	آدھا سیر
خشک دھنیا	ایک بڑا چمچہ
لہسن	ایک عدد
دہی	آدھا پاؤ
گرم مصالحہ	ایک بڑا چمچہ
نمک	ایک چھوٹا چمچ
سرخ مرچ	ایک چھوٹا چمچ
گھی	آدھا پاؤ
ہرا دھنیا	حسب ضرورت

ترکیب:۔

گوشت کے ڈیڑھ انچ لمبے اور نصف انچ موٹے پسندے بنوا کر کانٹے سے اچھی طرح چھید کر کے دھولیں۔ لہسن، پیاز، نمک، سرخ مرچ، خشک دھنیا اور گرم مصالحہ باریک پیس کر اس میں نصف پاؤ پانی ملا دیں۔ پتیلی میں گھی گرم کر کے تیار شدہ مصالحہ اس میں ڈال کر آدھا گھنٹہ تک اس کو ہلکی آنچ پر بھونتے رہیں۔ جب مصالحہ گھی چھوڑنے لگے تو اس میں پسندے ڈال دیں اور بھونتے رہیں بعد میں دہی اور نصف پاؤ پانی ڈال کر بھونیں جب ان کی نصف مقدار رہ جائے تو ڈھکن مضبوطی سے بند کر دیں۔ چند منٹ بعد دیکھیں اگر پانی خشک ہو چکا ہے تو ہرا دھنیا ڈال کر اتار لیں۔ نان یا چپاتی کے ساتھ پیش کریں۔

دیبہ عارف۔۔۔شاہ کوٹ

ایرانی کشمش کا حلوہ

اجزاء:۔

کشمش	ایک پاؤ
سوجی	کھانے کے دو چمچ
چینی	ایک پاؤ
سبز الائچی پاؤڈر	چائے کا آدھا چمچ
عرق گلاب	کھانے کا ایک چمچ
کھویا	ایک پاؤ
گھی یا مارجرین	آدھا پاؤ

ترکیب:۔

ایک فرائنگ پین میں گھی یا مارجرین گرم کیجیے [illegible] سوجی ڈال کر کچھ دیر بھونیں۔ جب خوشبو آنے لگے [illegible] میں کشمش شامل کر کے بھونیں۔ علیحدہ برتن میں چینی [illegible] آدھی پیالی پانی شامل کر کے شیرہ تیار کر لیں۔ جب [illegible] کی خوشبو آنے لگے تو کھویا، الائچی پاؤڈر اور شیرہ شامل کر دیں ساتھ ہی چمچ ہلاتی جائیں اور اسے گاڑھا [illegible] تک بھونیں۔ جب حلوہ پیندا چھوڑنے لگے تو [illegible] کر دیں۔ آخر میں عرق گلاب ملائیں کسی گہری ٹرے کو [illegible] سے چکنا کر لیجیے گرم گرم حلوہ پھیلا کر سطح برابر کر دیں [illegible] ہونے پر حسب خواہش ٹکڑے کاٹ کر سرو کریں۔

طیبہ نذیر۔۔۔۔شادیوال گجرات

چکن ونگز

چکن ونگز	ایک کلو
کارن فلور	کھانے کے دو چمچ
میدہ	آدھی پیالی
نمک	حسب ذائقہ
تیل	حسب ضرورت
چکن کیوب ملا ہوا میدہ	کھانے کا ایک چمچ
چینی	چائے کا ایک چمچ
انڈے	دو عدد
سفید مرچ پسی ہوئی	چائے کا ایک چمچ
بیکنگ پاؤڈر	چائے کا آدھا چمچ

ترکیب:۔

ایک بڑے پیالے میں چکن ونگز اور اوپر دی گئی [illegible] اشیاء اچھی طرح ملا کر ایک گھنٹے کے لیے رکھ [illegible] [illegible] میں تیل گرم کریں جب گرم ہو جائے تو چکن ونگز [illegible] ہلکی آنچ پر ڈیپ فرائی کر لیں۔ چمچہ چلاتی رہیں جب [illegible] ہلکی رنگت ہو جائے تو نکال کر اخبار پر پھیلا کر رکھ [illegible] چکنائی جذب ہو جائے۔ ایک چٹکی نمک چھڑک [illegible] چکن ونگز بچوں بڑوں سب کو پسند آئیں گی۔

صنم ناز۔۔گوجرانوالہ

تھائی ٹوسٹ

اجزاء:۔

[illegible] مرغی کا گوشت	ایک پاؤ
[illegible]	دو عدد
[illegible]	تین عدد
[illegible] ڈبل روٹی	ایک پیکٹ
[illegible] نمک	حسب ذائقہ
[illegible] مرچ پسی ہوئی	حسب ضرورت
[illegible]	تلنے کے لیے

ترکیب:۔

مرغی کے گوشت کو ابال کر اس کے ریشے الگ الگ [illegible] پھر آلوؤں کو ابال کر بھرتا بنا لیں۔ اس میں مرغی [illegible] ریشے ملا لیں اور ساتھ ہی نمک اور کالی مرچ ملا لیں۔ [illegible] سب چیزیں اچھی طرح مل جائیں تو آمیزے کو [illegible] کے ایک طرف اس طرح لگائیں جیسے مکھن لگاتے [illegible] پھر ایک برتن میں تین انڈے پھینٹ لیں۔ سلائس [illegible] جس طرف آمیزہ لگایا ہے پہلے اسے بیٹکیں اس کے [illegible] آمیزہ لگے سلائس کو انڈوں میں ڈبو کو درمیانی آنچ پر [illegible] میں تل لیں۔ مزے دار تھائی ٹوسٹ تیار ہیں۔ کیچپ [illegible] کے ساتھ نوش کریں۔

شہناز شہزادے سیال۔ ضلع خانیوال

کلرفل رائس اینڈ اسپیگیٹی

اجزاء:۔

[illegible]	ایک پیالی (ابال لیں)
[illegible]	دو پیالی
[illegible] گوشت	آدھا کلو (ابال لیں)
میٹھا زرد رنگ	ایک چٹکی
میٹھا سرخ رنگ	ایک چٹکی
مکھن	دو چمچ
لہسن	ایک چمچ (پسا ہوا)
ادرک	آدھا چمچ (پسا ہوا)
کالی مرچ	آدھا چمچ (ثابت)
لونگ	دو عدد
ٹماٹر کا رس	ایک چوتھائی پیالی

ترکیب:۔

گوشت ابال کر چھوٹی چھوٹی چوکور بوٹیاں کر لیں مکھن گرم کریں۔ اس میں لہسن، ادرک، لونگ، کالی مرچ اور ٹماٹر کا رس ڈال کر گوشت ڈال دیں آنچ ہلکی رکھیں۔ ایک پیالی چاول زرد رنگ ڈال کر ابال لیں۔ پھر ایک پیالی چاول سرخ رنگ ڈال کر ابال لیں۔ چاولوں کی ڈش میں ایک طرف سرخ چاول رکھیں دوسری طرف زرد چاول اور تیسری طرف اسپیگیٹی رکھیں۔ اوپر سے گوشت ڈال دیں ہرے دھنیے کے پتوں سے سجائیں اور کسی بھی ساس کے ساتھ پیش کریں۔

طاہرہ ملک۔ جلال پور پیروالا

مٹن کباب

اجزاء:۔

مٹن قیمہ	ایک کلو
ثابت دھنیا	دو چائے کے چمچے
پیاز	دو عدد درمیانے سائز کی
لال مرچ پاؤڈر	دو چائے کے چمچ
دہی	چار چائے کے چمچ
ادرک	ایک انچ کا ٹکڑا
نمک	حسب ضرورت
لیموں (رس نکال لیں)	دو عدد
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ادرک، پیاز اور ثابت دھنیا اچھی طرح باریک کوٹ

لیں۔ نمک اور لال مرچ پاؤڈر بھی اس میں ملالیں تھوڑا پانی ملا کر یہ آمیزہ مٹن قیمے میں اچھی طرح یکجان کرلیں۔ دہی' لیموں کا رس اور تیل مکس کر کے لمبوترے کباب بنالیں اور سیخوں پر چڑھا کر دھاگہ لپیٹ دیں اور ہلکی آنچ پر سینکیں گولڈن ہونے پر ڈش میں نکال کر سلاد اور چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

فضہ یونس۔۔ ضلع فیصل آباد

اچار گوشت

اجزاء:

گوشت — ایک کلو
ہری مرچ — بارہ عدد (باریک کٹی ہوئی)
دہی — آدھا کپ
زیرہ — ڈیڑھ چائے کا چمچ
سونف — ڈیڑھ چائے کا چمچ
میتھرے — ڈیڑھ چائے کا چمچ
کلونجی — ڈیڑھ چائے کا چمچ
ٹماٹر — آدھا کلو
پیاز — چار عدد (باریک کٹی ہوئی)
ادرک لہسن — حسب ضرورت (پسا ہوا)
نمک اور لال مرچ — حسب ضرورت
تیل — حسب ضرورت

ترکیب:۔

پیاز کو بھون کر اس میں گوشت' پسا ہوا ادرک اور لہسن ڈالیں اور اس وقت تک بھونتے رہیں جب تک گوشت کا پانی خشک نہ ہو جائے (اگر ضرورت پڑے تو تھوڑا سا پانی ڈال کر اس کو گلا لیں)۔ نمک' مرچ ملا دہی اور ٹماٹر گوشت میں ڈال دیں اور پکنے دیں۔ جب پانی خشک ہو جائے تو اس میں زیرہ' سونف' میتھرے' کلونجی اور ہری مرچیں ڈال دیں۔ پھر دس منٹ کے لیے ہلکی آنچ پر اس کو دم پر رکھ دیں۔ تیار ہونے پر تازہ روٹی کے ساتھ پیش کریں۔

نزہت جبین ضیاء کراچی

تورتیا

اجزاء:

مرغی یا مچھلی — 1/2 کلو
آلو — 4 عدد
انڈے — 5 عدد
پنیر — پون کپ (کش کیا ہوا)
گاجر — ایک عدد (کش کی ہوئی)
بند گوبھی — ایک عدد (باریک کٹی ہوئی)
ہری پیاز — 1/2 پاؤ (باریک کٹی ہوئی)
کٹی کالی مرچ — 1/2 چائے کا چمچ
کٹی لال مرچ — 1/2 چائے کا چمچ
نمک — حسب ضرورت
تیل — حسب ضرورت

ترکیب:

آلو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر ابال لیں انڈوں کو پھینٹ کر ان میں نمک ملا کر ان میں آلو ڈال کر آملیٹ کی طرح دو حصوں میں تل لیں۔ تیل میں [illegible] کرلیں اب مرغی یا مچھلی کا گوشت ہڈیوں سے الگ کر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں اور تل کر نکال لیں۔ تمام سبزیاں کو نمک اور کالی مرچ ڈال کر تل لیں ایک پلیٹ میں پہلے آلو کی روٹی رکھیں پھر اس کے اوپر تلی ہوئی سبزیاں اور گوشت رکھیں پھر دوسری آلو کی روٹی رکھیں اور اس کے اوپر رکھ کر پنیر چھڑک دیں۔ اب اس کو 400 ڈگری فارن ہائیٹ پر اوون میں رکھ دیں' جب پنیر پگھل کو سنہرا ہو جائے تو نکال کر ٹماٹر کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

سمیرا اشتاق ملک ۔ اسلام آباد

کڑاہی کلیجی

اجزاء:

کلیجی — آدھا کلو
ٹماٹر — دو عدد (باریک کٹے)
پیاز — دو عدد (باریک کٹا)
ہری مرچ — چار عدد
ادرک لہسن پیسٹ — ایک کھانے کا چمچ
دہی — دو سے تین کھانے کے چمچ
ہرا دھنیا — آدھی گڈی
ثابت زیرہ (بھنا ہوا) — آدھا یا ایک چائے کا چمچ
لال مرچ پاؤڈر — آدھا یا ایک چائے کا چمچ
نمک — آدھا چائے کا چمچ
گرم مسالا — ایک چائے کا چمچ
تیل — آدھا کپ
سوکھی میتھی — دو چائے کے چمچ

ترکیب:۔

ایک پین میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز ہلکا براؤن کریں۔ ادرک' لہسن کا پیسٹ ڈال کر بھون لیں۔ پھر کلیجی ڈال کے فرائی کریں' ڈھکن سے کور کر دیں اور پکنے دیں یہاں تک کہ کلیجی کی ہیک ختم ہو جائے۔ کلیجی کا پانی خشک ہو جائے تو ٹماٹر' دہی' لال مرچ پاؤڈر' نمک' زیرہ اور ہری مرچ ثابت شامل کر کے بھونیں۔ آخر میں گرم مسالا' ہرا دھنیا اور سوکھی میتھی ڈال کر اچھی طرح مکس کریں۔ نان اور چپاتی کے ساتھ سرو کریں۔

طیبہ عبید کراچی

اسٹو

اجزاء:۔

گوشت — ڈیڑھ کلو
ادرک لہسن پیسٹ — دو چائے کے چمچ
پیاز — دو سے تین عدد
لونگ — چھ عدد
کالی مرچ — آٹھ عدد
دار چینی — دو سے تین عدد
بڑی الائچی — چار سے پانچ عدد
تیز پات — ایک عدد
ثابت لال مرچ — آٹھ سے دس عدد
گرم مسالا پاؤڈر — ایک چائے کا چمچ
نمک — حسب ذائقہ
تیل — ایک کپ
دہی — ایک کپ
ٹماٹر (باریک کٹے) — دو سے تین عدد
پانی — حسب ضرورت
ہرا دھنیا' ہری مرچیں — حسب ضرورت

ترکیب:۔

تیل گرم کر کے اس میں پیاز بھون کر گوشت ڈالیں اور اچھی طرح فرائی کریں کہ گوشت کا رنگ بدل جائے پھر ادرک لہسن پیسٹ شامل کر کے بھونیں۔ اب اس میں لونگ' دار چینی' کالی مرچ' بڑی الائچی' تیز پات' ثابت لال مرچ' گرم مسالا پاؤڈر' نمک اور حسب ضرورت پانی ڈال کر کور کر دیں اور گوشت گلنے تک ہلکی آنچ پر پکائیں۔ گوشت گل جائے تو دہی اور ٹماٹر ڈال کے بھونیں۔ ہرا دھنیا' ہری مرچ اور گرم مسالا پاؤڈر سے گارنش کر کے سرو کریں۔

مہوش ثنا قصبہ رنگ پور

روسٹڈ بیف

اجزاء:۔

گوشت ایک بڑا ٹکڑا — دو کلو کا
سویا ساس — ایک پیالی
سرکہ — ایک پیالی
لیموں کا عرق — چار چمچ
لہسن ادرک کا پیسٹ — دو چمچ
کالی مرچ — دو چمچ
نمک — حسب ذائقہ
آئل — حسب ضرورت
مکھن — ایک چمچ

ترکیب:۔

ایک بڑے اور کھلے برتن میں گوشت کو صفائی کے ساتھ دھو لیں اور گوشت کو چھری کی مدد سے گود لیں اور اس میں سویا ساس' لیموں کا عرق' لہسن ادرک' کالی مرچ سرکہ اور نمک لگا کر اسے تین گھنٹے کے لیے رکھ دیں تاکہ لگائے ہوئے مسالے گوشت میں اچھی طرح مکس ہو جائیں۔

اس کے بعد کوکر میں گوشت کے پیس رکھ کر اتنا پانی ڈالیں کہ گوشت اچھی طرح گل جائے اور آدھے گھنٹے کے بعد کوکر کو کھولنے کے بعد چھری کی مدد سے چیک کریں کہ گوشت گل چکا ہے یا کہ نہیں اور گوشت پوری طرح گل گیا ہو تو اس کو خشک ہونے دیں اور جب پانی اچھی طرح خشک ہو جائے تو گوشت کو نکال کر مائیکروویو میں تقریباً پندرہ منٹ کے لیے رکھ لیں مزے دار بیف روسٹ تیار ہے گرم گرم نان اور چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

سیدہ ضوباریہ ۔ پشین

مٹن کوکونٹ فرائی

اجزاء:۔

بکرے کا گوشت	آدھا کلو
پسا ہوا ناریل	ایک کپ
کٹی ہوئی مرچیں	چھ عدد
ثابت کالی مرچ	حسب ضرورت
پسا ہوا لہسن	ایک چائے کا چمچ
پسی ہوئی ادرک	ایک چائے کا چمچ
کوکنگ آئل	حسب ضرورت
کڑی پتا	دس سے بارہ عدد

ترکیب:۔

گوشت کو صاف کر کے دھولیں۔ نمک اور ہلدی کو گوشت پر لگائیں۔ اب گوشت کو پانی کے بغیر دیگچی میں ڈالیں اور گلا لیں۔ دوسری دیگچی میں آئل گرم کر کے پیاز سنہری کرلیں۔ کڑی پتا، ادرک لہسن ڈال کر پکائیں اب گوشت، ناریل، ثابت دھنیا، نمک مرچ اور ہری مرچ شامل کر کے پکائیں۔ گرم مسالا ڈال کر گوشت کو چولہے سے اتارلیں کٹے ہوئے ناریل سے سجا کر پیش کریں۔

جویریہ ضیاء ...کراچی

منگولین بیف

اجزاء:۔

گوشت آدھا کلو	لمبے لمبے ٹکڑے کاٹ لیں
پیاز کے لچھے	ایک کپ
تیل	دو کھانے کے چمچ
یخنی	تین چوتھائی کپ
لال مرچ ثابت	چھ سے سات عدد
کارن فلور	ایک چائے کا چمچ
سویا ساس	ڈیڑھ کھانے کا چمچ

ترکیب:۔

گوشت کو دو انچ لمبے ٹکڑوں میں کاٹ لیں اس میرینیٹ کرلیں۔ دو کھانے کے چمچ سرکہ، تین کھانے کے چمچ سویا ساس، آدھا چائے کا چمچ کالی مرچ، آدھا چائے کا چمچ سفید مرچ، آدھا چائے کا چمچ اس مرچ آدھا چائے کا چمچ ادرک لے کر آدھا چائے کا چمچ کچپ ملا کر آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ پھر تیل گرم کریں۔ اس میں پیاز گرم کر کے نکال لیں۔ پھر گوشت ڈال دیں اور پانچ منٹ تک رکھ کر پکائیں اور اس کا پانی خشک کریں۔ پھر اس میں پیاز ڈال دیں اور گوشت کو [illegible] کریں۔ سویا ساس ڈال دیں اور کارن فلور پیسٹ ڈال دیں اور اس کو چولہے سے ہٹالیں۔ اب یہ پیش کرنے کے لیے تیار ہے۔

میکرونی سلاد

اجزاء:

میکرونیز (ابال لیں)	دو کپ
آلو (ابال کر کیوبز کاٹ لیں)	دو عدد
گاجر (ابال کر کیوبز کاٹ لیں)	دو عدد
بند گوبھی (باریک کٹی ہوئی)	ایک عدد
مایونیز	آدھا کپ
نمک اور کالی مرچ	حسب ذائقہ
انڈے (ابلے ہوئے)	دو عدد

ترکیب!

ایک باؤل میں تمام سبزیوں اور میکرونیز کو اچھی طرح مکس کریں پھر نمک، کالی مرچ اور مایونیز ملائیں۔ انڈے سجائیں اور ٹھنڈا کر کے سرو کریں۔

(شکیلہ شاہم۔ چک جمہرہ)

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

جلد کا مزاج پہچانیے

چہرہ ہی نہیں، آپ کی پوری شخصیت صحت پر انحصار کرتی ہے لیکن دیکھنے میں آتا ہے کہ خواتین چہرے کی کشش و جاذبیت بڑھانے کے لیے ہر چٹکلا ہر ٹوٹکا آزماتی ہیں اور صحت کی فکر ترجیحی بنیادوں پر نہیں کرتیں۔ آب و ہوا، ماحول، تناؤ، عدم توازن، غلط طرز زندگی اور نامناسب خوراک کا اثر فوری طور پر جلد پر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے جلد کی قدرتی چمک ماند پڑ جاتی ہے اور ناخن دیکھیں تو ان میں بھی سرخی نہیں جھلکتی۔ ہم باہر سے یعنی کاسمیٹکس اور ٹوٹکوں سے جلد کو غذائیت مہیا کرنے کی فکر کرتے ہیں جب کہ خوبصورتی اور کشش اندر سے باہر آتی ہے۔ عام طور پر جلد دو ہی قسموں کی ہوتی ہے۔

نارمل اور چکنی جلد: صبح بیدار ہوتے ہی ٹشو پیپر کے ذریعے اپنی جلد سے تعارف حاصل کریں۔ اس طرح کہ پہلے ٹشو پیپر سے پیشانی، رخسار، ناک اور ٹھوڑی دبائیں اور رگڑیں۔ اگر ٹشو پیپر پر چکنائی موجود ہو تو اس کا مطلب واضح ہے کہ آپ کی جلد چکنی ہے۔

اگر ناک، ٹھوڑی اور پیشانی پر چکنائی نہ ہو تو سمجھیں کہ یہ ملی جلی جلد ہے۔ جلد کو جانچنے کا ایک طریقہ اور بھی ہے آپ اپنے چہرے کو بیسن یا آٹے سے صاف کریں (منہ دھوئیں) اگر دھلنے کے بعد جلد میں کھنچاؤ محسوس کریں تو اس کا مطلب ہے جلد خشک ہے اور اگر نم ہو جائے اور تازگی نظر آئے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی جلد عام یعنی نارمل ہے۔

حساس جلد پر کیل مہاسوں کی بھرمار ہوسکتی ہے۔ جب کہ نارمل جلد میں نمی اور چکنائی کا صحیح توازن ہوتا ہے تو اس میں خاصی کشش، تازگی اور ہلکی سرخی ہوتی ہے۔ عام طور پر نارمل جلد اچھی تسلیم کی جاتی ہے۔

گہرا میک اپ نہ کیا کریں: یہ مشورہ آپ کو پسند نہ آئے تو سمجھانے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔ عام جلد کو بہت زیادہ چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہوتی آپ خوبصورت نظر آنا چاہتی ہیں ناں! تو صبح و شام جلد کی صفائی رکھیں۔ گہرے میک اپ سے چہرے کی فطری چمک چھپ جائے گی۔ غسل سے پہلے یا باہر جاتے وقت چہرہ دھونے سے پہلے ہلکی سی مالش کرلیا کریں۔ بادام کے تیل میں دو قطرے لیموں نچوڑ کے اور پھر تیار اسکرب سے جلد کو ہلکا سا رگڑ کر صاف کرلیں اس سے جلد پر خون کا دورہ ہو جائے گا۔ اگر جلد میں کچھ نیم خوابیدہ خلیات ہیں تو وہ متحرک اور فعال ہو جائیں گے اور گرمیوں میں باہر نکلتے وقت سن بلاک اور سن اسکرین کریموں یا لوشنوں کا استعمال ضرور کریں اور گھر واپس پہنچتے ہی ایک دفعہ اچھے کلینزنگ لوشن سے چہرہ صاف کرنے کے بعد دھولیں تاکہ چہرہ کو مطلوبہ مقدار میں آکسیجن حاصل ہو جائے گی۔

جلد کے خلیات کو مردہ ہونے سے بچانے اور شگفتگی کے لیے ہفتہ میں ایک بار ابٹن ضرور استعمال کریں۔ پندرہ سے بیس دنوں بعد احتیاط سے چہرے کو بھاپ دیں تاہم چہرے کی تازگی اور چمک اندرونی صحت کی بحالی سے مشروط ہے۔ آپ متوازن غذا لیں سب معاملات بخیر و خوبی طے پانے لگیں گے۔

عام جلد کے لیے چند نسخے: دو چمچ گیہوں کا آٹا لے کر پانی میں گاڑھا سا پیسٹ تیار کرلیں۔ اسے ہلکا سا گرم بھی کرلیں۔ پھر ایک چائے کا چمچ شہد ملا کر چہرے پر لگالیں۔ گیہوں کا آٹا استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس اناج میں پائے جانے والا فائبر جلد کے مردہ خلیات کو صاف کردیتا ہے۔ شہد کا کام یہ ہوتا ہے کہ آپ کی جلد میں کھنچاؤ پیدا کر کے خون کا دورہ بڑھائے۔ یہ نسخہ باقاعدہ استعمال کرنے سے جلد تندرست اور پرکشش رہتی ہے۔

دو چمچ میدے کو دودھ میں ملا کر گرم کرلیں۔ ٹھنڈا

کر کے اس میں عرق گلاب ملا کر چہرے پر لگائیں' مساج نہ کریں۔ صرف بیس منٹ تک اسے سوکھنے دیں۔ پھر سادہ پانی سے چہرہ دھولیں۔ بہت زیادہ سردی کا زمانہ ہو تو نیم گرم پانی استعمال کرسکتی ہیں۔ میدہ بھی جلد میں کھنچاؤ پیدا کرکے خون کی گردش بڑھاتا ہے' مردہ خلیوں کو نکالتا ہے اور دودھ بہت اچھا کلینزر ہے۔ پینے میں تو مکمل غذا ہوتا ہی ہے اب اگر اس میں تھوڑا میدہ اور عرق گلاب کے چند قطرے بھی شامل ہوجائیں تو یہ جلد کو غذائیت دیتے ہیں اس میں قدرتی وٹامن ای پایا جاتا ہے۔ ادھر ہم بڑھتی عمر کے اثرات زائل کرنے اور درمیانی عمر میں بھی جلد کی نرسنگ کے لیے ایسی کاسمیٹکس اور نائٹ کریمیں خریدتے ہیں جن میں وٹامن ای کی مقدار شامل ہو۔ یہ بہترین مانع تکسید یعنی اینٹی آکسیڈنٹ کا کام کرے گا۔

گرمیوں کا موسم آرہا ہے۔ لوکی کا رائتہ ہمارے کھانوں کا اہم جزو بنے گا۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ لوکی سے جلد کے نکھار کا کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ دو چمچ لوکی کا رس' دو چمچ پپیتے کا گودا' ایک عدد بادام' چند دانے انگور اب ان تمام چیزوں کو پیس کر پیسٹ بنالیں اور چند قطرے عرق گلاب شامل کرکے چہرے پر لگایا کریں۔ بہت دیر تک دھوپ میں سفر کرکے گھر پہنچے یا گاڑی میں دھوپ کے براہ راست چہرے اور گردن پر پڑتے رہنے سے جلد سرخ ہونے لگتی ہے۔ یہ نسخہ ایسی صورت حال کے لیے بہترین ہے۔

چکنی جلد کی رعنائی چونکا دیتی ہے

: چکنی جلد اچھی مانی جاتی ہے لیکن اگر بہت زیادہ چکنی ہو تو مسائل بھی پیدا ہونے لگتے ہیں اسی لیے اس کی دیکھ بھال بھی بہت احتیاط سے کرنی پڑتی ہے۔ چکنے غددوں کی زیادہ سرگرمی کی وجہ سے جلد کی سطح پر چکناہٹ پھیل جاتی ہے جس کی وجہ سے کیل مہاسے' داغ دھبے اور بلیک ہیڈز جیسے مسائل پیدا ہوسکتے ہیں۔ میک اپ کے بجائے قدرتی طریقوں سے اس جلد کی دیکھ بھال کی جاسکتی ہے۔ دن میں دو تین بار سادے پانی سے چہرہ دھوئیں اور آٹھ گلاس پانی پینے کی عادت ڈالیں۔ پانی جسم کی تازگی کو برقرار رکھتا ہے۔ ہفتہ میں دو بار کسی ماہر حسن کے مشورے اور ہدایت کے مطابق چہرے پر بھاپ لیں کیونکہ اس سے اچھی طرح مسام تو کھلتے ہیں لیکن ان کی مناسب دیکھ بھال بھی ضروری ہے۔ ابٹن گھر پر بنا کر رکھیں اور ہفتہ میں ایک بار بیرونی طریقہ سے جلد کو غذائیت پہنچانا ضروری ہے۔ چکنی جلد والے افراد خواہ لڑکے ہوں یا خواتین' انہیں تیز مصالحے دار اور چربی والی غذاؤں سے دور رہنا ہوگا اور وہ تقریبات کے موقع پر بھی گہرا میک اپ نہ کریں اس سے خلیوں کو نہ صاف ہوا ملے گی نہ ہی سانس اور یہی عمل کیل مہاسوں کی بڑھوتری کا سبب بنتا ہے۔

چکنی جلد کے لیے ٹوٹکے

: ایک چمچہ شہد آدھا چمچہ لیموں کا رس ملا کر چہرے پر لگائیں۔ پندرہ بیس منٹ بعد چہرے کو منرل واٹر یا ابلے ہوئے پانی سے دھوئیں۔ شہد اور لیموں کے عناصر جلد کی چکنائی کو زائل کردیں گے اور ان میں پائے جانے والے قدرتی عناصر مثلاً سوڈیم' پوٹاشیم' سٹرک ایسڈ' فاسفورک ایسڈ' سکروز' گلوکوز اور فرکٹوز وغیرہ چکنے غددوں کی سرگرمی کو روکتے ہیں۔

گھر میں تلسی کا پودا رکھ لیں اور ایسی بچیوں کو جنہیں کیل مہاسوں کی وجہ سے پریشانی رہتی ہے۔ ان کے لیے تازہ پتوں کا پیسٹ بنائیں صرف عرق گلاب ملا کر فریز کرکے رکھ لیں اور جب بھی چہرے پر اضافی روغنیات محسوس کریں اس پیسٹ کو لگا کر پندرہ منٹ بعد چہرہ دھولیں۔ تلسی چہرے کا بہت اچھا بلیچ ہے یہ جلد کی گہرائی تک جاکر صفائی کردیتا ہے اور اگر آپ کی جلد میں کچھ مردہ خلیات ہیں تو ان کی فعالیت بھی صحیح کرتا ہے اور عرق گلاب تو ایک اسکن ٹانک ہے ہی' اس پیسٹ کو پتیوں کے تازہ رہنے تک جب تک چاہیں استعمال کرسکتی ہیں۔

غزل

سورج کے ساتھ برسر پیکار ہم رہے
جلتے ہوؤں پر سایۂ دیوار ہم رہے
کیسے بتائیں کیا ہوا' کیا کیا نہیں ہوا
کیوں کر بھرے شہر سے بے زار ہم رہے
کٹھ پتلیاں سمجھ کے نچایا گیا' جنہیں
اپنے معاشرے کا وہ کردار ہم رہے
پھیلا سکے نہ روشنی سچائیوں کی جو
دعویٰ ہے اُن کا نور کے مینار ہم رہے
آیا نہیں وہ سامنے کرتا رہا گریز
برسوں سے جس کے طالب دیدار ہم رہے
ایسی شبیں بھی ہم نے گزاری ہیں بارہا
ماہ و نجوم سو گئے بے دار ہم رہے
بے حد کٹھن تھے مرحلے گرچہ جدائی کے
اس کے تصورات میں سرشار ہم رہے
جس کے لیے لگا دیا سب کچھ ہی داؤ پر
اس کی نظر میں پھر بھی خطا وار ہم رہے
سایہ نہ کوئی مل سکا بنتا جو ہم سفر
شاکر سفر کے واسطے تیار ہم رہے

شاکر نظامی... سرگودھا

غزل

آ کے کچھ تو نہال کر آنکھیں
دیکھ یوں نہ بے حال کر آنکھیں
ہر طرف یہ بھٹکتی رہتی ہیں
رہو اپنی سنبھال کر آنکھیں
دنیا روشن انہی کے دم سے ہے
یوں نہ تُو کے تو ل کر آنکھیں
اُن کی خواہش تھی کہ آئینہ دیکھیں
رکھ دیں ہم نے اُجال کر آنکھیں
اچھی شکلیں فریب دیتی ہیں
رکھی رنجی کی مثال کر آنکھیں
کل آنکھیں نکالتے تھے وہ
ہم نے دے دیں نکال کر آنکھیں

سباس گل ... رحیم یار خان

خواہش

سنو جاناں
میری خواہش ہے
اک گھر ہو جس میں
تم ہو' میں ہوں اور محبت ہو
محبت ہمارے دلوں میں کرے بسیرا
اور ہم محبت کے ساتھ طویل سفر کریں
اتنا طویل کہ پھر اس سفر میں جاناں!
سانسوں کی ڈور تھم جائے
زندگی تمام ہوجائے
مگر محبت کبھی ختم نہ ہو!

نوشین اقبال نوشی...... بدر مرجان

برف زاروں کی اک تتلی

برف زاروں کی اک تتلی
ان کھے دیپ اپنی نیلی آنکھوں میں جلائے
کچی عمر کے خوش نما سے خواب سجائے
اس اجنبی نگر آشنا
پردیسی کے ہمراہ
نومبر کی ہلکی خنک شاموں میں
کافی کا کپ تھامے
خاموش زباں میں
نگاہوں ہی نگاہوں میں
بہت دور تک بہاروں کا سفر کرآئے
کہ جس سفر میں
آس' محرومی' ہجر اور فراق کا
دور تک نہ کوئی بسیرا ہو
جہاں کی فضاؤں میں
وصل کا ہی سویرا ہو
اور......
برف زاروں کی وہ تتلی
اپنے مخملی ہاتھ
پردیسی کے ہاتھ میں تھمائے

خوابوں کے پنکھ لگائے اڑتی جائے
اونچی اور لمبی اڑان
گھرائے....
ان چھوٹی ان کھلی نوخیز ننھی سی کلی
کٹو لمبی اڑانوں میں خسارہ ہی خسارہ ہے
کہ گرنے سے جو چوٹ لگتی ہے
تو درد نا تمام کا مداوا کوئی نہیں
سنو تم
ادھورے سہانے خواب نہ دیکھو
کہ تم کو برف زاروں کے دیس میں رہنا ہے
تا عمر۔ تا حیات !

سمیرا عزیز صدیقی ۔۔ کراچی

غزل

ہجر کے بہاؤ میں درد کے الاؤ میں
کس طرح جیئے کوئی اس قدر تناؤ میں
جب کبھی خیالوں میں ان کی شکل آتی ہے
روشنی سی ہوتی ہے دل کے سبز گھاؤ میں
عمر بھر کھلونے سے کھیلتا رہا کوئی
ٹوٹنا تھا دل آخر ایسے رکھ رکھاؤ میں
پھول ان کو بھیجے ہیں پتھروں کی بارش پر
کچھ نہ کچھ تو کرنا تھا ہم کو بھی بچاؤ میں
ڈگریاں جلا دی ہیں بیلچہ اٹھایا ہے
خود کو بیچ ڈالا ہے مفلسی کے بھاؤ میں
ناز تھا تمہیں کتنا اپنے فن پر نعیم
آ گئے نہ تم آخر تیرگی کے داؤ میں

نعیم الصر ہاشمی ۔ جھنگ صدر

قید

اس نے چھڑایا ہاتھ
تو احساس ہوا
آج تک اس خالی ہاتھ میں
لمس کی صورت
قید ہے اس کا دل!

فصیحہ آصف خان ۔۔ملتان

غزل

جن آنکھوں میں تیری چاہتوں کے دیپ روشن تھے
ان آنکھوں پر اب آنسوؤں کا پہرا ہے
جن ہونٹوں پر تیرا پیار مسکراہٹ بن کر کھلتا تھا
ان ہونٹوں پہ اب خاموشی کا قفل گہرا ہے
تیری چاہت اور تیری توجہ کی طلب
دل بس اسی پر سزا وار ٹھہرا ہے
میرے آس پاس ہزار لوگ بستے ہیں
مگر جو دل میں سمایا ہے وہ چہرہ تیرا ہے

شگفتہ خان ۔ بھلوال

غزل

محبت کی کہانی کو کہیں تحریر کر جائیں
جو ہم کو مل گیا اس کو ابھی تقدیر کر جائیں
چلو جذبوں کی شدت کو بڑھا کر دیکھ لیتے ہیں
چلو کہ آسماں سے چاند کو تسخیر کر جائیں
چلو اک دوسرے کی ذات میں یکجا کریں خود کو
چلو کہ ضبط کے رشتوں کو اب زنجیر کر جائیں
بدن مٹی میں مل جائیں گے کہ اک دن دیکھ لینا تم
تو کیوں نہ پھر محبت کا محل تعمیر کر جائیں
مصور بن کے ہم فوزی کسی کے نقش پا دیکھیں
دھنک رنگوں سے پھر اس کی کوئی تصویر کر جائیں

فوزیہ احسان رانا ۔۔ حاصل پور

غزل

تیرا آنا بڑا دشوار ہوگا
وہ دن ہفتوں میں اک اتوار ہوگا
تپش میں دھوپ کی جلتے رہیں گیا
کہیں تو سایۂ دیوار ہوگا
اسی کی انجمن میں اس کے آگے
بھلا ہم سے کہاں اظہار ہوگا
انہیں شرمندگی کا سامنا ہے
نہ ان سے اب نیا اقرار ہوگا
بدن پہ جانا جاں سہہ لیں ہنس کر
اگر تیری طرف سے وار ہوگا
کروں کیسے رانا لب کشائی
بہت بدنام اپنا پیار ہوگا

قدیر رانا ۔۔راولپنڈی

غزل

ڈالی ڈالی پھول کھلے ہیں تم کیا جانو؟
پھر بھی ہم کو خار ملے ہیں تم کیا جانو؟
ہر رُخ ہے جو بھی روشن روشن
ان کو بھی تم سے ہی گلے ہیں تم کیا جانو؟
جس کو تم اپنا درد سنانے جاتے ہو
اس نے بھی بہت دکھ جھیلے ہیں تم کیا جانو؟
تمہاری خاطر دل نے اشک بہائے ہیں
تمہاری خاطر لب یہ سلے ہیں تم کیا جانو؟
گلشن گلشن جس نے پھول کھلائے ہیں
اس کے بھی پھر ہاتھ جلے ہیں تم کیا جانو؟
تجل یاد میں جس کی تم خود کو بہت جلاتی ہو
اس کے بھی کچھ ارمان جلے ہیں تم کیا جانو؟

زینب تجل (زینب اصغر مغل)

غزل

دل کی مجبوری ہوگئی ہے
محبت اب ضروری ہوگئی ہے
پہلے تھی عود کی خوشبو
اب یہ کستوری ہوگئی ہے
تم اور نزدیک آگئے ہو
یہ کیسی دوری ہوگئی ہے
تیری دعا سے زندہ ہوں
عمر تو پوری ہوگئی ہے
اب نئے منشور کے مطابق
محبت کی دستوری ہوگئی ہے
تمہارے ترک تعلق سے
زندگی ادھوری ہوگئی ہے
بے رخی تیرا شیوہ ہے عمیس
وضاحت غیر ضروری ہوگئی ہے

عمیس احمد جھنگ صدر

نظم

میرے دل میں بہت اونچی مسند پہ
بیٹھا ہے کوئی
وہ ہو تم
میری سوچوں میں میرے خیالوں میں
ہر پل رہتا ہے کوئی
وہ ہو تم
میری آنکھوں میں میرے دل میں
بسا ہے کوئی
وہ ہو تم
روز میرے خوابوں میں آتا ہے
اک چہرہ کوئی
وہ ہو تم
ہر دم ہر پل ہر لمحے
مجھے یاد آتا ہے کوئی
وہ ہو تم
وہ ہو تم....

ایس انمول ۔ بھابڑہ شریف

شکوہ

ایک بات کہوں
برا تو نہیں مانو گے
دل میں
اک عجیب سی اُتھل پُتھل مچی ہے
اگر تم!
میرے ہو جاتے
تو کیا برا تھا؟

علیہ شمشاد حسین.....کورنگی، کراچی

غزل

زندگانی گردشِ حالات کی دہلیز پر
بے بسی ہے اب ہماری ذات کی دہلیز پر
بھربھرا سا جسم ہے اور خوف آنکھوں میں بہت
میں اکیلا رہ گیا برسات کی دہلیز پر
کون میری زندگی کو زخم اتنے دے گیا

سوچتا ہوں جب بھی خدشات کی دہلیز پر
جگنوؤں کا شہر میری ایک مٹھی میں رہا
اک اندھیرا رہ گیا ہے ہاتھ کی دہلیز پر
اک ستارہ جگمگایا زندگی میں اس طرح
رو پڑا ہوں آج میں بھی رات کی دہلیز پر
میں تو اپنی ہار پر بھی خوش رہا ہوں دوستو
ہنس پڑا ہوں میں تو اپنی مات کی دہلیز پر
میں محبت کی تمنا کر سکوں گا کس طرح
چپ کھڑا ہوں آج میں جذبات کی دہلیز پر

رشد ترین مظفر گڑھ

غزل

مت چھیڑ اے ساقی محبت کے افسانے
یاد آتے ہیں بار بار مجھے وہی میخانے
بہت مشکل ہوا روشن چراغ محبت
پھر بہت سے اٹھ آئے طوفان اس کو بجھانے
وفا کے بدلے ایسی سزا ملی مجھے یارو
کہ آئے نہ اب تک بھی ہوش ٹھکانے
تم کیا جانو درد دل میرا
میں جانوں یا میرا خدا جانے
پل بھر میں اجڑ گئی الفت شہزاد
جسے پانے میں لگے کئی زمانے

شہزاد ملک جھنگ صدر

خلش

میں وفاؤں کے پھول چنتے چنتے
اس آبادی میں جا نکلا تھا
جس وادی میں وہ آبادی تھی
وہاں رہتی ایک شہزادی تھی
اس شہزادی کا دامن
وفا کے پھولوں سے بھرا تھا
وہ جب جب چلتی تھی
اس کی جھولی سے
وفاؤں کے پھول بکھرتے تھے
فضاؤں میں رنگ بکھرتے تھے
وہ خوابوں کی تعبیر تھی
وہ محبت کی تفسیر تھی
میں نے اس سے پوچھا
میرے ساتھ میرے گھر چلو گی
اس نے کہا قبول ہے
میرے ساتھ رہو گی؟
اس نے کہا قبول ہے!
وہ میرے ساتھ رہنے لگی
زندگی آگے بڑھنے لگی
ایک شام جب میں واپس آیا
تو وہ شہزادی جا چکی تھی
قف کے اس پار بہت دور
جا چکی تھی میں پھر سے اسے
ڈھونڈنے نکل پڑا
نہ ہی کوئی وادی ملی
نہ ہی کوئی آبادی ملی
نہ ہی وہاں شہزادی ملی
نہ ہی راستے بھر وفاؤں کے پھول ملے
کہ سارے پھول وہ اپنے ساتھ لے جا چکی تھی!

سیف الاسلام ۔ بیاقت آباد کراچی

نظم

میری محبتوں کے شہر میں
ایک اجنبی بس آ گیا
میرے دل کے سب در کھلے
میری دھڑکنوں میں سما گیا
میری سوچ کی بند کھڑکیاں
تیری یاد سے کھل گئیں
میرے دل کی گلی ویران تھی
وہ روشنیوں سے سجا گیا
میرا انتظار بے رائیگاں
اسے فرصتیں نہ مل سکیں
میری آس کا جو دیپ ہے
سر رہ میں نے جلا دیا
میرے دل کی نگری کو دیکھ تو
یہاں ہر طرف نمی ہے کیوں ۔ ؟
تیری یاد میں آنکھ برس گئی
ان آنسوؤں نے کیا یہ
تجھے دیکھنے کو دل ہیں
میرے گھر کے بھی در و دیوار
وہ لوٹ آیا ہے یہیں مجھے راستوں نے بتا دیا ہے
میرے دل کی تنہائیاں بھی مٹ گئیں
اسے ہم نوا بنا لیا !!

ثنا شریف ننکانہ صاحب

انتظار

اک تیرے آنے کی آس رہتی ہے
نا امید بھی نہیں ہوں
لیکن پھر بھی ایک دھڑکا سا لگا رہتا ہے
کبھی امید اور کبھی نا امیدی
کے ہنڈولے میں جھولتی رہتی ہوں
کاش کہ اب میرا انتظار ختم ہو
اور میں نا امیدی کے ہنڈولے
سے نکل کر تیری سنگت میں زندگی گزاروں
کہ بس!
اک تیرے آنے کی آس رہتی ہے

طیبہ نذیر شادیوال گجرات

میں نے محبت کی ہے

شہر میں صرف کہاں میں نے بغاوت کی ہے
بات اتنی ہے فقط میں نے محبت کی ہے
ہجر کی آگ میں تم چھوڑ گئے تھے جلتا
یہ مرا ظرف کہاں تم سے شکایت کی ہے
ہے انگوٹھی بھی ترے نام کی انگلی میں ابھی
کب بھلا میں نے امانت میں خیانت کی ہے
بدلہ بدلہ جو مرا آج ہے لہجہ انیرا
میرے حالات نے یہ کیسی مری حالت کی ہے

قرۃ العین عافیہ ۔ ٹانک شہر

نظم

یہ جو سانپ سیڑھی کا کھیل ہے
ابھی ساتھ تھے دونوں ہم نوا
وہ بھی ایک پہ
میں بھی ایک پہ
اسے سیڑھی ملی وہ چڑھ گیا
مجھے راستے میں ہی ڈس لیا
میرے بخت کے کسی سانپ نے
بڑی دور سے پڑا لوٹنا
زخم کھا کر اپنے نصیب کا
وہ ننانوے پر پہنچ گیا
میں ڈس کے پھیر میں گھر گیا
چاہیے اسے ایک نمبر تھا
جو نہیں ملا سو نہیں ملا
میں بڑھا تو بڑھتا چلا گیا
بس ایک چوکے کی بات تھی
پر اس سے جیتنا میری مات تھی
غلط چلی میں نے جان کر گوٹ
اور سانپ کے منہ میں ڈال دی
یہ جو پیار ہے کبھی سوچنا
یہ بھی سانپ سیڑھی کا کھیل ہے !!

صائمہ قریشی آکسفورڈ

غزل

نکلی جو بات منہ سے تو پتھر اٹھا لیا
پھر اس نے اپنے چہرے کو خود سے چھپا لیا
اب کتنے رنگ بدلے گی یہ زندگی کی دھوپ
طوفاں نے آج اک نیا سورج اگا لیا
اس کی صدا نہ گونج سکی جب دلیل پر
ہاتھوں سے دونوں اپنا ہی چہرا چھپا لیا
سورج کی تیز روشنی کھڑکی سے آ گئی
ہم نے بھی اپنے ہاتھ میں خنجر اٹھا لیا
دیکھی تھیں ہم نے خواب میں وہ چوڑیاں منیر
آنکھوں پہ ہم نے کانچ کا ٹکڑا جما لیا

منیر جہلمی جہلم

دوست کا پیغام آئے

حما احمد

اک پیاری سی دوست عائشہ ضمیر کے نام

السلام علیکم! (چڑیل) کیسی ہو؟ اب زیادہ آنکھیں پھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اُف! عاشی کی بچی بس بھی کرو کھانا ہے کیا؟ گھورے جا رہی ہو۔ ہاں ہاں جناب یہ میں ہی ہوں یعنی صالحہ بقلم خود 22 نومبر کو تمہاری برتھ ڈے ہے سوچا تمہیں گریٹسٹ سرپرائز دوں کیسی لگی برتھ ڈے وش کیسا لگا؟ ارے سارے ب بس بھی کرو کھانا ہے میں ہی ہوں کوئی ڈھول ڈرم یا پھر دھمیاں نہیں ہے (ہاہا)۔ شاک لگ رہا ہے ناں؟ یہی تو لگانا تھا تمہیں آنچل میں انٹری دے کر دیکھا اب مان جاؤ لڑکی کہ میں بھی کوئی چیز ہوں اور ہاں سب سے اسپیشل جناب تمہیں سلام کہہ رہی تھی اور یہ بھی کہ تم اسے مس کرنا چھوڑ دو اور کے بیسٹ ڈنرز دل لگا کر پڑھنا اور مجھے بھی یاد کرلینا او کے اللہ حافظ۔

صالحہ امتیاز ۔ چیچہ وطنی

آنچل کی پریوں کے نام

السلام علیکم! مائی سوئٹ فرینڈز کیسی ہیں آپ سب؟ ڈیر جاناں کدھر غائب ہو؟ آنچل میں جلدی آجاؤ۔ فضہ اسلم ڈیر امتحان میں کامیابی کی مبارک باد اور شازیہ کی شادی کی بھی۔ ہاں جی شازیہ صاحبہ آپ کو بہت بہت مبارک ہو شادی کی۔ عروسہ شہوار اور یاسمین عندلیب کو بھی شادی کی مبارک باد۔ جیا عباس کتاب کی اشاعت پر مبارک باد۔ پیاری امبر گل اینڈ سوئٹ نوشین تم لوگوں کے لفظس بہت پیارے تھے بالکل تم دونوں کی طرح میری جن فرینڈز کو میرا افسانہ پسند آیا ان کا بے حد شکریہ۔ نوشین اقبال، سارہ چوہدری، اریبہ شاہ، چاندنی، ایمن بٹ، سلمٰی ملک، حمیرا نگاہ، مسکان، صنم ناز، سائرہ رضا، شکیلہ یونس، ثوبیہ مرزا، عروسہ شہوار، صدف ممتاز، رمشہ، عظمت، فضہ، بشریٰ، منیبہ نواز، وجیہہ خان آپ سب فرینڈز کا شکریہ۔ فری آپی، غزالہ داؤ، فصیحہ آصف، فریدہ خانم آپ سب کیسی ہیں؟ سارہ ڈیر اللہ پاک آپ کو سچی خوشیاں اور سچی محبتوں سے نوازے آمین۔ فوزیہ کرن (شورکوٹ) ڈیر کیسی ہو؟ ثوبیہ مرزا ہنستی رہا کرو یار۔ اللہ تمہیں ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے آمین۔ ہادیہ مظفر نومبر میں تو تمہاری سالگرہ ہے۔ بہت بہت مبارک ہو میری سب آنچل فرینڈز، ریڈرز اور رائٹرز کو میرا پُرخلوص سلام قبول ہو دعا گو۔

بشریٰ باجوہ ۔ اوکاڑہ

شاہ زندگی اور جیا عباس کے نام

کیسی ہو جیا! آپ کا دکھ ہم سب کا دکھ ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا کرے اور ڈھیر ساری خوشیاں دے۔ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں شاہ زندگی جی کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ آپ سے دوستی کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ بھی سید خاندان سے ہیں اور میں بھی سید خاندان سے ہوں اور دوسری مجھے آپ کی باتیں بہت پسند ہیں تو پلیز مجھ سے دوستی کرلو زندگی اس کے علاوہ جو بھی مجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہے تو موسٹ ویلکم!

نور سحر شاہ

نازیہ کنول نازی کے نام

آپی السلام علیکم! آپی کیسی ہیں آپ؟ آپ کی تحریر نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کردیا ہے کہ میں آپ کو آپ کی کہانی کے بیسٹ کمنٹ کروں آپ کی یہ کہانی حقیقت پر مبنی تھی آپ نے ہمیں بہت سی اہم معلومات فراہم کی ہیں جو کہ ہم نہیں جانتے تھے۔ جب ہم کہانی کو پڑھتے تھے تو ایسا لگتا جیسے ہمارے اندر ایک نئی قوت پیدا ہو رہی ہے۔ ہم آپ کی طرح محب الوطن تو نہیں لیکن پھر بھی جب کہانی پڑھتے ہیں تو دل کرتا ہے اپنے ملک کے دشمنوں کو ختم کردیں۔ آپی آپ کی کہانی کا اینڈ بہت بہت اچھا تھا آخر میں یہ کہنا چاہوں گی کہ آپ کی کہانی کی تعریف کے لیے مناسب الفاظ نہیں مل رہے جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ ہمیشہ سچ لکھتی رہیے گا چاہے جتنی بڑی رکاوٹ ہی کیوں نہ آئے ہمارے اندر حب الوطنی کا جذبہ بیدار رہے اللہ حافظ۔

ثمرہ بٹ ۔ لودھراں

پیاری آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم کیسی ہو آپ سب؟ شمع مسکان (جام پور) اگست میں آپ کی سالگرہ تھی میں نے آپ کو وش بھی کیا تھا پر میرا پیغام ہی کہیں رل گیا۔ خیر آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ نوریہ سلطان (تونسہ شریف) اور علمہ شمشاد حسین آپ نے میری سالگرہ پر مجھے کیا یاد رکھا بہت خوشی ہوئی بہت بہت شکریہ بہنوں! احسن جنوں کو میرا تعارف اچھا لگا ان کا بہت بہت شکریہ، اسپیشلی وجیہہ خان (بہاولپور) ثوبیہ کوثر (ملتان) ثوبیہ چندا اب ٹھیک ہوگئے آپ کے؟ میں نے دعا کی تھی آپ کا انداز ہر بار میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دیتا ہے (مجھ پر کمنٹ دینے کا)۔ شاہ زندگی بہت بہت شکریہ یاد رکھنے کا جواب دیر سے دیا پر دیا تو سہی (سوچ بچار بھی تو کرنا تھی)، کبھی کبھی مجھے اپنا دوپٹہ اوپر بھی کہتی ہے وہ آج کل کدھر گم ہے؟ (نادیہ) کیسی ہیں آپ؟ ممی پری کے لیے بہت سی دعائیں۔ آپ کا پیار بھرا پیغام پڑھ کے بہت خوشی ہوئی شکریہ۔ نوریہ طیبہ نذیر پیاری فرینڈ حبیبہ، عظمیٰ شاہین، مستقیم جاناں (سوئٹی) ٹھیک ہو تم کیوں نظر نہیں آتی ہو آنچل میں؟ جیا بہنا کیسی ہو آپ؟ میں نے کدھر گم ہونا ہے آپ محسوس کریں ہم پاس ہی ہیں آپ کے لیے دعاؤں کی طالب آپ کی

نادیہ یسین ۔ ساہیوال

تمام دوستوں کے نام

السلام علیکم کیسی ہو آپ سب؟ ارے میں آپ سب یعنی آنچل والیوں کو کہہ رہی ہوں۔ سب سے پہلے سباس آپی آپ نے کہا دوستی کرکے بھول گئی ہوں، آپی جی بھولی بالکل بھی نہیں بس کچھ مصروف تھی اور بیمار بھی تھی۔ پیاری دوست شمع مسکان تم مجھے بے حد اچھی لگتی ہو یاد کرنے کا شکریہ۔ صد خوش رہو اور ماہ رخ سیال آپ نے میرے نام دوستی کا پیغام لکھا تھا مجھے قبول ہے اور ثوبیہ کوثر آپ نے پوچھا میں کہاں رہتی ہوں، ملتان میں بائی پاس چوک سے آگے ایک گاؤں ہے چاہ باغ والا کھوہ اُدھر رہتی ہوں اور ایمن جان! ہو کیسی ہو؟ اللہ کرے ٹھیک ہو جہاں بھی رہو خوش رہو اور آسیہ، روبینہ (کزن) آپ دونوں کیسی ہو؟ روبینہ پریشان نہ ہوا کرو دعا کرو سب ٹھیک ہوجائے گا۔ سائرہ بھی ٹھیک ہوجائیں گی ان شاء اللہ۔ سیدہ میڈم منگنی کی مبارک باد۔ دسمبر میں شادی ہے تمہاری اگر کسی نے بلایا تو ضرور آؤں گی اور سب کو سلام دینا اور اسماء میڈم ہر وقت گھر میں ہی رہتی ہو کبھی میری طرف چکر لگالیا کرو ہمیشہ میں ہی آتی ہوں اور ہاں رسالے ذرا جلد پڑھا کرو بہت دن لگا دیتی ہو اور میری بہن میری مٹھو میری پیاری بہن اقصیٰ کیسی ہو یار؟ کم کھایا کرو موٹی ہوتی جا رہی ہو تم، بکرا عید کے فوراً بعد ملتان آجانا امی سے کہوں گی کہ تمہیں بھیج دیں تاکہ میرے ساتھ کچھ کام کروا سکو مگر امید کم ہے ہمارے آنے کی امی کو سلام اور بھائیوں کو پیار دینا۔ دعا کرتا جو ہو سب صدا خوش رہو آپ سب اور ثمینہ مائی فرینڈ منگنی مبارک ہو ہماری نعمت بہت پیاری ہے بالکل میری طرح۔ اللہ اس کا نصیب اچھا کرے اور تمہارا بھی اور شمائلہ کو شادی کی مبارک باد صدا سہاگن رہو صدا خوش رہو آمین اللہ حافظ تم سب کی اپنی۔

نورین شفیع ۔۔۔ ملتان

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم آنچل اسٹاف، ریڈرز، رائٹرز آپ سب کیسے ہو؟ امید کرتی ہوں آپ سب اللہ کے کرم سے ٹھیک ہوں گے۔ فاخرہ سکندر بٹ (لنگڑیال گجرات) آج سے ہم فرینڈز ہیں ہماری دوستی پکی (اب خوش)۔ فوزیہ سلطانہ میں بھی آپ سے ناراض ہوسکتی ہوں ایسے سوئٹی روٹھے ہوئے لوگوں کو منانا آنا چاہیے نا۔ عظمیٰ شاہین اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے مقصد میں کامیاب کرے اور عظمیٰ فرید آپ کو شادی کی مبارک ہو۔ ہمیشہ خوش رہو۔ سارہ چوہدری لیٹر کے نیچے نام لکھنا بھول گئی تھیں آپ ویسے بھی جب آنچل ہاتھ میں ہو تو کہاں ہوش رہتا ہے (ہاہا)۔ کیوں ٹھیک کہا نا میں نے۔ سیدہ جیا عباس کاظمی آپ کو بہت بہت مبارک ہو آپ کی کتاب جو شائع ہوئی ہے "تیرے بعد" خوش رہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کو ہمیشہ آسان بنائے رکھے آمین۔ نادیہ یسین آپ کہاں گم ہوگئی کوئی اتا پتا نہیں جناب کا اور شمیم ناز صدیقی آپ بھی بہت بہت یاد آرہی ہو اور آمنہ ریاض (فیصل آباد) میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ معذوری کی زندگی سے چھٹکارہ پاکے لمبی اور صحت والی زندگی گزاریں آمین۔ کشور بلوچ (ننکانہ صاحب) آپ تو بالکل ہی غائب ہوگئی ہو غلطی سے بھی آنچل میں تم نظر نہیں آتیں کیا اتنی ہی بزی ہوگئی ہو۔ میری فرینڈ اور میری پڑوسن ماریہ کی شادی ہے میری اللہ سے دعا ہے کہ تم ہمیشہ خوش رہو اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی کو سہل طریقے سے گزارے کیوں ماریہ کیسا لگا۔ اپنے آنچل کے توسط سے تمہیں وش کررہی ہوں (اب خوش ہو)۔ اینڈ میں سب کو یہ کہنا چاہوں گی کہ دو دن کی زندگی ہے سب سے ہنسی خوشی ملیں، کوئی بھی انسان دنیا میں بُرا نہیں ہے بس ایک دوسرے کے رویوں کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے دور ہوجاتے ہیں زندگی ایک ہی اصول پر گزاریں اپنی نیت کو ہمیشہ صاف رکھیں دوسروں کا خیال رکھیں آپ کو اپنا خیال رکھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی انسان سے امید مت رکھیں کیونکہ اجر دینے والی اللہ کی ذات ہے اور ایک دوسرے کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں آپ کا ضمیر مطمئن رہے گا اللہ حافظ۔

طیبہ نذیر ۔ گجرات

میری بلا نثری ثوبیہ فیصل کے نام

دوست ایک ایسی ہستی ہے جس کے دم سے زندگی کی تمام رونقیں قائم ہیں اے میری دوست تم نے مجھے محبتوں کے تمام رنگوں سے آشنا کیا اللہ تمہیں دو جہانوں کی خوشیاں عطا فرمائے ثوبیہ جاناں میں کیا کروں یار! مجھے تمہارے بغیر کچھ اچھا نہیں لگتا ایک گاؤں میں بھی رہتے ہوئے کتنا عرصہ گزر جاتا ہے ایک دوسرے کو دیکھے ہوئے میں تم سے بے انتہا بے حساب اور ٹوٹ کر محبت کرتی ہوں میں ہر لمحہ تمہیں دعائیں دیتی ہوں اللہ تمہیں ہمیشہ اپنی امان میں رکھے تمہیں زندگی میں بہت سی خوشیاں دے اور تم اور میں ہمیشہ ساتھ رہیں آمین۔ سچ تو یہ ہے میرے پاس لفظوں کی نہریں ہیں نایہ مجھے تمہارے ساتھ نے وان کیے ہیں۔

ثوبیہ نواز اعوان ۔ کنڈان سرگودھا

آنچل فرینڈز کے نام

سیدہ جیا عباس کاظمی میری طرف سے بھی آپ کا پہلا شعری مجموعہ "تیرے بعد" کے لیے بہت مبارک باد۔ اللہ آپ کو بہت زیادہ کامیابیاں عطا فرمائے۔ فوزیہ سلطانہ، سباس گل، طیبہ نذیر، شمع مسکان، شاہ زندگی کیا آپ مجھ سے دوستی کروگی آپ کے جواب کی منتظر۔

آنسہ شبیر ۔ ڈوگہ گجرات

آنچل کی پریوں کے نام

سب سے پہلے میری پیاری سی تمام پریوں جیسی دوستوں کو میرا

یعنی جاناں کا محبت بھرا سلام۔ کہیے جناب کیسے مزاج ہیں میں تو فٹ فاٹ اینڈ جاب میں بزی ہوں۔ مجھے یاد کرتی ہونا آپ سب پلیز دعاؤں میں یاد رکھنا بس یہ دعا ضرور کرنا کہ اللہ مجھے میرے مقصد میں کامیاب کرے آمین۔ بشریٰ آپ کیسی ہو دوست؟ یار میں نے آپ کو بھولی ہوں نہ دور ہوئی ہوں بس بزی ہوگئی ہوں۔ اسی بے بات نہ کر پائی پچھلے دنوں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اپنی فرینڈز کو بھول جاؤں میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں اور رہوں گی ان شاء اللہ۔ مہک ملک یعنی کوثر اعوان! سنا ہے آپ کی شادی ہوئی ہے مگر آپ نے اپنی بیسٹ فرینڈز جو کبھی تھیں یعنی جن کو آپ بیسٹ فرینڈز کہتی تھیں، بشریٰ اور میں یعنی جاناں ہم دونوں کو انوائٹ نہیں کیا حیرت ہے یار، خیر خوش رہو ہر پل آپ کی مرضی۔ ثنا بیہ کیسی ہو آپ یار کدھر غائب ہو آ گئی مس یو۔ مقدس رباب آپ تو بھول گئی ہو جاناں کو بلکہ آنچل میں بھی حاضری لگائے کتنے ماہ ہوگئے ہیں جاذیار۔ مہک جی (نواب شاہ) جاناں آپ کی دوست ہے یار، نازی آپ بہت گریٹ ہو جتنی تعریف کروں کم ہے نوزی مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں (شاید مجھ میں کوئی کمی ہے جو میں آپ کی دوستی کے معیار پر پوری نہیں اتر سکی)۔ شبنم شبیلہ آپ کو جاناں نہیں بھولی 22 اگست کو اریبہ شاہ یعنی رابی کی سالگرہ تھی بہت مبارک سوری ہم لیٹ ہوگئے۔ خوش رہا کرو آپ بھی اور ہماری کرن بھی اداس اچھی نہیں لگتیں۔ دونوں پریشان مت ہوا کرو ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، سب فرینڈز خوش رہو پھر حاضر ہوں گی اجازت دیں اللہ حافظ۔

جاناں ۔۔۔ چکوال

سویٹ بھتیجی سنیاں زرگر کے نام

السلام علیکم! میری پیاری بھتیجی ابھی 5 نومبر کو تمہارا برتھ ڈے ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو سویٹ منی ہیپی ریٹرنز آف دا ڈے، وآلی بلکہ بیسٹ وشز اس کے ساتھ ساتھ 21 کو صبا کی 22 کو آمنہ کی اور 11 نومبر کو بھائی کی بھی سالگرہ ہے اللہ تم سب کو ڈھیروں ڈھیر خوشیاں عطا کرے اور تمام غموں اور پریشانیوں سے بچائے رکھے آمین۔ امید ہے بلکہ پورا پورا یقین ہے کہ تم سب کو یہ پڑھ کر بہت خوشی ہو رہی ہوگی اسی طرح سدا خوش رہو اور دوسروں کو بھی خوش رکھو اللہ حافظ۔

اقصیٰ زرگر ۔۔۔ جوڑہ

چندا آپی زنیرہ جا بر رابعہ اکرم اور ام کلثوم کے نام

السلام علیکم! چندا جی گھبر نہ جانا میں ہی آپ کی (ہاہا) آپی تسی گریٹ ہو جی آپ کی موجودگی میں مجھے کسی اور کی کبھی ضرورت ہی فیل نہیں ہوئی آپ واقعی بہت بہادر ہیں اللہ آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے زنیرہ جانی تم کیسی ہو اور اب طبیعت کیسی رہتی ہے؟ زونی ڈیئر! بہت بہت مبارک ہو 9th میں شاندار نمبروں سے پاس ہوئی ہو (یار بڑی کنجوس نکلی ہو ابھی تک سویٹ نہیں بھیجی)۔ اللہ تمہیں دنیا و آخرت کے ہر امتحان میں کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔ رابی! جی میری دوست بتائے کہاں غائب ہو جاتی ہو۔ ایسا نہ کرو تمہیں پتا ہے نا میں کتنی پریشان ہوتی ہوں۔ ام کلثوم ڈیئر میں آپ کے لیے دعا کرتی ہوں اللہ آپ کو صحت عطا فرمائے اور آپ کی ساری مشکلیں دور فرمائے بس صبر کرو تو اللہ بہت نوازے گا اپنے کرم سے۔ کبھی مایوس نا امید مت ہونا اس پاک ذات سے جس نے پیدا کیا۔ بے شک وہ ہمارے لیے جو بھی کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ سب دوستوں کو سلام اور سب کے لیے ڈھیر ساری دعائیں۔ آپ سب اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا اور خصوصاً میرے ۔۔۔ کے بے دعا کرنا اللہ آپ کو اجر دے گا آپ سب کی اپنی۔

حمزہ بھو ۔۔۔

دوستوں کے نام

امبر گل، نجمہ ثنا، سباس گل، پروین افضل شاہین، انیس انجم آپ سب مجھے بہت اچھی لگتی ہیں جب جب آپ سب کا کالم رسالے میں چھپتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے میں خوشحال ہوں میں آپ سب سے دوستی چاہتی ہوں اللہ آپ سب کو خوش رکھے اور آپ سب کی دلی مراد پوری ہو آمین۔ نازیہ جی آپ مجھے بہت پسند ہیں آپ کی کہانیاں شعری غزلیں ہر بات دل میں اتر جاتی ہے۔ باقی سب قارئین بہنوں کو سلام۔

صدف خالد ۔۔۔

مائی سویٹ عمیرہ داؤ کے نام

2 نومبر کو اک حسین روشن صبح اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کے ساتھ میری سول میٹ اس دنیا میں ہر طرف اجالا بکھیرنے آ گئیں۔ مائی سول میٹ سالگرہ بہت بہت مبارک ہو میری دلی دعا ہے کہ اللہ آپ کو زندگی کے ہر امتحان میں کامیاب کرے خوش رہیں ہمیشہ چاند کی طرح ہر سو اپنی روشنی بکھیریں آمین۔ ڈیئر سول میٹ کچھ لوگ خاص ہوتے ہیں ہر ایک کی زندگی میں جو دل کے بہت پاس ہوتے ہیں سول میٹ آپ میری زندگی میں بہت اہمیت رکھتی ہیں آپ میرے لیے بہت خاص ہیں میرے دل میں آپ کا بہت اونچا مقام ہے آپ میری آئیڈیل ہیں میں بہت کوشش کرتی ہوں آپ جیسا بننے کی مگر ابھی تک نہیں بن پائی آئی لو یو سو مچ مائی سول میٹ! گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین سمندری کی آل اسٹوڈنٹس اور اسٹاف کی طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو سول میٹ آپ کا ہمارے ساتھ یہ لاسٹ برتھ ڈے ہوگا اگلی سالگرہ تو آپ ہمارے جیجو جی کے ساتھ منائیں گی اللہ آپ دونوں کی جوڑی سلامت رکھے اور آپ کو ڈھیر خوشیاں دے آمین۔ مائی سول میٹ آپ جہاں بھی رہیں میری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گی پلیز مجھے کبھی بھول مت جانا گا پھیں پھولیں پھلیں۔ دعا گو صرف آپ کی۔

عظمیٰ بٹ ۔۔۔ سمندری

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم کیسی ہو آپ سب؟ جنت شاہ، مین جیدانی اینڈ پنکی شاہ کیسی ہو یار! الفت میراج، سائرہ، راضی کیسی ہو یار مجھے آپ کی دوستی منظور ہے شاہ زندگی آپ کا نام بہت خوب صورت ہے آپ کا دلوں والا گروپ مجھے بہت پسند آیا ہے۔ سمیرا شریف طور آپ کیسی ہو؟ آپی آپ کی باتیں اور آپ کا جواب دینے کا طریقہ بہت اچھا ہے، آپ کی کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں اور میں انہیں بہت شوق سے پڑھتی ہوں مجھے یقین نہیں آیا تھا جب آپ نے میرے سوالوں کا جواب دیا تھا۔ میں اللہ سے دعا کروں گی کہ آپ کو سمعان احمد جیسا کوئی مل جائے اور آپ کی زندگی پھولوں کی طرح بن جائے۔ نازیہ کنول نازی کیسی ہو آپ یار اتنے خوب صورت لفظ کہاں سے ملتے ہیں مجھے بھی بتاؤ یار۔ عبدالخالق کی موت نے مجھے دل دیا اور حوروں پر ہونے والے ظلم نے مجھے بہت دکھی کیا۔ میری پیاری کزنیں حمیرہ شاہ، سدرہ شاہ، حرا یسین شاہ، شنانشہ شاہ، انیتا شاہ آف ملتان، عابدہ شاہ، کوثر شاہ، ہاشمی ساجدہ شاہ، صابرہ شاہ، زرین شاہ، روبیہ شاہ، مسکان شاہ میرے اکلوتے بھائی فیصل شاہ، جانی شاہ یہ میرے بھائی بہت سویٹ ہیں ہونٹس ہیں آپ سب لوگ کیسے ہو؟

صنم شاہ عرف سنی ۔۔۔ حضرت پیر عبدالرحمن

سویٹ نورا اور آنچل کے نام

السلام علیکم نور جی کیسی ہو؟ مجھ سے دور جا کے تو تم نے رابطہ تک ختم کر دیا یوں اچانک بتایا اور چلی گئی مجھے بہت یاد آتی ہو آئی مس یو سچ مچ رنگیلی۔ جانی تم تو بہت بدتمیز ہوتی جا رہی ہو جنگلی بلی ہر وقت مجھ سے لڑا کرو کول کپے کی طرح منہ بنا پڑھ کے نسرین کرن، تم لوگ تو شادی کر کے غائب ہی ہوگئی ہو دونوں۔ کبھی تو ہمارا خیال بھی کر لیا کرو بہت ہی پیارے ڈاکٹر جانی بھیا، عرشیہ، بقول عبدالرفیع خان نور تم لوگ جہاں بھی رہو میری ہر دھڑکن سب کو یاد کرتی ہے جب بھی میرے ہاتھ دعاؤں کے لیے اٹھے کبھی آپ کو نہیں بھلایا۔ فاطمہ فریحہ تم دونوں بہت محنت کرو تاکہ زندگی میں کچھ بن سکو بہت عزیز ہو تم دونوں مجھے اقصیٰ یسین، عائشہ شاہ یار ہر وقت شکووں کے انبار اکٹھے کر کے رکھا کرو اب تو راضی بھی ہو جاؤ۔ اتا اب شاہ زندگی، شہر بانو اور سب آنچل فرینڈز سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں تھامنا آپ کا کام ہے جناب! جواب کی منتظر رہوں گی۔ عائشہ منیر تمہیں عمرے کی مبارک باد۔ ہمارے لیے بھی دعا کرو کہ یہ سعادت ہمیں بھی نصیب ہو امیر بھائی آپ میری دوست جانی کا بہت خیال رکھا کریں اللہ سب کو خوش اور اپنی امان میں رکھے آمین۔

زائرہ خان خٹک ۔۔۔ مسلم کالونی میانوالی

قابل احترام مسز مسرت اقبال (راولپنڈی) کے نام

السلام علیکم مس! امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں آپ کے ساتھ وقت بہت جلدی گزر گیا۔ مجھے آپ کی تمام باتیں جو میرے لیے سنہری اور قیمتی پھول ہیں وہ سب میرے پاس محفوظ ہیں۔ میں آج آپ سے اپنے دل کی بات آنچل کے ذریعے کر رہی ہوں کہ آپ کے سامنے نہیں کر سکتی۔ مس آپ نے ہی میری انگلی پکڑ کر مجھے کامیابی کے رستے پر چلایا اور مجھے حوصلہ ہمت اور جرأت کا سبق سکھایا میں تو کچھ بھی نہ تھی آپ نے مجھے میرے والدین کے لیے بہت کچھ بنا دیا، آج اگر میں کامیاب ہوئی ہوں تو آپ کی وجہ سے۔ میں اور میری والدہ آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہیں "شکریہ مس" اللہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے جب تک آپ جیسے استاد پاکستان میں موجود ہیں کوئی پڑھنے والا ناکام و نامراد نہیں ہو سکتا سوائے ان کے جو نصیحتوں کو عذر تقریر اور بہت کچھ سمجھتے ہیں جس طرح آپ نے میرے اوپر آنے والی پریشانی کو اپنی سنہری باتوں سے دور کیا اللہ تعالیٰ آپ کی تمام پریشانیوں کو دور فرمائے آمین۔ بے شک سب کچھ کرنے والا اللہ ہے مگر وسیلہ تو بندہ ہے اور میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے آپ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا اس کے لیے میں جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ اللہ آپ کو صحت کاملہ عطا کرے اور آپ کو خوش گوار زندگی نصیب ہو آمین اللہ حافظ۔

زوبیہ شاہین ۔۔۔ مانگا

بشریٰ قریشی، شہلا غزل، مس عائشہ کے نام

ہیلو مس جی کیسی ہیں آپ؟ آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں میرا دل چاہا کہ میں آپ کو آنچل میں مخاطب کروں اس پے لکھا ہے کیسا لگا آپ کو؟ آپ بہت اچھی ہیں اتنی کہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی، ساری شاگردوں کی آپ بیسٹ ٹیچر ہیں میری دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کو ہمیشہ خوش و خرم شاد و آباد رکھے آپ کی ہر دلی مراد پوری ہو آمین۔ ڈیئر بشریٰ تم کتنی بے مروت ہو، آنچل خود نہیں منگواتی ہو اور مجھ سے سارے رسالے لے کر پڑھ لیتی ہو مگر پھر بھی مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ شہلا غزل، ماریہ، سمیرا میں تم سب کو بہت بہت یاد کر رہی ہوں یار جلدی سے مجھ سے رابطہ کرو اور تم سب کو اچھے نمبروں سے پاس ہونے کی بہت بہت مبارک ہو والسلام۔

نبیلہ مسکان ۔۔۔ تریاڈیم

میرے ساجنوں کے نام

میں نے یہ پیغام اپنوں کے نام لکھا ہے کاش میں اپنے تایا ابو اور امی سے مل لوں ایک بار زندگی میں ملنے کی حسرت ہے۔ مریم باز میں آپ کی بیٹی آپ سے ملنا چاہتی ہے ابو کہتے ہیں آپ کینیڈا چلی گئیں پھوپھو کہتی ہیں لندن پلیز اگر آپ تک میرا یہ پیغام پہنچ جائے تو ضرور ملنے آئیے گا اور تایا ابو آپ کو میں نے نہیں دیکھا میں نے کیا میرے ابو

نبیلہ کیسی ہو؟ تمہیں یقیناً عجیب لگ رہا ہوگا میرا اس طرح مخاطب کرنا پریشان مت ہو میں نے سوچا تم ہم سے دور جارہی ہو تو جاتے جاتے ایک سرپرائز ہی سہی جاؤ۔ نبیلہ ڈیئر! شادی بہت بہت مبارک ہو زندگی کے خوب صورت دور سے گزرنے جارہی ہو اللہ تمہیں اس میں کامیاب کرے تمہاری آئندہ زندگی آسانیوں سے بھردے۔ امید کرتی ہوں پیا دیس سدھارنے کے بعد مجھے اور منزہ کو نہیں بھولوگی (نہیں بھولوگی نا؟)۔ کبھی کوئی غلطی خطا ہم سے ہوگئی ہو تو معاف ضرور کردینا تاکہ ایک صاف شفاف دل کے ساتھ اگلے سفر پر روانہ ہو یقین مانو بہت یاد آؤ گی ہمیں بھی اور بچی لوگوں کو بھی۔ آخر میں قارئین سے بھی درخواست ہے کہ میری پیاری دوست، بہن، کزن کی آئندہ زندگی خوش گوار ہونے کی ضرور دعا کریں پلیز۔ سمیرا جی کیسی ہیں آپ؟ آپ کا ناول بہترین انداز میں آگے بڑھ رہا ہے ہر کردار کے ساتھ بھرپور انصاف کررہی ہیں، سمیرا آپ سے ایک درخواست ہے میں دسمبر، جنوری کے شمارے میں آپ کا مضبوط کرداروں پر مشتمل ناول پڑھنا چاہتی ہوں۔ اللہ آپ کو زندگی کے ہر امتحان میں کامیاب کرے آمین۔ نازی جی کیسی ہیں؟ آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک لیٹ سالگرہ وش کرنے پر معذرت۔ آپ کو ناول بہترین انداز میں ختم کرنے پر مبارک باد ضرور دوں گی بہت عمدہ۔ اللہ آپ کی ہر مشکل دور فرمائے آپ کی والدہ محترمہ کو صحت تندرستی عطا فرمائے۔ بہت سی دعاؤں کے ساتھ اجازت۔

فائزہ بھٹی ...... چونکی

سویٹ آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو شرارتی کڑیوں؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی سب کی سب فرسٹ آف آل مائی سویٹ سویٹ بھانجی عائشہ عبد القدوس یکم نومبر کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو حالانکہ مجھے پتا ہے کہ تم نے مجھے اپنی برتھ ڈے پر کھانا پلانا تو کچھ ہے نہیں، پھر بھی آنچل کے تھرو تمہیں وش کررہی ہوں۔ اسے میری طرف سے اپنا برتھ ڈے کا گفٹ سمجھ لینا اور دیکھ لو میں نے تمہارا پورا نام لکھا ہے خوشی یا افسوس لکھتی تو تمہاری فرینڈز نے ماننا نہیں تھا (سب شیطانوں کا ٹولہ ہے) اور مسٹر عرفان اور سلمان یاد ہے ناں اپنا پرامس؟ ایک مہینہ رہتا ہے تیار ہوجاؤ سیلیبریشن کے لیے۔ غزل ملک آپ کو 2 نومبر کو سالگرہ بہت مبارک ہو (رئیلی مس یو پلیز کم بیک) اور جناب 3 نومبر کو میری پیاری سی نازک سی فرینڈ کرن شاہ کی برتھ ڈے ہے بہت بہت مبارک ہو یار اور منی اور 4 نومبر کو ہادیہ اظفر، 6 نومبر کو سحر، 15 نومبر کو، نجم 17 نومبر کو حبہ اور 28 نومبر کو سدرہ اسلم کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ آپ سب خوش و آباد رکھے آمین فی امان اللہ۔

سلمیٰ ملک ...... قادر پوراں

سویٹ کزن اور فرینڈ ثوبیہ کے نام

السلام علیکم ڈیئر فرینڈ کیسی ہو؟ اپنی شادی کی مبارک باد آنچل کے توسط سے قبول کیجیے تمہارے لیے دعا ہے میری کہ

زندگی کی سبھی بہاریں
محبتوں سے عم ہوں
تمہارے دامن سے لپٹیں ہردم
کہ زندگی کے ہر پل سے
ہزاروں خوشیاں پیار کے
تم پہ نچھاور ہوں سب
کہ کوئی بھی ہے باقی
تمہارے دل میں
دعا ہے میری آمین

شمائلہ نیازی ...... چک

آنچل پریوں کے نام

امید ہے کہ سب فٹ فاٹ ہوں گی سب سے پہلے تو نازی آپی کو ڈھیروں مبارک باد اور دعاؤں کا خوب صورت سا تحفہ اتنا زبردست ناول لکھنے پر حالانکہ اس دفعہ آپ نے رُلایا بہت ہے مگر پھر بھی میری طرح یہ بہت سی قارئین کو برسوں یاد رہے گا بہت زبردست۔ سیدہ جیا "تیرے بعد" کی اشاعت پر میری طرف سے ڈھیروں مبارک باد۔ یار مجھے یہ کتاب کہاں سے ملے گی اور ہاں یاد آوری کا شکریہ۔ عظمیٰ فرید شادی کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ ہمیشہ آپ کو خوش رکھے آمین۔ عنبرین ڈیئر یکم نومبر کو تمہاری برتھ ڈے ہے سوچتی تھی پہلی برتھ ڈے تم تو مجھے بھول گئی ہوگی پھر بھی دیکھ لو میں نے تمہیں یاد رکھا ہوا ہے۔ غزل ملک 2 نومبر، کرن شاہ 3 نومبر، سحر 6 نومبر اور مشی (رمشہ حبیب تم آئیں) 7 نومبر کو تو بہت سی دعائیں آپ سب کے لیے۔ کائنات عابد 15 نومبر (ویسے آنچل نے تمہیں پیارا گفٹ دیا ہے وہ بھی ایڈوانس میں) 8 نومبر کو ہادیہ اظفر اور امیہ رباح تشریف لائیں۔ 20 نومبر سارہ کرن، 20 نومبر ساحل 21 نومبر شہ وقار آپ لوگوں کو بھی سالگرہ مبارک آپ سب کے لیے دعاؤں کا خوب صورت تحفہ۔ شہ زندگی! کیا ہوا ہے تمہیں تم تو سب کی زندگی ہو اپنا خیال رکھا کرو نا آخر میں انعم اور ماجو خان (جھنڈا بردار کہاں غائب ہو؟)۔ مہر گل، امبر گل، کل ہما شمع مسکان فرح طاہر، طیبہ نذیر، بشریٰ باجوہ، ام شہ، پروین افضل، نورین شفیع، سارہ یہ چوہدری، فوزیہ سلطانہ، ڈول ملک، رانی اسلم، منشیاں، زرگر (تم تو دوستی کرکے بھول ہی گئی ہو یار) کو ڈھیروں سلام اور دعائیں۔

فریحہ شبیر ...... شاہ نکندر

یادگار لمحے

جویریہ سالک

حمد باری تعالیٰ

جو بھی مانگو مانگو تم اپنے رب غفار سے
ہوگی تمہاری پوری حاجت اس کے ہی دربار سے
چھوڑ کے اپنے خالق کا در غیر کے پاس نہ تم جاؤ
جو بھی ملے گا تم کو ملے گا اپنے پالنہار سے
دل سے لگائے رکھو تم اللہ کے احکام کو
ورنہ تم محروم رہو گے اللہ کے دیدار سے
ظاہر اور باطن سے سب کے اللہ واقف ہے
پوشیدہ کوئی بات نہیں واقف الاسرار سے
کرتا ہے تقلید جو اپنے اللہ اور رسولؐ کی
خوش ہوتا ہے اللہ ایسے بندے کے اظہار سے
حمد و ثنا کے لائق صرف ذات شفیق رب کی ہے
لو لگا لو دنیا میں تم اپنے پروردگار سے

محمد شفیق اعوان ...... اٹک

نعت رسول مقبول ﷺ

کس منہ سے بیاں کروں شانِ مصطفیٰؐ
رکھیں گے یاد حشر تک احسانِ مصطفیٰؐ
اپنے مقام اوج سے پستی میں جاگری
چھوڑا ہے جب سے قوم نے فرمانِ مصطفیٰؐ
آنے نہ دوں گا حرف کوئی ان کی ذات پر
پیاری ہے مجھ کو جان سے بھی آنِ مصطفیٰؐ
ہر بات ان کی اس لیے کرتا ہوں میں قبول
فرمان ہے اللہ کا ہی فرمانِ مصطفیٰؐ
سب انبیاء سے آپ کا اونچا مقام ہے
کیا پوچھتے ہو مجھ سے تم ایمانِ مصطفیٰؐ
ہوگا نہ احتساب کا محشر میں ڈر انہیں
خوش بخت ہیں شفیق غلامانِ مصطفیٰؐ

محمد شفیق اعوان ...... اٹک

زندگی

زندگی کسی میدان کارزار کا نام نہیں، یہ جلوہ گاہ حسن کی جلوہ گاہ ہے۔ یہ ایک رونق بازار ہے جس میں سے خریدار گزرتا ہے وہ خریداری کرتا ہے اور اس کا سرمایہ ختم ہوجاتا ہے اور پھر تعجب ہے اس کی خریداری دھری رہ جاتی ہے وہ خالی ہاتھ واپس لوٹتا ہے رونق بازار قائم ہی رہتی ہے اور خریدار ختم ہوتے رہتے ہیں۔ زندگی کسی الجھے سوال کا نام نہیں یہ ایک پُرلطف منظر ہے ایک سننے والا نغمہ ہے۔ ایک سوچنے والا منصوبہ نہیں یہ ایک مشکل معمہ نہیں، زندگی تو بس زندگی ہے کسی کا احسان ہے، کسی کی دین ہے اور کسی کا عمل ہے۔ اچھے اعمال ہمیں بچالیتے اور بُرے اعمال ہمیں برباد کردیتے ہیں، زندگی حسن کی جلوہ گاہ ہے۔

واصف علی واصف کی کتاب "قطرہ قطرہ قلزم" سے اقتباس۔

حمنہ سحر ...... قصور

واللہ اب سائنس نہ پڑھایئے مجھے

یہ فزکس اس مرحلے میں کس کام کی بھلا
مشکل جو جھیل لوں تو آخر ملے گا کیا
نیوٹن کے قانون نہ سمجھایئے مجھے
واللہ اب سائنس نہ پڑھایئے مجھے
آتی نہیں کیمسٹری تو کوئی غم نہیں
چوں کہ ہم نے بنانا کوئی ایٹم بم نہیں
انجینئر کی پوسٹ نہیں چاہیے مجھے
واللہ اب سائنس نہ پڑھایئے مجھے
بائیولوجی بھی روگ ہے اور روگ بھی عجیب ہے
بے زبان مینڈکوں پر ظلم بے سبب ہے
اب مینڈکوں پر ظلم نہیں چاہیے مجھے
واللہ اب سائنس نہ پڑھایئے مجھے

علمہ اشمشاد حسین ...... کورنگی، کراچی

افسانچہ

مئی کی 9 تاریخ سے میں تمہارا انتظار کرنے لگی تمہارے ہجر و فراق کے یہ جاں گسل لمحات میں کس طرح

گزاروں، اس آہ و بکا و گریہ و زاری کا شاید تم پر کچھ اثر نہ ہو کیونکہ تمہیں کیا معلوم کے لمحہ لمحہ انتظار کرنا کتنا مشکل ہے، جیسے جیسے تمہارے آنے کے دن قریب آ رہے تھے میرا دل بے چین و بے قرار ہوتا جا رہا تھا۔ جس دن تمہیں آنا تھا اس دن میرا دل پتے کی مانند پھڑپھڑانے لگا۔ مجھے اپنی دھڑکنوں پر قابو پانا مشکل ہوگیا۔ مجھے کسی چیز کا ہوش نہ تھا، کھانا پینا سب بھول گیا تھا اور دل سے دعا نکل رہی تھی کہ یا اللہ پاک! خیر کرنا، جیسے ہی تمہیں بابا جان لے کر آئے اور میں نے بابا کا چہرہ دیکھا تو خوشی کا عکس دیکھ کر جلدی سے اس کی طرف بھاگی اور بابا جان نے میرے چہرے کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے اپنی بند مٹھی کو کھولا تو تم اس کی ہتھیلی پر جگمگا رہے تھے، خوشی کے مارے میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے کیونکہ میرا شاندار "رزلٹ" آیا تھا۔

قرۃ العین، ضائمہ عنبرین ۔۔ دارین، کلان

اچھی بات

جب ناخن بڑھ جاتے ہیں تو ناخنوں کو کاٹا جاتا ہے انگلیوں کو نہیں اور جب رشتوں میں غلط فہمیاں پیدا ہو جائیں تو غلط فہمیوں کو ختم کیا جانا چاہیے رشتوں کو نہیں۔

نورین شفیع ۔ ملتان

آنسو

کتاب ماضی میں ثبت
یادیں
بے جان تتلی
سوکھے گلاب
اور
چند آنسو
جو لکھے لفظوں میں گھل چکے ہیں
مفہوم الفت بدل چکے ہیں

سباس گل ۔ رحیم یار خان

اچھی باتیں

❖ کبھی کسی کو اپنی صفائی نہ دو کیونکہ جو آپ سے پیار کرتا ہے اس کو ضرورت نہیں اور جو نفرت کرتا ہے وہ کبھی یقین نہیں کرے گا۔

❖ اگر دکھوں کا دریا عبور کرنا ہے تو آنسوؤں کو جذب کرنا سیکھو۔

❖ مذاق ضرور کرو مگر اتنا یاد رکھو کہ مذاق کرنے اور اڑانے میں فرق ہوتا ہے۔

❖ کسی کی خاموشی کو تکبر نہ سمجھو، ہوسکتا ہے کہ وہ خود سے (اپنی ذات سے) جنگ کرنے میں مصروف ہو۔

❖ غریب پر احسان کیا کرو کیونکہ غریب ہونے میں وقت نہیں لگتا۔

زائنہ خان خٹک ۔ مسلم کالونی، میانوالی

اقتباس

"کچھ لوگ ہمیشہ ایسے ہی جاتے ہیں، بن بتائے، بغیر کوئی اپوائنٹمنٹ ہے، وہ اپنا کوئی پتا، فون نمبر بھی بتا کر نہیں جاتے جن پر انہیں رابطہ کر لیا جائے، ان کی کوئی قیمتی چیز بھی پیچھے نہیں رہ جاتی جس کو لینے کے لیے انہیں آنا پڑے۔ انہیں جانے کی اس قدر جلدی ہوتی ہے کہ وہ کوئی جھوٹا وعدہ کرنے کی زحمت بھی نہیں کرتے، کسی نشانی کو دے جانا بھی ان کے نزدیک تضیع اوقات ہوتا ہے۔ وہ تو جھٹ پٹ دروازہ کھڑکی کھول کر یوں نکل جاتے ہیں جیسے پل کے نیچے سے پانی گزر جاتا ہے آناً فاناً۔

اقتباس:۔ راجہ گدھ (بانو قدسیہ)

فائزہ بھٹی ۔ پتوکی

کچھ لوگ

❖ کچھ لوگ گھروں کی طرح ہوتے ہیں، وہ چاہے ہم سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہوں دل ان کی روح سے سمٹ جانے کے لیے بے چین رہتا ہے۔

❖ کچھ لوگ گلابوں کی طرح ہوتے ہیں ان کا نام لیتے ہی ہمارے اردگرد خوشبو سی پھیل جاتی ہے۔

❖ کچھ لوگ ستاروں کی طرح ہوتے ہیں جو دور سے چمکتے ہیں مگر ہمارے ہاتھ نہیں آتے۔

❖ کچھ لوگ گھٹاؤں کی طرح ہوتے ہیں جو دوسروں پر اس طرح برستے ہیں کہ زندگی کی سخت دھوپ نرم چھاؤں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

رانی اسلام، گوجرانوالہ

بے عزتی

ادریس: "آج ایک دوست نے میری بڑی بے عزتی کی۔"
وقار: "وہ کیسے؟"
ادریس: "وہ مجھ سے پوچھنے لگا، تمہیں گانا آتا ہے۔"
وقار: "اس میں بے عزتی کی کیا بات ہے، بالکل سیدھی سی بات پوچھی اس نے۔"
ادریس: "لیکن اس نے کافی دیر تک میرا گانا سننے کے بعد یہ سوال کیا تھا۔"

رمشاء عظمت ۔ بوسال مصور

تین چیزیں

حدیث میں آتا ہے "جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے۔"

❖ علم:۔ جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔

❖ نیک اولاد:۔ جو مرنے والے کے لیے دعا کرے۔

❖ صدقہ جاریہ:۔ جس سے اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ فیض یاب ہوں۔

عظمیٰ فرید خان ۔ ڈی آئی خان

قابلیت اور کردار

قابلیت اور کردار زندگی میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ قابلیت آپ کو بلندی تک پہنچاتی ہے جب کہ اچھا کردار آپ کو ہمیشہ بلند رکھتا ہے۔

مدیحہ کنول سرور ۔ چشتیاں

سات حکایتیں زندگی کی

✦ شک:۔ وہ رشتہ ختم ہو جاتا ہے جس میں شک اپنی جگہ بنا لیتا ہے۔

✦ پیار:۔ اگر کسی سے پیار کرنا ہے تو اتنا کرو کہ وہ چاہ کر بھی تم سے نفرت نہ کر سکے۔

✦ نفرت:۔ اگر کسی سے نفرت کرنی ہے تو پہلے خود کو دیکھ لو۔

✦ احساس:۔ جب تک دلوں میں احساس نہ ہو کوئی رشتہ کامیاب نہیں ہوتا۔

✦ غصہ:۔ اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے پیار کریں تو اپنے اندر سے غصہ ختم کرو۔

✦ یقین:۔ اگر کسی پر یقین کرنا ہے تو حد سے زیادہ کرو یا تو ایک اچھا انسان ملے گا یا پھر اچھا سبق۔

✦ عزت:۔ ہر رشتے کی بنیاد عزت ہے، جس رشتے میں عزت نہیں اس کی بنیاد کمزور پڑ جاتی ہے۔

الفت اینڈ فائزہ عباسی ۔ چناری آزاد کشمیر

کامیابی کا راز

✦ زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ پریشانیوں میں گھبرا ہونے کے باوجود ہمت اور حوصلے سے آگے بڑھا جائے۔

✦ مصیبت میں گھبرانا خود بڑی مصیبت ہے۔

✦ خوف اور وہم آگے بڑھنے کا راستہ روک دیتے ہیں، کامیابی صرف انہیں ملتی ہے جو مستقل مزاجی سے محنت کرتے ہیں اور مایوسی کو قریب نہیں آنے دیتے۔ اور جو لوگ صبح کو فیصلہ کرتے ہیں اور شام کو بدل دیتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

✦ بے شک دیر تک سوچو مگر سوچنے کے بعد جو فیصلہ کرو وہ اٹل ہو۔

✦ بغیر کوشش کے کامیابی حاصل کرنا ایسا ہے جیسے بغیر پروں کے اڑنے کی کوشش کرنا۔

ایس انمول ۔ بھابڑہ شریف

مہکتی کلیاں

✦ استاد کی نظر معاملے کے اس پہلو پر ہوتی ہے جہاں شاگرد کی نگاہ پہنچنے میں ابھی دیر ہوتی ہے۔

✦ آپ اپنا کام کرتے جائیں وقت آپ کے لیے دوستیاں اور محبتیں خود پیدا کرے گا۔

✦ اگر آپ کسی کو سزا دینا چاہتے ہیں تو اس سے سچ بولتے جائیں۔

+ عورت کی حسی زیادہ ہے اور مرد کی تنا زیادہ ہے۔

+ ہر انسان کا روپ آپ سے چھپا ہوا ضرور ہوتا ہے ورنہ آپ کسی کے خاص رویے پر چونکتے نہیں۔

نبی سید...... مانسہرہ

انداز چاہت

+ مجھے نومبر کی دھوپ کی طرح مت چاہو کہ اس میں ڈوبو تو تمازت میں نہ جاؤ اور اس سے الگ ہو تو ٹھنڈک کو پور پور میں اترتا محسوس کرو۔

+ مجھے ساون کی طرح مت چاہو کہ اس کا سایہ بہت گہرا لیکن تس میں پیاس بجھانے والا مگر اس کا وجود پل میں ہوا پل میں پانی کا ڈھیر ہے۔

+ مجھے چلتی ہوا کی طرح مت چاہو کہ جس کے قیام سے دم گھٹتا ہے اور جس کی تیز رفتاری قدم اکھیڑ دیتی ہے۔

+ مجھے ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح مت چاہو کہ میں اس میں کنول بن کر نہیں رہ سکتی۔

+ مجھے بس اتنا چاہو کہ مجھ میں چاہے جانے کا احساس جاگ اٹھے۔

عائشہ پرویز...... کراچی

وقت کیا ہے؟

◐ وقت ایک بہتا دریا ہے جو کبھی نہیں رکتا۔

◐ وقت ایک ایسا پیمانہ ہے جو کبھی ناپا نہیں جاتا۔

◐ وقت دنیا کا سب سے بڑا استاد ہے جو انسان کو ہر اچھے برے کا فرق بتاتا ہے۔

◐ وقت کی اگر کوئی قیمت ہے تو وہ اس کا صحیح استعمال ہے۔

◐ وقت کبھی کسی کا انتظار نہیں کرتا۔

◐ وقت اپنے ساتھ خوشیاں بھی لاتا ہے اور غم بھی لاتا ہے۔

◐ جو لوگ وقت رکنے کا انتظار کرتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

◐ عقل مند شخص وہ ہے جو وقت کو ہیرا سمجھ کر استعمال کرے۔

◐ وقت دنیا کی سب سے بڑی گردش ہے جو امیروں کو بھی فقیر بنا دیتا ہے۔

رابعہ ساحر محمد حنیف جہانیاں

خیال جدائی

◐ جدا ہونا اتنا اہم اور میٹھا غم ہے کہ جب تک صبح نہیں ہوتی میں تمہیں شب بخیر کہتا رہوں گا۔ (ولیم شیکسپیئر)

◐ محبت میں چند گھنٹے مہینوں کے برابر اور چند دن برسوں کے برابر لگتے ہیں اور ایک لمحے کی جدائی یک عمر کی جدائی محسوس ہوتی ہے۔ (جان ڈرائی ڈن)

◐ موت کی طرح جدائی بھی محبوب کی یاد کو دھندلا دیتی ہے اور ہمیں محسوس بھی نہیں ہوتا کہ وقت نے بیچ میں کیسی کیسی دیواریں کھڑی کر دی ہیں۔ (یور گولڈ اسمتھ)

◐ جدائی بعض اوقات دوستی میں رس گھول دیتی اور اسے زیادہ میٹھا بنا دیتی ہے۔ (جے ہوویل)

◐ جانے والا ان لوگوں سے زیادہ خوش نصیب ہوتا ہے جنہیں وہ چھوڑ جاتا ہے۔ (ایڈورڈ ڈیولاک)

◐ ہر جدائی موت سے مشابہت ہے۔ (جارج ایلیٹ)

روبی علی سید والا

پنجابی شاعری

سوچ سمندر تر دے عمر گزار لئی
دکھڑے جردے جردے عمر گزار لئی
اوہدی سانجھ نے فیروی رہی اے غیراں نال
جس دا پانی بھردے عمر گزار لئی
کالی رات دے مکھ توں کالک دھوون لئی
چانن کردے کردے عمر گزار لئی
آیا نہ آرام نمانے زخماں نوں
مرہم دھردے دھردے عمر گزار لئی
رہ دے ککھاں دی گلی وچ ایس ملوک
پاے ٹھردے ٹھردے عمر گزار لئی

طیبہ نذیر شادیوال گجرات

آئینہ

شہلا عامر

نومبر کا شمارہ حاضر مطالعہ ہے۔ ہمارے ذہنوں کو فکر و عبرت کے نئے افکار دیے۔ ایک سال اور گزر گیا۔ اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم اسلام کے بے دی گئی عظیم الشان قربانی کا مہینہ ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ یہ سال تمام امت مسلمہ کے لیے خیر و عافیت کا سال ثابت ہو۔ آمین

فریدہ فری یوسفزئی لاہور۔ ستمبر کا آنچل ملا ٹائٹل بے حد دلفریب تھا یہ ہمارا فیورٹ میگزین ہے جسے ہم بیس سال سے پڑھ رہے ہیں۔ فرحت آرا مرحومہ کی بہت یاد آتی ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ اس کے افسانے اور ناولٹ بے حد معیاری اور دلچسپ ہوتے ہیں۔ یوں تو سب افسانے اور ناولٹ بہترین لگے مگر مکمل ناول سیدہ نایاب جیلانی کو "ہاتھوں کا دیا" جیسا اصلاحی ناول لکھنے پر بے حد مبارک باد۔ ویلڈن نایاب جی خوش رہیں۔ نادیہ فاطمہ رضوی تو میری بے حد فیورٹ رائٹرز ہیں ان کا افسانہ "سویرا قریب ہے" بہترین تحریر ہے۔ فاطمہ جی دل خوش کر دیا۔ میں آپ کے افسانے بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ نازیہ کنول نازی نے تو "جھیل کنارا کنکر" لکھ کر کمال ہی کر دیا۔ میں نے تمام اقساط پڑھیں ہیں آخری قسط بھی دلچسپ رہی ویلڈن نازیہ جی۔ ام مریم کا تو نام ہی کافی ہے وہ بھی میری پسندیدہ رائٹرز ہیں ان کے تمام افسانے اور ناولٹ بہت ہی شوق سے پڑھتی ہوں۔ "مجھے ہے حکم اذاں" لکھ کر ہمارا ہی نہیں تمام قارئین کا دل موہ لیا ہے۔ سویرا ملک نے "اترن" بھی خوب لکھا۔ "کھٹی میٹھی زندگی بہت اچھی تحریر تھی۔ بیاض دل میں سب کے اشعار پسند آئے۔ اپنا شعر دیکھ کر خوشی ہوئی۔ یہ میری اپنی شاعری ہے۔ ہم فریدہ جاوید فری ہیں جو اب فریدہ یوسفزئی کے نام سے لکھتے ہیں۔ غزلیں نظمیں سب کی شاعری دل کو بھائی۔ سب قارئین اور دوستوں کو سلام اور دعا، اللہ حافظ۔

آنسہ شبیر ڈوگہ گجرات۔ السلام علیکم امید و ثوق ہے کہ تمام مسلمانان پاکستان خیر و عافیت سے ہوں گے۔ اس دفعہ آنچل نے بہت انتظار کے بعد 29 کو اپنا دیدار کروا ہی دیا۔ خوشگوار موسم میں آنچل ہاتھوں میں آیا تو آئینہ میں اپنا عکس نہ دیکھ کر منہ کے زاویے بگڑ گئے جو محفل میں خلوص دیں ہے، ہم انہیں واپس لوٹایا نہیں کرتے۔ خیر آنچل تو ہمارے لیے واقعی آنچل ہے اور آنچل کے بغیر عورت ذات کا وجود ہی نامکمل ہے۔ آنچل سے جدائی کا تو تصور ہی نہیں کر سکتے۔ امید پر دنیا قائم ہے۔ اس منصوبے پر عمل کرتے ہوئے آنچل کا مطالعہ شروع کر دیا۔ سرگوشیاں پڑھیں۔ حمد و نعت سے مستفید ہوئے۔ درجواب آں پڑھا۔ آنٹی نے بہت اچھے جوابات دیے۔ ہمارا آنچل میں سب سے ملاقات کر کے اچھا لگا۔ سمیرا شریف کے اچھے اور کچھ سبق آموز جوابات پڑھ کر اچھا لگا۔ جھیل کنارہ کنکر کی آخری قسط پڑھی اچھی تھی۔ لیکن نازیہ آپی کی وہن سے محبت دیکھ کر آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر دامن میں سما گئے۔ اللہ آپ کو مزید ترقی دے اور خوشیاں آپ کے قدم چومیں۔ "سویرا قریب ہے" نادیہ آپی ویری ویل ڈن۔ "ٹوٹا ہوا تارہ" گھر والوں نے نکاح کی تیاری تو کر لی ہے لیکن پتا نہیں شہوار کو کیا ہے، قوفی نہ کر دے۔ ولی کو بھی انا کی آنکھوں میں محبت کے آثار دکھائی دینے لگے ہیں۔ کھٹی میٹھی زندگی ثمینہ طاہر بٹ بہت اچھی تھی آپ کی کھٹی میٹھی زندگی (آہم) بیاض دل میں سب کے اشعار اچھے تھے۔ باقی مستقل سلسلے بھی بہت اچھے تھے تمام مسلمانان پاکستان کے لیے دعا ہے کہ اللہ آپ کو ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے، آمین۔

پروین افضل شاہین بہاولنگر۔ اس بار آنچل اکتوبر کے شمارے کا سرورق دیکھتے ہی میں نے اپنے میاں جانی پرنس افضل شاہین سے فرمائش کی کہ ان تینوں ماڈلوں کے ہاتھوں میں جو زیور ہے ان میں سے کوئی آئٹم

میرے لیے ہو اور تو انہوں نے مجھے کہا۔ بیگم اس ایک آئٹم لانے میں پورے سال کی تنخواہ خرچ ہو جائے گی تو میرا چہرہ اتر گیا۔ پر انہوں نے کہا دعا کرو کوئی بڑا انعام نکل آئے تو تمہاری خواہش پوری کر دوں گا۔ ہماری دعا ہے کہ اقرا اصغیر احمد کی طبیعت ٹھیک ہو جائے، آمین۔ افسانوں اور ناولز میں "ٹوٹا ہوا تارہ" "نصیحت" "جھیل کنارہ کنکر" "سویرا قریب ہے" "ہاتھوں کا دیا" "ہم ہی نادان تھے" "تم میرے ہو" اور "اترن" پسند آئے۔ ہماری دعا ہے کہ آمنہ ریاض کو اللہ تعالیٰ مکمل تندرستی عطا فرمائے، آمین۔ ہماری دعا ہے آنچل کو اللہ تعالیٰ اور عروج دے۔ اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

بشریٰ باجوہ ۔۔۔ اوکاڑہ۔ ڈیئر آپی شہلا عامر السلام علیکم کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں آپ اللہ کے کرم سے خیر و عافیت سے ہوں گی۔ آنچل اس دفعہ کچھ لیٹ ملا ٹائٹل پسند آیا۔ حمد و نعت اور سرگوشیاں سے مستفید ہونے کے بعد ام مریم کا ناولٹ پڑھا۔ سکندر کا کریکٹر میرا فیورٹ ہے۔ دیکھتے ہیں کہ نندنی کے عشق کا اثر عباس پر کب ہوتا ہے۔ ٹوٹا ہوا تارہ میں شہوار کی انا اور خودداری بعض اوقات پریشان کرنے لگتی ہے۔ سمیرا جی اور ولید صاحب کو اب انا کو بجھ جانا چاہیے۔ نایاب جیلانی کا ناول زبردست رہا کیا یہ شعاع خواتین والی نایاب ہیں؟ نزہت جبین کا افسانہ ہلکا پھلکا لگا۔ اترن سبق آموز رہا۔ ثمینہ طاہر کی کاوش پسند آئی۔ سمیرا غزل کی تحریر پھیکی پھیکی رہی۔ شاعری میں سارہ نوشی مشعال ام ثمامہ شازیہ خان کی شاعری پسند آئی۔ یادگار لمحے میں شازیہ فاروق فائقہ سکندر صدف مختار منیبہ نواز کی تحریریں پسند آئیں۔ بیاض دل میں سباس گل فریدہ فری عائشہ سلیم زارا کا انتخاب پسند آیا۔ آئینہ میں نوشی عروسہ شہوار صدف بنت رمشا و قفہ شبیر منیبہ نواز وجیہہ خان سارہ چوہدری نے میرے افسانے کو پسند کیا آپ سب کا بے حد شکریہ۔ نوازش۔ نازیہ کنول نازی نے ناول کا اینڈ اچھا کیا۔ سمیرا شریف کے جوابات زبردست لگے۔ ام مریم کو بھی جلد از جلد بہنوں کی عدالت میں حاضر کیا جائے۔ باقی مستقل سلسلے اور مہندی ڈیزائن بھی اچھے لگے۔ باقی آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے۔ زندگی نے اجازت دی تو پھر آئیں گے آپ کی محفل میں تب تک کے لیے اللہ حافظ دعا گو۔

☆ پیاری گڑیا! نایاب جیلانی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں بلاشبہ یہ وہی نایاب جیلانی ہیں جو دیگر جرائد میں اپنے قلم مبارک سے ہمارے ذہنوں میں اصلاح روح پھونک چکی ہیں۔

کومل رباب افضل ۔۔۔ شاہدرہ، لاہور۔ السلام علیکم شہلا آپی تمام آنچل اسٹاف ریڈرز و رائٹرز اور تمام پیاروں کو چاہتوں اور محبتوں سے گوندھا سلام۔ جی جناب تین ماہ کی غیر حاضری کے بعد حاضر خدمت ہوئے۔ جی تو جناب آنچل طویل انتظار کے بعد 29 ستمبر کو ملا۔ ٹائٹل گرلز بہت خوش تھی عید کی وجہ سے اچھی لگی۔ اس کے بعد آنی سے سرگوشیوں میں ملاقات ہوئی۔ عید کی مبارک باد وصول کی پاکستان کے لیے دعا کی عہد کیا۔ اس کے بعد نازیہ آپی نے بہت خوب صورت اینڈ کیا ناول کی کامیابی پر مبارک باد۔ یہ ایک شاندار شاہکار ناول ہے۔ لوگوں کے دلوں میں اور ذہنوں میں اثر کرنے والا لیکن ایک دکھ رہے گا نہال کی موت کا۔ اور اللہ آپ کو اسی طرح لکھنے کی توفیق دے اور اپنے ملک و قوم کی خدمت کرنے کی آپ ایک کامیاب اور محب وطن پاکستانی ہیں۔ آئی لائک یو بیسٹ آف لک نیک تمنائیں آپ کے ساتھ پاکستان کے بیٹے آپ کی محبت اور خدمت ہم سے چھپی نہیں اللہ آپ کے قلم کو طاقت دے آمین۔ مجھے ہے حکم اذاں ام مریم خوب صورتی سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ پلیز ایک درخواست ہے کہ نندنی کو صرف اور صرف دیوئے حق میں لکھیے گا اور عباس اپنی زندگی میں اب خوش ہے اس کی زندگی مت ڈسٹرب ہو اور ماریب اور سکندر کو تو بالکل بھی جدا مت کیجیے گا اور سمیرا جی گڈ نیسی گریٹ اور ولید اور انا کا کپل مت توڑیے گا پلیز اور سارہ رخ سے بھی پردہ اٹھنے والا ہے جس سے کہانی کافی مکمل کر سامنے آنے والی ہے۔ نادیہ فاطمہ جی نے بہت خوب صورت ناولٹ لکھا۔ ہاتھوں کا دیا ایک سبق آموز تحریر تھی۔ طلعت نظامی کی نصیحت پسند آئی۔ تم میرے ہو بیسٹ افسانہ تھا۔ سویرا فلک کی اترن سے سبق ملتا ہے کہ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے چاہئیں اور دوست سوچ سمجھ کر بنانے چاہئیں۔ ماں باپ کی بات پہلے اور دوست بعد میں کیونکہ اس دور میں مخلص دوست بھی مشکل ہے۔ جبکہ ماں باپ ایک مخلص اور بے لوث رشتہ ہے۔ سمیرا غزل صدیقی نے بھی خوب صورت لکھا۔ یہ نئے رسم و رواج پر پہلے کب ایسا ہوتا تھا کہ منگنی کے بعد ایک دوسرے سے بات کرنا تو دور ایک دوسرے کے

سامنے آنے سے کتراتے تھے۔ ثمینہ طاہر بٹ کھٹی میٹھی زندگی واقعی کھٹی میٹھی تحریر تھی۔ مزا آ گیا ویلکم اور مبارک باد وصول کریں نئی لکھاریوں میں بیسٹ آف لک۔ باقی رسالہ ابھی زیر مطالعہ ہے یقیناً اچھا ہی ہوگا۔ اقرا آپی کی غیر حاضری نے مایوس کیا انتظار طویل ہو گیا۔ خیر اللہ انہیں صحت دے اور یونہی لکھتی رہیں اب اجازت اللہ آنچل کو کامیاب کرے اور چاند کی طرح جگمگائے۔ اللہ حافظ

☆ اچھی گڑیا! تبصرہ شامل اشاعت ہے اب تو شکوہ ختم نا!

یاسمین کنول ۔۔۔ پسرور۔ محترمہ مدیرہ صاحبہ۔ سدا خوش رہیں۔ السلام علیکم! دیگر احوال یہ ہے کہ خوب صورت سرورق کے ساتھ ہنستا مسکراتا آنچل ملا ہمیشہ کی طرح بے حد خوشی ہوئی۔ چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر آنچل کو وقت نہیں دے پائی جس کا ملال ہے۔ اکتوبر کا شمارہ عید کے حوالے سے اچھا لگا۔ افسانوں میں "ہم ہی ناداں تھے" پسند آیا جبکہ ناولٹ میں مجھے ہے حکم اذاں بہترین لگا۔ جھیل کنارہ کنکر اچھا جا رہا ہے۔ مستقل سلسلے سب کے سب اچھے ہیں۔ ہر کوئی اپنے ذوق کے مطابق پڑھ سکتا ہے۔ شاعری روحانی مسائل ٹوٹکے بیوٹی گائیڈ اور کھانے پکانے کے حوالے سے ہر طبقہ فکر کی خواتین ان سلسلوں میں نہ صرف شمولیت کر سکتی ہیں۔ بلکہ بطریق احسن استفادہ بھی کر سکتی ہیں۔ آپ کو آپ کے اسٹاف ممبران اور تمام قارئین کو گزشتہ بڑی عید مبارک باقی باتیں آئندہ اجازت اللہ حافظ۔

عائزہ بھٹی ۔۔۔ پتوکی۔ السلام علیکم پاکستان۔ زرد موسم جب بھی آتا ہے اپنے اندر عجیب سی اداسی و یاسیت لیے ہوئے ہوتا ہے۔ اداسی بھی ایسی جس میں ہوائیں بھی سسکیاں بھرتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ زرد پتے ان سسکیوں کا بوجھ سہارتے ہوئے زمین بوس ہونے میں دیر نہیں لگاتے مگر پھر پیروں تلے روندے جانے کی اذیت سے آشنا ہو "چڑ مڑ" کی آواز میں بھرپور احتجاج کرتے ہیں تو ذہن میں سوچ ابھرتی ہے "اتنے ارزاں تو نہیں تھے ہم" بقول کسے زرد موسم کے دکھ تو سنبھالے نہیں سنبھلتے۔ ایسے اداسی بھرے ماحول میں آنچل کا آنا کسی غم گسار سے کم تو نہیں جو اپنی آغوش میں لے کر تمام دکھوں سے نجات دلا دے۔ اسی وجہ سے آنچل ہمارے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ تین ماڈلز پر مشتمل ٹائٹل دل کو بھا گیا۔ بلاشبہ ایک مکمل اور بہترین ٹائٹل تھا حمد و نعت سے دل کو مستفید کرنے اور آپی کی سرگوشیاں سننے کے بعد جیسے ہی اپنے خط ڈھونڈنے تو جھٹکے پر جھٹکا لگا۔ در جواب آں کے علاوہ کسی سلسلے میں نام موجود نہیں تھا۔ اس قدر زیادتی ایک تو موسم کا اثر اوپر سے خط نہ پا کر دل گرفتگی کے عالم میں سمیرا شریف کو جول کر ان کی اسٹوری کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کہ انہوں نے پلو سے پکڑ کر موڑ دیا۔ ارے ابھی یہ کیا ہمیں چھوڑ کر ہماری اسٹوری پڑھو گی۔ ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اب کی بار بھی یہ چیٹنگ نہیں چلے گی۔ تو میں شرمندہ سی ان کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرنے لگی۔ ان کی گفتگو نے کافی حد تک موڈ بحال کر دیا۔ ان سے ملاقات کے اختتام پر سمیرا خود مجھے میری منزل (ٹوٹا ہوا تارا) تک چھوڑنے آئیں۔ ان کی اسٹوری جیسے جیسے پڑھتی گئی دل کا موسم بڑی حد تک خوشگوار ہو گیا۔ شہوار اور مصطفیٰ کا نکاح واہ کیا بات ہے۔ شہوار پریشان نہیں ہونا مصطفیٰ یقیناً اچھا ہم سفر ثابت ہوگا۔ انا ڈیئر تم بھی کچھ عقل سے کام لیا کرو کسی دن اپنی انہی حرکتوں کی وجہ سے پچھتاؤ گی۔ عادلہ کے ساتھ عباس بھائی نے بالکل ٹھیک کیا۔ ایسے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ "جھیل کنارہ کنکر" آخر کار نازی نے اینڈ کر ہی دیا۔ اینڈ کیا بھی بہت پیارا ہے ہر ایک کو لمبے دشوار سفر کے بعد منزل نصیب ہوئی جسے پڑھ کر اچھا لگا۔ اگر تھوڑا سا اریج کو بھی شامل کر لیتی تو دل اور بھی خوش ہو جاتا۔ چلیں کوئی بات نہیں آپ نے جو کیا بہتر جان کر ہی کیا۔ اتنے اچھے ناول پر مبارک باد۔ ام مریم "مجھے ہے حکم اذاں" آپ بھی کرداروں کے ساتھ خوب انصاف کر رہی ہیں۔ عباس کی اتنی محبت کے باوجود بیگم صاحبہ کا شک کرنا اچھا نہیں لگتا۔ لاریب اور سکندر کی اسٹوری ہنوز ویسی کی ویسی ہے۔ لاریب کی بدتمیزیاں اور سکندر کی برداشت لوگوں کو پڑھ کر دکھ ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے ہر غلط قدم کا انجام بھیانک ہوتا ہے۔ سیدہ نایاب جیلانی کا نام پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ان کی اسٹوری نے اور خوش کر دیا بلاشبہ بہترین تحریر تھی۔ شکریہ نایاب جیلانی۔ باقی سب ناول ناولٹ افسانے بھی اچھے تھے۔ ہمارا آنچل میں نادیہ کامران کو دیکھ کر خوشی ہوئی۔ بیاض دل میں عظمیٰ فرید خان ایم ماہی عباس راجپوت فیض اسحاق سارہ چوہدری عائشہ سلیم قرۃ العین کے اشعار اچھے تھے۔ نظموں غزلوں میں

ایم اے کا قلم عاصمہ اقبال کی کاوش پسند آئی۔ دوست کا پیغام آئے میں ہر پیغام شوق سے پڑھتی ہوں۔ یادگار لمحے جو یہ سا لگ ہمارے ساتھ کب انصاف کریں گی۔ خط کافی لمبا ہوگیا ہے اب اجازت چاہتی ہوں خدا سب کی نیک تمناؤں کو پورا فرمائے آمین۔

منزہ بھٹی...... پتوکی۔ السلام علیکم شہلا آپی کیسی ہیں آپ اور دوسرے سب لوگ۔ (عید نمبر) شمارہ خلاف معمول بہت لیٹ ملا۔ آپی فرسٹ ٹائم آنچل میں انٹری مار رہی ہے پلیز میرا خط ضرور شامل کیجیے گا ورنہ میں رو پڑوں گی۔ اس بار ٹائٹل کیا خوب تھا دیکھتے ہی دل سے ایک درد بھری آواز آئی نہیں، یہ نہیں ہوسکتا۔ حمد و نعت ہمیشہ کی طرح اچھی تھی۔ اب تبصرہ ہو جائے کہانیوں پر تو جھیل کنارہ کنکر نازی آپی باقی سب گڈ تھا لیکن یہ کیا، بیچ سرے سے ہی غائب، کیوں نازی آپی۔ مجھے ہے حکم اذاں مریم آپی سندلی کو کیوں اتنا آزما رہی ہیں اور سکندر مرد ہوا تنا ڈر محبت کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔ شنڈ لگ جائے گی یار۔ ٹوٹا ہوا تارا یہ انا کو کیوں یار بار دورہ پڑ جاتا ہے اس کا کچھ کریں سمیرا جی باقی ساری اسٹوریز اچھی جارہی ہیں۔ اس دعا کے ساتھ سب سے اجازت چاہوں گی کہ سب کو میری انٹری اچھی لگے، آمین اللہ حافظ۔

☆ اچھی گڑیا خوش آمدید آئندہ بھی شرکت کرتی رہیے گا۔

ارم کمال .. فیصل آباد۔ پیاری باجی سدا ہنستی مسکراتی رہیں، آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے بفضل خدا خیریت سے ہوں گی۔ ٹائٹل تینوں ماڈلز سے سجا بنا تھا مجھے تو بلیک سوٹ والی کا اسٹائل گرین سوٹ والی کا نیکلس اور ریڈ سوٹ والی کا جیولری باکس دل کو بھا گیا۔ دانش کدہ میں مالک یوم الدین بہت ہی مدلل اور موثر انداز سے بیان کیا گیا کہ حرف حرف دل میں اترتا چلا گیا۔ ہمارا آنچل میں مشعال اسلام کا معصومیت سے مزین تعارف متاثر کر گیا۔ بہنوں کی عدالت میں سمیرا شریف طور کا انٹرویو بہت بہت پسند آیا۔ سلسلے وار ناول جھیل کنارہ کنکر نازیہ کنول نازی کی ایک نہایت شاندار اور عمدہ کاوش تھی جس کے لیے نازیہ صاحبہ ڈھیروں مبارک باد کی مستحق ہیں۔ کہانی پر ان کی گرفت اس قدر مضبوط تھی کہ ہم ایک لمحے کے لیے بھی توجہ نہیں ہٹا سکے۔ حورعین کو اس کے دکھوں، مصیبتوں کا اجر خدا نے عذیر کی صورت میں دے کر اس کے تمام دکھوں پر مرہم رکھ دیا جبکہ ثانیہ عباس اور زائر کو بھی ان کی کھوئی ہوئی جنت، محبت واپس مل گئی۔ البتہ اشعر کو اس کے کیے کی سزا ملنی چاہیے تھی۔ اس کو ایسے ہی نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ ہانیہ صفدر اور میکال دونوں اپنے اپنے مدار میں گھوم پھر واپس آملے ویسے جی کسی کو اس کے قصور سے زیادہ سزا نہیں دینی چاہیے اور میکال اپنے قصور سے زیادہ سزا کاٹ چکا تھا۔ ٹوٹا ہوا تارا حسب معمول بڑی سبک خرامی سے چلی جارہی ہے ہمیں تو شہوار کے نکاح کی خوشی شہوار سے زیادہ ہے۔ مجھے ہے حکم اذاں میں سندلی کو اپنی عزت کا بالکل بھی خیال نہیں بار بار اپنے آپ کو ارزاں کرنا نسوانیت کی توہین ہے۔ ایسی محبت سے تو بندہ محبت کے بغیر ہی بھلا۔ شکر ہے شرجیل کو کچھ تو یمن کی حالت کا احساس ہوا جو مرد عورت کو عزت نہ دے سکیں ان مردوں کی محبت بڑی لفاظی ہوتی ہے ماریب کو بھی سکندر کی قدر کرنا سکھا دیں وہ اپنے زعم میں ہی رہتی ہیں۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں دیگر تحریروں میں نصیحت ہم ہم ہی نادان تھے، اترن، ورکھٹی میٹھی زندگی زبردست ٹاپ کلاس کی تحریریں تھیں۔ اب بات ہو جائے شمارے کی سب سے عمدہ اور پراثر تحریر یا تھوں کا دیا جس نے دل و دماغ کو لرزا کے رکھ دیا۔ انمٹ نقوش چھوڑنے والی تحریر جس کا جواب نہیں واقعی ہمارے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ ہم زکواۃ خیرات اور صدقہ کرتے ہیں لیکن کوئی راہ داری ہماری زندگی میں ہے اگر ہے تو ہم خوش قسمت ہیں اور اگر نہیں تو ابھی وقت ہے دوست کا پیغام آئے میں سب ساتھیوں کے ہنستے مسکراتے پیغامات پڑھے منہ ریاض میں آپ کے لیے خصوصی دعا کروں گی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی معذوری کے باوجود زندگی کی خوشیاں دکھائے اور آپ کو ہمیشہ دل سے خوش رکھے، آمین۔ میں بھی آپ کے شہر کی باسی ہوں۔ فیصل آباد کے شہر غلام محمد آباد میں رہتی ہوں میرے خود پاؤں میں پولیو کی وجہ سے فالٹ آچکا ہے آپ کا اور میرا درد مشترک ہے۔ یادگار لمحے میں بجلی کا بل پڑھ کر روتے روتے ہنسی آگئی کیونکہ ہم بھی اس بجلی کے بل کے ہاتھوں صبح و شام اپنے میاں جی سے بجلی کم جلاؤ کا لیکچر سن کر بجلی کو کوستے ہیں جو ہاتھوں سے چھوٹتی جارہی ہے۔ ہم سے پوچھیے میں مدیحہ نورین اور پرس امیمہ رباح کے سوالات پسند آئے آخر میں مہندی کے ڈیزائن بہت خوب تھے۔ اب

اجازت دیں خدا آپ سب کا حامی و ناصر ہو آمین

شازیہ اسلم طور .... خانیوال۔ بخداء رب کریم کے بابرکت نام سے جو دلوں کے بھیدوں کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔ شازیہ اسلم کی طرف سے سب کو السلام علیکم اب بات ہو جائے پیارے پیارے آنچل کی تو اس مرتبہ آنچل بہت ہی لیٹ مارکیٹ میں آیا تھا۔ میں تو آنچل نہ ملنے پر کافی پریشان ہوگئی تھی لیکن جب آنچل میرے پاس آیا تو دل گارڈن گارڈن ہوگیا تھا۔ آنچل کا سرورق بہت خوب صورت تھا لیکن لیٹ ملنے کی وجہ سے پورا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نازیہ آپی کے پاس آئی۔ آپی میں دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتی ہوں کہ آپ نے ایک خوب صورت اور ہٹ ناول مکمل کیا۔ نازیہ آپی آپ بہت اچھا لکھتی ہیں آپ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور اچھا اچھا لکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اس مرتبہ آنچل میں پری کی بہت یاد آئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اقرا آپی جلد از جلد صحت یاب ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ ان کی تمام بیماریوں کو دور کرے، آمین۔ سمیرا آپی بہت سسپنس پھیلا رہی ہیں یار اکثر اس کہانی پر تبصرہ کرتے ہوئے میں اور میری بہن فائٹ پہ آجاتی ہیں مگر اس مرتبہ کچھ سامنے آرہا ہے۔ بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ ویری ویلڈن سمیرا آپی ام مریم پلیز یار جلدی جلدی کہانی ختم کریں اب تو اسے پڑھتے ہوئے بوریت محسوس ہوتی ہے۔ خیر ابھی آنچل اتنا ہی پڑھا ہے باقی ان شاء اللہ بعد میں پڑھیں گے۔ ویسے تو آنچل ہر اینگل سے بہت اچھا ہے لیکن میں رائٹر بہنوں سے گزارش کرتی ہوں پلیز تھوڑا مزاحیہ بھی لکھا کریں کہ پڑھ کر بس ہنستے جائیں مجھے لگتا ہے اس ملک کے حالات دیکھ کر تو سبھی سیریس ہوگئے ہیں۔ سوائے میری پیاری شائلہ آپی کہ وہ ہی تو ہیں جو کھٹی میٹھی باتیں کر کے دوسروں کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیر دیتی ہیں۔ اوکے جی اللہ حافظ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش رکھے اور اپنی دعاؤں میں اس ملک کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک پر رحم فرمائے اور یہاں کے رہنے والوں کو اچھے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

کائنات عابد .... فیصل آباد۔ السلام علیکم شہلا آپی کیسی ہیں آپ۔ خوش باش ہیں نا۔ میری بہت مہینوں بعد انٹری ہوئی ہے۔ آنچل میں انچھی کیکی بہت بڑی ہوگئی تھی آپی میرے میٹرک کے مارکس اچھے آئے ہیں۔ 94.8 مارکس ہیں۔ میں اب ایف ایس سی کر رہی ہوں آپی میرے لیے دعا کیجیے گا کہ زندگی کے ہر موڑ پر کامیابی ملے۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف تو آنچل ہمیشہ کی طرح بہترین تھا۔ ابھی تک آنچل کے صرف سلسلے وار ناول ہی پڑھے ہیں۔ ٹائم ہی نہیں مل رہا لیکن ان شاء اللہ جلد پڑھ لوں گی اور آپی جھیل کنارہ کنکر پڑھ کر آنکھوں میں آنسو آگئے۔ بہت اچھا اینڈ ہوا اور ٹوٹا ہوا تارا تو بہت اچھا جارہا ہے پلیز پلیز سمیرا آپی شہوار کو ٹوٹا ہوا تارا مت بنایئے گا۔ پلیز اس کا اور مصطفیٰ کا ملن ضرور کرا دیجیے گا اور شہوار کے دل میں جتنی بدگمانیاں ہیں سب دور کر دیجیے۔ ویسے بہت اچھا جارہا ہے سب کچھ اور ہاں آپی یہ اناوقار احمد کو کیا ہو جاتا ہے کبھی کبھی۔ مجھے ہے حکم اذاں بھی اچھا چل رہا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اینڈ پر عباس حیدر سندلی کو مل جائے گا کیونکہ ماریب اور عریشہ سے زیادہ پیار کرتی ہے وہ عباس حیدر سے اور آپی تعارف شائع کرنے کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے پہلے ہی لگ رہا تھا کہ اس بار تعارف شائع ہو ہی جائے گا اور ایسا ہو ہی گیا۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا خدا کرے آنچل بلندیوں پر پہنچ جائے اتنی ترقی کرے، آمین۔ آپ کی دعاؤں کی طلبگار آپ کی کیوٹ سی سسٹر۔

☆ اچھی گڑیا آپ کی کامیابی کے لیے ہم بھی دعا گو ہیں۔

کرن ملک .... جتوئی۔ السلام علیکم! قارئین اور آنچل اسٹاف حال چال پوچھنے کی ضرورت نہیں مجھے پتا ہے سب کی طبیعت ہی نازک ہے۔ اب موسم تبدیل ہو رہا ہے کسی نے کہا اتنا ٹھنڈا پانی پیا کرو اس لیے تو سو سو ہو رہی ہے ہاہاہا۔ لگتا ہے اس عید پر سب نے ہی خوب گوشت کھایا اس لیے تو موٹے موٹے نظر آرہے ہیں۔ اس عید پر روبین آپی کے ٹوٹکوں نے بھی کام کیا حنا کے رنگ خوب ہی رنگ لائے تھے۔ تعارف میں مشعل اسلام کا تعارف پسند آیا۔ طلعت نظامی کی نصیحت سے ہمیں بھی نصیحت ہوئی کھٹی میٹھی زندگی واقعی کھٹی میٹھی تھی۔ بس منہ میں پانی نہیں آیا باقی سب افسانے اور ناول، ناولٹ بھی اچھے تھے۔ جی جناب باری آئی سلسلہ وار ناولز کی ٹوٹا ہوا تارا سمیرا جی ابھی تک تو یہ ناول اے ون جارہا

ہے۔ امید ہے آگے بھی اچھا رہے گا۔ بس شہوار خاموشی سے نکاح کے لیے مان جائے کوئی ہنگامہ نہ کھڑا کردے۔ مجھے ہے حکم اذاں ویل ڈن ام مریم لاریب کو بھی تھوڑی سی عقل سکھا دیں مجھے سکندر اور لاریب کا کپل پسند ہے، اقرا آپی کی ناساز طبیعت کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا خدا آپ کو صحت اور خوشیوں سے بھری زندگی عطا فرمائے، آمین اب بات ہوتی ہے جھیل کنارہ کنکر کی نازیہ جی میرے پاس الفاظ نہیں ہے میں آپ کی کہانی کی تعریف کن الفاظ میں کروں کیا خوب اینڈ ہو امید ہے بڑھ کر گریٹ جی یادگار کہانی ثابت ہوگی۔ سب بہنوں کو گزشتہ عید مبارک۔

سدرہ قیصر' معارج فاطمہ...... سعادت پور۔ تمام قاری بہنوں اور آنچل اسٹاف کو میرا محبت بھرا سلام اس ماہ کا شمارہ 29 کو ملا۔ سب سے پہلے جھیل کنارہ کنکر پڑھا مجھے ثانیہ عباس اور زہرہ اور حورعین بہت پسند ہے اور لائبہ جیسی فسادی لڑکیوں کو اللہ غرق کرے۔ آخری قسط بہت پسند آئی اور ان سب کو دیکھ کر دل بہت خوش ہوا۔ ٹوٹا ہوا تارا میرا پسندیدہ ناول ہے۔ پلیز پلیز اسے جلدی ختم مت کریں۔ درشہوار اور مصطفی میرے فیورٹ کردار ہیں۔ ان دونوں کو ہمیشہ ساتھ ساتھ رکھیں اور ہنستا مسکراتا رکھیں۔ اقرا صغیر کا بھیگی پلکوں پر نہ دیکھ کر بہت مایوس ہوئی۔ اللہ اقرا صغیر کو لمبی زندگی دے اور صحت وتندرستی عطا فرمائے تاکہ وہ ہمارے لیے خوب صورت ناول لکھتی رہیں۔ افسانے ابھی پڑھے نہیں یقیناً اچھے ہی ہوں گے۔ اسی وجہ سے تو آنچل ہمارا بیسٹ رسالہ ہے۔ تعارف سب بہنوں کے اچھے لگے بہنوں کی عدالت میں سمیرا شریف طور کے جوابات پڑھ کر بڑا مزہ آیا کیونکہ مجھے سمیرا بہت پسند ہے۔ روحانی مسائل کا حل یہ سلسلہ بہت اچھا لگتا ہے اور خوشی ہوتی ہے کہ آنچل ہمارے ہر طرح کے مسئلے حل کرتا ہے شعروشاعری سے کوئی خاص شغف نہیں ڈش مقابلہ میں سندھی بریانی مزے کی تھی ہاں ابھی دیکھ کر نہیں بلکہ اسی ترکیب سے پکائی تھی اور بہت اچھی بنی تھی سب نے تعریف کی اس کے لیے بھی آنچل کا شکریہ۔ یادگار لمحے میں معلومات دنیا پڑھ کر میں حیران ہوگئی۔ یہ بھی آنچل کا کمال ہے جس کی بدولت ہم گھر بیٹھ کر دنیا کی معلومات حاصل کرلیتے ہیں۔ سمیرا شریف طور' ام مریم' نزہت جبیں ضیاء' نازیہ کنول نازی' اقرا صغیر' سیدہ نایاب جیلانی' نمرہ احمد' فرحت اشتیاق' اور عمیرہ احمد میری فیورٹ رائٹرز ہیں اللہ ان سب کو لمبی زندگی دے اور صحت وتندرستی عطا فرمائے آمین اور ان کا قلم ہمارے لیے حیرت انگیز' دلچسپ' معلوماتی ناول لکھتا رہے۔ آنچل بہت اچھا تھا۔ اچھا ہے اور اچھا رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ "آئینہ" میں سب بہنوں کے تبصرے بہت اچھے لگے اور یاسمین عندلیب' شورکوٹ کینٹ سے ان کے لیے کہنا چاہوں گی کہ یہ بہت دکھی لگتی ہے ان کا تعارف' ان کی نظمیں' ان کے شعر خط میں دکھ پٹکتا ہے۔ سدرہ نام کی ان کی بہن تھی۔ اگر یہ مجھے اپنی بہن' دوست سمجھے تو ہم سے دکھ شیئر کرسکتی ہیں۔ کیونکہ لڑکیاں ہنستی مسکراتی اچھی لگتی ہیں۔ میں نے آپ کے بارے میں جو محسوس کیا لکھ دیا ہے مجھے یقین ہے آپ مائنڈ نہیں کریں گے اور جو بہنیں لیاری سے لکھتی ہیں وہ کراچی لیاری کے خراب حالات کا بتاتی ہیں اور ہم سب بہنیں' مائیں' باجیاں' دوستیں اپنے ملک کے لیے دعا ہی کرسکتے ہیں اللہ ہمارے ملک کو سکون اور امن کا گہوارہ بنادے اور ہمارے ملک کو خوشحال بنادیں ہر غریب کو روزگار دے اور ہر بے رحم' ظلم کرنے والے اور حاسد کو غرق کرے۔ آمین ثم آمین۔ ہنستے رہیں مسکراتے رہیں اور خوشیاں بکھیرتے رہیں۔

☆ اچھی گڑیا آپ کی رائے وتجاویز نوٹ کرلی ہیں ہمیں امید ہے آپ آئندہ بھی ہمیں اپنی قیمتی آراء سے نوازتی رہیں گی۔

شمائلہ یاسمین' رابعہ' اقصیٰ' ماریہ' شمائلہ نوید کوند اسلام۔ مائی سوئٹ آنچل اسٹاف رائٹرز ریڈرز السلام علیکم کیسے ہیں جناب آپ سب امید کرتی ہوں خیریت سے ہوں گے۔ (بھئی سب میری دعاؤں میں جو رہتے ہو) میں آنچل کی پانچ سال سے خاموش قاری ہوں۔ ہم سب آنچل بہت شوق سے پڑھتے ہیں لیکن بڑوں سے چھپ کر (دیوانے آنچل کے) ہمارے گاؤں کی ہر لڑکی آنچل کی دیوانی ہے لیکن پھر بھی ہمارے گاؤں کا نام بھی آتا ہے (سب میری طرح سست ہیں جاگ جاؤ یار) اب آتے ہیں تبصرے کی طرف تو جناب سب سے پہلے نازیہ آپی کا ناول پڑھا اف مائی گاڈ اتنا مزے کا ناول نازی آپی آپ کی تعریف کے لیے تو الفاظ ہی نہیں مل رہے ہیں۔ اتنا

کہوں گی نازی جی تسی گریٹ او آپی یہ مٹھائی کا ٹوکرا پکڑیں اور یہ دعاؤں کا گلدستہ آپ اور آپ کی ماما کے نام قبول کریں۔ اس کے بعد ٹوٹا ہوا تارا پڑھا دل جیت لیا۔ سمیرا آپی بس شہوار کو سیدھا کردیں شہوار بی بی سدھر جائیں ورنہ میرے دادا کی خاندانی بندوق سے نکلنے والی پہلی گولی آپ کے سر سے دس فٹ اوپر سے گزر جائے گی ماروں گی نہیں۔ مصطفی بھائی کا ہی نقصان ہوگا۔ ویسے نازیہ اینڈ سمیرا آپی آپ اتنے خوب صورت ہیرو کیا میرے خاندان سے ڈھونڈتی ہیں۔ (ہاہاہا) ام مریم آپی دل چاہتا ہے آپ کے ہاتھ چوم لوں لیکن سکندر کو لاریب سے جدا مت کرنا ورنہ ورنہ سکندر اور دیو میرے فیورٹ کردار ہیں۔ بھیگی پلکوں پر ہر دفعہ گرتے گرتے بچتے تھے لیکن اس دفعہ تو گر ہی گئے (ہائے اللہ) اقرا آنٹی غائب ہو اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین، آنٹی پلیز اب تو طغرل بھائی کی شادی چاندنی بھابی مطلب پری سے کروادیں ورنہ ہمیں ہی کچھ کرنا پڑے گا۔ پاکستان زندہ باد۔

☆ اچھی گڑیا!! اتنی طویل خاموشی کے بعد شرکت پر خوش آمدید ہمیں امید ہے آپ آئندہ بھی شرکت کرتی رہیں گی۔

ثمرین اینڈ سبین فضل...... احسان پور۔ السلام علیکم شہلا آپی اور تمام آنچل اسٹاف کو محبت بھرا اسلام شہلا آپی کیسی ہیں آپ۔ سدا ہنستی مسکراتی رہیں۔ اس ماہ کا ٹائٹل بہت پسند آیا سب سے پہلے کہانیوں کی طرف آئیے۔ سلسلے وار ناول میں جھیل کنارہ کنکر کی آخری قسط پڑھی نازی آپی کی کہانی کا اینڈ زبردست تھا۔ مجھے حورعین اور عزیر کا کردار زبردست لگا۔ نازی آپی آپ کا یہ ناول اتنا اچھا تھا اتنا اچھا تھا کہ تعریف کے لیے الفاظ نہیں مل رہے۔ جتنی تعریف کروں اتنی کم ہے۔ اقرا آپی کی کہانی بھیگی پلکوں پر کا ہمیں بہت انتظار تھا لیکن اقرا آپی کی ناسازی طبیعت کے بارے میں پڑھ کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے ام مریم کا ناول مجھے ہے حکم اذاں بھی زبردست جارہا ہے۔ پلیز آپی لاریب اور سکندر کو جدا مت کرنا۔ ٹوٹا ہوا تارا سمیرا شریف طور کا ناول بھی بہت اچھا ہے اور باقی سب نے بھی اچھا لکھا ہے آپی ہم پہلی بار شرکت کررہے ہیں اگر آپ نے ہماری حوصلہ افزائی کی تو ہم دوبارہ شرکت کریں گے، اللہ حافظ۔

☆ اچھی گڑیا پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ ہمیں امید ہے آپ آئندہ بھی شرکت کرتی رہیں گی۔

نامعلوم...... نامعلوم۔ سوئٹ سی شہلا آپی اور تمام آنچل فرینڈز کو میری طرف سے پیار بھرا اسلام۔ جی جناب کیسے ہیں آپ سب۔ امید ہے بالکل فٹ فاٹ اور فری ہوں گے۔ جی اب جائزہ لیا جائے اکتوبر کے شمارے کا آنچل ماڈل سب سوسویٹ۔ پھر ہم آگے بڑھے سرگوشیوں کی طرف جس میں اول بھیگی پلکوں کو نہ پاکر دل اداس ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ اقرا آپی کو صحت دے آمین۔ خیر ہم نے دل کو بڑی مشکل سے سنبھالا اور چل دیے دانش کدہ کی طرف حمد ونعت سے فیض یاب ہوکر ہم نے جلدی جلدی نگاہ دوڑائی ناولز کی طرف۔ جھیل کنارہ کنکر۔ تھینکس نازیہ آپی نے تمام کرداروں کو ملا دیا۔ سچ میں مجھے شروع سے ہی میکال بھائی پر ترس آتا تھا۔ تھینکس گاڈ سب مل گئے۔ مجھے ہے حکم اذاں ام مریم کا ناول سپر رہا۔ ویری نائس' تف ہے عریشہ تم پر محبت کو دولت کے ترازو سے تول رہی ہو۔ دولت ہی سب کچھ نہیں ہوا کرتی انسان کی سب سے بڑی دولت محبت اور رشتے ہوتے ہیں۔ جن کے سہارے وہ اپنی تمام زندگی گزار دیتا ہے۔ جنہیں رشتے اور محبت مل گئی سمجھ لو اسے سارے جہان کی دولت مل گئی۔ ٹھیک ہوجاؤ ورنہ پچھتاؤ گی عریشہ۔ شدہ ہے گا عباس اور شدہ ہے کی اس کی دولت۔ "سویرا قریب ہے" نادیہ فاطمہ رضوی کا افسانہ ٹھیک تھا۔ عید قربان پر ہم قربان یار سمیرا غزل صدیقی' نصیحت طلعت نظامی' ہم ہی نادان تھے' نازیہ جمال' تم میرے ہو' نزہت جبیں ضیاء اور اترن سویرا فلک' کھٹی میٹھی زندگی ثمینہ طاہر بٹ کے اچھے افسانے تھے۔ سب نے اچھا لکھا۔ ٹوٹا ہوا تارا سمیرا شریف طور کا ناول فی الحال اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے کیونکہ کہانی وہیں کی وہیں ہے۔ بیاض دل میں سب سے اچھا لکھا۔ سباس گل' زین الدین صدیقی کے اشعار کو ہم نے اپنی ڈائری کی زینت بنالیا۔ آئینہ میں سب نے اچھا لکھا سب کے تبصرے اچھے تھے۔

اب اس دعا کے ساتھ رخصت کہ اللہ ہم سب کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے اور پاکستان کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنادے آمین۔

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

صدف مختار رمشاء عظمت بوسال مصور

س: پہلی بار شرکت پر دل سے خوش آمدید بولیے؟

ج: دل سے خوش آمدید۔

س: کبھی کبھی اتنا روڈ ہو کے کیوں جوابات دیتی ہیں آپ؟

ج: ہم اور روڈ یہ تضاد کب ہوا؟

س: صدف اور میں آپ کا انتظار کر رہی ہیں ہمارے بوسال مصور کب آ رہی ہیں؟

ج: جب آپ بلالیں فی الحال تو ہم اتنا لمبا سفر نہیں کرسکتے۔

س: مستقبل کی لیفٹیننٹ کرنل صدف مختار اور ڈپٹی کمشنر رمشاء عظمت کو اجازت دیجیے خدا حافظ (زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں)۔

ج: خدا حافظ۔

عظمیٰ فرید خان ڈی آئی خان

س: شمائلہ آپی دولہے کا سہرا سہانا لگتا ہے باقی آپ بتائیں کہ کیا پرانا لگتا ہے؟

ج: دلہا ہی پرانا لگتا ہے اور کیا۔

س: آپی وہ کون سی ڈش ہے کہ جس کو نہ پکانا پڑتا ہے اور نہ برتن دھونے پڑتے ہیں؟

ج: خیالی پلاؤ پیٹ بھر کر کھاؤ۔

س: آپی میں س وقت بہت زیادہ خوش ہوتی ہوں جب وہ گھر میں آتا ہے لیکن اس کو بتائے گا کون؟

ج: سب سے پیارا آپ کا آنچل اور وہ سب جانتا ہے۔

س: اچھا آپی اللہ حافظ کوئی پیاری سی دعا کے ساتھ رخصت کریں؟

ج: سدا سہاگن رہو۔

عائشہ پرویز کراچی

س: تم آئے تو آیا مجھے یاد بھلا کیا؟

ج: یہی کہ یہ آنچل کا عید نمبر اور کیا۔

س: آپی اپنے لوگ ہی تکلیف کیوں دیتے ہیں؟

ج: کیونکہ باہر والوں کے پاس ٹائم جو نہیں ہوتا۔

س: کسی کے لیے کتنا بھی کیا جائے وہ کم ہی کیوں ہوتا ہے؟

ج: کیونکہ چاہ کا کوئی مول نہیں۔

س: ارے آپ مجھے اتنی دیر سے کیوں گھورے جا رہی ہیں، اچھا بابا جا رہی ہوں پھر ملیں گے، اللہ حافظ۔

ج: کب ملیں گے؟

منزہ بھٹی پتوکی

س: شمائل آپی کیسی ہیں آپ؟

ج: الحمدللہ ٹھیک۔

س: پہلی دفعہ آئی ہوں، بیٹھنے کی اجازت مل سکتی ہے؟

ج: اب آ ہی گئی ہو تو بیٹھ بھی جاؤ۔

س: سردی آ رہی ہے کہاں بھاگیں؟

ج: کچن میں۔

فوزیہ سلطانہ تونسہ شریف

س: ارے ماشاء اللہ آپ تو کافی صحت مند ہوگئی ہیں، بھلا کیسے؟

ج: اب نظر تو نہ لگاؤ۔

س: آنٹی ہماری یاد آئی تھی آپ کو (ارے ارے آنسو کیوں بہانے لگیں آپ، او کے مجھے یقین آ گیا کہ آپ نے مجھے بہت یاد کیا تھا؟)

ج: تم کہتی ہو تو مان لیتے ہیں۔

س: آنٹی ایک بات تو بتائیے آپ کچھ کچھ میرا مطلب ہے کہ کچھ سے بھی ذرا زیادہ مغرور نہیں ہونے لگیں (ہاں بھئی اتنے لوگ آپ سے سوالات کرنے کو ترستے ہیں مگر آپ نو لفٹ کا بورڈ دکھاتی ہیں)۔

ج: ارے بھئی ہمارے پاس تو نو لفٹ کا بورڈ ہی نہیں ہے۔

س: بتائیے بھلا میری یہ عید کیسی گزری ہوگی؟

ج: یہ تو تم ہی جانو۔

س: آپ ہنستے ہوئے بہت کیوٹ لگتی ہیں، جیسے جیسے میری بوڑھی دادی اماں جان (ہاہا) (آپ کو کیا لگا میں ادھوری ڈکشت کہوں گی)۔

ج: اچھی مثال کیا خوب دی تم نے واہ۔

ثوبیہ نواز اعوان کنڈان، سرگودھا

س: سلام محبت! کیسی ہیں میم! ویسے ٹھیک ہی ہوں گی، طبیعت کیسی ہے؟ ویسے درست ہی ہوگی، ہمارا آنا کیسا لگا؟

ج: آپ کا آنا گویا بجلی کے آنے کی مانند ہی لگا، ہم ٹھیک ہیں اپنی سناؤ۔

س: آپ اور آنچل کی پوری ٹیم کو داد دیتی ہوں جو آج کے خراب حالات میں بھی اپنا کام وقت پر سرانجام دیتے ہیں کیا آپ متفق ہیں میری بات سے؟

ج: سو فیصد متفق ہیں۔

س: میم! جب لگے کہ زندگی پر ہم بوجھ بن گئے ہیں اور ہر وقت ٹینشن اذیت میں رہے تو کیا کرنا ہوگا ہمیں؟

ج: فوراً جا کر زمین پر کھڑے ہو جائیں۔

س: خدا اس ملک کی، دنیا کے ہر خطے کی عورت کی آبرو اپنی حفظ وامان میں رکھے (بولیں آمین)۔

ج: عورت اپنی نمائش بند کردے محفوظ ہو جائے گی۔

طیبہ نذیر شادیوال گجرات

س: آپی جی جس موڈ سے سوال کیا گیا ہو اسی موڈ میں جواب دیا کریں (پلیز برا نہ منایئے گا؟)

ج: اب تمہارا موڈ خراب ہے، بتائیں کیا کریں؟

س: سچ سچ بتایئے اکثر بہنوں کے سوالات پر غصہ بھی آتا ہے کہ نہیں (جھوٹ نہیں سنوں گی، اوکے)؟

ج: آہم ... راز کی باتیں نہ پوچھو۔

س: میں ہر انسان پر بہت جلد اعتبار کر لیتی ہوں جس کی وجہ سے گھر والوں سے ڈانٹ بھی پڑتی ہے اور گھر والے غصہ سے کہتے ہیں (تُوں ہیں ہی بھولی دے)؟

ج: ہائے اس سادگی پر کون نہ مر جائے۔

س: اگر میرے سوالات برے نہیں لگے تو دعاؤں کے حصار میں رخصت کریں نا پیا جانی؟

ج: خوش رہو آباد رہو۔

نادیہ یسین ساہیوال

س: شمائل آپی کیسی ہیں آپ؟

ج: الحمدللہ تم سناؤ۔

س: آپی عشق اگر بوجھ بن جائے تو ؟

ج: تو اس کو گدھا پر لاد دو بس۔

س: آپی اللہ حافظ اب ایک اچھی سی دعا میرے نام بھی پلیز؟

ج: سدا سکھی رہو۔

مدیحہ کنول سرور چشتیاں

س: شمائلہ آپی پہلی بار آپ کی محفل میں آئی ہوں، کیسا لگا؟

ج: اچھا لگا، خوش آمدید۔

س: آپی مجھے لگتا ہے کہ آپ ہنستی بہت ہیں، ایسا ہی ہے نا؟

ج: بوجھو تو جانیں۔

س: آپی مجھے لگتا ہے میں چائے پینے کے لیے دنیا میں آئی ہوں آخر یہ چائے اتنی مزے دار کیوں لگتی ہے؟

ج: چائے کے علاوہ بھی کچھ اور ٹرائی کرو گی تو پتا چلے گا نہ کہ اس سے بھی زیادہ مزے دار چیزیں موجود ہیں۔

شاہ زندگی......راولپنڈی

س: کب سے کھڑی ہوں لائن میں نظرِ کرم فرما دیجیے؟

ج: جب باری آئے گی تو نظرِ کرم بھی ہو جائے گی۔

س: آپ نے میرے پچھلے کئی سوال ہڑپ کر لیے جس کے تحت دفعہ 302 کے ماتحت آپ کو میرے گھر آ کر ٹھنڈے اور بیکن سے دعوت نوش فرمانا ہوں گے۔

ج: یہ دعوت ہے یا ؟

س: ہر اک مسکراہٹ مسکان کیوں نہیں ہوتی؟

ج: اتنا گہرا فلسفہ اُف۔
س: اللہ اللہ کر کے بجلی نہیں جاتی تھی اب تو بجلی والوں نے آنکھ مچولی کھیلنا شروع کردی ہے؟
ج: تم بھی آنکھ مچولی کھیلنا شروع کردو اب۔

کشور غفار روڈ...... عبدالحکیم

س: شمائل آپی آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کی ہے' کیا اپنا قدم مبارک دروازے کے اندر رکھنے کی اجازت ہے؟
ج: اب قدم مبارک اندر رکھ ہی دیا ہے تو آ بھی جاؤ' خوش آمدید۔
س: آپی جان اگر کسی بے وفا سے محبت ہوجائے تو کیا کرنا چاہیے؟
ج: خود بھی بے وفا بن جانا چاہیے۔
س: آپی شمائل ان کے بغیر ہمارا دل اداس ہے بتائیں بھلا کس کے بغیر؟
ج: اب تو وہ آپ کے سامنے ہے...... آنچل اور کون!
س: کسی اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں' اللہ حافظ۔
ج: خوش رہو اپنے خرچے پر۔

سنی شاہ...... حضرت پیر عبدالرحمٰن

س: کیسی ہو آپ سب؟ پانچ ماہ کے بعد انٹری دے رہی ہوں آپ کو کیسی لگی؟
ج: شدید گرمیوں میں سردی کی آمد جیسی۔
س: آپی میرا دل کہتا ہے کہ کہیں چلی جاؤں بھلا کہاں؟
ج: شاپنگ پر......
س: آپی! کچھ لوگ مجھ سے جلتے بہت ہیں' بھلا کون؟
ج: تمہارے پڑوسی۔
س: آپی آج کی شام بھی قیامت کی طرح گزری

سنی

نجانے کیا بات تھی ہر بات پر تم یاد آئے

ج: اُف اللہ کتنا یاد کرتی ہو تم آنچل کو نا......

زائمہ خان خٹک...... میانوالی' مسلم کالونی

س: آپی بہت عرصہ بعد پھر حاضر ہوں' کیا کہیں گی؟
ج: کہاں رہیں اتنا عرصہ تم تو بجلی کی طرح غائب ہوگئی تھیں۔
س: آپی اتنی بار سوال نامہ بھیجا لیکن آنچل میں اپنا نام کہیں نظر نہ آیا' آپ کے سوالات و جوابات میں کیوں؟
ج: محکمہ ڈاک والوں کی تمہاری ڈاک اتنی پسند ہے کہ بس نا پوچھو......
س: آپی زندگی کبھی کبھی اتنی کیوں مشکل لگتی ہے؟
ج: کیوں کہ لوگ مشکل بنا دیتے ہیں۔

ندا اعجاز...... گوجر خان

س: آداب آپی نوازش اپنی محفل میں جگہ دینے کی!
ج: جیتی رہو' جی آیاں نوں۔
س: آپی! میری تین فرینڈز (بی ایڈ کی) بہت اچھی ہیں پر ہم بہت جلد بچھڑ گئی ہیں' دعا کریں دل سے کبھی جدا نہ ہوں؟
ج: جو دل سے جدا ہوجائیں وہ دوست نہیں ہوتے۔
س: آپی جی! ایسا کون سا طریقہ ہے جس سے ہم دوسروں کے دلوں میں گھر کرلیں؟
ج: خدمت اور پیار۔
س: آپی دل بہت اداس ہے' کوئی اچھی سی دعا تو دے دیں؟
ج: اداسی کو دور بھگاؤ اور خوش رہو۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

جنید حسن شاہ کوٹ سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 20 سال ہے مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔
محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

مسز این لکھتی ہیں کہ دوست کا مسئلہ ہے اس کا حل بتائیں۔
محترمہ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

عائشہ رحمان شیخوپورہ سے لکھتی ہیں کہ پانچ چھ سال سے زنانہ مرض ہے ماہانہ نظام بھی خراب ہے۔ خون کی کمی ہے۔
محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ہادیہ نور منڈی بہاؤالدین سے لکھتی ہیں کہ معدہ خراب ہے اور کئی شکایات ہیں ان کے متعلق دوا لکھ دیں۔
محترمہ آپ CARBOVEG 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

بلال حسن گجرات سے لکھتے ہیں کہ میرا معدہ خراب ہے سینے میں جلن رہتی ہے اپنے ہاتھوں اپنی صحت برباد کرلی ہے بری عادت نہیں چھوٹتی۔
محترم آپ USTILAGO Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ بری عادت چھوڑنے کے لیے مضبوط قوت ارادی کی ضرورت ہے صرف دوا کافی نہیں ہے۔

ایف اے ڈیرہ اسماعیل خان سے لکھتی ہیں کہ میری تھوڑی پر بال ہیں وہ ختم کرنا چاہتی ہوں۔
محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا اور مطلوبہ دوا کا نام APHRODITE ضرور لکھیں۔ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے استعمال سے فالتو بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔

علیمہ چکوال سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن بہت زیادہ ہے اور ماہانہ نظام خراب ہے۔
محترمہ آپ PITUITRIN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ آپ 1100 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں مطلوبہ دوا کا نام بریسٹ بیوٹی ضرور لکھ دیں وہ قدرتی خوب صورتی بحال کرے گی۔

ثانیہ احمد راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ سوتے ہوئے منہ سے رطوبت بہتی ہے دوسرا ماہانہ اخراج کے وقت سخت درد ہوتا ہے۔
محترمہ آپ MERCSOL 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور PULSATILL 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔

ناصر محمود میانوالی سے لکھتے ہیں کہ میرے سر میں درد رہتا ہے۔ ناک کی ہڈی کا آپریشن ہوچکا ہے۔
محترم آپ AGRAPHIS 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں GRAPHITIS 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

عائشہ شاہ مظفر گڑھ سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام خراب ہے کئی ماہ تک نہیں ہوتا اس کی وجہ سے موٹاپا ہوگیا ہے میرے بال سفید ہو رہے ہیں اور گرتے بہت ہیں۔
محترمہ آپ SCNICIO 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس سے بال گرنا بند ہوں گے لمبے گھنے خوب صورت ہوجائیں گے۔

پائل راجن پور سے لکھتی ہیں کہ مجھے بارہ سال سے سیلان الرحم کی شکایت ہے، بہت زیادہ پریشان ہوں۔

محترمہ آپ BORAX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور دوست کو شادی سے ایک ماہ پہلے شروع کرادیں۔ SECALCOR 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ۔ یہ دوائیں کسی بھی ہومیو پیتھک میڈیکل اسٹور سے مل جائیں گی۔

مسز عبداللہ چنیوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام خراب ہے مہینے میں دو مرتبہ ہوتا ہے میرے چہرہ پر بال ہیں اس کے لیے کیا کرنا ہے۔

محترمہ آپ CINAMOM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور APHRODITE کے لیے 900 روپے منی آرڈر کردیں۔

سائرہ میر چکوال سے لکھتی ہیں کہ بچوں کو دودھ پلانے کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔

محترمہ آپ BREAST BEAUTY کے لیے 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

ق۔م کراچی سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CAUSTICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ ان شاء اللہ شفا حاصل ہوگی یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی جرمنی کی لیں۔

اویس خانپور سے لکھتے ہیں کہ رات کو ہاتھ پیر گرم ہوجاتے ہیں منہ سے بدبو آتی ہے۔

محترمہ آپ SULPHUR 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن پیا کریں۔

مرزا رفعت اللہ بیگ لاہور سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ AGNUSCAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

اے کے منچن آباد سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 16 سال ہے بال سفید ہورہے ہیں اور گرتے بھی ہیں بھائی کے منہ پر سرخ دانے نکلتے ہیں امی کی ٹانگ میں درد ہوتا ہے کولہے سے پنڈلی تک آتا ہے۔

محترم آپ میرے کلینک کے نام پتے پر 600 روپے کا منی آرڈر کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے بال سفید ہونا اور گرنا بند ہوجائیں اور لمبے گھنے خوب صورت مضبوط بال پیدا ہوں گے۔ بھائی کو BELL 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔ امی کو COLOCYNTH 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ دیں۔

م۔ر منچن آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر چھائیاں اور تل نکل رہے ہیں۔ رنگ بھی کالا ہورہا ہے۔ چہرے پر بال بھی ہیں۔

محترمہ آپ BERBARIS AQUI-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ بال ختم کرنے کے لیے APHRODITE استعمال کریں۔ ان شاء اللہ بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔

فاطمہ نور لیہ سے لکھتی ہیں کہ مجھے سیلان الرحم کی شکایت ہے جو بارہ سال سے موجود ہے میرے تین چھوٹی بڑی گلٹیاں ہیں جو درد کرتی ہیں گیس رہتی ہے۔

ہضم نہیں ہوتا بھوک نہیں لگتی بلغم حلق میں گرتا ہے اور بہت سے مسائل ہیں ماہانہ نظام بھی تکلیف دہ ہوتا ہے۔

محترمہ آپ کسی مقامی ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے رجوع کریں آپ کے علاج کے لیے مریض کا سامنے ہونا ضروری ہے۔

کشمالہ فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے بالوں کا مسئلہ ہے بال جڑوں سے نکلتے ہیں اور اگتے نہیں ہیں کوئی علاج بتائیں کھانے کی دوا بھی بتائیں۔

محترمہ آپ PHSPHORUS 200 کے پانچ قطرے آدھا گلاس پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار لیں اور 600 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے نئے بال لمبے گھنے اور مضبوط پیدا ہوں گے۔

ثانیہ اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ چہرے پر چھائیاں ہیں چہرے کی رنگت بھی کالی ہوگئی ہے۔ بہن کا مسئلہ قبض گیس ماہانہ ایام میں درد ہوتا ہے۔ اگر ہم جوابی لفافہ بھیجیں تو آپ جواب روانہ کردیں۔

محترمہ براہ راست جوابات نہیں دیے جاتے آپ BERBARISAQUI-C کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور بہن کو PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ دیں۔

شازیہ اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ میرا پیٹ بہت بڑھا ہوا ہے اور چہرے پر چھائیاں ہیں۔

محترمہ آپ CALC FLUOR 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BERBARIS AQUC-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں۔

بلقیس ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

زاہدہ پروین خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن بہت بڑھ گیا ہے پسینہ بہت آتا ہے بدبودار ہوتا ہے کندھوں سے انگلیوں تک درد ہوتا ہے۔

محترمہ آپ KALMIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

یاسمین سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ مجھے شوہر کے ساتھ ملنے کی کوئی خواہش نہیں ہوتی میرے جسم میں درد رہتا ہے۔

محترمہ آپ ONASMODIUM-CM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن پیا کریں۔

فائزہ سحر راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میری ایڑیاں پھٹی رہتی ہیں اور چہرے پر چھائیاں ہیں اور بہن کے چہرے پر بال ہیں۔

محترمہ آپ NATRUM CARB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ 900 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گی اس کے استعمال سے فالتو بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

عرفان مغل شاہ کوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ STAPHISGARIA کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور عادت سے پرہیز کریں۔ GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن پیا کریں۔ یہ ادویات کسی بھی ہومیو اسٹور سے مل جائیں گی۔

دیا آفرین شاہدرہ سے لکھتی ہیں مجھے اسکول لائف سے ہی تھائی رائڈ کا مسئلہ ہے رہنمائی چاہیے۔

محترمہ آپ THYROIDINUM 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔

شہلا تبسم اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ میں ہیئر گرور استعمال کر رہی ہوں ابھی میرے بال ٹوٹتے ہیں چہرے پر کالے تل ہیں۔

محترمہ آپ ACID FLUOR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

فوزیہ شکیل ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام خراب ہے۔ کمی ہے میرے دو بچے ہیں۔ دونوں بہت کمزور ہیں۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں بچوں کو CALCPHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں۔

طیبہ افضل چکوال سے لکھتی ہیں کہ کزن کا مسئلہ لکھ رہی ہوں 14 سال شادی کو ہوگئے اولاد سے محروم ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ دونوں کی رپورٹس ارسال کردیں پھر کسی دوا کا سوچا جاسکتا ہے۔

روبی غفار خانیوال سے لکھتی ہیں کہ مجھے درد گھٹیا اور موٹاپا ہے۔

محترمہ آپ COLCHICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں فائی ٹولاکا مٹاپا کم کرنے کے لیے استعمال کریں۔

ارم گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ مجھے نسوانی حسن کی کمی کا مسئلہ ہے نا ہونے کے برابر ہے۔

محترمہ آپ SABALSERULATA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ BREAST BEAUTY آپ کو گھر بھیج دی جائے گی۔ اس کے استعمال سے مسئلہ حل ہوجائے گا۔

ردا گل مظفر گڑھ سے لکھتی ہیں کہ میرا بیٹا ایک سال کا ہے جو بہت کمزور ہے ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے خوراک بھی دیتی ہوں بچے کو دست رہتے ہیں۔ بیٹے کی پیدائش کے بعد فیگر بہت خراب ہوگیا ہے وزن بڑھ گیا ہے۔

محترمہ آپ بچے کو ALOE 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور آپ LODIUM 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں۔ میرے کلینک سے BREAST BEAUTY منگالیں اس کے استعمال سے قدرتی حسن بحال ہوگا۔

مسز شاہد ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ مجھے شادی سے پہلے ہی دانے نکلتے تھے اب تک نکلتے ہیں اور داغ چھوڑ جاتے ہیں بچی کی پیدائش کے بعد پیٹ بڑھ گیا ہے موٹی ہوگئی ہوں میرے بال بھی ٹوٹتے ہیں اس کے لیے ہیئر گروور بھیج دیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون 021-3699704 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کے ڈی اے فلیٹس فیز 4، شادمان ٹاؤن 2 نارتھ کراچی۔ 75850۔

خط لکھنے کا پتا:۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75، کراچی۔

حنا احمد

موٹاپا دور کریں

رات کا کھانا کھانے کے ایک گھنٹہ بعد چٹکی بھر دیسی اجوائن کا قہوہ بنا کر پئیں، پندرہ دن عمل کریں، موٹاپا دور ہوجائے گا اور آپ اسمارٹ نظر آئیں گی، خوراک میں کم سے کم چکنائی کا استعمال کریں اور تیز واک کریں۔

نسخہ کالا یرقان

ایک عدد قندھاری انار لے کر ایک گلاس جوس نکالیں، اس میں دو تولہ مولی کا پانی شامل کریں، دونوں چیزیں مکس کرکے نہار منہ پی لیا کریں، ایک مہینہ عمل کریں ان شاءاللہ کالا یرقان نہیں رہے گا۔

یرقان

یرقان میں آلو بخارا، املی، دھنیا، نیلوفر نصف نصف چھٹانک رات کو دو سیر پانی میں بھگو کر رکھ دیں اور دن میں یہ پانی اچھی طرح مکس کرکے تین بار پینا مفید ہے۔

اگر نیند نہ آئے

❖ خشخاش کا تیل کنپٹی پر ملنے سے جلد نیند آتی ہے

❖ اگر نیند نہ آرہی ہو تو سرخ ٹماٹر پر چینی چھڑک کر کھائیں بے خوابی کی شکایت دور ہوجائے گی۔

❖ فروٹ چاٹ کھانے سے نیند نہ آنے کی شکایت دور ہوجاتی ہے۔

❖ چائے اور کافی کا استعمال بہت کم کردیں اس کی جگہ دودھ اور پھل کا استعمال کریں۔

❖ بعض اوقات سر میں خشکی ہونے کی وجہ سے نیند نہیں آتی۔ ایسے میں سر کی مالش کرنا بہت مفید ہے۔ مالش کرنے کے بعد سکون محسوس ہوگا اور نیند آجائے گی۔

❖ گرم پانی میں نمک ملا کر سونے سے پہلے چند منٹ تک پاؤں کو اس میں ڈبوئے رکھیں تو اس سے سکون ملے گا اور نیند آجائے گی۔

گنج پن کا علاج

چار ماہ تک مولیاں روز کھائیں اس سے نہ صرف بال گرنا بند ہوجائیں گے بلکہ نئے بال بھی پیدا ہونے لگیں گے اس کے علاوہ مولی کا پانی سر میں لگائیں تو اس کے بہترین نتائج نکلیں گے۔

چمک دار اور گھنے بال

بالوں کو چمک دار اور گھنے رکھنے کے لیے انہیں دھونے کے بعد کچے ناریل کا پانی لگائیں۔

دیبہ عارف...... شاہ کوٹ

جلی کھیر کار آمد بنانا

اگر کھیر احتیاط کے باوجود نیچے لگ جائے یا جل جائے تو اس میں جلنے کی ہلکی سی بھی بو آجاتی ہے اس سے پریشان مت ہوں نہ ہی اسے ضائع کریں اس پریشانی کا سادہ حل یہ ہے کہ جلی ہوئی کھیر یا فرنی میں فوری طور پر نارنگی کے ذائقہ کی چاکلیٹ منگوا کر ڈال دیں، چاکلیٹ میں جلی ہوئی اشیاء کی بو ختم کرنے کی خصوصیت پائی جاتی ہے دوسرا اس کا منفرد ذائقہ جلے پن کے ذائقے کو اپنے اندر ضم کرلیتا ہے۔

بچی ہوئی مٹھائی ضائع مت کریں

مختلف مواقع پر جو مٹھائی گھروں میں بچ جاتی ہے اس سے مزے دار ملک شیک بنایا جاسکتا ہے۔ تین یا چار کپ دودھ ابال کر ٹھنڈا کرلیں اور حسب ضرورت مقدار میں بچی ہوئی مٹھائی اس میں شامل کرکے چمچے سے اتنا مکس کریں کہ وہ سب یکجا ہوجائے اس کے بعد برف جوسر میں ڈال کر یہ مٹھائی ملا دودھ اس میں ڈال کر اچھی طرح گرائنڈ کریں یہ لذیذ اور منفرد ذائقے والا ملک شیک شیشے کے گلاسوں میں ڈال کر سرو کریں۔

سمیرا مشتاق ملک...... اسلام آباد

کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے کا علاج

☆ مچھر کے کاٹنے سے جو دانے پڑ جاتے ہیں ان پر سرسوں کا تیل لگائیں۔

☆ اگر برساتی کیڑا کاٹ لے تو اس پر لیموں کا رس لگائیں۔

☆ بھڑ کے کاٹنے پر تھوڑا سا ٹوتھ پیسٹ لگالیں یا مٹی کا تیل یا لیموں لگالیں۔

☆ بچھو کے ڈنک مارنے پر کدو کا گودا لیپ دینے سے اور کدو کا رس مریض کو پلانے سے افاقہ ہوتا ہے۔

☆ اخروٹ کو انجیر کے ساتھ کھانے سے جسم میں زہر کا اثر نہیں رہتا۔

☆ بچھو کے کاٹنے پر زیتون کا تیل لگائیں' پیاز کا رس بھی لگا سکتے ہیں۔

☆ سرکے میں نمک ملا کر کتے کے کاٹے ہوئے مقام پر لگانے سے زہر اتر جاتا ہے۔

☆ اخروٹ میں سرکہ' پیاز اور نمک ملا کر کتے' سانپ' بچھو کے کاٹے زخم پر لگانے سے زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔

☆ اگر سانپ کاٹ لے تو تیز خالص سرکہ اس جگہ پر خوب ملیں یہاں تک کے ورم اور درد ختم ہو جائے۔

☆ سیاہ بچھو کے کاٹنے پر تھوڑی سی ہینگ لگادیں۔

پیاز کے ذریعے مختلف امراض کا علاج

آنکھوں کے امراض

عرقِ پیاز اور شہد ہم وزن ملائیں اور دکھتی آنکھ میں ایک قطرہ ٹپکائیں یہ آنکھ کے لیے بہترین ڈراپ ہے۔

موتیا بند

عرقِ پیاز اور شہد ہم وزن ملائیں اور صبح وشام آنکھ میں ڈالیں۔

سردیوں میں انگلیوں کے ورم کے لیے

گرم پیاز کی پوٹلی ہاتھ پر سونے سے قبل باندھیں اور صبح تک بندھا رہنے دیں' صبح کھول کر ہاتھ یا پیر (جس جگہ پر باندھا ہو) کو دھولیں پھر زیتون کے تیل کی مالش کریں۔

برص کے لیے

پیاز کے ٹکڑے کر کے تین دن تک سیب کے سرکہ میں بھگو کر رکھیں پھر اس میں سے روزانہ ایک کپ مسلسل پئیں۔

دمہ کے لیے

پیاز کے عرق میں شہد ملا کر روزانہ صبح وشام ایک کپ تقریباً ایک مہینہ استعمال کریں۔

کھانسی کے لیے

پیاز کو پانی میں ڈال کر تھوڑی شکر ملائیں اور اتنا جوش دیں کہ شہد کی مانند ہو جائے پھر اسے مرتبان میں محفوظ کرلیں اور روزانہ غذا کے بعد ایک چمچہ لیں اور بچے کو ایک چھوٹے چمچے سے روزانہ تین مرتبہ پلائیں۔

ثمرین کنول......کراچی

گوشت کو جلدی گلانے کے لیے ایک کھانے کا چمچہ ڈال دیں یا اخبار کا ٹکڑا گیلا کر کے ڈال دیں۔

پھٹی ایڑیوں کو ٹھیک کرنے کے لیے موم بتی پگھلا کر اوپر لگائیں یا پھر گوشت میں موجود چربی آگ پر گرم کرنے کے ساتھ ساتھ لگاتے جائیں' بہت جلدی فرق محسوس کریں گے۔

بالوں کو مضبوط' سیاہ اور ریشمی بنانے کے لیے کوئی بھی شیمپو اور کپڑے دھونے والا صابن دونوں ملا کر استعمال کریں۔

کاغذی لیموں کاٹ کر بار بار سونگھنے سے زکام کو آرام آ جاتا ہے اور انفلوئنزا یا بخار ہو تو گرم پانی میں نمک گھول کر پلانا ایک لاثانی دوا ہے، بار بار نمک والا پانی پلاؤ، شرطیہ آرام ہوگا، انشاءاللہ

فاقہ کرنا یا روزہ رکھنا زکام کا بہترین علاج ہے۔

صوفیہ خان......کراچی